

عام فہم زبان، مشکل الفاظ کے سلیس معانی، اور اختلافی مسائل کے محققانہ حل سے مزین تفسیر

الفوائد التفسیریۃ السلفیۃ

تالیف

محمد ابوسعید

ابن

شیخ القرآن علامہ سید عبدالسلام رستمی

ناشر:

الجامعۃ العربیۃ

سیفن چوک کوہاٹ روڈ بڈھ بیر پشاور

091-2325499



سورة الزمر (مكية) [۱]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ﴿۱﴾ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ

اس کتاب کا اتارا جانا اللہ غالب (اور) حکمت والے کی طرف سے ہے۔ (اے پیغمبر!) ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف

بِالۡحَقِّ فَاعۡبُدِ اللّٰهَ مُخۡلِصًا لَّهُ الدِّيۡنَ ﴿۲﴾

سچائی کے ساتھ نازل کی ہے تو اللہ کی عبادت کرو (یعنی) اس کی عبادت کو (شرک سے) خالص کر کے

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيۡنُ الۡخَالِصُ وَالَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ

دیکھو خالص عبادت اللہ ہی کے لئے (زیبا ہے) اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور دوست بنائے ہیں (وہ کہتے ہیں)

مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى اِنَّ اللّٰهَ يَحۡكُمُ بَيۡنَهُمۡ

ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں تو جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں اللہ ان میں ان کا فیصلہ کر دے گا

فِيۡمَا هُمۡ فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِىۡ مَنۡ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ﴿۳﴾

بیشک اللہ اس شخص کو جو جھوٹا ناشکرا ہے ہدایت نہیں دیتا

لَوۡ اَرَادَ اللّٰهُ اَنۡ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصۡطَفٰى مِمَّا يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ سُبۡحٰنَهٗ

اگر اللہ کسی کو اپنا بیٹا بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا انتخاب کر لیتا وہ پاک ہے

---

[۱] عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ يقرأ في كل ليلة بني اسرائيل والزمر ۔ مسند احمد: ۳/۵، وابن کثیر، یعنی آپ ﷺ ہر رات سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زمر کی تلاوت کر لیا کرتے۔

هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۴﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ
وہی تو اللہ یکتا (اور) غالب ہے۔ اسی نے آسمانوں اور زمین کو تدبیر کے ساتھ پیدا کیا ہے
يُكَوِّرُ اللَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ
(اور) وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو بس میں کر رکھا ہے
وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى ۗ أَلَا هُوَ الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ﴿۵﴾
سب ایک وقت مقرر تک چلتے رہیں گے دیکھو وہی غالب (اور) بخشنے والا ہے۔
خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْأَنْعَامِ
اسی نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا اور اسی نے تمہارے لئے چارپایوں میں سے
ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ ۚ يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ
آٹھ جوڑے بنائے وہی تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں (پہلے) ایک طرح پھر دوسری طرح
فِي ظُلُمٰتٍ ثَلَاثٍ ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۖ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ
تین اندھیروں میں بناتا ہے یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے اسی کی بادشاہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں
فَأَنّٰى تُصْرَفُونَ ﴿۶﴾ إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ
پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو؟ اگر ناشکری کرو گے تو اللہ تم سے بے پرواہ ہے اور وہ اپنے بندوں کے لئے ناشکری پسند نہیں
الْكُفْرَ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرٰى ثُمَّ
کرتا اور اگر شکر کرو گے تو وہ اس کو تمہارے لئے پسند کرے گا اور کوئی اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا
إِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۷﴾
پھر تم کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے پھر جو کچھ تم کرتے رہے وہ تم کو بتائے گا وہ تو دلوں کی پوشیدہ باتوں تک سے آگاہ ہے

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا

اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کو پکارتا (اور) اس کی طرف دل سے رجوع کرتا ہے پھر جب

خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوٓا إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ أَنْدَادًا

وہ اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت دیتا ہے تو جس کام کے لئے پہلے اس کو پکارتا تھا اسے بھول جاتا اور اللہ کا شریک بنانے لگتا ہے

لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِهٖ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحٰبِ النَّارِ ﴿۸﴾

تا کہ (لوگوں کو) اس کے رستے سے گمراہ کرے کہہ دو کہ (اے کافرِ نعمت!) اپنی ناشکری سے تھوڑا سا فائدہ اٹھا لے۔

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَقَآئِمًا

پھر تو دوزخیوں میں ہوگا (بھلا مشرک اچھا ہے) یا وہ جو رات کے وقتوں میں زمین پر پیشانی رکھ کر اور کھڑے ہو کر عبادت کرتا

يَحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْ رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ

اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید رکھتا ہے کہو بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿۹﴾

اور نصیحت تو وہی پکڑتے ہیں جو عقلمند ہیں

قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا

کہہ دو کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو اپنے پروردگار سے ڈرو جنہوں نے اس دنیا میں نیکی کی ان کے لئے بھلائی ہے

حَسَنَةٌ وَأَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾

اور اللہ کی زمین کشادہ ہے جو صبر کرنے والے ہیں ان کو بیشمار ثواب ملے گا

قُلْ إِنِّيْ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۱۱﴾

کہہ دو کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کو خالص کر کے اس کی بندگی کروں۔

وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُوْنَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ قُلْ إِنِّىْ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ
اور یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ میں سب سے اوّل مسلمان بنوں۔ کہہ دو کہ اگر میں اپنے پروردگار کا حکم نہ مانوں
رَبِّىْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ اللّٰهَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُ دِيْنِىْ ﴿۱۴﴾
تو مجھے بڑے دن کے عذاب سے ڈر لگتا ہے۔ کہہ دو کہ میں اپنے دین کو (شرک سے) خالص کر کے اللہ کی عبادت کرتا ہوں
فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ قُلْ إِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا أَنْفُسَهُمْ
تو تم اس کے سوا جس کی چاہو پرستش کرو کہہ دو کہ نقصان اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو
وَأَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۵﴾
اوراپنے گھر والوں کو نقصان میں ڈالا دیکھو یہی صریح نقصان ہے۔
لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ
ان کے اوپر تو آگ کے سائبان ہوں گے اور نیچے (اس کی) فرش ہوں گے یہ وہ (عذاب) ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو
عِبَادَهٗ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ
ڈراتا ہے تو اے میرے بندو! مجھ سے ڈرتے رہو۔ اور جنہوں نے اس سے اجتناب کیا کہ بتوں کو پوجیں
أَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَأَنَابُوْٓا إِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾
اور اللہ کی طرف رجوع کیا تو ان کے لئے بشارت ہے تو میرے بندوں کو بشارت سنا دو۔
الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ أَحْسَنَهٗ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَاهُمُ اللّٰهُ
جو بات کو سنتے اور اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی
وَأُولٰٓئِكَ هُمْ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ
اور یہی عقل والے ہیں۔ بھلا جس شخص پر عذاب کا حکم صادر ہو چکا

أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ

تو کیا تم (ایسے) دوزخی کو نجات دے سکو گے؟ لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے لئے اونچے اونچے محل ہیں

مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ وَعْدَ اللّٰهِ

جن کے اوپر بالاخانے بنے ہوئے ہیں (اور) ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (یہ) اللہ کا وعدہ ہے

لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

اللہ وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمان سے پانی نازل کرتا

فَسَلَكَهُ يَنَابِيْعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيْجُ

پھر اس کو زمین میں چشمے بنا کر جاری کرتا پھر اس سے کھیتی اگاتا ہے جس کے طرح طرح کے رنگ ہوتے ہیں پھر وہ خشک ہو

فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِأُوْلِي الْأَلْبَابِ

جاتی ہے تو تم اس کو دیکھتے ہو زرد (ہو گئی ہے) پھر اسے چورا چورا کر دیتا ہے بیشک اس میں عقل والوں کے لئے نصیحت ہے

﴿۲۱﴾ أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ

بھلا جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو اور وہ اپنے پروردگار کی طرف سے روشنی پر ہو

فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ أُولٰئِكَ فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾

پس ان پر افسوس ہے جن کے دل اللہ کی یاد سے سخت ہو رہے ہیں یہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں

اَللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ

اللہ نے نہایت اچھی باتیں نازل فرمائی ہیں (یعنی) کتاب (جس کی آیتیں باہم) ملتی جلتی (ہیں) اور دہرائی جاتی ہیں

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ

جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے بدن کے (اس سے) رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر ان کے بدن اور دل

إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

نرم (ہوکر) اللہ کی یاد کی طرف (متوجہ) ہوجاتے ہیں یہی اللہ کی ہدایت ہے وہ اس سے جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾ أَفَمَنْ يَتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ

اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔[2] بھلا جو شخص قیامت کے دن اپنے منہ سے بُرے عذاب

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾

کو روکتا ہو (کیا وہ ویسا ہوسکتا ہے جو چین میں ہو) اور ظالموں سے کہا جائے گا کہ جو کچھ تم کرتے رہے تھے اس کے مزے چکھو

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾

جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے بھی تکذیب کی تھی تو ان پر عذاب ایسی جگہ سے آ گیا کہ ان کو خبر ہی نہ تھی

فَأَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ

پھر ان کو اللہ نے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھا دیا اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے

---

[2] شرح کے لفظی معنی کھولنے، پھیلانے اور وسیع کرنے کے ہیں، شرح صدر کے معنی وسعت قلب کے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ قلب میں اس کی استعداد موجود ہو کہ وہ تکوینی ایات الٰہیہ اسمان وزمین اور خود اپنی پیدائش وغیرہ میں غور کر کے عبرت اور فوائد حاصل کرے، اسی طرح جو ایات الٰہیہ بصورت کتاب واحکام نازل کی جاتی ہیں، ان میں غور کر کے استفادہ کر سکے، اس کا بالمقابل دل تنگی اور قساوت قلب ہے۔قران کریم کی ایک آیت "یجعل صدرہ ضیقا حرجا" (انعام: ۱۲۵) اور اس کی جگہ اگلی آیت میں "للقاسیة قلوبھم "اسی شرح صدر کے بالمقابل آیا ہے۔

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ آیت تلاوت فرمائی تو ہم نے آپ سے شرح صدر کا مطلب پوچھا اپ نے فرمایا کہ جب نور ایمان انسان کے قلب میں داخل ہوتا ہے تو اس کا قلب وسیع ہوجاتا ہے (جس سے احکام الٰہیہ کا سمجھنا اور عمل کرنا اس کے لئے اسان ہوجاتا ہے) ہم نے عرض کیا یارسول اللہ اس (شرح صدر) کی علامت کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: الانابة الی دارالخلود والتجافی عن دار الغرور والتاھب للموت قبل

نزوله، شعب الایمان: ۱۰۵۵۲ حلیة الاولیا: ۷/۲۸۰.

آیت مذکورہ کو حرف استفہام ''افمن'' سے شروع کیا گیا جس کا مفہوم یہ ہے کہ کیا ایسا شخص جس کا دل اسلام کے لئے کھول دیا گیا ہو، اور وہ اپنے رب کی طرف سے آئے ہوئے نور پر ہے یعنی اسکی روشنی میں سب کام کرتا ہے اور وہ آدمی جو دل تنگ اور سخت دل ہو، کہیں برابر ہو سکتے ہیں؟ اس کے بالمقابل سخت دل کا ذکر اگلی آیت میں عذاب ویل کے ساتھ کیا گیا ہے۔

''**ویل للقاسیة قلوبهم**'' قاسیہ قساوت سے مشتق ہے، جس کے معنی سخت دل ہونا جس کو کسی پر رحم نہ آئے، اور جو اللہ کے ذکر اور اس کے احکام سے کوئی اثر قبول نہ کرے۔

''**اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابها مثانی**'' اس سے پہلی آیت میں اللہ کے مقبول بندوں کا یہ حال ذکر کیا گیا تھا، کہ **یستمعون القول فیتبعون احسنه** ، اس آیت میں بتلا دیا کہ پورا قران ہی **احسن الحدیث** ہے۔ حدیث کے لفظی معنی اس کلام یا قصے کے ہیں جو بیان کیا جاتا ہے قران کو **احسن الحدیث** فرمانے کا حاصل یہ ہے کہ انسان جو کچھ کہتا بولتا ہے اس سب میں احسن الکلام قران ہے۔ آگے قران کی چند صفات ذکر فرمائی ہیں۔

''**کتابا متشابها**'' متشابہ سے مراد اس جگہ متماثل ہے یعنی مضامین قرآنیہ ایک دوسرے سے مربوط اور مماثل ہیں کہ ایک آیت کی تشریح و تصدیق دوسری آیت سے ہو جاتی ہے، اس کلام میں تضاد و تعارض کا نام نہیں ہے، دوسری صفت **مثانی** ہے جو **مثنیٰ** کی جمع ہے جس کے معنی مکرر کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ قران کریم میں، ایک مضمون کو ذہن نشین کرنے لئے بار بار دہرایا جاتا ہے، تیسری صفت یہ بیان فرمائی کہ: ''**تقشعر منه جلود الذین یخشون ربهم**'' یعنی اللہ کی عظمت سے متاثر ہو کر ڈرنے والوں کا قران پڑھ کر خشیت و ہیبت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ ان کے بدن پر بال کھڑے ہو جاتے ہیں،

چوتھی صفت یہ ہے ''**ثم تلین جلودهم وقلوبهم الی ذکر اللہ**'' یعنی تلاوت قران کا اثر کبھی عذاب کی وعید سن کر یہ ہوتا ہے کہ بدن کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں اور کبھی رحمت و مغفرت کی آیات سن کر یہ حال ہوتا ہے کہ بدن اور قلب سب اللہ کی یاد میں نرم ہو جاتے ہیں۔

اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں، کہ صحابہ کرام کا عام حال یہی تھا کہ جب ان کے سامنے قران پڑھا جاتا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آجاتے اور بدن پر بال کھڑے ہو جاتے۔ (قرطبی)۔

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ

اگر یہ سمجھ رکھتے۔ اور ہم نے لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں بیان فرمائی ہیں

لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾

تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔ (یہ) قرآن عربی (ہے) جس میں کوئی عیب (اور اختلاف) نہیں تاکہ وہ ڈر مانیں۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشَاكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا

اللہ ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک شخص ہے جس میں کئی (آدمی) شریک ہیں (مختلف المزاج اور) بدخواور ایک آدمی

لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾

خالص ایک شخص کا (غلام) ہے بھلا دونوں کی حالت برابر ہے؟ (نہیں) الحمدللہ بلکہ اکثر لوگ نہیں جانتے

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّإِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ

(اے پیغمبر!) تم بھی مر جاؤ گے اور یہ بھی مر جائیں گے۔ پھر تم قیامت کے دن اپنے پروردگار کے سامنے جھگڑو گے

تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ

(اور جھگڑا فیصل کر دیا جائے گا) ۔تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ بولے اور سچی بات

إِذْ جَآءَهُ أَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ

جب اس کے پاس پہنچ جائے تو اسے جھٹلائے کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانہ نہیں؟ اور جو شخص سچی بات لے کر آیا

وَصَدَّقَ بِهٖ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ

اور جس نے اس کی تصدیق کی وہی لوگ متقی ہیں۔ وہ جو چاہیں گے ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس (موجود) ہے

ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِيْ عَمِلُوْا

نیکوکاروں کا یہی بدلا ہے۔ تاکہ اللہ ان سے بُرائیوں کو جو انہوں نے کیں دُور کر دے اور نیک کاموں کا جو وہ کرتے رہے

وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٣٥﴾ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ
ان کو بدلا دے۔ کیا اللہ اپنے بندوں کو کافی نہیں؟
عَبْدَهُ وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿٣٦﴾
اور یہ تم کوان لوگوں سے جواس کے سواہیں (یعنی غیراللہ سے) ڈراتے ہیں اور جس کواللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں
وَمَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُضِلٍّ ۗ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ ﴿٣٧﴾
اور جس کو اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں کیا اللہ غالب (اور) بدلہ لینے والا نہیں ہے؟
وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ
اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو کہہ دیں کہ اللہ نے کہو کہ بھلا دیکھو
مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهِ
تو جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا وہ اس تکلیف کو دُور کر سکتے ہیں
أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهِ ۚ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ
یا اگر مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو وہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ کہہ دو کہ مجھے اللہ ہی کافی ہے بھروسا رکھنے والے اسی پر
يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿٣٨﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ
بھروسا رکھتے ہیں۔ کہہ دو کہ اے قوم! تم اپنی جگہ پر عمل کئے جاؤ میں (اپنی جگہ) عمل کئے جاتا ہوں
فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُقِيمٌ ﴿٤٠﴾
عنقریب تم کومعلوم ہو جائے گا۔ کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے گا اور کس پر ہمیشہ کا عذاب نازل ہوتا ہے
إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهِ
ہم نے تم پر کتاب لوگوں (کی ہدایت) کے لئے سچائی کے ساتھ نازل کی ہے تو جو شخص ہدایت پاتا ہے تو اپنے (بھلے کے)

وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ﴿۴۱﴾

لئے اور جو گمراہ ہوتا ہے اپنا ہی نقصان کرتا ہے (اور اے پیغمبر!)تم ان کے ذمہ دار نہیں ہو۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا

اللہ لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روحیں قبض کر لیتا ہے اور جو مرے نہیں ان کی روحیں سوتے میں (قبض کر لیتا ہے)

فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرٰى إِلٰى أَجَلٍ مُسَمًّى

پھر جن پر موت کا حکم کر چکتا ہے ان کو روک رکھتا ہے اور باقی روحوں کو ایک وقت مقرر تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے

إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ أَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

جو لوگ فکر کرتے ہیں ان کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔[3] کیا انہوں نے اللہ کے سوا اور سفارشی بنا لئے ہیں؟

شُفَعَآءَ قُلْ أَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾

کہو کہ خواہ وہ کسی چیز کا بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ (کچھ) سمجھتے ہی ہوں۔

---

[3] ''اللہ یتوفی '' یہ عقلی دلیل ہے، یہ ادلہ سابقہ سے بطور ترقی ہے، پہلے انسان کے ابتدائی حالات کا ذکر تھا یعنی اس کی پیدائش کا اس کے بعد کے حالات یعنی اس کی پرورش اور روزی رسانی کا ذکر کیا گیا اور یہاں اس کی زندگی کے اخری لمحات کا تذکرہ ہے، حاصل یہ کہ انسان ہر حال میں اللہ کا محتاج ہے، اور اس کے تمام احوال وکوائف اللہ تعالی ہی کے تصرف واختیار میں ہیں''توفی '' یہاں عموم مجاز پر محمول ہے، یعنی مطلق قبض خواہ صرف ظاہرا ہو جیسا کہ نیند کی حالت میں ہوتا ہے، یا ظاہرا وباطنا ہو جیسا کہ موت کی حالت میں ہوتا ہے، مظہری۔

یعنی اللہ تعالی موت کے وقت روحوں کو قبض کرتا ہے اس طرح کہ ارواح کا ابدان سے بالکلیہ تعلق منقطع ہو جاتا ہے ظاہرا وباطنا، اور جن کی موت کا ابھی وقت نہیں آیا نیند کی حالت میں بظاہر ان کی روحیں بھی قبض کر لیتا ہے، یہاں تک کہ اس حالت میں سونے والے سے ارادہ حس وحرکت سلب ہو جاتی ہے۔

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا لَّهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾

کہہ دو کہ سفارش تو سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے

وَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

اور جب تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے

وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾

ان کے دل تنگ ہو جاتے ہیں اور جب ان کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو خوش ہو جاتے ہیں۔

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

کہو کہ اے اللہ! (اے) آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے (اور) پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے!

أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ أَنَّ

تو ہی اپنے بندوں میں ان باتوں کا جن میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں فیصلہ کرے گا۔ اور اگر

لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ

ظالموں کے پاس وہ سب (مال ومتاع) ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اسی قدر اور ہو تو قیامت کے روز

الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾

بُرے عذاب (سے مخلصی پانے) کے بدلے میں دیدیں اوران پر اللہ کی طرف سے وہ امر ظاہر ہو جائے گا جس کا ان کو خیال بھی نہ تھا

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور ان کے اعمال کی بُرائیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی اور جس عذاب کی وہ ہنسی اڑاتے تھے وہ ان کو آ گھیرے گا

فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ إِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ

جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارنے لگتا ہے پھر جب ہم اس کو اپنی طرف سے نعمت بخشتے ہیں تو کہتا ہے

إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلٰى عِلْمٍ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٩﴾

کہ یہ تو مجھے (میرے) علم (ودانش) کے سبب سے ملی ہے (نہیں) بلکہ وہ آزمائش ہے مگر ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَا أَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٥٠﴾

جو لوگ ان سے پہلے تھے وہ بھی یہی کہا کرتے تھے تو جو کچھ وہ کیا کرتے تھے ان کے کچھ بھی کام نہ آیا۔

فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيبُهُمْ

ان پر ان کے اعمال کے وبال پڑ گئے اور جو لوگ ان میں سے ظلم کرتے رہے ہیں ان پر ان کے اعمال کے وبال عنقریب

سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿٥١﴾ أَوَلَمْ يَعْلَمُوٓا أَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ

پڑیں گے اور وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے۔ ۵۱۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ اللہ ہی جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو فراخ کر دیتا

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ ﴿٥٢﴾

ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے جو لوگ ایمان لاتے ہیں ان کے لئے اس میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

(اے پیغمبر! میری طرف سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے

إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٥٣﴾ وَأَنِيبُوٓا إِلٰى

ناامید نہ ہونا اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے (اور) وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اس سے پہلے

رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ ﴿٥٤﴾

کہ تم پر عذاب آ واقع ہو اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرمانبردار ہو جاؤ پھر تم کو مدد نہیں ملے گی

وَاتَّبِعُوٓا أَحْسَنَ مَآ أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ

اور اس سے پہلے کہ تم پر ناگہاں عذاب آ جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو اس نہایت اچھی (کتاب) کی جو تمہارے پروردگار کی

بَـغۡتَةً وَّأَنۡتُـمۡ لَا تَشۡـعُـرُوۡنَ ﴿۵۵﴾ تَـقُـوۡلَ نَـفۡـسٌ يّٰـحَسۡـرَتٰـى
طرف سے تم پر نازل ہوئی ہے پیروی کرو۔ کہ (مبادا اس وقت) کوئی نفس کہنے لگے کہ (ہائے ہائے) اس تقصیر پر
عـلٰى مَا فَـرَّطۡـتُّ فِـيۡ جَـنۡـبِ الـلّٰـهِ وَإِنۡ كُنۡتُ لَمِنَ السَّاخِرِيۡنَ ﴿۵۶﴾
افسوس ہے جو میں نے اللہ کے حق میں کی اورمیں تو ہنسی کرتا رہا
أَوۡ تَـقُـوۡلَ لَـوۡ أَنَّ الـلّٰـهَ هَـدٰنِـيۡ لَـكُـنۡـتُ مِـنَ الۡـمُـتَّـقِـيۡـنَ ﴿۵۷﴾
یا یہ کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھ کو ہدایت دیتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں ہوتا۔
أَوۡ تَقُوۡلَ حِيۡنَ تَرَى الۡعَذَابَ لَوۡ أَنَّ لِيۡ كَرَّةً فَأَكُوۡنَ مِنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۵۸﴾
یا جب عذاب دیکھ لے تو کہنے لگے کہ اگر مجھے پھر ایک دفعہ دنیامیں جانا ہوتو میں نیکوکاروں میں ہو جاؤں۔
بَـلٰـى قَـدۡ جَـآءَتۡـكَ آيَـاتِـيۡ فَـكَـذَّبۡـتَ بِـهَـا وَاسۡـتَـكۡـبَـرۡتَ
(اللہ فرمائے گا) کیوں نہیں میری آیتیں تیرے پاس پہنچ گئی تھیں مگرتو نے ان کو جھٹلایا اور تکبرکیا
وَكُـنۡـتَ مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۵۹﴾ وَيَـوۡمَ الۡـقِيَامَةِ تَرَى الَّذِيۡنَ كَذَبُوۡا عَلَى اللّٰهِ
اور تو کافر بن گیا۔ اور جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ بولا
وُجُـوۡهُـهُـمۡ مُّـسۡـوَدَّةٌ ۭ أَلَيۡـسَ فِـيۡ جَهَـنَّـمَ مَثۡوًى لِّلۡمُتَكَبِّرِيۡنَ ﴿۶۰﴾
تم قیامت کے دن دیکھو گے کہ ان کے منہ کالے ہو رہے ہوں گے کیا غرور کرنے والوں کا ٹھکانہ دوزخ میں نہیں ہے؟
وَيُـنَـجِّـى الـلّٰـهُ الَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا بِمَفَازَتِهِمۡ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوۡٓءُ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۶۱﴾
اور جو پرہیزگار ہیں ان کی کامیابی کے سبب اللہ ان کونجات دے گا نہ تو ان کو کوئی سختی پہنچے گی اور نہ وہ غمناک ہوں گے
اَلـلّٰـهُ خَـالِـقُ كُـلِّ شَـيۡءٍ وَهُـوَ عَـلٰـى كُـلِّ شَـيۡءٍ وَكِيۡـلٌ ﴿۶۲﴾
اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہرچیز کا نگران ہے

لَهُ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِآيَاتِ اللّٰهِ أُولٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

اسی کے پاس آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں اور جنہوں نے اللہ کی آیتوں سے انکار کیا وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

﴿۶۳﴾ قُلْ أَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَأْمُرُوْنِّيْ أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾

کہہ دو کہ اے نادانو! تم مجھ سے یہ کہتے ہو کہ میں غیر اللہ کی پرستش کرنے لگوں؟

وَلَقَدْ أُوْحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ

اور (اے محمد ﷺ!) تمہاری طرف اور ان (پیغمبروں) کی طرف جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں یہی وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر تم نے

لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾

شرک کیا تو تمہارے عمل برباد ہوجائیں گے اور تم زیاں کاروں میں ہو جاؤ گے

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ

بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور شکرگزاروں میں رہو۔ اور انہوں نے اللہ کی قدرشناسی جیسی کرنی چاہیئے تھی نہیں کی

وَالْأَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ

اور قیامت کے دن تمام زمین اس کی مٹھی میں ہو گی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے

سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ

اور وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک اور عالی شان ہے۔اور جب صور پھونکا جائے گا

فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ

تو جو لوگ آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب بیہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جس کو اللہ چاہے

ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾

پھر دوسری دفعہ صور پھونکا جائے گا تو فوراً سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔

وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيءَ بِالنَّبِيِّينَ
اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی اور (اعمال کی) کتاب (کھول کر) رکھ دی جائے گی اور پیغمبر
وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۶۹﴾
اور گواہ حاضر کئے جائیں گے اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور بے انصافی نہیں کی جائے گی
وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿۷۰﴾
اور جس شخص نے جو عمل کیا ہوگا اس کو اس کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور جو کچھ یہ کرتے ہیں اس کو سب کی خبر ہے۔
وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا إِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتّٰى إِذَا جَآءُوهَا
اور کافروں کو گروہ گروہ بنا کر جہنم کی طرف لے جائیں گے یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے
فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ
تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے تو اس کے داروغہ ان سے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں
مِّنْكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا
آئے تھے جو تم کو تمہارے پروردگار کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور اس دن کے پیش آنے سے ڈراتے
قَالُوا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِينَ ﴿۷۱﴾
کہیں گے کیوں نہیں لیکن کافروں کے حق میں عذاب کا حکم ثابت ہو چکا تھا
قِيلَ ادْخُلُوٓا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۷۲﴾
کہا جائے گا کہ دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ ہمیشہ اس میں رہو گے تکبر کرنے والوں کا بُرا ٹھکانہ ہے۔
وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰى إِذَا جَآءُوهَا
اور جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کو گروہ گروہ بنا کر بہشت کی طرف لے جائیں گے یہاں تک کہ جب

وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ

اس کے پاس پہنچ جائیں گے اور اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے تو اس کے داروغہ ان سے کہیں گے کہ تم پر سلام تم

فَادْخُلُوهَا خٰلِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا

بہت اچھے رہے اب اس میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ۔ وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے وعدے کو ہم سے سچا کر دیا

الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۷۴﴾

اور ہم کو اس زمین کا وارث بنا دیا ہم بہشت میں جس مکان میں چاہیں رہیں تو عمل کرنے والوں کا بدلا بھی کیسا خوب ہے۔

وَتَرَى الْمَلَآئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

اور تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش کے گرد گھیرا باندھے ہوئے ہیں (اور) اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں

وَقُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴿۷۵﴾

اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جو سارے جہان کا مالک ہے

سورة المومن مكية [۱]

---

[۱] یہاں سے سورۂ احقاف تک سات سورتیں حٰم سے شروع ہوتی ہیں، ان کو الـم حـمٓ یا حوامیم کہا جاتا ہے، ابن مسعودؓ نے فرمایا آل حـمٓ دیباج القرآن، دیباج ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں، مراد اس سے زینت ہے۔ اور مسعر بن کدام فرماتے ہیں کہ ان کو عرائس کہا جاتا ہے یعنی دلہنیں، اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک مغز اور خلاصہ ہوتا ہے، قرآن کا خلاصہ آل حـمٓ ہیں، یا فرمایا کہ حوامیم ہیں، یہ سب روایتیں ابوعبید بن سلام نے اپنی کتاب فضائل القران میں لکھی ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِ ﴿۲﴾ غَافِرِ الذَّنۡبِ

حٰمٓ. اس کتاب کا اتارا جانا اللہ غالب ودانا کی طرف سے ہے۔ جو گناہ بخشنے والا

وَقَابِلِ التَّوۡبِ شَدِيۡدِ الۡعِقَابِ ذِى الطَّوۡلِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيۡهِ الۡمَصِيۡرُ ﴿۳﴾

اور توبہ قبول کرنے والا ہے اور سخت عذاب دینے والا اور صاحبِ کرم ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف پھر کر جانا ہے

مَا يُجَادِلُ فِىۡۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَلَا يَغۡرُرۡكَ تَقَلُّبُهُمۡ فِى الۡبِلَادِ ﴿۴﴾

اللہ کی آیتوں میں وہی لوگ جھگڑتے ہیں جو کافر ہیں تو ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے

كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّالۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ وَهَمَّتۡ كُلُّ اُمَّةٍ

ان سے پہلے نوح کی قوم اور ان کے بعد اور امتوں نے بھی (پیغمبروں کی) تکذیب کی اور ہر امت نے اپنے پیغمبر کے

بِرَسُوۡلِهِمۡ لِيَاۡخُذُوۡهُ وَجَادَلُوۡا بِالۡبَاطِلِ لِيُدۡحِضُوۡا بِهِ الۡحَقَّ

بارے میں یہی قصد کیا کہ اس کو پکڑ لیں اور بیہودہ (شبہات سے) جھگڑتے رہے کہ اس سے حق کو زائل کر دیں

فَاَخَذۡتُهُمۡ فَكَيۡفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۵﴾ وَكَذٰلِكَ حَقَّتۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ

تو میں نے ان کو پکڑ لیا (سو دیکھ لو) کہ میرا عذاب کیسا ہوا۔ اور اسی طرح کافروں کے بارے میں بھی تمہارے رب کی بات

عَلَى الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنَّهُمۡ اَصۡحٰبُ النَّارِ ﴿۶﴾ اَلَّذِيۡنَ يَحۡمِلُوۡنَ الۡعَرۡشَ

پوری ہو چکی ہے کہ وہ اہلِ دوزخ ہے۔ جو عرش کو اٹھائے ہوئے اور جو اس کے گرداگرد (حلقہ باندھے ہوئے) ہیں

وَمَنۡ حَوۡلَهٗ يُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَيُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ وَيَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِلَّذِيۡنَ

(یعنی فرشتے) وہ اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور مومنوں کے لئے بخشش مانگتے رہتے ہیں

آمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا

کہ اے ہمارے پروردگار! تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے تو جن لوگوں نے توبہ کی

وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿٧﴾ رَبَّنَا

اور تیرے رستے پر چلے ان کو بخش دے اور دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔ اے ہمارے پروردگار!

وَأَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ نِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَآئِهِمْ

ان کو ہمیشہ رہنے کے بہشتوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور جو ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں

وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٨﴾ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ

اور ان کی اولاد میں سے نیک ہوں ان کو بھی بیشک تو غالب حکمت والا ہے۔ اور ان کو عذابوں سے بچائے رکھ

وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٩﴾

اور جس کو تو اس روز عذابوں سے بچا لے گا تو نے بیشک اس پر مہربانی فرمائی اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ أَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ

جن لوگوں نے کفر کیا ان سے پکار کر کہہ دیا جائے گا کہ جب تم (دنیا میں) ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے اور مانتے نہیں

إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ﴿١٠﴾ قَالُوْا رَبَّنَا

تھے تو اللہ اس سے کہیں زیادہ بیزار ہوتا تھا جس قدر تم اپنے آپ سے بیزار ہو رہے ہو۔ وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار!

أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ إِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿١١﴾

تو نے ہم کو دو دفعہ مار دیا اور دو دفعہ جان بخشی ہم کو اپنے گناہوں کا اقرار ہے تو کیا نکلنے کی کوئی سبیل ہے؟[2]

---

[2] "قالوا ربنا امتنا اثنتين" جہنم میں داخل ہونے کے بعد مشرکین جہنم سے نکلنے کی راہیں تلاش کریں گے،=

ذٰلِكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ وَإِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوا

یہ اس لئے کہ جب تنہا اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کر دیتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جاتا تھا تو تسلیم کر لیتے تھے

فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ﴿۱۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ

تو حکم تو اللہ ہی کا ہے جو (سب سے) اوپر اور (سب سے) بڑا ہے۔ وہی تو ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے

وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾

اور تم پر آسمان سے رزق اتارتا ہے اور نصیحت تو وہی پکڑتا ہے جو (اس کی طرف) رجوع کرتا ہے۔

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

تو اللہ کی عبادت کو خالص کر کے اسی کو پکارو اگرچہ کافر بُرا ہی مانیں۔

=اور کہیں گے اے ہمارے پروردگار تو نے دوبارہ ہمیں موت سے دوچار کیا اور دوبارہ ہمیں زندگی بخشی، ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں، اور جس حشر ونشر کا انکار کیا کرتے تھے آج اس پر ایمان لاتے ہیں، کیا اب کوئی صورت ہے کہ ہمیں دوزخ سے نکال کر ایک بار پھر دنیا کی زندگی مل جائے؟ تو ہم تیری پوری پوری فرمانبرداری کریں گے۔

والمراد طلب الخروج نظیر، فارجعنا نعمل صالحا، السجدة: ۱۲، (روح) پہلی موت سے مراد عدم ہے جب وہ اصلاب آباء میں تھے، اور دوسری موت وہ ہے جو دنیا کی زندگی کا خاتمہ کر دیتی ہے، اور پہلی بار احیاء سے دنیا میں پیدا کرنا مراد ہے اور دوسری بار احیاء سے بعث بعد الموت مراد ہے۔ **قال ابن مسعودؓ وابن عباسؓ وقتادة وضحاک، کانوا امواتا فی اصلاب آبائهم ثم احیاهم ثم اماتهم الموتة التی لابد منها فی الدنیا، ثم احیاهم للبعث والقیامة، فهاتان حیاتان وموتتان وهو قوله تعالی کیف تکفرون بالله وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم، بقره: ۲۸، (قرطبی)**

رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ أَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ

(وہ) مالک درجات عالی اور صاحبِ عرش ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی بھیجتا ہے

عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ

تاکہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔ جس روز وہ نکل پڑیں گے ان کی کوئی چیز اللہ سے مخفی نہ رہے گی

شَيْءٌ لِّمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾

آج کس کی بادشاہت ہے؟ اللہ کی جو اکیلا اورغالب ہے۔

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ

آج کے دن ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلا دیا جائے گا آج بے انصافی نہیں ہوگی بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

﴿۱۷﴾ وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ إِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ

اور ان کو قریب آنے والے دن سے ڈراؤ جب کہ دل غم سے بھر کر گلوں تک آ رہے ہوں گے

كٰظِمِيْنَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾

(اور) ظالموں کا کوئی دوست نہیں ہو گا اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات قبول کی جائے۔

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ

وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو (باتیں) سینوں میں پوشیدہ ہیں (ان کو بھی)۔ اور اللہ سچائی کے ساتھ حکم فرماتا

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾

ہے اور جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کچھ بھی حکم نہیں دے سکتے بیشک اللہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔

أَوَ لَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ

کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی تاکہ دیکھ لیتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیسا ہوا

كَانُوا مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّآثَارًا فِي الْأَرْضِ
وہ ان سے زور اور زمین میں نشانات (بنانے) کے لحاظ سے کہیں بڑھ کر تھے تو اللہ نے
فَأَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾
ان کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا اور ان کو اللہ (کے عذاب) سے کوئی بھی بچانے والا نہ تھا۔
ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَتْ تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا فَأَخَذَهُمُ اللّٰهُ
یہ اس لئے کہ ان کے پاس پیغمبر کھلی دلیلیں لاتے تھے سواللہ نے ان کو پکڑ لیا
إِنَّهُ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسٰى بِآيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ
بیشک وہ صاحبِ قوت (اور) سخت عذاب دینے والا ہے۔ اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور دلیلِ روشن دے کر بھیجا۔
﴿۲۳﴾ إِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾
(یعنی) فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف تو انہوں نے کہا کہ یہ تو جادوگر ہے جھوٹا۔
فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوٓا أَبْنَآءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ
توجب وہ ان کے پاس ہماری طرف سے حق لے کر پہنچے تو کہنے لگے کہ جواس کے ساتھ (اللہ پر) ایمان لائے ہیں
وَاسْتَحْيُوا نِسَآءَهُمْ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ﴿۲۵﴾
ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دو اور کافروں کی تدبیریں بے ٹھکانے ہوتی ہیں۔
وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِيٓ أَقْتُلْ مُوسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهُ إِنِّيٓ أَخَافُ
اورفرعون بولا کہ مجھے چھوڑ دو کہ موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ اپنے پروردگار کو بلا لے مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں تمہارے دین کو (نہ)
أَنْ يُّبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُّظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَقَالَ مُوسٰى إِنِّيٓ
بدل دے یا ملک میں فساد (نہ) پیدا کر دے۔موسیٰ نے کہا کہ میں

عُذْتُ بِرَبِّىْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾

ہر متکبر سے جو حساب کے دن (یعنی قیامت) پر ایمان نہیں لاتا اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ لے چکا ہوں۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيْمَانَهُ أَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا أَنْ يَّقُوْلَ

اور فرعون کے لوگوں میں سے ایک مومن شخص جو اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتا تھا کہنے لگا کہ ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا

رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ وَإِنْ يَّكُ كٰذِبًا

ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور وہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار (کی طرف) سے نشانیاں بھی لے کر آیا ہے اور اگر وہ جھوٹا

فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَإِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ يَعِدُكُمْ

ہوگا تو اس کے جھوٹ کا ضرر اسی کو ہوگا اور اگر سچا ہوگا تو کوئی سا عذاب جس کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے تم پر واقع ہو کر رہے گا

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ

بیشک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو بے لحاظ جھوٹا ہو۔[3] اے قوم! آج تمہاری ہی بادشاہت ہے اور تم ہی ملک میں

الْيَوْمَ ظَاهِرِيْنَ فِى الْأَرْضِ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْ بَأْسِ اللّٰهِ إِنْ جَآءَنَا

غالب ہو (لیکن) اگر ہم پر اللہ کا عذاب آ گیا تو (اس کے دُور کرنے کے لئے) ہماری مدد کون کرے گا

قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيْكُمْ إِلَّا مَآ أَرٰى وَمَا أَهْدِيْكُمْ إِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾

فرعون نے کہا کہ میں تمہیں وہی بات سمجھاتا ہوں جو مجھے سوجھی ہے اور وہی راہ بتاتا ہوں جس میں بھلائی ہے۔

وَقَالَ الَّذِىْ آمَنَ يٰقَوْمِ إِنِّىْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ ﴿۳۰﴾

تو جو مومن تھا وہ کہنے لگا کہ اے قوم! مجھے تمہاری نسبت خوف ہے کہ تم پر اور امتوں کی طرح کے دن کا عذاب آ جائے

---

[3] ''قال رجل مومن'' جب فرعون کے دربار میں موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا پروگرام بن رہا تھا اس وقت قوم

فرعون ہی کا ایک آدمی اس گھناؤنے جرم کے خلاف اواز اٹھاتا ہے، یہ آدمی فرعون کا چچازاد بھائی تھا، اور در پردہ موسی علیہ السلام پر ایمان لاچکا تھا ''مومن ،من ال فرعون، یکتم ایمانه'' تینوں رجل کی صفات ہیں، دوسری صفت کو تیسری صفت پر اس لئے مقدم کیا گیا ہے تا کہ واضح ہوجائے کہ وہ رجل مومن آل فرعون سے تھا، اگر اس کا عکس ہوتا تو مـــن ال فـرعـون ،یکتم ، سے متعلق ہوجاتا، اوراس طرح وہ فائدہ حاصل نہ ہوتا، مومن ال فرعون اگر چہ اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا، لیکن موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا پروگرام سن کر اس سے نہ رہا گیا اور بول اٹھا ''اتقتلون رجلا'' تم ایک شخص کو ناحق قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، میں اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرونگا؟ تو یہ بات تو قتل کی وجہ نہیں بن سکتی، کیونکہ اس کا یہ دعویٰ غلط نہیں، بلکہ سراپا حق ہے، اور وہ اپنی سچائی اور اپنے دعوے کی حقانیت پر تمہارے پروردگار کی طرف سے کھلے دلائل اور واضح معجزات لیکر آیا ہے، جن کا تم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکے ہو، اس لئے اسے قتل کرنے کے لئے تمہارے پاس کوئی وجہ جواز نہیں تم اس سے باز آجاؤ۔

عن علیؓ انه قال: ایها الناس اخبرونی باشجع الناس قالوا انت قال لا قالوا فمن؟ قال ابوبکر، لقد رأیت رسول اللهﷺ واخذته قریش هذا یحثُّه ....فقال علیؓ انشدکم بالله امومن آل فرعون خیرام ابوبکر؟فسکت القوم ،فقال الاتجیبونی فوالله لساعة ابی بکر خیرمن ملإ الارض من مومن آل فرعون، ذاک رجل کتم ایمانه وهٰذا رجل اعلن ایمانه.(مسند البزار رقم: ۷۶۱،۱۵/۳ .ودرمنثور.

علیؓ سے روایت ہے کہ ایک دن آپؓ نے لوگوں سے فرمایا کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ آپؓ تو علیؓ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ بہادر ابوبکرؓ ہے، کیونکہ میں نے ایک دن رسول اللہﷺ کو حرم میں دیکھا، کہ قریش آپ کی بےعزتی کررہے تھے، اور کوئی گالیاں دے رہے تھے، اور بعض مکوں سے ماررہے تھے، ہم میں سے کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ رسول اللہﷺ سے دفاع کرتے ،اچانک ابوبکرؓ تشریف فرما ہوئے اور ان لوگوں کو گالی گلوچ دے کر کسی کو کھینچا اور کسی کو مارا، اور یہ آیت تلاوت فرمایا، اس کے بعد علیؓ نے کہا کہ اے لوگو! میں تمکو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ ابوبکرؓ بہتر تھے یا مومن آل فرعون؟ ابوبکرؓ نے ایمان کا اظہار کرکے رسولﷺ کی مدد کی، اور مومن ال فرعون نے ایمان چھپا کر موسیٰ علیہ السلام کی دفاع کی۔

مِثْلَ دَأْبِ قَوْمِ نُوحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۚ وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ
(یعنی) نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور جو لوگ ان کے پیچھے ہوئے ہیں ان کے حال کی طرح (تمہارا حال نہ ہو جائے) اور
ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَيٰقَوْمِ إِنِّيْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾
اللہ تو بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ اور اے قوم! مجھے تمہاری نسبت پکار کے دن (یعنی قیامت) کا خوف ہے۔
يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ
جس دن تم پیٹھ پھیر کر (قیامت کے دن سے) بھاگو گے (اس دن) تم کو کوئی (عذاب) اللہ سے بچانے والا نہ ہوگا
وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ
اور جس شخص کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور پہلے یوسف بھی تمہارے پاس نشانیاں لے کر آئے
بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ حَتّٰى إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ
تھے تو جو وہ لائے تھے اس سے تم ہمیشہ شک ہی میں رہے یہاں تک کہ جب وہ فوت ہو گئے تو تم کہنے لگے
لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۚ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ
کہ اللہ اس کے بعد کوئی پیغمبر نہیں بھیجے گا اسی طرح اللہ اس شخص کو گمراہ کر دیتا ہے جو حد سے نکل جانے والا اور شک کرنے والا ہو
مُّرْتَابٌ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْ آيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ أَتَاهُمْ
جو لوگ بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی دلیل آئی ہو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں
كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ
اللہ کے نزدیک اور مومنوں کے نزدیک یہ جھگڑا سخت ناپسند ہے اسی طرح اللہ
عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامَانُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا
ہر متکبر سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ اور فرعون نے کہا کہ ہامان میرے لئے ایک محل بنوا

لَّعَلِّیْ أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ أَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَأَطَّلِعَ إِلٰی إِلٰهِ مُوْسٰی
تاکہ میں (اس پر چڑھ کر) رستوں پر پہنچ جاؤں۔یعنی آسمانوں کے رستوں پر پھر موسٰی کے معبود (اللہ) کو دیکھ لوں
وَإِنِّیْ لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا ۚ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهِ
اور میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں اور اسی طرح فرعون کو اس کے اعمالِ بد اچھے معلوم ہوتے تھے
وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۚ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِیْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾
اور وہ رستے سے روک دیا گیا تھا اور فرعون کی تدبیر تو بے کار تھی۔
وَقَالَ الَّذِیْ آمَنَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُوْنِ أَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾
اور وہ شخص جو مومن تھا اس نے کہا کہ میرے بھائیو! میرے پیچھے چلو میں تمہیں بھلائی کا رستہ دکھاؤں ۔
يٰقَوْمِ إِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾
بھائیو! یہ دنیا کی زندگی (چند روز) فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور جو آخرت ہے وہی ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔
مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰی إِلَّا مِثْلَهَا ۖ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰی
جو بُرے کام کرے گا اس کو بدلا بھی ویسا ہی ملے گا اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت
وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولٰئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾
اور وہ صاحبِ ایمان بھی ہو گا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے وہاں ان کو بے شمار رزق ملے گا۔
وَيٰقَوْمِ مَا لِیْ أَدْعُوْكُمْ إِلَی النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِیْ إِلَی النَّارِ ﴿۴۱﴾
اور اے قوم! میرا کیا (حال) ہے کہ میں تو تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے (دوزخ کی) آگ کی طرف بلاتے ہو۔
تَدْعُوْنَنِیْ لِأَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَأُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ
۴۱۔تم مجھے اس لئے بلاتے ہو کہ اللہ کے ساتھ کفر کروں اور اس چیز کو اس کا شریک مقرر کروں جس کا مجھے کچھ بھی علم نہیں

وَأَنَا أَدْعُوكُمْ إِلَى الْعَزِيزِ الْغَفَّارِ ﴿٤٢﴾ لَا جَرَمَ أَنَّمَا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ
اور میں تم کو (اللہ) غالب (اور) بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ جس چیز کی طرف تم مجھے بلاتے ہو
لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ وَأَنَّ مَرَدَّنَا إِلَى اللّٰهِ
اس کو دنیا اور آخرت میں بلانے (یعنی دعا قبول کرنے کا) مقدور نہیں اور ہم کو اللہ کی طرف لوٹنا ہے
وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ﴿٤٣﴾ فَسَتَذْكُرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ
اور حد سے نکل جانے والے دوزخی ہیں۔جو بات میں تم سے کہتا ہوں تم اسے آگے چل کر یاد کرو گے
وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿٤٤﴾
اور میں اپنا کام اللہ کے سپرد کرتا ہوں بیشک اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے
فَوَقَاهُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوا وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ﴿٤٥﴾
تو اللہ نے اس کو ان لوگوں کی تدبیروں کی بُرائیوں سے محفوظ رکھا اور فرعون والوں کو بُرے عذاب نے آ گھیرا
اَلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ
(یعنی) کہ صبح و شام اس کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور جس روز قیامت برپا ہو گی (حکم ہو گا کہ) فرعون
فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿٤٦﴾ وَإِذْ يَتَحَاجُّونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ الضُّعَفَاءُ
والوں کو نہایت سخت عذاب میں داخل کرو۔[4] اور جب وہ دوزخ میں جھگڑیں گے تو ادنیٰ درجے کے لوگ بڑے آدمیوں سے کہیں گے

---

[4] عذاب قبر کے اثبات میں یہ آیت بڑی واضح دلیل ہے، قیامت سے پہلے انہیں جس عذاب پر پیش کیا جا رہا ہے، وہی عذاب قبر ہے، یاد رہے کہ آگ پر پیشی آل فرعون کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ اس میں تمام مجرمین شامل ہیں چنانچہ حدیث میں ہے: ان احدکم اذامات عرض علیه مقعده بالغداة و العشی، ان کان من اهل الجنة فمن اهل الجنة، و ان کان من اهل النار فمن اهل النار ،فیقال هذامقعدک حتی یبعثک الله یوم القیامة، بخاری

کتاب الجنائز :رقم: ۱۳۷۹ .مسلم: ۲۸۶۶ .

بیشک جب تم میں سے کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کا ٹھکانہ اسے صبح وشام دکھایا جاتا ہے اگر وہ جنتی ہے، تو جنت میں سے اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے، اور اگر وہ دوزخی ہے تو دوزخ والوں میں، پھر کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانہ ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ تعالی تجھ کو اٹھائے گا۔

معلوم ہوا کہ صبح وشام آگ پر پیشی صرف آل فرعون کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ اس میں وہ سب لوگ شامل ہیں جن کی اعمال فرعون اور آل فرعون جیسے ہوں۔

دوسری وجہ استدلال اس ایت میں یہ ہے کہ قیامت کے دن فرشتوں سے کہا جائے گا۔ کہ قوم فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں داخل کرو، اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس سے پہلے جوان کو کم عذاب دیا گیا۔ وہ عذاب برزخ تھا، کیونکہ روز محشر تو انہیں اشدالعذ اب ہوگا۔ اس کے مقابلے میں پہلے والا عذاب اتنا سخت نہیں تھا، اس لئے سوء العذاب ، النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا، فرمایا، اور پھر بعد میں [ادخلوا ال فرعون اشد العذاب] فرما کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ قیامت سے قبل جو عذاب دیا گیا تھا، وہ تھا تو عذاب مگر قیامت کے سخت عذاب کے مقابلے میں کچھ نہیں تھا۔ امام فخر الدین رازی اس ایت کے متعلق لکھتے ہیں؟ احتج اصحابنا بھذہ الایۃ علی اثبات عذاب القبر ،قالوا الایۃ تقتضی عرض النار علیھم غدوا وعشیا، ولیس المرادمنہ یوم القیامۃ لانہ قال: [ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا ال فرعون اشد العذاب] ولیس المرادمنہ الدنیالان عرض النار علیھم غدوا وعشیاماکان حاصلافی الدنیا، فثبت ان ھذا العرض انماحصل بعد الموت، وقبل یوم القیامۃ، وذلک یدل علی اثبات عذاب القبرفی حق ھؤلاء ،واذاثبت فی حقھم ثبت فی حق غیرھم ،لانہ لاقائل بالفرق (بحوالہ تحفۃ الاحوذی: ۹/ ۲۶۶).

ہمارے اصحاب نے اس ایت سے عذاب قبر کی استدلال کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ یہ ایت ان ال فرعون پر صبح وشام آگ پیش کرنے کا تقاضا کرتی ہے، اور اس پیشی سے مراد نہ تو قیامت کا دن ہے کیونکہ اس کے لئے [ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا ال فرعون اشد العذاب] اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو حکم ہوگا کہ ال فرعون کو سخت عذاب میں داخل کرو فرمایا ہے، اور نہ ہی اس سے مراد دنیا کا دن ہے، کیونکہ صبح وشام ان پر آگ کی پیشی صرف دنیا میں حاصل نہیں ہوئی، پس ثابت ہو گیا کہ یہ پیشی فرعونیوں کے بارے میں عذاب قبر کے برحق ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ جب=

لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾

کہ ہم تو تمہارے تابع تھے تو کیا تم دوزخ (کے عذاب) کا کچھ حصہ ہم سے دُور کر سکتے ہو؟

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَا اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾

بڑے آدمی کہیں گے کہ تم (بھی اور) ہم (بھی) سب دوزخ میں (رہیں گے) اللہ بندوں میں فیصلہ کر چکا ہے

= ان فرعونیوں کے بارے میں عذاب قبر ثابت ہوگیا تو دوسروں کے بارے میں بھی ثابت ہوگیا اس لئے کہ اللہ تعالی کا فرمان سب کے لئے یکساں ہے۔

یہی بات حسن بن محمدنیسابوری بھی فرماتے ہیں: **وفی هـذه الاية دلالة ظاهرة على اثبات عـذاب الـقبـر،لان تـعـذيـب يـوم الـقيـامة يـجـئ فى قوله [ويوم تقوم الساعة ادخلوا ال فرعون اشد العذاب].**

اس ایت میں اثبات عذاب قبر کی واضح دلیل ہے کیونکہ قیامت کے دن عذاب دینے کا ذکرتو اس فرمان میں ہے: **[ويوم تقوم الساعة ادخلوا ال فرعون اشد العذاب]**

امام ابن کثیر فرماتے ہیں: ہر صبح وشام ان کی روحیں جہنم کے سامنے لائی جاتی ہیں، قیامت تک انہیں یہ عذاب ہوتا رہے گا۔ اور قیامت کے دن ان کی روحیں جسم سمیت جہنم میں ڈال دی جائیں گی، اوراس دن ان سے کہا جائے گا اے ال فرعون سخت دردناک اور بہت زیادہ تکلیف دہ عذاب میں چلے جاؤ، یہ ایت اہل السنۃ کے اس مذہب کی کہ عالم برزخ (یعنی قبروں) میں عذاب ہوتاہے، بہت بڑی دلیل ہے ۔(تفسیر ابن کثیر اردو مترجم:۴/۳۵۴)

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں: **ذهـب الـجـمهور ان هذا العرض هوفى البرزخ [ويوم تقوم السـاعة ادخلوا ال فـرعـون اشـد الـعـذاب]** واضح طور پردلالت کررہا ہے کہ بیشک یہ (آگ پر) پیش کیا جانا برزخ ہی میں ہوتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ
اور جولوگ آگ میں ہوں گے وہ دوزخ کے داروغوں سے کہیں گے کہ اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ ایک روز تو ہم سے عذاب ہلکا کردے

﴿۴۹﴾ قَالُوْا أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا بَلٰى
وہ کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں

قَالُوْا فَادْعُوْا وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ إِلَّا فِيْ ضَلَالٍ ﴿۵۰﴾
تو وہ کہیں گے کہ تم ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا (اس روز) بیکار ہو گی۔

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْأَشْهَادُ ﴿۵۱﴾
ہم اپنے پیغمبروں کی اور جولوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾
(یعنی قیامت کو بھی)۔جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی اور ان کے لئے لعنت اور بُرا گھر ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَأَوْرَثْنَا بَنِيْٓ إِسْرَآئِيْلَ الْكِتَابَ ﴿۵۳﴾
اور ہم نے موسیٰ کو ہدایت (کی کتاب) دی اور بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنایا۔

هُدًى وَذِكْرٰى لِأُوْلِي الْأَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ
عقل والوں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔ تو صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿۵۵﴾
اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور صبح و شام اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْ آيَاتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ أَتَاهُمْ إِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ
جولوگ بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں ان کے دلوں میں اور کچھ نہیں (ارادۂ)

إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُم بِبَالِغِيهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿٥٦﴾

عظمت ہے اور وہ اس کو پہنچنے والے نہیں تو اللہ کی پناہ مانگو بیشک وہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے۔

لَخَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے بڑا (کام) ہے لیکن اکثر لوگ

لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٧﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ وَالَّذِينَ آمَنُوا

نہیں جانتے۔ اور اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں اور نہ ایمان لانے والے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَا الْمُسِيءُ ۚ قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٨﴾

ا ور نہ بدکار (برابر ہیں حقیقت یہ ہے کہ)تم بہت کم غور کرتے ہو۔

إِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٩﴾

قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں رکھتے

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ

اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری (دعا) قبول کروں گا جو لوگ

يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿٦٠﴾

میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے[5]

---

[5]نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ الدعاء هو العبادة ثم قرأ هذه الاية: یعنی دعاء ہی عبادت ہے پھر رسول پاک ﷺ نے یہ ایت تلاوت کی۔ اس روایت کو ابوداؤد نے رقم:١٤٧٩، میں نقل کی ہے۔ اور ترمذی نے ابو ہریرہؓ سے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من لم يسأل الله يغضب عليه جو اللہ سے سوال نہ کرے اللہ تعالی اس سے ناراض ہوجاتا ہے۔ رقم: ٣٣٧٣۔ ابن کثیر نے ایک شعر بھی نقل کیا ہے کہ:=

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ
اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی کہ اس میں آرام کرو اور دن کو روشن بنایا (کہ اس میں کام کرو) بیشک اللہ
لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾
لوگوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔
ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ
یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر تم کہاں بھٹک رہے ہو؟
﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ یُؤْفَكُ الَّذِیْنَ كَانُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾
اسی طرح وہ لوگ بھٹک رہے تھے جو اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے
اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ
اللہ ہی تو ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے ٹھہرنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہاری صورتیں بنائیں اور صورتیں بھی
صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ
خوب بنائیں اور تمہیں پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے پس اللہ پروردگارِ عالم
رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الْحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ
بہت ہی بابرکت ہے۔ وہ زندہ ہے (جسے موت نہیں) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو اس کی عبادت کو خالص کر

=اللہ یغضب ان ترکت سواله ☆ وبنی ادم حین یسأل یغضب

یعنی اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ جب تو ان سے نہ مانگے تو وہ ناخوش ہوتا ہے اور انسان کی حالت یہ ہے کہ اس سے مانگو تو وہ روٹھ جاتا ہے۔

مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴿٦٥﴾

اسی کو پکارو ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو (سزاوار) ہے جو تمام جہان کا پروردگار ہے۔

قُلْ إِنِّيْ نُهِيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

(اے محمد ﷺ! ان سے) کہہ دو کہ مجھے اس بات کی ممانعت کی گئی ہے کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو ان کی پرستش کروں

لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ وَأُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٦﴾

جب کہ میرے پاس میرے پروردگار سے کھلی دلیلیں آ چکی ہیں اور مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ پروردگارِ عالم ہی کا تابع فرمان رہوں

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ

وہی تو ہے جس نے تم کو (پہلے) مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر لوتھڑا بنا کر پھر تم کو نکالتا ہے

طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا وَّمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى

(کہ تم) بچے (ہوتے ہو) پھر تم اپنی جوانی کو پہنچتے ہو پھر بوڑھے ہو جاتے ہو اور کوئی تو تم میں سے پہلے ہی مر جاتا ہے

مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْا أَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾

اور تم وقت مقرر تک پہنچ جاتے ہو اور تاکہ تم سمجھو۔

هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَإِذَا قَضٰى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُوْلُ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٦٨﴾

وہی تو ہے جو جلاتا اور مارتا ہے پھر جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس سے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْ آيٰتِ اللّٰهِ أَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿٦٩﴾

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں یہ کہاں بھٹک رہے ہیں؟

اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٠﴾

جن لوگوں نے کتابِ (اللہ) کو اور جو کچھ ہم نے پیغمبروں کو دے کر بھیجا اس کو جھٹلایا وہ عنقریب معلوم کر لیں گے

إِذِ الْأَغْلَالُ فِيْ أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ يُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ فِي الْحَمِيْمِ
جب کہ ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی (اور) گھسیٹے جائیں گے۔ (یعنی) کھولتے ہوئے پانی میں
ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾
پھر آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ وہ کہاں ہیں جن کو تم (اللہ کے) شریک بناتے تھے؟
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا
(یعنی) اللہ کے سوا کہیں گے وہ تو ہم سے جاتے رہے بلکہ ہم تو پہلے کسی چیز کو پکارتے ہی نہیں تھے
كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ
اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔ یہ اس کا بدلا ہے کہ تم زمین میں حق کے بغیر (یعنی اس کے خلاف) خوش ہوا
فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿۷۵﴾ اُدْخُلُوْا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ
کرتے تھے اور اس کی (سزا ہے) کہ تم اترایا کرتے تھے۔ (اب) جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ
ہمیشہ اسی میں رہو گے متکبروں کا کیا بُرا ٹھکانہ ہے ۔تو (اے پیغمبر!) صبر کرو اللہ کا وعدہ سچا ہے
فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾
اگر ہم تم کو کچھ اس میں سے دکھا دیں جسکا ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں یا تمہاری مدتِ حیات پوری کر دیں تو ان کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے
وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ
اور ہم نے تم سے پہلے (بہت سے) پیغمبر بھیجے ان میں کچھ تو ایسے ہیں جن کے حالات تم سے بیان کر دیئے ہیں
وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ أَنْ يَّأْتِيَ بِاٰيَةٍ
اور کچھ ایسے ہیں جن کے حالات بیان نہیں کئے اور کسی پیغمبر کا مقدور نہ تھا کہ اللہ کے حکم کے سوا کوئی نشانی لائے

إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ فَإِذَا جَآءَ أَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ ﴿۷۸﴾

پھر جب اللہ کا حکم آ پہنچا تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا اور اہلِ باطل نقصان میں پڑ گئے۔

اَللّٰهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿۷۹﴾

اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے چارپائے پیدا کئے تا کہ ان میں سے بعض پر سوار ہو اور بعض کو تم کھاتے ہو۔

وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ

اور تمہارے لئے ان میں (اور بھی) فائدے ہیں اور اس لئے بھی کہ (کہیں جانے کی) تمہارے دلوں میں جو حاجت ہو

وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ﴿۸۰﴾ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ

ان پر (چڑھ کر وہاں) پہنچ جاؤ اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار ہوتے ہو۔ اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے

فَأَيَّ آيَاتِ اللّٰهِ تُنكِرُونَ ﴿۸۱﴾ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ

تو تم اللہ کی کن کن نشانیوں کو نہ مانو گے۔ کیا ان لوگوں نے زمین میں سیر نہیں کی تا کہ دیکھتے

كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً

کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیسا ہوا (حالانکہ) وہ ان سے کہیں زیادہ اور طاقتور

وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۸۲﴾

اور زمین میں نشانات (بنانے) کے اعتبار سے بہت بڑھ کر تھے تو جو کچھ وہ کرتے تھے وہ ان کے کچھ کام نہ آیا

فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِندَهُم مِّنَ الْعِلْمِ

اور جب ان کے پیغمبر ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو جو علم (اپنے خیال میں) ان کے پاس تھا

وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا

اس پر اترانے لگے اور جس چیز سے تمسخر کیا کرتے تھے اس نے ان کو آ گھیرا۔ پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا

قَالُوْا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾

تو کہنے لگے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جس چیز کو اس کے ساتھ شریک بناتے تھے اس سے نامعتقد ہوئے۔

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا ط

لیکن جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکے (اس وقت) ان کے ایمان نے ان کو کچھ فائدہ نہ دیا (یہ) اللہ کی سنت (ہے)

سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

جو اس کے بندوں (کے بارے) میں چلی آتی ہے اور وہاں کافر گھاٹے میں پڑ گئے۔

سورۃ حٰمٓ سجدہ (مكية)[1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۲﴾ كِتَابٌ فُصِّلَتْ آيٰتُهٗ

حٰمٓ۔ (یہ کتاب اللہ) رحمٰن و رحیم (کی طرف) سے اتری ہے۔ (ایسی) کتاب جس کی آیتیں واضح (المعانی) ہیں

قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

(یعنی) قرآن عربی ان لوگوں کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں۔ جو بشارت بھی سناتا ہے اور خوف بھی دلاتا ہے لیکن ان میں سے

---

[1] جابر بن عبداللہ سے منقول ہے کہ ایک دن قریش نے جمع ہو کر آپس میں مشاورت کی کہ جادو، کہانت، اور شعر شاعری میں جو سب سے زیادہ ہو اسے لے کر اس شخص کے پاس چلیں (یعنی نبی کریم ﷺ کے پاس) جس نے ہماری جماعت میں تفریق ڈال دی ہے، اور ہمارے کام میں پھوٹ ڈال دی ہے، اور ہمارے دین میں عیب گیری شروع کر دی ہے، وہ اس سے مناظرہ کرے اور اسے ہرا دے، اور لاجواب کر دے۔ سب نے کہا کہ ایسا شخص تو ہم میں بجز عتبہ

بن ربیعہ کے اور کوئی نہیں۔

چنانچہ یہ سب ملکر عتبہ کے پاس آئے اور اپنی متفقہ خواہش ظاہر کی، اس نے قوم کی بات رکھ لی اور تیار ہو کر نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔ آکر کہنے لگا کہ اے محمد ﷺ یہ تو بتا تو اچھا ہے یا عبداللہ؟ (یعنی آپ ﷺ کے والد صاحب) آپ نے کوئی جواب نہ دیا، اس نے دوسرا سوال کیا کہ اچھا جواب دے تو اچھا ہے یا تیرا دادا عبد المطلب؟ نبی کریم ﷺ اس پر بھی خاموش رہے وہ کہنے لگا سن! اگر تو اپنے باپ دادوں کو اچھا سمجھتا ہے تب تو تجھے معلوم ہے کہ وہ انہیں معبودوں کو پوجتے رہے جنہیں ہم سب پوجتے ہیں، اور جن کی تو عیب گیری کرتا رہتا ہے، اور اگر تو اپنے تئیں ان سے بہتر سمجھتا ہے تو کلام کر ہم بھی تیرے بات سنے، اللہ تعالی کی قسم دنیا میں کوئی انسان اپنی قوم کے لئے تجھ سے زیادہ ضرر رسان پیدا نہیں ہوا، تو نے ہماری شیرازہ بندی توڑ دی، تو نے ہمارے اتفاق کو نفاق سے بدل دیا۔ تو نے ہمارے دین کو عیب دار بتایا، اور اس میں برائی نکالی، تو نے ساری عرب میں ہمیں بدنام اور رسوا کر دیا، آج ہر جگہ یہی تذکرہ ہے کہ قریشیوں میں ایک جادوگر ہے قریشیوں میں ایک کاہن ہے اب تو یہی ایک بات باقی رہ گئی ہے، کہ ہم آپس میں سر پھٹول ہو، ایک دوسرے کے سامنے ہتھیار لگا کر آجائے اور یوں ہی لڑا بھڑا کر تو ہم سب کو پناہ کر دینا چاہتا ہے، سن! اگر تجھے مال کی خواہش ہے تو لے ہم سب مل کر تجھے اس قدر مال دار بنا دیتے ہیں کہ عرب میں تیرے برابر کوئی اور تونگر نہیں نکلے، اور اگر تجھے عورتوں کی خواہش ہے تو ہم میں سے جس کی بیٹی تجھے پسند ہو تو بتا ہم ایک چھوڑ دس دس شادیاں تیری کرا دیتے ہیں، یہ سب کچھ کہہ کر اب اس نے ذرا سانس لیا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بس کہہ چکے ہو؟ اس نے کہا: ہاں، آپ نے فرمایا اب میری سنو! چنانچہ آپ نے بسم اللہ پڑھ کر اسی صورت کی تلاوت شروع کی اور تقریبا تیرہ آیات (**مثل صاعقة عاد و ثمود**) تک پڑھا، اتنا سنکر عتبہ بول اٹھا، بس کیجئے، بس کیجئے، تیرے پاس اس کے سوا کچھ نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں، اب یہ یہاں سے اٹھ کر چل گیا قریش کا مجمع اس کا منتظر تھا، اس نے دیکھتے ہی پوچھا کہو کیا بات رہی؟ عتبہ نے کہا سنو! تم سب ملکر جو کچھ اسے کہہ سکتے تھے میں نے اکیلے ہی وہ سب کچھ کہہ ڈالا۔ انہوں نے کہا پھر اس نے کچھ جواب بھی دیا؟ کہا ہاں، جواب تو دیا لیکن باللہ میں تو ایک حرف بھی اس کا سمجھ نہ سکا التبہ اتنا سمجھا ہوں کہ انہوں نے ہم سب کو عذاب آسمانی سے ڈرایا ہے جو عذاب عادیوں اور ثمودیوں پر آیا تھا انہوں نے کہا تجھے اللہ کی مار ایک شخص عربی زبان میں جو تیری اپنی زبان ہے، تجھ سے کلام کر رہا ہے اور تو کہتا ہے کہ میں سمجھا ہی نہیں اس نے کیا کہا؟ عتبہ نے جواب دیا کہ میں سچ کہتا ہوں بجز ذکر عذاب کے میں کچھ نہیں سمجھا۔ (بغوی وابن کثیر)۔

فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لا يَسْمَعُوْنَ ﴿۴﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْ أَكِنَّةٍ مِّمَّا

اکثروں نے منہ پھیر لیا اور وہ سنتے ہی نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس سے ہمارے دل پردوں

تَدْعُوْنَآ إِلَيْهِ وَفِيْ آذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ

میں ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ (یعنی بہرا پن) ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ ہے تو تم (اپنا) کام کرو

إِنَّنَا عَامِلُوْنَ ﴿۵﴾ قُلْ إِنَّمَآ أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ

ہم (اپنا) کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ میں بھی آدمی ہوں جیسے تم (ہاں) مجھ پر یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود اللہ واحد ہے

وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْآ إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶﴾

تو سیدھے اسی کی طرف (متوجہ) رہو اور اسی سے مغفرت مانگو اور مشرکوں کیلئے ہلاکت ہے۔

الَّذِيْنَ لا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۷﴾

جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے بھی قائل نہیں۔

إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۸﴾

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لئے (ایسا) ثواب ہے جو ختم ہی نہ ہو۔

قُلْ أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْأَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهُ أَنْدَادًا

کہو کیا تم اس سے انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور (بتوں کو) اس کا مدِ مقابل بناتے ہو؟

ذٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ ﴿۹﴾ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا

وہی تو سارے جہان کا مالک ہے۔ اور اسی نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنائے اور زمین میں برکت رکھی

وَبَارَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَا أَقْوَاتَهَا فِيْ أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿۱۰﴾

اور اسمیں سب سامانِ معیشت مقرر کیا (سب) چار دن میں یہ پوراجواب ہے سائلین کے لئے

ثُمَّ اسْتَوٰٓى إِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا

پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں تھا تو اس نے اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں آؤ (خواہ) خوشی سے

أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَآئِعِينَ ﴿۱۱﴾ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ

خواہ ناخوشی سے۔ انہوں نے کہا کہ ہم خوشی سے آتے ہیں۔پھر دو دن میں سات آسمان بنائے

وَأَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ أَمْرَهَا وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ

اور ہر آسمان میں اس (کے) کام کا حکم بھیجا اور ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں (یعنی ستاروں) سے مزین کیا

وَحِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿۱۲﴾ فَإِنْ أَعْرَضُوا

اور (شیطانوں سے) محفوظ رکھا یہ زبردست (اور) خبردار کے (مقرر کئے ہوئے) اندازے ہیں[2] پھر اگر یہ منہ پھیر لیں

فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ ﴿۱۳﴾

تو کہہ دو کہ میں تم کو ایسے چنگھاڑ (کے عذاب) سے آگاہ کرتا ہوں جیسے عاد اور ثمود پر چنگھاڑ (کا عذاب آیا تھا)

إِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللّٰهَ قَالُوا

جب ان کے پاس پیغمبر ان کے آگے اور پیچھے سے آئے کہ اللہ کی سوا (کسی کی) عبادت نہ کرو کہنے لگے

---

[2] امام ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں ابن عباسؓ وغیرہ سے یہ تفسیر نقل کیا ہے کہ زمیں کو اللہ تعالیٰ نے دو دن میں پیدا کیا ہے یعنی اتوار اور پیر کے دن۔اور زمین میں زمین کے اوپر ہی پہاڑ بنا دیے، اور زمین کو اس نے بابرکت بنایا، تم اس میں بیج بوتے ہو درخت اور پھل وغیرہ اس میں پیدا ہوتے ہیں۔اور اہل زمین کو جن چیزوں کی احتیاج ہے وہ اسی میں پیدا ہوتی رہتی ہیں، کھیتوں اور باغات کی جگہیں اس میں اس نے بنادی ہیں۔زمین کی یہ درستی منگل و بدھ کے دن ہوئی۔ چار دن میں زمین کی پیدائش ختم ہوئی جو لوگ اس کی معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے۔انہیں پورا جواب مل گیا۔زمین کے ہر حصے میں اس نے وہ چیز مہیا کردی جو وہاں والوں کے لائق تھی مثلاً عصب یمن میں، سابوری سابور میں طیالسہ رے میں، یہی

مطلب آیت کے آخری جملے کا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس کی جو حاجت تھی اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مہیا کردی۔اس معنی کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے: وآتکم من کل ماسألتموہ (ابراھیم: ۳۴) تم نے جو مانگا اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا' واللہ اعلم' پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی، وہ دھویں کی شکل میں تھا، زمین کے پیدا کیے جانے کے وقت پانی کے جو بخارات اٹھے تھے، اب دونوں سے فرمایا کہ یا تو میرے حکم کو مانوں اور جو میں کہتا ہوں ہو جاؤ خوشی سے یا ناخوشی سے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں مثلاً آسمانوں کو حکم ہوا کہ سورج، چاند، ستارے طلوع کرے زمین سے فرمایا اپنی نہریں جاری کرا اپنے پھل اگاؤ وغیرہ۔ دونوں فرمانبرداری کے لئے راضی خوشی تیار ہو گئے اور عرض کیا کہ ہم مع اس تمام مخلوق کے جسے تو رچانے والا ہے تابع فرمان ہیں۔

حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اگر آسمان وزمین اطاعت گزاری کا اقرار نہ کرتے تو انہیں سزا ہوتی جس کا احساس بھی انہیں ہوتا۔ پس دو دن میں ساتوں آسمان بنادیے، یعنی جمعرات، جمعہ کے دن، اور ہر آسمان میں میں نے جو جو چیزیں اور جیسے جیسے فرشتے مقرر کرنے چاہے مقرر فرمادیے، اور آسمان دنیا کو اس نے ستاروں سے مزین کردیا، جو زمین پر چمکتے رہتے ہیں، اور جوان شیاطین کی نگہبانی کرتے ہیں جو، ملأ اعلیٰ کی باتیں سننے کے لئے اوپر چڑھنا چاہتے ہیں۔ یہ تدبیر وانداز اس اللہ کا ہے جو سب پر غالب ہے جو کائنات کے ایک ایک چپے کی ہر چھپی کھلی حرکت کو جانتا ہے۔ اور جو روایت امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے کہ: **عن ابی ھریرةؓ قال اخذ رسول اللہ ﷺ بیدی فقال خلق اللہ التربة یوم السبت، وخلق فیھا الجبال یوم الأحد، وخلق الشجر یو م الاثنین، وخلق المکروہ یوم الثلاثاء، وخلق النور یوم الاربعاء، وبث فیھا الدواب یوم الخمیس، وخلق آدم بعد العصر یوم الجمعة، آخر الخلق فی آخر ساعة من ساعات الجمعة، فیمابین العصر الی اللیل[مسلم کتاب صفة القیامة والجنة والنار: ۱۲۷/۸، مسند احمد: ۳۲۷/۲، مسند ابی یعلی: رقم ۶۱۳۲، السنن الکبریٰ للبیھقی: ۳/۹]**.

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ہفتے کے روز پیدا کیا، اس میں پہاڑوں کو اتوار کے دن رکھا، درخت پیر والے دن پیدا کیے۔ مکروہات کو منگل کے دن، نور کو بدھ کے دن پیدا کیا، اور جانوروں کو زمین میں جمعرات کے دن پھیلا دیا، اور جمعہ کے دن عصر کے بعد جمعہ کی آخری ساعت میں آدم=

لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَأَنْزَلَ مَلَآئِكَةً فَإِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿١٤﴾

کہ اگر ہمارا پروردگار چاہتا تو فرشتے اتار دیتا سو جو تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے۔

فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً

جو عاد تھے وہ ناحق ملک میں غرور کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم سے بڑھ کر قوت میں کون ہے؟

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّكَانُوْا بِآيَاتِنَا

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس نے ان کو پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بہت بڑھ کر ہے اور وہ ہماری آیتوں سے انکار

يَجْحَدُونَ ﴿١٥﴾ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْ أَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ

کرتے رہے۔ تو ہم نے بھی ان پر نحوست کے دنوں میں زور کی آندھی چلائی تا کہ ان کو دنیا کی زندگی میں ذلت کے عذاب کا مزا

لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْىِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزٰى

چکھا دیں اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی ذلیل کرنے والا ہے اور (اس روز) ان کو مدد بھی نہ ملے گی

وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿١٦﴾ وَأَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى

اور جو ثمود تھے ان کو ہم نے سیدھا رستہ دکھا دیا تھا مگر انہوں نے ہدایت کے مقابلے میں اندھا دھند رہنا پسند کیا

=علیہ السلام کو پیدا کیا، اور خلقت پوری ہوئی۔ مسلم اور نسائی میں یہ حدیث ہے لیکن یہ بھی غرائب صحیح میں سے ہیں۔ اور امام بخاری نے تاریخ:۱/۴۱۳، میں اسے معلل بتلایا ہے اور فرمایا ہے کہ اسے بعض روایوں نے ابو ہریرہؓ سے اور ابو ہریرہؓ نے اسے کعب الاحبار سے روایت کیا ہے، اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ جبکہ ابن کثیر نے یہاں اور سورۂ اعراف:۵۴: میں بھی یہ قول ذکر کیا ہے۔ اور ابن تیمیہؒ نے فتاوی:۱۷/۲۳۶، میں لکھا ہے: واما الحديث الذى رواه مسلم ''خلق الله التربة يوم السبت''فهو حديث معلول الخ اسی طرح امام بیہقی نے اسماء الصفات:۳۸۴، اور مناوی نے فیض القدیر: ۳/۴۴۸، میں یہی قول ذکر کیا ہے مزید تفصیل حاشیہ مسند احمد:۱۴/۸۲، میں دیکھئے۔

عَلَى الْهُدٰى فَأَخَذَتْهُمْ صَاعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾

تو ان کے اعمال کی سزا میں کڑک نے ان کو آ پکڑا اور وہ ذلت کا عذاب تھا۔

وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَآءُ اللّٰهِ

اورجو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے ان کو ہم نے بچا لیا ۔اور جس دن اللہ کے دشمن

إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾ حَتّٰى إِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ

دوزخ کی طرف چلائے جائیں گےتو ترتیب وار کر لئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب اس کے پاس پہنچ جائیں گے

وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾

تو ان کے کان اور آنکھیں اور چمڑے (یعنی دوسرے اعضاء) ان کے خلاف ان کے اعمال کی شہادت دیں گے۔

وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْا أَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِىْ

اور وہ اپنے چمڑوں سے کہیں گے کہ تونے ہمارے خلاف کیوں شہادت دی؟ وہ کہیں گے کہ جس اللہ نے

أَنْطَقَ كُلَّ شَىْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾

سب چیزوں کونطق بخشا اسی نے ہم کو بھی گویائی دی اوراسی نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھااوراسی کی طرف تم کولوٹ کر جانا ہے۔

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ أَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ أَبْصَارُكُمْ

اور تم اس (بات کے خوف) سے تو پردہ نہیں کرتے تھے کہ تمہارے کان اور تمہارے آنکھیں

وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور چمڑے تمہارے خلاف شہادت دیں گے بلکہ تم یہ خیال کرتے تھے کہ اللہ کو تمہارے اعمال کی خبر ہی نہیں۔

وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِىْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

اوراسی خیال نے جوتم اپنے پروردگار کے بارے میں رکھتے تھےتم کو ہلاک کر دیا اورتم خسارہ پانے والوں میں ہو گئے۔

فَإِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ وَإِنْ يَسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾

اب اگر یہ صبر کریں گے تو ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور اگر توبہ کریں گے تو ان کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

اور ہم نے (شیطانوں کو) ان کا ہم نشین مقرر کر دیا تھا تو انہوں نے ان کے اگلے اور پچھلے اعمال ان کو عمدہ کر دکھائے تھے

وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ

اور جنات اور انسانوں کی جماعتیں جو ان سے پہلے گزر چکیں ان پر بھی اللہ (کے عذاب) کا وعدہ پورا ہو گیا

إِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْآنِ

بیشک یہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اور کافر کہنے لگے کہ اس قرآن کو سنا ہی نہ کرو

وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا

اور (جب پڑھنے لگیں تو) شور مچا دیا کرو تاکہ تم غالب رہو۔ سو ہم بھی کافروں کو سخت عذاب کے مزے چکھائیں گے

وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ أَعْدَآءِ اللّٰهِ

اور ان کے بُرے اعمال کی جو وہ کرتے تھے سزا دیں گے۔ یہ اللہ کے دشمنوں کا بدلا ہے (یعنی) دوزخ

النَّارُ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا بِآيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾

ان کے لئے اسی میں ہمیشہ کا گھر ہے یہ اس کی سزا ہے کہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَا أَرِنَا الَّذَيْنِ أَضَلَّانَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ

اور کافر کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! جنوں اور انسانوں میں سے جن لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا

نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْأَسْفَلِيْنَ ﴿۲۹﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا

ان کو ہمیں دکھا کہ ہم ان کو اپنے پاؤں تلے (روند) ڈالیں تاکہ وہ نہایت ذلیل ہوں۔ جن لوگوں نے کہا

اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا
کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ (اس پر) قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے (اور کہیں گے) کہ نہ خوف کرو اور نہ غمناک ہو
وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۳۰﴾ نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ
اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا بشارت سن لو۔ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے
الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَۃِ وَلَکُمۡ فِیۡہَا مَا تَشۡتَہِیۡۤ اَنۡفُسُکُمۡ وَلَکُمۡ فِیۡہَا مَا
اور آخرت میں بھی (تمہارے رفیق ہیں) اور وہاں جس (نعمت) کو تمہارا جی چاہے گا تم کو (ملے گی) اور جو چیز طلب کرو
تَدَّعُوۡنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِیۡمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ
گے تمہارے لئے (موجود ہوگی)۔(یہ) بخشنے والے مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔اور اس شخص سے بات کا اچھا
دَعَاۤ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۳۳﴾
کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔
وَلَا تَسۡتَوِی الۡحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ
اور بھلائی اور بُرائی برابر نہیں ہو سکتی تو (سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے تم دیکھو گے)
فَاِذَا الَّذِیۡ بَیۡنَکَ وَبَیۡنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ ﴿۳۴﴾
کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی گویا وہ تمہارا گرم جوش دوست ہے۔
وَمَا یُلَقّٰىہَاۤ اِلَّا الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا وَمَا یُلَقّٰىہَاۤ اِلَّا ذُوۡ حَظٍّ عَظِیۡمٍ ﴿۳۵﴾
اور یہ بات انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں اور انہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحبِ نصیب ہیں
وَاِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۳۶﴾
اور اگر تمہیں شیطان کی جانب سے کوئی وسوسہ پیدا ہو تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو بیشک وہ سنتا جانتا ہے

وَمِنْ آيٰتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ

اور رات اور دن اور سورج اور چاند اس کی نشانیوں میں سے ہیں تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو

وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَهُنَّ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾

اور نہ چاند کو بلکہ اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے اگر تم کو اس کی عبادت منظور ہے۔

فَإِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

اگر یہ لوگ سرکشی کریں تو (اللہ کو بھی ان کی پروا نہیں) جو (فرشتے) تمہارے پروردگار کے پاس ہیں وہ رات دن اس کی تسبیح

وَهُمْ لَا يَسْأَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنَّكَ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً

کرتے رہتے ہیں اور (کبھی) تھکتے ہی نہیں۔ اور (اے بندے) یہ اسی کے قدرت کے نمونے ہیں کہ تو زمین کو دبی ہوئی

فَإِذَآ أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ إِنَّ الَّذِىْ أَحْيَاهَا

(یعنی خشک) دیکھتا ہے جب ہم اس پر پانی برسا دیتے ہیں تو شاداب ہو جاتی اور پھولنے لگتی ہے تو جس نے زمین کو زندہ کیا

لَمُحْيِ الْمَوْتٰى إِنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِىْ

وہی مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو لوگ ہماری آیتوں میں کجراہی کرتے ہیں

آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا أَفَمَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَّنْ يَّأْتِىْٓ آمِنًا

وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں بھلا جو شخص دوزخ میں ڈالا جائے وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن وامان سے آئے

يَّوْمَ الْقِيَامَةِ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾

(تو خیر) جو چاہو سو کر لو جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾

جن لوگوں نے نصیحت کو نہ مانا جب وہ ان کے پاس آئی اور یہ تو ایک عالی رتبہ کتاب ہے۔

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿۴۲﴾

اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہوسکتا ہے نہ پیچھے سے (اور) دانا (اور) خوبیوں والے (اللہ) کی اتاری ہوئی ہے

مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ

تم سے وہی باتیں کہی جاتی ہیں جو تم سے پہلے اور پیغمبروں سے کہی گئی تھیں بیشک تمہارا پروردگار بخش دینے والا بھی ہے

وَّذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَّقَالُوا

اور عذابِ الیم دینے والا بھی ہے۔ اور اگر ہم اس قرآن کو غیر زبانِ عرب میں (نازل) کرتے تو یہ لوگ کہتے

لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ أَأَعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ

کہ اس کی آیتیں (ہماری زبان میں) کیوں کھول کر بیان نہیں کی گئیں؟ کیا (خوب کہ قرآن تو) عجمی اور (مخاطب) عربی؟[3]

قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَّشِفَاءٌ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ

کہہ دو کہ جو ایمان لاتے ہیں ان کے لئے (یہ) ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں

وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى أُولٰئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴿۴۴﴾

بہرا پن ہے اور یہ ان کے حق میں (موجبِ) نابینائی ہے بہرا پن کے سبب ان کو (گویا) دُور جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ٹھہر چکی ہوتی

---

[3] **قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ**

مفسرین کے ہاں یہ بات بھی مختلف فیہ ہے کہ کیا قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ استعمال ہوئے ہیں یا نہیں؟ ابوعبیدہ کہتے ہیں جس نے یہ دعویٰ کیا کہ قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ ہیں تو اس نے غلط بات کہی، اور اللہ کے ذمے بڑی بات =

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ﴿۴۵﴾ مَنْ عَمِلَ صٰلِحًا

تو ان میں فیصلہ کر دیا جاتا اور یہ اس (قرآن) سے شک میں الجھ رہے ہیں۔جو نیک کام کرے گا

فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ أَسَآءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿۴۶﴾

تو اپنے لئے اور جو بُرے کرے گا تو ان کا ضرر اسی کو ہو گا اور تمہارا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں

إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا

قیامت کے علم کا حوالہ اسی کی طرف دیا جاتا ہے (یعنی قیامت کا علم اسی کو ہے) اور نہ تو پھل گابھوں سے نکلتے ہیں

وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثٰى وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهٖ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَآئِي

اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ جنتی ہے مگر اس کی علم سے اور جس دن وہ ان کو پکارے گا (اور کہے گا) کہ میرے شریک کہاں ہیں

قَالُوٓا آذَنّٰكَ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيدٍ ﴿۴۷﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ

تو وہ کہیں گے کہ ہم تجھ سے عرض کرتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کو (ان کی) خبر ہی نہیں۔اور جن کو وہ پہلے (اللہ) کے سوا پکارا

=لگادی ہے۔استدلال انہوں نے اسی آیت سے کیا ہے کہ "انا انزلناہ قرآنا عربیا" (یوسف: ۲) ہم نے یہ قرآن عربی میں نازل کیا ہے۔تاہم ابن عباسؓ، مجاہد، اور عکرمہ کا موقف ہے، کہ قران مجید میں غیر عربی الفاظ موجود ہیں مثلا: سجیل ،مشکوۃ، الیم اور استبرق وغیرہ، تفسیر خازن کے مولف نے اسی قول کو ترجیح دی ہے، اور ساتھ دونوں قسم کے اقوال کے درمیان ایک جمع کی صورت بھی نکالی ہے کہ قرآن مجید میں ایسے الفاظ موجود ہیں جو اصلا عجمی زبانوں کے ہیں، مگر اب جب وہ عربوں کی زبان پر چڑھ کر فصیح عربی کا روپ دھار چکے ہیں تو وہ گویا عربی ہی ہوگئے ہیں۔اور یہ وجہ بھی ہے کہ ان زبانوں اور لغتوں کی وجود سے قبل قرآن مجید موجود تھا۔

قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۴۸﴾ لَا يَسْئَمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ
کرتے تھے (سب) ان سے غائب ہو جائیں گے اور وہ یقین کر لیں گے کہ ان کے لئے نجات نہیں۔ انسان بھلائی کی
وَإِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِّنَّا
دعائیں کرتا کرتا تو تھکتا نہیں اور اگر تکلیف پہنچ جاتی ہے تو ناامید ہو جاتا اور آس توڑ بیٹھتا ہے۔ اور اگر تکلیف پہنچنے کے بعد
مِنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً
ہم اس کو اپنی رحمت کا مزا چکھاتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میرا حق تھا اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت برپا ہو
وَلَئِنْ رُّجِعْتُ إِلٰى رَبِّيْ إِنَّ لِيْ عِنْدَهُ لَلْحُسْنٰى
اور اگر (قیامت سچ بھی ہو اور) میں اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا بھی جاؤں تو میرے لئے اس کے ہاں بھی خوشحالی ہے
فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۰﴾
پس کافر جو عمل کیا کرتے ہیں وہ ہم ان کو ضرور جتائیں گے اور ان کو سخت عذاب کا مزا چکھائیں گے۔
وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ
اور جب ہم انسان پر کرم کرتے ہیں تو منہ موڑ لیتا ہے اور پہلو پھیر کر چل دیتا ہے اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی لمبی
دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿۵۱﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ
دعائیں کرنے لگتا ہے۔ کہو کہ بھلا دیکھو تو اگر یہ (قرآن) اللہ کی طرف سے ہو پھر تم اس سے انکار کرو
مَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ سَنُرِيْهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ
تو اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو (حق کی) پرلے درجے کی مخالفت میں ہو۔ ہم عنقریب ان کو اطراف (عالم) میں بھی اور
وَفِيْ أَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ
خود ان کی ذات میں بھی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ (قرآن) حق ہے کیا تم کو یہ کافی نہیں

أَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿۵۳﴾ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ
کہ تمہارا پروردگار ہر چیز سے خبردار ہے۔ دیکھو یہ اپنے پروردگار کے روبرو حاضر ہونے سے شک میں ہیں
أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ﴿۵۴﴾
سن رکھو کہ وہ ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

سورۃ الشوریٰ (مکیۃ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ كَذٰلِكَ يُوحِيٓ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ
حٰمٓ۔ عٓسٓقٓ۔ اللہ غالب و دانا اسی طرح تمہاری طرف مضامین (اور براہین) بھیجتا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں کی
اللّٰهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۳﴾ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ
طرف وحی بھیجتا رہا ہے۔جوکچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے
وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴿۴﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ
اور وہ عالی رتبہ اور گرامی قدر ہے۔قریب ہے کہ آسمان اوپر سے پھٹ پڑیں
وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ
اور فرشتے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے رہتے اور جو لوگ زمین میں ہیں ان کے لئے معافی مانگتے

أَلَا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵﴾ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ أَوْلِيَآءَ

رہتے ہیں سن رکھو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔اور جن لوگوں نے اس کے سوا کارساز بنا رکھے ہیں

اَللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ وَمَآ أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۶﴾ وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَآ

وہ اللہ کو یاد ہیں اور تم ان پر داروغہ نہیں ہو۔ اور اسی طرح تمہارے پاس قرآن عربی بھیجا ہے

إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا

تا کہ تم بڑے گاؤں (یعنی مکہ) کے رہنے والوں کو اور جو لوگ اس کے اردگرد رہتے ہیں ان کو رستہ دکھاؤ اور انہیں قیامت کے

رَيْبَ فِيْهِ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ﴿۷﴾

دن کا بھی جس میں کچھ شک نہیں خوف دلاؤ اس روز ایک فریق بہشت میں ہوگا اور ایک فریق دوزخ میں۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ

اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو ایک ہی جماعت کر دیتا لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے

وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۸﴾ أَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ أَوْلِيَاءَ

اور ظالموں کا نہ کوئی یار ہے اور نہ مددگار۔کیا انہوں نے اس کے سوا کارساز بنائے ہیں؟

فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۹﴾

کارساز تو اللہ ہی ہے اور وہی مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗ إِلَى اللّٰهِ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ

اور تم جس بات میں اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف (سے ہو گا) یہی اللہ میرا پروردگار ہے

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْبُ ﴿۱۰﴾ فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ جَعَلَ لَكُمْ

میں اسی پر بھروسا رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا (وہی ہے) اسی نے

مِّــنْ أَنْــفُسِــكُــمْ أَزْوَاجًــا وَّمِـنَ الْأَنْـعَــامِ أَزْوَاجًــا يَـذْرَؤُكُـمْ فِيْــهِ

تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کے جوڑے بنائے اور چار پایوں کے بھی جوڑے (بنائے اور) اسی طریق پر تم کو پھیلاتا رہتا ہے

لَيْـسَ كَـمِثْـلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿١١﴾ لَـهُ مَـقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ

اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ دیکھتا سنتا ہے۔[1] آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں

---

[1] لیـس کـمثله شيءٌ وہ اپنی ذات وصفات میں تخلیق کائنات میں اور تدبیر عالم میں یگانہ، بے مثل وبےنظیر ہے کوئی بھی اس سے مشابہ اور اس کے مانند نہیں، کیونکہ وہ ہر بات کو سننے والا اور ہر چیز کو دیکھنے والا ہے (و الـذی یعتـقـدفی هـذا البـاب ان الله جـل اسـمـه فی عظمته و کبریائه و ملکوته و حسنی اسمائه و علیّ صفاته لایشبه شیئامن مـخلوقاته و لایشبَّه به، قرطبی) نعیم بن حماد الخزاعی جو امام بخاریؒ کے مشائخ میں سے ہیں فرماتے ہیں، جس شخص نے اللہ تعالی کو اس کی مخلوق کے ساتھ تشبیہ دی، اس نے کفر کیا، اسی طرح جس نے ان صفات کا انکار کیا جو اس نے اپنی ذات کے لئے ثابت کیا ہے اس نے بھی کفر کیا، اور اللہ تعالی نے اپنی ذات کی جو صفات بیان کردیں، یا، رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالی کی جو صفات بیان کردیں ان میں تشبیہ نہیں ہے (العلو للذهبی).

شیـخ البانی نے اس اثر کو صحیح کہا ہے۔ علی القاری نے شرح فقہ اکبر [ص۳۵] میں یہی قول نقل کیا ہے کہ: قال نـعیـم بن حماد الخزاعی شیخ البخاری ـ مـن شبـه الله بـخـلقه ای ذاتا و صفتافقد کفر، و من جحد ما وصف الله به نفسه ای صفاته الذاتیة و الفعلیة فقد کفر ،وقال الطحاوی و من لم یتوق النفی و التشبیه زل ولم یصب التنزیه ـ

کمثله کا محل اعراب

(وجہ اول) کاف تاکید کے لئے زائد ہے، جیسے اوس بن حجر کہتا ہے: لیـس کـمثـل الـفتی زهیر خلق یوازیه فی الفضائل. نوجوان زہیر نامی کا ہمسر فضائل میں کوئی نہیں ہے۔ ایک اور شاعر کہتا ہے:

ماان کمثلهم فی الناس من البشر، ان جیسا لوگوں میں کوئی انسان نہیں ہے۔ ایک دوسرا شاعر کہتا ہے:=

وَالْأَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾

وہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے بیشک وہ ہر چیز سے واقف ہے

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْ

اس نے تمہارے لئے دین کا وہی رستہ مقرر کیا جس (کے اختیار کرنے کا) نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی (اے محمد ﷺ!)

أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖ إِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى أَنْ أَقِيْمُوا الدِّيْنَ

ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا (وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا

وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ط كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ إِلَيْهِ

اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا جس چیز کی طرف تم مشرکوں کو بلاتے ہو وہ ان کو دشوار گزرتی ہے اللہ جس کو چاہتا ہے

=ومثلی کمثل جذوع النخیل میری مثال کھجور کے تنے کی مانند ہے۔

اس صورت میں لفظ مثلہ، لیس کی خبر ہے، لفظ شیء اس کا اسم ہے، یہ توجیہ قوی اور اچھی ہے، عربی زبان میں یہ توجیہ متعارف ہے، اس میں کچھ خفا نہیں ہے، کلام عرب میں عام طور پر'' کاف '' تاکید کے لئے زائد استعمال ہوتا ہے، شاعر کہتا ہے: وصالیات ککمایؤثفین جلے ہوئے پتھر چولھے کے پتھر ہیں جن پر ہانڈی رکھی جاتی ہے۔

دوسرا شاعر کہتا ہے: فاصبحت مثل کعصف ماکول، پس تو کھائے ہوئے بھوسہ کی مانند ہو گیا۔

وجه ثانی: مثل کا لفظ زائد ہے، یعنی لیس کھو شیء لیکن یہ توجیہ بعید از استعمال ہے، اس لئے کہ مثل اسم ہے، اس کو زائد کہنے کی بجائے حرف کو زائد کہنا اولیٰ ہے۔

وجه ثالث: کوئی لفظ زائد نہیں ہے، یہ جملہ مثلک لایفعل کذا ، کے قبیل سے ہے، مثلک لایفعل ، کا معنی ہے، کہ تو اس کام کو نہیں کر رہا ہے، لفظ مثل مبالغہ کے لئے ہے، اور ،لیس کمثلہ میں بھی مبالغہ ہے، یعنی اگر اس کا مثل فرض بھی کیا جائے تب بھی اس کا مثل نہیں، تو اس کا مثل کیسے ہوسکتا ہے؟ جبکہ اس کا مثل نہیں ہے اس کے علاوہ بھی کچھ اور توجیہات کا احتمال ہے، لیکن پہلی توجیہ واضح اور ظاہر ہے۔

اَللّٰهُ يَجْتَبِيٓ إِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيٓ إِلَيْهِ مَنْ يُّنِيبُ ﴿۱۳﴾
اپنی بارگاہ کا برگزیدہ کر لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اسے اپنی طرف سے رستہ دکھا دیتا ہے۔ [2]
وَمَا تَفَرَّقُوٓا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ
اور یہ لوگ جو الگ الگ ہوئے ہیں تو علم (حق) آ چکنے کے بعد آپس کی ضد سے (ہوئے ہیں) اور اگر تمہارے پروردگار کی

---

[2] ''شرع لکم من الدین'' الا یہ، تمہارے لئے ہم نے وہی دین مقرر کیا ہے جس کو قائم کرنے کا نوح کو حکم دیا تھا۔ اور جس کا آپ کو وحی کے ذریعے سے حکم دیا ہے اور جسے قائم کرنے کا ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو حکم دیا تھا۔ ہم نے ان تمام اولوا العزم پیغمبروں کو حکم دیا تھا۔ کہ اس دین (دین توحید) کو قائم کرو اور اس میں اختلاف نہ کرو۔ دین کو قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی توحید اور تمام ضروریات دین پر ایمان لائیں اور اس کی احکام کی اطاعت کریں۔ ای دین اسلام الذی ھو توحید اللہ تعالی و طاعته والایمان بکتبه ورسله وبیوم الجزاء وسائر مایکون العبد به مومنا. روح، فیه، ای فی التوحید یعنی توحید جو تمام انبیاء علیہم السلام کا دین تھا۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے: ''ولا تکونوا من المشرکین'' (روم: ۳۱)

''ماتدعوھم الیه'' یعنی توحید کو مانو اور شرک کو چھوڑ دو ای من التوحید ورفض الاوثان خازن۔ مشرکین پر یہ بات نہایت گراں گذرتی ہے، جب انہیں توحید کی دعوت دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی غیب دان اور کارساز نہیں۔ اس لئے حاجات میں صرف اسی کو پکارو اللہ تعالی جسے چاہتا ہے اپنے دین اور توحید کے لئے چن لیتا ہے اور اسے قبول حق کی توفیق دیتا ہے اور چنتا کس کو ہے اور قبول ہدایت کی توفیق کس کو دیتا ہے جو اخلاص اور صدق نیت سے اس کی طرف رجوع کرے اور انصاف سے راہ حق کی تلاش کرے ضد اور عناد سے دور رہے حاصل یہ ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ شرک نہ کرو یہ تمام نبیوں کا دین ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيٓ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ﴿۲۵﴾ انبیاء۔

مِنۡ رَّبِّکَ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی لَّقُضِیَ بَیۡنَہُمۡ وَاِنَّ الَّذِیۡنَ
طرف سے ایک وقت مقرر تک کے لئے بات نہ ٹھہر چکی ہوتی تو ان میں فیصلہ کر دیا جاتا اور جو لوگ ان کے بعد (اللہ کی)
اُوۡرِثُوا الۡکِتٰبَ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ لَفِیۡ شَکٍّ مِّنۡہُ مُرِیۡبٍ ﴿۱۴﴾ فَلِذٰلِکَ فَادۡعُ
کتاب کے وارث ہوئے وہ اس (کی طرف) سے شبہے کی الجھن میں (پھنسے ہوئے) ہیں۔ [3] تو اسی (دین کی)
وَاسۡتَقِمۡ کَمَاۤ اُمِرۡتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعۡ اَہۡوَآءَہُمۡ ۚ وَقُلۡ
طرف (لوگوں کو) بلاتے رہنا اور جیسا تم کو حکم ہوا ہے (اسی پر) قائم رہنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اور کہہ دو

---

[3] ''وما تفرقوا'' یہ ایک شبہ کا جواب ہے کہ جب تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ایک ہی تھا اور مسئلہ توحید سب کا اجتماعی دین تھا تو جو کتابیں اور صحیفے ان پر نازل ہوئے ان میں مسئلہ توحید کے خلاف مضامین کیوں پائے جاتے ہیں؟ اس کا جواب دیا گیا کہ بیشک تمام انبیاء علیہم السلام مسئلہ توحید پر متفق تھے اور یہی مسئلہ ان کی طرف وحی کیا گیا لیکن بعد میں دنیا پرست، باغی اور گمراہ کن علماء اور پیشواؤں نے حق کو سمجھنے کے بعد جان بوجھ کر کتب سابقہ میں تحریف کر ڈالی اور ان میں توحید کے خلاف عبارتیں اپنی طرف سے درج کر دیں، اور یہ سب کچھ انہوں نے محض ضد و عناد کی وجہ سے کیا ہے اس سے تین باتیں معلوم ہوئیں، اول یہ کہ توحید میں اختلاف کس نے ڈالا؟ مشرک پیشواؤں اور گمراہ کن اور زر پرست علماء نے۔ دوم اختلاف کب ڈالا؟ جب ان کے پاس علم آ گیا اور ان کو حق معلوم ہو گیا گویا یہ اختلاف انہوں نے جان بوجھ کر ڈالا ہے، کسی غلط فہمی کی بنا پر نہیں ڈالا۔ سوم اختلاف کیوں ڈالا؟ محض ضد و عناد اور سرکشی کی وجہ سے۔

''ولولا کلمۃ سبقت'' یہ اس شبہ کا جواب ہے کہ پھر ان معاندین پر فوراً عذاب کیوں نہ آیا؟ فرمایا عذاب کے لئے ایک وقت مقرر تھا (قیامت کا دن یا اواخر حیات) اگر وقت معین نہ ہوتا تو اسی وقت ہی ان کا قصہ تمام کر دیا جاتا۔ (اجل مسمیً. ھو یوم القیامۃ او اخر اعمارھم المقدرۃ) (بیضاوی)

''وان الذین اورثوا الکتاب'' ان محرف اور گمراہ کن پیشواؤں سے وہ کتابیں جب بعد میں آنے والے لوگوں کو ملیں تو وہ بھی ان محرف اور تبدیل شدہ کتابوں کو پڑھ کر مسئلہ توحید کے بارے میں شکوک و شبہات کا شکار ہو گئے۔

آمَنتُ بِمَا أَنزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ

کہ جو کتاب اللہ نے نازل فرمائی ہے اس پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں انصاف کروں اللہ ہی ہمارا اور تمہارا

لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَإِلَيْهِ

پروردگار ہے ہم کو ہمارے اعمال اور تمہیں تمہارے اعمال کا ہم میں اور تم میں کچھ بحث وتکرار نہیں اللہ ہم کو اکٹھا کرے گا

الْمَصِيرُ ﴿۱۵﴾ وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيبَ لَهُ

اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اور جو لوگ اللہ (کے بارے) میں بعد اس کے کہ اسے (مومنوں نے) مان لیا ہو

حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿۱۶﴾

جھگڑتے ہیں ان کے پروردگار کے نزدیک ان کا جھگڑا لغو ہے اور ان پر (اللہ کا) غضب اور ان کے لئے سخت عذاب ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِىٓ أَنزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ

اللہ ہی تو ہے جس نے سچائی کے ساتھ کتاب نازل فرمائی اور (عدل وانصاف کی) ترازو اور تم کو کیا معلوم شاید قیامت قریب

قَرِيبٌ ﴿۱۷﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ

ہی آ پہنچی ہو۔ جو لوگ اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کے لئے جلدی کر رہے ہیں اور جو مومن ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور

مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ أَلَا إِنَّ الَّذِينَ يُمَارُونَ فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ

جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے دیکھو جو لوگ قیامت میں جھگڑتے ہیں وہ پرلے درجے کی گمراہی میں ہیں۔

﴿۱۸﴾ اَللّٰهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَن يَشَآءُ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ﴿۱۹﴾

اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے وہ جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے وہ زور والا (اور) زبردست ہے۔

مَن كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَن كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ

جو شخص آخرت کی کھیتی کا خواستگار ہو اس کو ہم اس میں سے دیدیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا خواستگار ہو

الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَّصِيبٍ ﴿۲۰﴾

اس کو ہم اس میں سے دیدیں گے اور اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہ ہو گا۔

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاؤُا شَرَعُوا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ وَلَوْلَا كَلِمَةُ

کیا ان کے وہ شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا اور اگر فیصلے (کے دن) کا

الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾

وعدہ نہ ہوتا تو ان میں فیصلہ کر دیا جاتا اور جو ظالم ہیں ان کے لئے درد دینے والا عذاب ہے۔

تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌ بِهِمْ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا

تم دیکھو گے کہ ظالم اپنے اعمال (کے وبال) سے ڈر رہے ہوں گے اور وہ ان پر پڑ کر رہے گا اور جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ

اور نیک عمل کرتے رہے وہ بہشت کے باغوں میں ہوں گے وہ جو کچھ چاہیں گے ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس

ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ

(موجود) ہو گا یہی بڑا فضل ہے۔ یہی وہ (انعام ہے) جس کی اللہ اپنے بندوں کو جو ایمان لاتے ہیں

آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ قُلْ لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي

اور نیک عمل کرتے ہیں بشارت دیتا ہے کہہ دو کہ میں اس کا تم سے صلہ نہیں مانگتا مگر (تم کو) قرابت کی محبت (تو چاہیئے)

الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيْهَا حُسْنًا إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾

اور جو کوئی نیکی کرے گا ہم اس کے لئے اس میں ثواب بڑھائیں گے بیشک اللہ بخشنے والا قدردان ہے۔

أَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَإِنْ يَّشَإِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اللہ پر جھوٹ باندھ لیا ہے؟ اگر اللہ چاہے تو (اے محمد ﷺ!) تمہارے دل پر مہر لگا دے

وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ إِنَّهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾

اور اللہ جھوٹ کو نابود کرتا اور اپنی باتوں سے حق کو ثابت کرتا ہے بیشک وہ سینے تک کی باتوں سے واقف ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْ عَنِ السَّیِّئَاتِ وَیَعْلَمُ مَا

اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور (ان کے) قصور معاف کرتا ہے اور جو تم کرتے ہو (سب) جانتا ہے۔

تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیْدُهُمْ

اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کی (دعا) قبول فرماتا اور ان کو اپنے فضل سے بڑھاتا ہے

مِّنْ فَضْلِهٖ وَالْکَافِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ

اور جوکافر ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے۔اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لئے رزق میں فراخی کر دیتا

لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْأَرْضِ وَلٰکِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ إِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌ بَصِیْرٌ

تو زمین میں فساد کرنے لگتے لیکن وہ جو چیز چاہتا ہے اندازے کے ساتھ نازل کرتا ہے بیشک وہ اپنے بندوں کو جانتا اور دیکھتا ہے

﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَیَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ وَهُوَ

اور وہی تو ہے جو لوگوں کے ناامید ہوجانے کے بعد مینہ برساتا اور اپنی رحمت (یعنی بارش) کی برکت کو پھیلا دیتا ہے

الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۲۸﴾ وَمِنْ آیَاتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

اور وہ کارساز اور سزاوار تعریف ہے۔ اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اورزمین کا پیدا کرنا

وَمَا بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ إِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾

اور ان جانوروں کا جو اس نے ان میں پھیلا رکھے ہیں اور وہ جب چاہے ان کے جمع کر لینے پر قادر ہے۔

وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ ﴿۳۰﴾

اور جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے سو تمہارے اپنے افعال سے اور وہ بہت سے گناہ تو معاف ہی کر دیتا ہے۔ [4]

وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿۳۱﴾

اور تم زمین میں (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے اوراللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔

وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ إِن يَشَأْ يُسْكِنِ

اور اسی کی نشانیوں میں سے سمندر کے جہاز ہیں (جو) گویا پہاڑ (ہیں) ۔اگر اللہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے

---

[4] عن ابی موسیٰ ان رسول اللہﷺ قال :لایصیب عبدانکبة فمافوقھااودونھا الابذنب ومایعفواللہ عنہ اکثر،وقرأ: وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ (الترمذی: ۳۲۵۲). ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمﷺ نے فرمایا: بندہ کو جو معمولی ایذاء پہنچتی ہے یا کوئی تکلیف پہنچتی ہے خواہ وہ اس سے کم ہویازیادہ ،یہ اس کے گناہوں کا ثمرہ ہوتاہے اور وہ گناہ جنہیں اللہ تعالی (بغیرسزادیئے)دنیاوآخرت میں بخش دیتاہے،ان گناہوں سے بہت زیادہ ہوتے ہیں جن پروہ سزادیتاہے، پھر نبیﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

مطلب یہ ہے کہ تمہیں جوبھی مصیبت وتکلیف اور بیماری وغیرہ پہنچتی ہے، وہ سب تمہاری بداعمالیوں کا نتیجہ ہوتی ہے، گویایہاں گنہگاروں کومخاطب کیاجارہاہے، کہ اپنی بداعمالیوں اورغلط کاریوں سے بازآجاؤ، اورنیک راستہ پر چلنے ہی کواپنی دینی ودنیوی راحت وسکون کاذریعہ جانو، ہاں جب وہ لوگ کسی مصیبت وتکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں، جوگنہگارنہیں ہوتے ،تواس سے ان کی ازمائش وامتحان مقصود ہوتاہے جس کی وجہ سے ان کے درجات میں بلندی ہوتی ہے، اگر چہ اللہ کے نیک اوربرگزیدہ بندے کسی معمولی سی تکلیف وپریشانی میں بھی مبتلاہوتے ہیں۔اوراپنے عجزوبے چارگی کے احساس کی وجہ سے وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ ہماری شامت اعمالی کی وجہ سے ہے۔

الرِّيحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ

اور جہاز اس کی سطح پر کھڑے رہ جائیں تمام صبر اور شکر کرنے والوں کے لئے ان (باتوں) میں قدرتِ الٰہی کے نمونے ہیں۔

﴿۳۳﴾ أَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۴﴾

یا ان کے اعمال کے سبب ان کو تباہ کر دے اور بہت سے قصور معاف کر دیتا ہے۔

وَيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْ آيَاتِنَا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۵﴾

اور (انتقام اس لئے لیا جائے کہ) جو لوگ ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں وہ جان لیں کہ ان کے لئے خلاصی نہیں۔

فَمَا أُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى

(لوگو!) جو تم کو دیا گیا ہے وہ دنیا کی زندگی کا (ناپائیدار) فائدہ ہے اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر اور قائم

لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبَآئِرَ الْإِثْمِ

رہنے والا ہے (یعنی) ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔اور جو بڑے بڑے گناہوں

وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ

اور بے حیائی کی باتوں سے پرہیز کرتے ہیں اور جب غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔اور جو اپنے پروردگار کا فرمان قبول

وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾

کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں

وَالَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ وَجَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ

اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم و تعدی ہو تو (مناسب طریقے سے) بدلہ لیتے ہیں۔اور بُرائی کا بدلا تو اسی طرح کی بُرائی

مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِيْنَ ﴿۴۰﴾

ہے مگر جو درگزر کرے اور درست کر دے تو اس کا بدلہ اللہ کے ذمے ہے اس میں شک نہیں کہ وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَأُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾

اور جس پر ظلم ہوا ہو اگر وہ اس کے بعد انتقام لے تو ایسے لوگوں پر کچھ الزام نہیں۔

إِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ

الزام تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں

أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ

یہی لوگ ہیں جن کو تکلیف دینے والا عذاب ہوگا۔ اور جو صبر کرے اور قصور معاف کر دے تو یہ ہمت کے کام ہیں۔

﴿۴۳﴾ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهٖ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ

اور جس شخص کو اللہ گمراہ کرے تو اس کے بعد اس کا کوئی دوست نہیں اور تم ظالموں کو دیکھو گے

لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ إِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾

کہ جب وہ (دوزخ کا) عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے کیا (دنیا میں) واپس جانے کی بھی کوئی راستہ ہے؟

وَتَرَاهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خَاشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ

اور تم ان کو دیکھو گے کہ دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے ذلت سے عاجزی کرتے ہوئے چھپی نگاہ سے دیکھ رہے ہوں

وَقَالَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِنَّ الْخَاسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيْهِمْ

گے اور مومن لوگ کہیں گے کہ خسارہ اٹھانے والے تو وہ ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو

يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَلَا إِنَّ الظَّالِمِيْنَ فِىْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ

خسارے میں ڈالا دیکھو کہ بے انصاف لوگ ہمیشہ کے دکھ میں (پڑے) رہیں گے۔ اور اللہ کے سوا ان کے کوئی دوست نہ

أَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۶﴾

ہوں گے کہ اللہ کے سوا ان کو مدد دے سکیں اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کے لئے (ہدایت کا) کوئی رستہ نہیں۔

اِسۡتَجِيۡبُوۡا لِرَبِّكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ يَوۡمٌ

(ان سے کہہ دو کہ) قبل اس کے کہ وہ دن جو ٹلے گا نہیں اللہ کی طرف سے آ موجود ہو اپنے پروردگار کا حکم قبول کرو

لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ مَا لَكُمۡ مِّنۡ مَّلۡجَاٍ يَّوۡمَئِذٍ وَّمَا لَكُمۡ مِّنۡ نَّكِيۡرٍ ﴿۴۷﴾

اس دن تمہارے لئے نہ کوئی جائے پناہ ہو گی اور نہ تم سے گناہوں کا انکار ہی بن پڑے گا۔

فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا ؕ اِنۡ عَلَيۡكَ اِلَّا الۡبَلٰغُ

پھر اگر یہ منہ پھیر لیں تو ہم نے تم کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔ تمہارا کام تو صرف (احکام کا) پہنچا دینا ہے

وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنَّا رَحۡمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتۡ

اور جب ہم انسان کو اپنی رحمت کا مزا چکھاتے ہیں تو اس سے خوش ہو جاتا ہے اور اگر ان کو انہی کے اعمال کے سبب کوئی سختی

اَيۡدِيۡهِمۡ فَاِنَّ الۡاِنۡسَانَ كَفُوۡرٌ ﴿۴۸﴾ لِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

پہنچتی ہے تو (سب احسانوں کو بھول جاتے ہیں) بیشک انسان بڑا ناشکرا ہے۔ بادشاہت اللہ ہی کی ہے آسمانوں کی بھی اور زمین کی بھی

يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ الذُّكُوۡرَ ﴿۴۹﴾

وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے بخشتا ہے۔

اَوۡ يُزَوِّجُهُمۡ ذُكۡرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجۡعَلُ مَنۡ يَّشَآءُ عَقِيۡمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌ قَدِيۡرٌ ﴿۵۰﴾

یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عنایت فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے وہ تو جاننے والا (اور) قدرت والا ہے

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنۡ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحۡيًا اَوۡ مِنۡ وَّرَآئِ حِجَابٍ

اور کسی آدمی کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے بات کرے مگر وحی (کے ذریعے) سے یا پردے کے پیچھے سے

أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَآءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ﴿۵۱﴾

یا کوئی فرشتہ بھیجد دے تو وہ اللہ کے حکم سے جو اللہ چاہے القا کرے بیشک وہ عالی رتبہ اور حکمت والا ہے۔[5]

وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ

اوراسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح القدس کے ذریعے سے (قرآن) بھیجا ہے تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے

وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا

اور نہ ایمان کو لیکن ہم نے اس کو نُور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں

---

[5] انبیاء سابقین اور خود محمد رسول اللہ کے ساتھ اللہ تعالی نے تین طریقوں سے کلام فرمایا ہے، اورانہی تین طریقوں سے ان کی طرف احکام کی وحی فرمائی ہے، اول یہ کہ اللہ تعال بیداری میں یا خواب میں کوئی بات دل میں ڈالدے، دوسرے لفظوں میں اسے الہام سے تعبیر کیا جاتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے: ان روح القدس نفث فی روعی، شعب الایمان:۱۰۳۷۶۔ الا وحیا ای الهاما، کماروی ،نفث فی روعی، اورؤیا فی المنام، کقوله علیه السلام رؤیا الانبیاء وحی، وهو کامرابراهیم بذبح الولد۔ مدارک، ابراہیم علیہ السلام کی ذبح اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں وحی اسی نوع کی تھی،

دوم یہ کہ درمیان میں کوئی واسطہ نہ ہواوراللہ کا کلام پردے کے ورے سے سنائی دے، جیسا کہ کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کو وحی ہوئی، یا محمد رسول اللہ ﷺ کو شب معراج میں۔

سوم یہ کہ اللہ تعالی فرشتے کو بھیج کر اپنا پیغام دے، جیسا کہ جبریل امین کی وساطت سے انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل ہوتی رہی، اوراس کی بھی دوصورتیں ہوتی ہیں، کبھی تو جبریل اپنی اصلی ہیئت میں ہوتا ہے، کبھی بشکل انسانی سامنے آتا ہے۔

وَإِنَّکَ لَتَهْدِیْٓ إِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی
اور بیشک (اے محمدﷺ!) تم سیدھا رستہ دکھاتے ہو۔[٦] (یعنی) اللہ کا رستہ جو
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْأَرْضِ أَلَآ إِلَی اللّٰهِ تَصِیْرُ الْأُمُوْرُ ﴿۵۳﴾
آسمانوں اورزمین کی سب چیزوں کا مالک ہے دیکھوسب کام اللہ کی طرف رجوع ہوں گے (اوروہی ان میں فیصلہ کرے گا)

---

[٦] اس آیت کریمہ میں قران کریم کی عظمت بیان کی گئی ،اس طریقہ سے کہ وہ ذات جو ہادی اعظم ہے اس کوبھی ہدایت اس سےنصیب ہوئی ،جیسا کہ روایت بخاری میں ہے کہ:عن انس بن مالکؓ انه سمع عمرؓ الغدحین بایع المسلمون ابابکر،واستوی علی منبررسول اللهﷺ،تشهّدقبل ابی بکرفقال: امابعدفاختار اللهلرسولهﷺ الذی عنده علی الذی عندکم،وهذا الکتاب الذی هدی الله به رسولکم فخذوابه تهتدوا،ولماهدی به رسوله. بخاری:رقم ۷۲۶۹،۷۲۱۹۔

یعنی انس بن مالکؓ نے ہمیں خبردی ،انہوں نے عمرؓ کاوہ خطبہ سنا جونبی کریمﷺ کی وفات کے دوسرے روز انہوں نے پڑھا،جب مسلمانوں نے ابوبکرالصدیقؓ سے بیعت کی تھی ،عمرؓنبی کریمﷺ کی منبر پر چڑھے اورابوبکرؓ کے خطبہ سنانے سے پہلے انہوں نےتشہد پڑھا۔پھر کہنے لگےاللہ تعالی نے اپنے پیغمبر کے لئے دنیا کی نعمتوں سے جوتمہارے پاس ہیں وہ نعمتیں زیادہ پسندکیں جواس کے پاس ہیں(یعنی اخرت کی نعمتیں)اوریہ قران وہ کتاب ہے جس کے سبب سے اللہ تعالی نے اپنے پیغمبرکودین کا سیدہ راستہ دکھلایا،تواس کو(مضبوط) تھامے رہوتم سیدھاراستہ پاؤ گےیعنی وہ راستہ جواللہ تعالی نے اپنے پیغمبرکوبتلایا۔

سورة الزخرف (مكية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ وَالْكِتَابِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۳﴾

حٰم۔کتابِ روشن کی قسم ۔کہ ہم نے اس کو قرآنِ عربی بنایا ہے تاکہ تم سمجھو۔

وَإِنَّهُ فِيْ أُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۴﴾

اور یہ بڑی کتاب (یعنی لوحِ محفوظ) میں ہمارے پاس (لکھی ہوئی اور) بڑی فضیلت اور حکمت والی ہے۔

أَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا أَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ﴿۵﴾

بھلا اس لئے کہ تم حد سے نکلے ہوئے لوگ ہو تم کو نصیحت کرنے سے باز رہیں گے؟

وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْأَوَّلِيْنَ ﴿۶﴾ وَمَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُوْا بِهٖ

اور ہم نے پہلے لوگوں میں بھی بہت سے پیغمبر بھیجے تھے۔ اور کوئی پیغمبر ان کے پاس نہیں آتا تھا مگر وہ اس سے تمسخر کیا

يَسْتَهْزِئُوْنَ ﴿۷﴾ فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْأَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾

کرتے تھے۔ تو جو ان میں سخت زور والے تھے ان کو ہم نے ہلاک کر دیا اور اگلے لوگوں کی حالت گزر گئی۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ

اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو کہہ دیں گے کہ ان کو غالب اور علم والے نے پیدا کیا ہے۔

﴿۹﴾ اَلَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ

جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا اور اس میں تمہارے لئے رستے بنائے تاکہ تم راہ

تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَالَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَأَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا
معلوم کرو۔ اور جس نے ایک اندازے کے ساتھ آسمان سے پانی نازل کیا پھر ہم نے اس سے زمین مُردہ کو زندہ کر دیا
كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَالَّذِیْ خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ
اسی طرح تم (زمین سے) نکالے جاؤ گے۔ اور جس نے تمام قسم کے حیوانات پیدا کئے اور تمہارے لئے
مِّنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوُا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ
کشتیاں اور چارپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔ تاکہ تم ان کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھو اور جب اس پر بیٹھ جاؤ
ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ
پھر اپنے پروردگار کے احسان کو یاد کرو اور کہو کہ وہ (ذات) پاک ہے جس نے اس کو ہمارے زیرِ فرماں کر دیا
لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَإِنَّآ إِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾
اور ہم میں طاقت نہ تھی کہ اس کو بس میں کر لیتے۔ اور ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔
وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾
اور انہوں نے اس کے بندوں میں سے اس کے لئے اولاد مقرر کی بیشک انسان صریح ناشکرا ہے۔
أَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنَاتٍ وَّأَصْفَاكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ
کیا اس نے اپنی مخلوقات میں سے خود تو بیٹیاں لیں اور تم کو چن کر بیٹے دیئے؟ حالانکہ جب ان میں سے کسی کو اس چیز کی
بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾
خوشخبری دی جاتی ہے جو انہوں نے اللہ کے لئے بیان کی ہے تو اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غم سے بھر جاتا ہے۔
أَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِی الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾
کیا وہ جو زیور میں پرورش پائے اور جھگڑے کے وقت بات نہ کر سکے (اللہ کی) بیٹی ہو سکتی ہے؟

وَجَعَلُوا الْمَلَآئِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ إِنَاثًا أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ

اور انہوں نے فرشتوں کو کہ وہ بھی اللہ کے بندے ہیں (اللہ کی) بیٹیاں مقرر کیا کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت حاضر تھے؟

سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُونَ ﴿١٩﴾ وَقَالُوا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ

عنقریب ان کی شہادت لکھ لی جائے گی اور ان سے باز پرس کی جائے گی۔ اور کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم ان کو نہ پوجتے

مَّا لَهُم بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿٢٠﴾ أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا

ان کو اس کا کچھ علم نہیں یہ تو صرف اٹکلیں دوڑا رہے ہیں۔[1] یا ہم نے ان کو اس سے پہلے کوئی کتاب دی تھی

مِّن قَبْلِهِ فَهُم بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ ﴿٢١﴾ بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَآءَنَا عَلٰى أُمَّةٍ

تو یہ اس سے دلیل پکڑتے ہیں؟ بلکہ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک رستے پر پایا ہے

---

[1] اس آیت میں اللہ پاک نے شرک کرنے والوں کی مذمت ذکر کی ہے، جب انہوں نے کہا کہ ہمارا شرک کرنا اللہ تعالی کی مشیت کے ساتھ ہے، اسی طرح ابلیس کی مذمت بیان کرتے ہوئے کہا، جب اس نے اپنے گمراہ ہونے کی نسبت اللہ کی جانب کی، جبکہ اس نے کہا ''رب بمااغویتنی ، الایة (الحجر:۲۹)۔ اسی طرح آیات سورۂ انعام:۱۴۹، نمل:۳۵، میں بھی ہے۔

اگر چہ اس اعتراض کے مختلف جوابات دئے گئے ہیں، لیکن سب سے احسن جواب یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کی مشیت کے ساتھ ساتھ ثابت کیا کہ وہ ہمارے اس فعل پر راضی ہے، اور ہمیں محبوب سمجھتا ہے، ان کا یہ دعوی غلط ہے، اللہ کی مشیت کا ہرگز یہ تقاضا نہیں ہے کہ اللہ نے ان کو ایسے کاموں کا حکم بھی دیا ہے اور پھر انہوں نے مشیت الٰہی کو بطور توحید کے ذکر نہیں کیا ہے بلکہ بطور معارضہ کے ذکر کیا ہے، وہ مشیت الٰہی کا بہانہ بنا کر اوامر ونواہی سے اعراض کرنا چاہتے ہیں، شریعت اسلامیہ کو پس پشت ڈالنا چاہتے ہیں، جیسا کہ عام طور پر زندیق جاہل لوگوں کو جب کسی کام کا حکم دیا جاتا ہے یا انہیں کسی کام سے روکا جاتا ہے تو وہ تقدیر کا سہارا لیتے ہیں، چنانچہ ایک چور نے عمرؓ کے دور خلافت میں جب تقدیر کا سہارا لیا تو عمرؓ نے فرمایا میں تیرا ہاتھ اللہ کی قضاء اور تقدیر کے ساتھ ہی تو قطع کر رہا ہوں۔ اس

کا شاہد اللہ کا قول ہے۔ کذلک کذب الذین من قبلھم(انعام: ۱۴۸). اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے تکذیب کی۔

اور حدیث آدم وموسیٰ سے اس مسئلہ کے لئے استدلال کرنا کہ آدم علیہ السلام نے بھی مشیت الٰہی کا سہارا لیا ہے، صحیح نہیں: احتج آدم وموسیٰ عند ربھما،فحج آدم موسیٰ، قال موسیٰ انت ادم الذی خلقک اللہ بیدہ،ونفخ فیک من روحہ، واسجدلک ملائکتہ،واسکنک فی جنتہ، ثم اھبطت الناس بخطیئتک الی الارض؟فقال آدم انت موسیٰ الذی اصطفاک اللہ برسالتہ وبکلامہ،واعطاک الالواح فیھاتبیان کل شیء،وقربک نجیا فبکم وجدت اللہ کتب التوراۃ قبل ان اخلق ؟قال موسیٰ باربعین عاما،قال آدم: فھل وجدت فیھا: ﴿وعصی آدم ربہ فغوی﴾قال نعم ،قال افتلومنی علی ان عملت عملا کتبہ اللہ علی ان اعملہ قبل ان یخلقنی باربعین سنۃ؟قال رسول اللہ ﷺ فحج ادم موسیٰ صلوات اللہ علیھما.مسلم: ۲۶۵۲.بخاری: ۲۶۱۴.

عالم ارواح میں آدم وموسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار کے سامنے مناظرہ کیا اور آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے،موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ وہی آدم ہیں جن کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا،آپ میں اپنی روح پھونکی تھی،فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا تھا،اور اپنی جنت میں اپ کو رکھا تھا،اور پھر آپ نے اپنی خطاء سے لوگوں کو زمین پر اتروادیا تھا،یعنی اگر آپ خطا نہ کرتے تو یہاں زمین پر نہ اتارے جاتے،اور آپ کی اولاد اس دنیا میں نہ پھیلتی، بلکہ جنت میں رہتی،آدم علیہ السلام نے کہا تم وہی موسیٰ تو ہو جن کو اللہ نے اپنے منصب رسالت سے نواز کر برگزیدہ کیا،اور ہم کلامی کے شرف سے مشرف فرمایا تھا،اور تم کو وہ تختیاں دی تھیں جن میں ہر چیز کا بیان تھا،اور پھر تم کو سرگوشی کے لئے تقرب کی عزت بخشی تھی،اور کیا تم جانتے ہو اللہ نے میری پیدائش سے کتنے عرصہ پہلے تورات کو لکھ دیا تھا؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا چالیس سال پہلے آدم علیہ السلام نے پوچھا کیا تم نے تورات میں یہ لکھے ہوئے الفاظ نہیں پائے ﴿وعصی ادمُ ربہ فغوی﴾

یعنی ادم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور مقصد کو نہ پہنچا،موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہاں،آدم علیہ السلام نے کہا پھر تم مجھ کو میرے اس عمل پر کیوں ملامت کرتے ہو جس کو اللہ نے میری پیدائش سے چالیس سال پہلے میرے لئے لکھ دیا تھا، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا،اس دلیل سے آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

اس لئے کہ مذکورہ حدیث میں صحیح صورت حال یہ ہے کہ آدم علیہ السلام اپنے گناہ پر تقدیر کا سہارا لے کر غالب نہیں آئے، وہ اپنے گناہ کو سمجھتے تھے، اور اللہ کے بارے میں بھی انہیں علم تھا، اسی طرح ایمان داروں کے بارے میں بھی ہماری رائے یہ ہے کہ وہ اپنے گناہوں پر تقدیر کا سہارا نہیں لیتے ہیں ان پر اس قسم کا الزام درست نہیں، اسی طرح موسٰی علیہ السلام بھی اپنے باپ آدم علیہ السلام اس کے گناہ کے بارے میں خوب علم رکھتے تھے، وہ آدم کو ایسے گناہ پر کیسے ملامت کر سکتے تھے، جس سے آدم علیہ السلام تائب ہو چکے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی تھی، ان کو منتخب فرمایا اور نور ہدایت سے نوازا۔

اصل ملامت تو اس مصیبت پر کی جا رہی ہے جس نے آدم کی اولاد کو جنت سے نکال دیا، پس آدم علیہ السلام مصیبت پر تقدیر سے استدلال کرتے ہیں گناہ پر تقدیر سے استدلال نہیں کرتے ہیں، اس لئے کہ مصیبت پر تقدیر کا سہارا لینا درست ہے گناہ پر سہارا لینا درست نہیں، حدیث کی جو تشریح ہم نے کی ہے، وہ نہایت مناسب ہے، پس جو مصیبت تقدیر میں لکھی جا چکی ہے اسے تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں، اللہ پر راضی ہونے کی یہ بہترین صورت ہے البتہ گناہ کے بارے میں اصل یہ ہے کہ گناہ نہ کیا جائے، اگر گناہ ہو جائے تو استغفار کی جائے اور توبہ کی جائے، یعنی گناہوں سے توبہ کی جائے اور مصیبتوں پر صبر کیا جائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فاصبر ان وعداللہ حق واستغفر لذنبک (غافر: ۵۵)۔ تو صبر کر بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔

یہی معنی ابن ابی العز نے شرح عقیدہ الطحاویۃ: ۱/۱۳۶، میں فرمایا ہے۔ لکھتا ہے: بل الصحیح ان آدم علیه السلام لم یحج بالقضاء والقدر علی الذنب، وھو کان اعلم بربه وذنبه، بل احادبنیه من المومنین لایحتج بالقدر، فانه باطل، وموسٰی علیه السلام کان اعلم بابیه وبذنبه من ان یلوم ادم علیه السلام علی ذنب قدتاب منه، وتاب اللہ علیه، واجتباه وھداه، وانماوقع اللوم علی المصیبة التی اخرجت اولاده من الجنة، فاحتج آدم علیه السلام بالقدر علی المصیبة، لاعلی الخطیئة، فان القدریحتج به عند المصائب، لاعند المعایب.

وھذا المعنی احسن ماقیل فی الحدیث فماقدرمن المصائب یجب الاستسلام له، فانه من تمام الرضی باللہ ربا، واماالذنوب فلیس للعبدان یذنب واذا اذنب فعلیه ان یستغفر ویتوب، فیتوب من المعایب ویصبرعلی المصائب.

وَإِنَّا عَلٰىٓ آثَارِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

اور ہم انہی کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے تم سے پہلے کسی بستی میں کوئی ہدایت کرنے والا نہیں بھیجا

فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَآءَ نَا عَلٰى أُمَّةٍ وَّإِنَّا

مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راہ پر پایا ہے اور ہم

عَلٰى آثَارِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ أَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِأَهْدٰى مِمَّا وَجَدتُّمْ عَلَيْهِ

قدم بقدم انہی کے پیچھے چلتے ہیں۔ پیغمبر نے کہا کہ اگر چہ میں تمہارے پاس ایسا (دین) لاؤں کہ جس رستے پر تم نے اپنے

آبَآءَ كُمْ قَالُوْٓا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهٖ كَافِرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ

باپ دادا کو پایا وہ اس سے کہیں سیدھا رستہ دکھاتا ہے کہنے لگے کہ جو (دین) تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ لِأَبِيْهِ

تو ہم نے ان سے انتقام لیا سو دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔ اور جب ابراہیم نے اپنے باپ

وَقَوْمِهٖٓ إِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ إِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَإِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ

اور اپنی قوم سے کہا کہ جن چیزوں کو تم پوجتے ہو میں ان سے بیزار ہوں۔ ہاں جس نے مجھ کو پیدا کیا وہی مجھے سیدھا رستہ دکھائے گا

﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾

اور یہی بات اپنی اولاد میں پیچھے چھوڑ گئے تاکہ وہ (اللہ کی طرف) رجوع کریں۔

بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَآبَآءَ هُمْ حَتّٰى جَآءَ هُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾

بات یہ ہے کہ میں ان کفار کو اور ان کے باپ دادا کو متمتع کرتا رہا یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور صاف صاف بیان کرنے والا پیغمبر آ پہنچا

وَلَمَّا جَآءَ هُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَإِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾

او رجب ان کے پاس حق (یعنی قرآن) آیا تو کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کو نہیں مانتے۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾

اور کہنے لگے کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں (یعنی مکے اور طائف) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟[2]

---

[2] ان آیات میں باری تعالی نے مشرکین عرب کے ایک اعتراض کا جواب دیا ہے جو وہ نبی کریمﷺ کی رسالت پر کیا کرتے تھے۔ دراصل شروع میں تو وہ یہ باور کرنے پر ہی تیار نہ تھے کہ اللہ کا کوئی رسول انسان ہوسکتا ہے، چنانچہ ان کا یہ اعتراض قرآن کریم نے جا بجا ذکر فرمایا ہے کہ نبی کریمﷺ کو ہم رسول کیسے مان لیں جبکہ وہ عام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے اور بازاروں میں چلتے ہیں لیکن جب متعدد آیات قرآنی کے ذریعہ یہ واضح کر دیا گیا کہ یہ صرف نبی کریمﷺ ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ دنیا میں جس قدر انبیاء آئے ہیں وہ سب انسان ہی تھے، تو اب انہوں نے پینترا بدل کر یہ اعتراض کیا کہ اگر کسی انسان ہی کو نبوت سونپنی تھی تو نبیؐ مالی اعتبار سے کوئی بڑا صاحب حیثیت کیوں نہیں ہیں، یہ منصب نبیؐ کے بجائے مکہ اور طائف کے کسی بڑے دولت مند اور صاحب جاہ و منصب انسان کو کیوں نہیں دیا گیا؟ روایات میں ہے کہ اس سلسلہ میں انہوں نے مکہ سے ولید بن مغیرہ اور عتبہ بن ربیعہ کے اور طائف سے عروہ بن مسعود ثقفی حبیب بن عمرو ثقفی یا کنانہ بن عبد یا لیل کے نام پیش کئے تھے۔ (روح المعانی)۔

مشرکین کے اس اعتراض کے باری تعالی نے دو جواب دیئے ہیں پہلا جواب مذکورہ آیتوں میں سے دوسری آیت میں اور دوسرا جواب اگلی آیات میں دیا گیا ہے، اس کی تشریح بھی وہیں آئے گی۔ اس پہلے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ تمہیں اس معاملے میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے کہ حق تعالی نبوت کا منصب کس کو دے رہا ہے اور کس کو نہیں دے رہا؟ نبوت کی تقسیم تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے کہ کسی کو نبی بنانے سے پہلے تم سے رائے لی جائے، یہ کام کلیتًا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہی اپنے عظیم مصلحتوں کے مطابق اسے انجام دیتا ہے، تمہارا وجود اور عقل وشعور اس عظیم کام کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا، کہ تقسیم نبوت کا کام تمہارے سپرد کر دیا جاتا اور نبوت کے تقسیم تو بہت اونچے درجے کی چیز ہے تمہاری حیثیت وجود وشعور تو اس کی بھی متحمل نہیں کہ خود تمہاری معیشت اور سامان معیشت کی تقسیم کا کام تمہارے سپرد کر دیا جاسکے، کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ایسا کیا گیا تو تم ایک دن بھی نظام عالم کو نہ چلاسکو گے اور سارا نظام درہم برہم ہوکر رہ جائے گا، اس لئے اللہ تعالی نے دنیوی زندگی میں تمہاری روزی کی تقسیم بھی تمہارے ذمہ نہیں رکھی بلکہ تقسیم معیشت کا کام خود اپنے ہاتھ میں

رکھا ہے، جب یہ ادنیٰ درجہ کا کام تمہاری حوالہ نہیں کیا جا سکتا تو نبوت کی تقسیم جیسا عظیم کام تمہارے حوالہ کیسے کر دیا جائے، آیات کا مقصودِ کلام تو اتنا ہی ہے، لیکن مشرکین کو جواب دینے کے ضمن میں باری تعالی نے دنیا کے نظام معیشت سے متعلق جو اشارے دیئے ہیں ان سے متعدد معاشی اصول مستنبط ہوتے ہیں یہاں ان کی مختصر توضیح ضروری ہے۔

تقسیم معیشت کا قدرتی نظام: نحن قسمنا بینهم معیشتهم (ہمنے تقسیم کیا ہے ان کے درمیان انکی معیشت کو۔ مقصد یہ ہے کہ ہمنے اپنی حکمت بالغہ سے دنیا کا نظام ایسا بنایا ہے کہ یہاں ہر شخص اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے دوسرے کی امداد کا محتاج ہے۔ اور تمام لوگ اسی باہمی احتیاج کے رشتے میں بندھے ہوئے پورے معاشرے کی ضروریات کی تکمیل کر رہے ہیں۔

اس ایت نے کھول کر یہ بات بتلا دی ہے کہ اللہ تعالی نے تقسیم معیشت کا کام (اشتراکیت کی طرح) کسی بااختیار انسانی ادارے کے سپرد نہیں کیا جو منصوبہ بندی کے ذریعہ یہ طے کرے کہ معاشرے کی ضرورت کیا ہیں؟ انہیں کس طرح پورا کیا جائے وسائل پیداوار کو کس تناسب کے ساتھ، کن کاموں میں لگایا جائے، اوران کے درمیان آمدنی کی تقسیم کس بنیاد پر کی جائے، اس کے بجائے یہ تمام کام اللہ نے اپنے ہاتھ میں رکھے ہیں اور اپنے ہاتھ میں رکھنے کا مطلب یہی ہے کہ ہر شخص کو دوسرے کا محتاج بنا کر دنیا کا نظام ہی ایسا بنا دیا ہے جس میں اگر (اجارہ داریوں وغیرہ کے ذریعہ) غیر فطری رکاوٹیں پیدا نہ کیجائیں تو وہ نظام خود بخود یہ تمام مسائل حل کر دیتا ہے، باہمی احتیاج کے اس نظام کو موجودہ معاشی اصطلاح میں ''طلب ورسد'' کا نظام کہا جاتا ہے طلب ورسد کا قدرتی قانون یہ ہے کہ جس چیز کی رسد کم ہو اور طلب زیادہ اس کی قیمت بڑھتی ہے لہٰذا وسائل پیداوار اس چیز کی تیاری میں زیادہ نفع دے کر اسی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور جب رسد طلب کے مقابلے میں بڑھ جاتی ہے تو قیمت گھٹ جاتی ہے، چنانچہ اس چیز کی مزید تیاری نفع بخش نہیں رہتی اور وسائل پیداوار اس کے بجائے کسی اور ایسے کام میں مصروف ہو جاتے ہیں جس کی ضرورت زیادہ ہو۔

اسلام نے طلب ورسد کی انہی قدرتی قوتوں کے ذریعہ دولت کی پیدائش اور تقسیم کا کام لیا ہے اور عام حالات میں تقسیم معیشت کا کام کسی انسانی ادارے کے حوالہ نہیں کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ منصوبہ بندی کے خواہ کتنے ترقی یافتہ طریقے دریافت کر لئے جائیں لیکن ان کے ذریعہ معیشت کی ایک ایک جزوی ضرورت کا احاطہ ممکن نہیں اور اس قسم کے معاشرتی مسائل عموماً ایسے ہی قدرتی نظام کے تابع چلتے ہیں۔ زندگی کے بیشتر معاشرتی مسائل اسی طرح قدرتی طور پر خود بخود طے پاتے ہیں، اور انہیں حکومت کی منصوبہ بندی کے حوالہ کرنا زندگی میں ایک مصنوعی جکڑ بند پیدا کرنے کے سوا کچھ نہیں، مثال

کے طور پر یہ بات کہ دن کا وقت کام کے لئے ہے اور رات کا سونے کے لئے کسی معاہدہ عمرانی یا انسانی منصوبہ بندی کے تحت نہیں طے پائی، بلکہ قدرت کے خود کار نظام نے خود بخود یہ فیصلہ کر دیا ہے اسی طرح یہ مسئلہ کہ کون شخص کس سے شادی کرے طبعی مناسبتوں کے فطری نظام کے تحت خود بخود انجام پاتا ہے اور اسے منصوبہ بندی کے ذریعہ حل کرنے کا کسی کو خیال نہیں آیا، یا مثلاً یہ بات کہ کون شخص علم وفن کے کس شعبہ کو اپنا میدان بنائے، اسے طبعی ذوق ومناسبت کے بجائے حکومت کی منصوبہ بندی کے حوالہ کر دینا ایک خواہ مخواہ کی زبردستی ہے اور اس سے نظام فطرت درہم برہم ہو سکتا ہے اسی طرح نظام معیشت کو بھی قدرت نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اور ہر شخص کے دل میں وہی کام ڈال دیا ہے جو اس کے لئے زیادہ مناسب ہے اور جسے وہ بہتر طریقے سے انجام دے سکتا ہے۔ چنانچہ ہر شخص خواہ وہ ایک خاکروب ہی کیوں نہ ہو؟ اپنے کام پر خوش ہے اور اسی کو اپنی لئے سرمایہ فخر سمجھتا ہے۔ ''**کل حزب بمالديهم فرحون**''

البتہ سرمایہ دارانہ نظام کی طرح اسلام نے افراد کو اتنی آزادی نہیں دی کہ وہ ہر جائز وناجائز طریقے سے دولت سمیٹ کر دوسروں کے لئے رزق کے دروازے بند کر دیں، بلکہ ذرائع آمدنی میں حلال وحرام کی تفریق کر کے سود، سٹہ، قمار اور ذخیرہ اندوزی کو ممنوع قرار دیدیا ہے، پھر جائز آمدنی پر بھی زکواۃ وعشر وغیرہ کے واجبات عائد کر کے ان خرابیوں کا انسداد کر دیا ہے۔ جو موجودہ سرمایہ دارانہ نظام میں پائی جاتی ہے۔ اس کے باوجود بھی اگر کبھی اجارہ داریاں قائم ہو جائیں تو ان کو توڑنے کے لئے حکومت کی مداخلت کو جائز رکھا ہے۔

معاشی مساوات کی حقیقت

''**ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات**'' اس سے معلوم ہوا کہ معاشی مساوات (اس معنی میں کہ دنیا کی تمام افراد کی آمدنی بالکل برابر ہو) نہ مطلوب ہے اور نہ ممکن العمل، اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس کائنات کے ہر رکن پر کچھ فرائض عائد کئے ہیں اور کچھ حقوق دیئے ہیں اور دونوں میں اپنی حکمت سے یہ تناسب رکھا ہے کہ جس کے ذمہ جتنے فرائض ہیں اس کے اتنے ہی حقوق ہیں، انسان کے علاوہ جتنی مخلوقات ہیں ان کے ذمہ چونکہ فرائض سب سے کم ہیں کہ وہ شرعاً حلال اور حرام جائز وناجائز کے مکلّف نہیں ہیں۔ اس لئے ان کی حقوق بھی سب سے کم ہیں چنانچہ انسان کو ان کے معاملہ میں وسیع ازادی عطا کی گئی ہے کہ وہ ان سے چند معمولی سی پابندیوں کے ساتھ جس طرح چاہے نفع اٹھا سکتا ہے، چنانچہ بعض حیوانات کو وہ کاٹ کر کھاتے ہیں بعض پر سواری کرتے ہیں بعض مخلوقات کو پامال کرتے ہیں مگر اسے ان مخلوقات

کی حق تلفی نہیں سمجھا جاتا۔

اس لئے کہ ان مخلوقات پر چونکہ فرائض کم ہیں اس لئے ان کے حقوق بھی بہت کم ہیں۔ پھر کائنات میں سب سے زیادہ فرائض انسان اور جنات پر عائد کئے گئے ہیں کہ وہ اپنے ہر قول وفعل اور نقل وحرکت میں اللہ تعالی کے سامنے جواب دہ ہیں۔ اور اگر اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کرے تو اخرت کے عذاب کے مستحق ہیں اس لئے حق تعالی نے انسان اور جنات کو حقوق دوسری مخلوقات کے مقابلہ میں کہیں زیادہ عطا کئے ہیں، پھر انسانوں میں بھی یہ لحاظ ہے کہ جس کی ذمہ داری اور فرائض دوسروں سے زیادہ ہیں اس کے حقوق بھی زائد ہیں، انسانوں میں سب سے زیادہ ذمہ داری انبیاء علیہم السلام پر ہوتی ہے۔ چنانچہ ان کو بہت سے حقوق بھی دوسروں سے زائد عطا کئے گئے ہیں۔

نظام معیشت میں بھی حق تعالی نے یہی رعایت رکھی ہے کہ ہر شخص کو اتنے معاشی حقوق دیئے جائیں جتنے فرائض کی ذمہ داری وہ اپنے سر لے۔ اور ظاہر ہے کہ فرائض میں یکسانیت کا پیدا ہونا بالکل ناممکن اور ان میں تفاوت ناگزیر ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ہر شخص کے معاشی وظائف وفرائض دوسروں سے بالکل مساوی ہوں۔ اس لئے کہ معاشی وظائف اور فرائض انسانوں کی فطری صلاحیتوں پر موقوف ہیں جن میں جسمانی طاقت، صحت، دماغی قویٰ اور عمر ذہنی معیار چستی اور پھرتی جیسی چیزیں داخل ہیں اور یہ بات ہر شخص کھلی آنکھوں دیکھ سکتا ہے۔ کہ ان اوصاف کے اعتبار سے انسانوں میں یکسانیت اور مساوات پیدا کرنا بڑے سے بڑے ترقی یافتہ اشترا کی حکومت کے بس میں بھی نہیں جب انسان کی صلاحیتوں میں تفاوت ناگزیر ہے۔ تو ان کے فرائض میں بھی لازما تفاوت ہوگا اور معاشی حقوق چونکہ انہیں فرائض پر موقوف ہیں اس لئے معاشی حقوق یعنی امدنی میں بھی تفاوت ناگزیر ہے، کیونکہ اگر سب کی امدنی بالکل مساوی کر دی جائے اور فرائض میں تفاوت رہے تو اس سے کبھی عدل وانصاف قائم نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ اس صورت میں بعض لوگوں کی آمدنی ان کے فرائض سے زیادہ اور بعض کی ان کے فرائض سے کم ہو جائے گی جو صریح ناانصافی ہے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ آمدنی میں مکمل مساوات کسی بھی دور میں قرین انصاف نہیں ہوسکتی لہٰذا اشترا کیت اپنی ترقی کے انتہائی دور (مکمل کمیونیزم) میں بھی جس مساوات کا دعویٰ کرتی ہے وہ کسی بھی حال میں نہ قابل عمل ہے اور نہ قرین عدل وانصاف، البتہ یہ طے کرنا کہ کس کے فرائض زیادہ اور کس کے کم ہیں اور ان کی مناسبت سے اسے کتنے حقوق ملنے چاہئیں ایک انتہائی نازک اور مشکل کام ہے، اور انسان کے پاس کوئی ایسا پیمانہ نہیں ہے جس سے وہ اس بات کا ٹھیک ٹھیک تعین کر سکے، بعض اوقات یہ محسوس ہوتا ہے کہ ایک ماہر اور تجربہ کار انجنیر نے ایک گھنٹہ میں اتنی امدنی حاصل کر لی

ہے جوایک غیر ہنر مند مزدور دن بھر منوں مٹی ڈھوکر بھی حاصل نہیں کی لیکن اگر انصاف سے دیکھا جائے تو قطع نظر اس سے کہ مزدور کی دن بھر کی از ادمحنت ذمہ داری کے اس بوجھ کے برابر نہیں ہوسکتی جوانجنیر نے اٹھار کھا ہے، انجنیر کی یہ امدنی صرف اس ایک گھنٹے کی محنت کا صلہ نہیں بلکہ اس میں سالہا سال کی اس دماغ سوزی، عرق ریزی، اور جانفشانی کے صلہ کا ایک حصہ بھی شامل ہے جواس نے انجنیر نگ کی تعلیم وتربیت اور پھر اس میں تجربہ ومہارت حاصل کرنے میں برداشت کی ہے۔

اشترا کیت نے اپنے ابتدائی دور میں آمدنی کے اس تفاوت کوتسلیم تو کرلیا ہے چنانچہ تمام اشترا کی مما لک میں ابادی کے مختلف طبقات کے درمیان تنخواہوں کا زبردست تفاوت پایا جاتا ہے لیکن ٹھوکر یہاں کھائی ہے کہ تمام وسائل پیداوار کوحکومت کی تحویل میں دے کر وسائل کے لئے فرائض کا تعین اور پھران کی مناسبت سے ان پر آمدنی کی تقسیم بھی تمام تر حکومت ہی کے حوالہ کردی ہے، حالانکہ جیسا او پرعرض کیا گیا فرائض اور حقوق کے درمیان تناسب باقی رکھنے کے لئے انسان کے پاس کوئی پیمانہ نہیں ہے، چنانچہ اشترا کیت کے طریقہ کار کے تحت ملک بھر کی انسانوں کی روزی کا تعین حکومت کے چند کارندوں کے ہاتھ میں آ گیا ہے اور انہیں یہ اختیار مل گیا ہے کہ جس شخص کو جتنا چاہیں دیں۔ جتنا چاہیں روک لیں، اول تو اس میں بددیانتیوں اور اقر ربانوازیوں کوایک بڑا امیدان مل جاتا ہے، جس کے سہارے افسر شاہی پھلتی پھولتی ہے دوسرے اگر حکومت کے تمام کارندوں کوفرشتہ بھی تصور کرلیا جائے اور وہ فی الواقع یہی چاہیں کہ ملک میں امدنی کی تقسیم حق وانصاف کی بنیاد پر ہوتو ان کے پاس آخر وہ کونسا پیمانہ ہے جس سے وہ یہ فیصلہ کرسکیں کہ ایک انجنیر اور ایک مزدور کے فرائض میں کتنا تفاوت ہے اور اس کی نسبت سے ان کی امدنیوں میں کتنا تفاوت قرین انصاف ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اس بات کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ انسانی عقل کے ادراک سے قطعی ماوراء ہے، اس لئے اسے قدرت نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ ایت زیر بحث ''ورفعنابعضهم فوق بعض درجات'' میں اللہ تعالی نے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اس تفاوت کا تعین ہم نے انسانوں کے حوالہ کرنے کے بجائے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے، اور اپنے ہاتھ میں رکھنے کا مطلب یہاں بھی یہی ہے کہ دنیا میں ہر شخص کی ضروریات دوسرے کے ساتھ وابستہ کر کے نظام ایسا بنادیا ہے کہ ہر شخص اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے دوسرے کو اتنا دینے پر مجبور ہے جتنے کا وہ مستحق ہے، یہاں بھی باہمی احتیاج پر مبنی طلب و رسد کا نظام ہر شخص کی امدنی کا تعین کرتا ہے یعنی ہر شخص اس بات کا فیصلہ خود کرتا ہے کہ جتنے فرائض میں نے اپنے ذمہ لئے ہیں ان کا کتنا معاوضہ میرے لئے کافی ہے اس سے کم ملے تو یہ کام کرنے پر راضی نہ ہو اور یہ زیادہ مانگنے لگے تو کام لینے

والا اس سے کام نہ لے:''لیتخذ بعضهم بعضا سخریا'' کا یہی مطلب ہے کہ ہم نے آمدنی میں تفاوت اس لئے رکھا ہے تا کہ ایک شخص دوسرے سے کام لے سکے، ورنہ سب کی آمدنی برابر ہوتی تو کوئی کسی کے کام نہ آتا۔

ہاں البتہ بعض غیر معمولی حالات میں بڑے بڑے سرمایہ دار طلب اور رسد کے اس قدرتی نظام سے ناجائز فائدہ اٹھا کر غریبوں کو اس بات پر مجبور کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے حقیقی استحقاق سے کم اجرت پر کام کریں، اسلام نے اول تو حرام وحلال اور جائز وناجائز کے وسیع احکام کے ذریعہ نیز اخلاقی ہدایات اور تصور آخرت کے ذریعہ ایسی صورت حال کو پیدا ہونے سے روکا ہے، اور اگر کبھی کسی مقام پر یہ صورت پیدا ہو جائیں تو اسلامی حکومت کو یہ اختیار دیدیا ہے کہ ان غیر معمولی حالات کی حد تک وہ اجرتوں کا تعین کر سکتی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ صرف غیر معمولی حالات کے لئے ہے، اس لئے اس مقصد کے لئے تمام وسائل پیداوار کو حکومت کے حوالہ کر دینے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اس کے نقصانات فوائد سے کہیں زیادہ ہیں۔

ایک حدیث میں عدم مساوات کی ایک علت بیان کی گئی ہے جو کہ ابیؓ بن کعبؓ سے صاحب مشکوٰۃ نے کتاب الایمان میں بحوالہ مسند احمد: ۱۳۵/۵، نقل کی ہے: عن ابی بن كعب فی قول الله عزوجل ''واذاخذربک من بنی آدم من ظهورهم ذريتهم'' قال جمعهم فجعلهم ازواجا، ثم صورهم، فاستنقطهم فتكلموا، ثم اخذعليهم العهد و الميثاق ،واشهدهم على انفسهم ''الست بربكم قالوابلىٰ ''قال فانى اشهدعليكم السمٰوات السبع و الارضين السبع واشهدعليكم اباكم آدم ان تقولوايوم القيامة لم نعلم بهذا، اعلموا انه لااله غيرى ولارب غيرى، ولاتشركوابى شياٴانى سارسل اليكم رسلى يذكّرونكم عهدى وميثاقى ،وانزل عليكم كتبى، قالوا: شهدنابانک ربنا والهنالارب لناغيرک ولااله لناغيرک فاقروابذلک ورفع عليهم آدم عليه السلام ينظر اليهم فرأى الغنى و الفقيروحسن الصورة ودون ذلک فقال رب لولاسويت بين عبادک؟ قال انى احببت ان اشكر، ورأى الانبياء فيهم مثل السرج ،عليهم النور، خصوابميثاق آخرفى الرسالة و النبوة، وهوقوله تبارک وتعالى ''واذاخذنامن النبيين ميثاقهم'' الى قوله ،عيسىٰ ابن مريم ،احزاب: ۷، كان فى تلک الارواح فارسله الى مريم عليهما السلام.

ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہا کہ، اللہ تعالی کے اس فرمان میں، کہ جب تیرے رب نے آدم کے بیٹوں سے ان کی پشتوں سے ان کی اولاد نکالی، راوی نے کہا، ان سب کو جمع کیا، ان کو قسم قسم بنا دیا، پھر ان کو صورت بخشی، پھر ان

کو گویا کیا، سب بولے، پھر ان سے عہد اور میثاق لیا، اور ان کو ان کی جانوں پر گواہ بنایا، کیا میں تمہارا پروردگار نہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں، فرمایا میں تم پر ساتوں اسمانوں، ساتوں زمینوں، اور تمہارے باپ آدم کو گواہ بناتا ہوں کہ قیامت کے دن تم یہ نہ کہہ دو کہ ہم نہیں جانتے، جان لو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، اور میرے سوا کوئی پروردگار نہیں، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، میں تمہاری طرف اپنے رسول بھیجوں گا، وہ میرا عہد اور میثاق تمہیں یاد کرائیں گے، میں اپنی کتابیں تم پر نازل کروں گا۔ انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو ہمارا پروردگار اور ہمارا معبود ہے، تیرے سوا ہمارا کوئی پروردگار نہیں، اور نہ کوئی معبود ہے، انہوں نے اس بات کا اقرار کیا، آدم ان پر بلند کئے گئے، وہ ان کو دیکھتے تھے، انہوں نے غنی فقیر خوبصورت بدصورت سب کو دیکھا، کہا اے میرے رب! تو نے اپنے بندوں کو ایک جیسا کیوں پیدا نہیں کیا؟ فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ میرے بندے میرا شکر ادا کرتے رہیں، انبیاء کو ان میں دیکھا، وہ ان میں چراغو کی مانند روشن تھے، ان پر ایک خاص قسم کا نور تھا، رسالت و نبوت کے متعلق ان سے ایک الگ عہد لیا گیا، جو حق تعالی کے اس فرمان میں ہے۔

فتح الباری: ۱۸/۱۳ او ابن بطال کتاب الفتن، کی حدیث میں دوسری طرف کو اشارہ ہے: **لایزال الناس بخیر ماتفاضلوا ، فاذاتساوو اھلکوا**، یعنی یہ لوگ اس وقت تک بھلائی پر رہیں گے، جب تک ان میں عدم مساوات ہو، اور جب سب کے سب یکساں ہو جائیں، تو ہلاک ہو جائیں گے۔

مذکورہ بالا اشارات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ امدنی میں مکمل مساوات نہ عدل وانصاف کا تقاضا ہے نہ عملا کہیں قائم ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے، اور نہ یہ اسلام کو مطلوب ہے، البتہ اسلام نے جس مساوات کو قائم کیا ہے وہ قانون معاشرت اور اداء حقوق کی مساوات ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا قدرتی طریقہ کار کے تحت جس شخص کے جتنے حقوق متعین ہو جائیں انہیں حاصل کرنے کے قانونی، تمدنی اور معاشرتی حق میں سب برابر ہیں، اس بات کے کوئی معنی نہیں ہیں کہ ایک امیر یا صاحب جاہ و منصب انسان اپنا حق عزت کے ساتھ باسانی حاصل کر لے، اور غریب کو اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے دربدر کی ٹھوکریں کھانی پڑیں، اور ذلیل حقیر ہونا پڑے قانون امیر کے حقوق کی حفاظت کرے اور غریب کو بے یار و مددگار چھوڑ دے، اسی کو ابوبکر الصدیقؓ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا۔'' **واللہ ما عندی اقوی من الضعیف حتی اخذ الحق له ولاعندی اضعف من القوی حتی آخذ الحق منه** ''اللہ کی قسم میرے نزدیک ایک کمزور آدمی سے زیادہ قوی کوئی نہیں تاوقتیکہ میں اس کا حق اسے نہ دلوادوں اور میرے نزدیک ایک قوی آدمی سے زیادہ کمزور کوئی نہیں جب تک کہ میں اس سے (کمزور کا) حق وصول نہ کرلوں۔=

أَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ

کیا یہ لوگ تمہارے پروردگار کی رحمت کو بانٹتے ہیں؟ ہم نے ان میں ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کر دیا

الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا

اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کئے تاکہ ایک دسرے سے خدمت لے

وَّرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَوْلَا أَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ

اور جو کچھ یہ جمع کرتے ہیں تمہارے پروردگار کی رحمت اس سے کہیں بہتر ہے۔اوراگر یہ خیال نہ ہوتا

أُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فَضَّةٍ

کہ سب لوگ ایک ہی جماعت ہو جائیں گے تو جو لوگ اللہ سے انکار کرتے ہیں ہم ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا

وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ أَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِؤُوْنَ

دیتے اور سیڑھیاں (بھی) جن پر وہ چڑھتے ہیں۔اوران کے گھروں کے دروازے بھی اور تخت بھی جن پر تکیہ لگاتے ہیں

=(سبل الہدی والرشاد:۱۲،باب۳۳،سیرۃ ابن حبان:۴۱۹/۱)

اسی طرح ٹھیٹھ معاشی نکتہ نظر سے اسلامی مساوات کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی نظر میں ہر شخص کو کمائی کے یکساں مواقع حاصل ہیں، اوراسلام اس بات کو گوارہ نہیں کرتا کہ چند بڑے بڑے دولتمند مال ودولت کے دہانوں پر قابض ہوکراپنی اجارہ داریاں قائم کرلیں، اورچھوٹے تاجروں کے لئے بازار میں بیٹھنا دوبھر بنادیں ۔چنانچہ سود،سٹہ بازی، قمار،ذخیرہ اندوزی اوراجارہ دارانہ تجارتی معاہدوں کوممنوع قراردے کر،نیز زکواۃ،عشر،خراج ،نفقات ،صدقات اوردوسرے واجبات عائد کرکے ایساماحول پیدا کردیا گیاہے جس میں ہرانسان اپنی ذاتی صلاحیت محنت اورسرمایہ کے تناسب سے کمائی کے مناسب مواقع حاصل کرسکتاہے اوراس سے ایک خوشحال معاشرے کی تعمیر ہوسکتی ہے اس کے باوجودامدنی کا جوتفاوت باقی رہے وہ درحقیقت ناگزیرہےاورجس طرح انسانوں کے درمیان حسن وجمال قوت وصحت عقل وذہانت اورآل واولاد کے تفاوت کومٹانا ممکن نہیں اسی طرح اس تفاوت کوبھی مٹایانہیں جاسکتا۔

﴿٣٤﴾ وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ
اور (خوب) تجمل و آرائش (کر دیتے) اور یہ سب دنیا کی زندگی کا تھوڑا سا سامان ہے اور آخرت تمہارے پروردگار
عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٥﴾ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ
کے ہاں پرہیزگاروں کے لئے ہے۔[3] اور جو کوئی اللہ کی یاد سے آنکھیں بند کر لے (یعنی تغافل کرے)
نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿٣٦﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ
ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے۔ اور یہ (شیطان) ان کو رستے سے روکتے رہتے

---

[3] کفار نے جو یہ کہا تھا کہ مکہ اور طائف کے کسی بڑے مالدار کو نبی کیوں نہ بنا دیا گیا، ان آیات میں اس کا دوسرا جواب دیا گیا ہے، اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک نبوت کے لئے کچھ شرائط صلاحیت کا پایا جانا ضروری ہے، لیکن مال و دولت کی زیادتی کی بنا پر کسی کو نبوت نہیں دی جا سکتی، کیونکہ مال و دولت ہماری نگاہ میں اتنی حقیر چیز ہے کہ اگر تمام لوگوں کے کافر بن جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم سب کافروں پر سونے چاندی کی بارش کر دیتے، اور صحیح ترمذی کی ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ولو کانت الدنیا تعدل عنداللہ جناح ض بعوضۃ ماسقی کافرا منھا شربۃ ماء (ترمذی: ٢٤٩٥)، یعنی اگر دنیا اللہ کے نزدیک مچھر کے ایک پر کے برابر بھی درجہ رکھتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو اس سے پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ دیتا، اس سے معلوم ہوا کہ نہ مال و دولت کی زیادتی کوئی فضیلت کی چیز ہے نہ اس کی کمی انسان کے کم رتبہ ہونے کی علامت ہے۔ البتہ نبوت کے لئے کچھ اعلیٰ درجہ کے اوصاف ضروری ہیں، وہ سرکار دوعالم ﷺ میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں، اسلئے یہ اعتراض بالکل لغو اور باطل ہے۔

اور مذکورہ آیات میں یہ جو کہا گیا ہے کہ اگر کافروں پر مال و دولت کی اتنی فراوانی کر دی جاتی تو سب لوگ کافر ہو جاتے، اس میں مراد لوگوں کی بھاری اکثریت ہے ورنہ اللہ کے کچھ نیک بندے آج بھی ایسے موجود ہیں جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ کفر اختیار کر کے وہ مال و دولت سے نہال ہو سکتے ہیں۔ لیکن وہ مال و دولت کی خاطر کفر کو اختیار نہیں کرتے ایسے کچھ لوگ شاید اس وقت بھی ایمان پر قائم رہ جاتے لیکن ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہوتی۔

وَيَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٣٧﴾ حَتّٰى إِذَا جَآءَنَا قَالَ
ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ سیدھے رستے پر ہیں۔ یہاں تک کہ جب ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا
يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿٣٨﴾
کہ اے کاش! مجھ میں اور تجھ میں مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا تو بُرا ساتھی ہے۔
وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ إِذْ ظَّلَمْتُمْ أَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿٣٩﴾
اور جب تم ظلم کرتے رہے تو آج تمہیں یہ بات فائدہ نہیں دے سکتی کہ تم (سب) عذاب میں شریک ہو۔
أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ﴿٤٠﴾
کیا تم بہرے کو سنا سکتے ہو یا اندھے کو رستہ دکھا سکتے ہو اور جو صریح گمراہی میں ہو اسے (راہ پر لا سکتے ہو)؟
فَإِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَإِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿٤١﴾ أَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ
اگر ہم تم کو (وفات دے کر) اٹھالیں تو ان لوگوں سے تو ہم انتقام لے کر رہیں گے۔ یا (تمہاری زندگی ہی میں) تمہیں وہ
وَعَدْنٰهُمْ فَإِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿٤٢﴾
(عذاب) دکھا دیں جن کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے ہم ان پر قابو رکھتے ہیں۔
فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْ أُوْحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤٣﴾
پس تمہاری طرف جو وحی کی گئی ہے اس کو مضبوط پکڑے رہو بیشک تم سیدھے رستے پر ہو۔
وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَاسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا
اور یہ تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے نصیحت ہے اور تم سے عنقریب پرسش ہوگی۔ اور جو اپنے پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے ہیں

مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ آلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾

ان سے دریافت کر لو کیا ہم نے الرحمٰن کے سوا اَور معبود بنائے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے؟ [4]

---

[4] بعض علماء نے اس ایت کے تحت لکھا ہے، کہ اس آیت سے حیات انبیاء پر دلیل پکڑی جا سکتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام فخر الدین رازیؒ نے اس ایت کریمہ کے تحت لکھا ہے: وفیہ اقوال یعنی اس ایت کریمہ کی تشریح کرنے میں تین مسلک ہیں: جب اس ایت میں تین مفہوم کا احتمال ہے تو حسب قاعدہ اذاجاء الاحتمال بطل الاستدلال اس ایت کو حیات انبیاء کی دلیل بنانا ہی سرے سے باطل ٹھہرا۔ نیز شاہ صاحب نے یستدل بہ علی حیاۃ الانبیاء، فرمایا جس میں ضعف کی طرف اشارہ ہے، یہی وجہ ہے کہ امام الہندشاہ احمد ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنے فارسی ترجمہ میں یہ تحریر فرمایا: وپرس احوال آنکہ پرستادہ بودیم پیش ازتو از پیغمبران خود، یعنی اپ سے پہلے ہمنے جو پیغمبر بھیجے ہیں، بھلا ان کی احوال تو پوچھ دیکھ، اسی طرف شاہ انور شاہ صاحب مائل ہوکر فرماتے ہیں والافیمکن ان یکون السوال عن حالھم یعنی اگر اس ایت کریمہ سے حیات انبیاء پر استدلال جوضعیف ہے نہ بھی کیا جائے تو بھی یہ سوال جو اس مقام پر وارد ہوتا ہے کہ رسولؐ کا سوال کرنا اور دریافت کرنا گذشتہ انبیاء سے ممتنع ہے، وہ وارد نہیں ہوسکتا کیونکہ ان گذشتہ انبیاء کے حالات دریافت کرنا تو ممکن ہے۔

محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر رازیؒ نے ''مسائل الرازی: ۲/۱۳۱، میں یہ سوال کیا: فان قیل کیف قال اللہ تعالی ''واسأل من ارسلنامن قبلک من رسلنا'' و النبی ﷺ مالقیھم حتی یسألھم. یعنی اس ایت کا کیا مطلب ہے؟ جبکہ نبی کریم ﷺ ان کے وفات یافتہ ہونے کی وجہ سے ملاقات نہیں کر سکتے تھے، تو ان سے دریافت کرنے کی کیا صورت ہوگی؟ تو صاحب کتاب نے اس کے چار جواب دئے، پہلا جواب تو یہ دیا کہ فیہ اضمار تقدیرہ واسأل اتباع من ارسلنا یعنی یہاں مضاف محذوف ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے رسولوں کی امتوں اور ان کی متبعین سے دریافت کرلو۔

دوسرا جواب یہی دیا کہ پہلے انبیاء کے دین میں غور کرو، اور ایک جواب یہ دیا کہ نام تو رسولؐ کا ہے مگر مراد امت محمد یہ ہے اور یہ جواب ضعیف ہے۔ اور صاحب کتاب نے بھی اسے بصیغہ تمریض قیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور ایک جواب یہ بھی دیا ہے کہ فاضل عالم نے جواب دیا کہ نبیؐ کی خاطر معراج کی رات میں اللہ تعالی نے تمام انبیاء علیہم =

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَإِهِ فَقَالَ إِنِّي رَسُولُ رَبِّ

اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دیکر فرعون اوراس کے درباریوں کی طرف بھیجا تو انہوں نے کہا کہ میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا ہوں

الْعَالَمِينَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَضْحَكُونَ ﴿۴۷﴾

جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے تو وہ نشانیوں سے ہنسی کرنے لگے۔

وَمَا نُرِيهِمْ مِنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا وَأَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ

اور جو نشانی ہم ان کو دکھاتے تھے وہ دوسری سے بڑی ہوتی تھی اور ہم نے ان کو عذاب میں پکڑ لیا تاکہ باز آئیں

يَرْجِعُونَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوا يَا أَيُّهَا السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ

اور کہنے لگے کہ اے جادوگر! اس عہد کے مطابق جو تیرے پروردگار نے تجھ سے کیا ہے اس سے دعا کر

= السلام کومتشکل فرما کر بیت المقدس میں جمع فرمادیا،تب نبیؐ نے تمام انبیاء کرام سے ملاقات فرمائی اور بیت المقدس کی مسجد میں آپ نے ان کی امامت فرمائی، پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تب یہ آیت اتری اورتمام انبیاء کرام وہاں حاضرموجود تھے تو آپ نے فرمایا کہ مجھے سوال کرنے کی ضرورت نہیں کافی ہو چکا۔مگر یہ قول زہریؒ سعید بن جبیرؒ اورابن زید کا ہےاورعطاء نے ابن عباس کا قول بتایا ہےمگر وہ قول ابن عباسؓ اگر بغور دیکھا جائے تو اس سے حیات مستمرہ دائمہ بعد الوفات کی نفی نکلتی ہے کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں:**لمااسری بالنبی**ﷺ**بعث الله له آدم وولده من المرسلين** یعنی جب نبی کریمﷺ کوسیر کرائی تب آدم اوران کے مرسل اولاد کوزندہ کر کے اٹھایا گیااوروہ بھی صرف رسولؐ کی خاطر،مطلب یہ ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کو پہلے تو دنیوی زندگی حاصل نہ تھی تمام انبیاء علیہم السلام دنیا کی اعتبار سے میت ہی تھے مگر محض رسولؐ کی خاطر صرف اسراء کی رات میں ان انبیاء کرام کوتھوڑی دیر کے لئے دنیاوی زندگی عطا فرمائی گئی، جو اپنی قبروں سے نکل کر بیت المقدس میں تشریف لے گئے سب سے رسولؐ نے ملاقات فرمائی، جبرئیل نے اذان واقامت کہہ کر رسولؐ کو کہا:اگے بڑھو انبیام علیہم السلام کونماز پڑھاؤ۔پھر آپ نے آگے بڑھ کرنماز پڑھائی۔اس روایت کونقل کیا ہے ،مسند ابی یعلی:۳/۳۵۱،اورابونعیم نے دلائل النبوۃ:رقم:۱۸۲۔

إِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾

بیشک ہم ہدایت یاب ہو جائیں گے۔ سو جب ہم نے ان سے عذاب کو دُور کر دیا تو وہ عہد شکنی کرنے لگے۔

وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ أَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ

اور فرعون نے اپنی قوم کو پکار کر کہا کہ اے قوم! کیا مصر کی حکومت میرے ہاتھ میں نہیں ؟

وَهٰذِهِ الْأَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ أَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾

اور یہ نہریں جو میرے (محلوں کے) نیچے بہہ رہی ہیں (میری نہیں ہیں)؟ کیا تم دیکھتے نہیں؟

أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ وَلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿۵۲﴾

بیشک میں اس شخص سے جو کچھ عزت نہیں رکھتا اور صاف گفتگو بھی نہیں کر سکتا کہیں بہتر ہوں۔

فَلَوْلَا أُلْقِيَ عَلَيْهِ أَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۳﴾

تو اس پر سونے کے کنگن کیوں نہ اتارے گئے یا (یہ ہوتا کہ) فرشتے جمع ہو کر اس کے ساتھ آتے۔

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَأَطَاعُوْهُ إِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۴﴾

غرض اس نے اپنی قوم کی عقل مار دی اور انہوں نے اس کی بات مان لی بیشک وہ نافرمان لوگ تھے۔

فَلَمَّا آسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنٰهُمْ أَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾

جب انہوں نے ہم کو خفا کیا تو ہم نے ان سے انتقام لے کر اور ان سب کو ڈبو کر چھوڑا۔

فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْآخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾

اور ان کو گئے گزرے کر دیا اور پچھلوں کے لئے عبرت بنا دیا۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ﴿٥٧﴾

اور جب مریم کے بیٹے (عیسیٰ) کا حال بیان کیا گیا تو تمہاری قوم کے لوگ اس سے چلا اٹھے۔[5]

وَقَالُوا أَآلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ

اور کہنے لگے کہ بھلا ہمارے معبود اچھے ہیں یا عیسیٰ؟ انہوں نے عیسیٰ کی جو مثال بیان کی ہے تو صرف جھگڑنے کو۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو

---

[5] ان آیات کے شان نزول میں مفسرین نے تین روایتیں بیان فرمائی ہیں ایک یہ کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے قبیلہ قریش کے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: **یامعشر قریش لاخیرفی احدیعبدمن دون اللہ** یعنی اے قریش کے لوگو! اللہ کے سوا جس کسی کی عبادت کی جاتی ہے اس میں کوئی خیر نہیں، اس پر مشرکین نے کہا کہ نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں لیکن آپ خود مانتے ہیں کہ وہ اللہ کے نیک بندے اور اس کے نبی تھے۔ ان کے اس اعتراض کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئیں (قرطبی)۔ دوسری روایت یہ ہے کہ جب قرآن کریم کی ایت" **انکم وماتعبدون من دون اللہ حصب جھنم** "۔ نازل ہوئی تو اس پر عبداللہ بن الزبعری نے جو اس وقت کافر تھے یہ کہا کہ اس آیت کا تو میرے پاس بہترین جواب موجود ہے اور وہ یہ کہ نصاریٰ مسیح علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں اور یہود عزیر علیہ السلام کی، تو کیا یہ دونوں بھی جہنم کا ایندھن بنیں گے؟ یہ بات سنکر قریش کے مشرکین بہت خوش ہوئے، اس پر اللہ تعالی نے ایک تو یہ آیت نازل فرمائی کہ: "**ان الذین سبقت لھم مناالحسنی اولئک عنھامبعدون**" اور دوسرے سورت زخرف کی مذکورہ بالا آیات (ابن کثیر وغیرہ)۔

تیسری روایت یہ ہے کہ ایک مرتبہ مشرکین مکہ نے یہ بیہودہ خیال ظاہر کیا کہ محمد ﷺ الوہیت کا دعوہ کرنا چاہتے ہیں، ان کی مرضی یہ ہے کہ جس طرح نصاریٰ مسیح علیہ السلام کو پوجتے ہیں اس طرح ہم بھی ان کی عبادت کیا کریں، اس پر مذکورہ بالا آیات نازل ہوئیں، اور درحقیقت تینوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں، کفار نے تینوں ہی باتیں کہی ہونگی، جن کے جواب میں اللہ تعالی نے ایسی جامع آیات نازل فرمادیں جن سے ان کے تینوں اعتراضات کا جواب ہوگیا، اس آخری اعتراض کا جواب تو مذکورہ بالا آیات میں بالکل واضح ہے کہ جن لوگوں نے مسیح علیہ السلام کی عبادت شروع کردی ہے انہوں نے نہ کسی الہی حکم سے ایسا کیا، نہ خود مسیح علیہ السلام کی یہ خواہش تھی اور نہ قران ان کی تائید کرتا ہے انہیں تو مسیح علیہ السلام کے باپ کے بغیر پیدا ہونے سے مغالطہ لگا تھا، اور قران اس مغالطہ کی تردید کرتا ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ (معاذاللہ) عیسائیوں کی دیکھا دیکھی اپنی الوہیت کا دعوی کر بیٹھیں۔

﴿۸ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿۵۹﴾
وہ تو ہمارے ایسے بندے تھے جن پر ہم نے فضل کیا اور بنی اسرائیل کے لئے ان کو (اپنی قدرت کا) نمونہ بنا دیا۔
وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنكُم مَّلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ﴿۶۰﴾
اور اگر ہم چاہتے تو تمہارے عوض فرشتے کردیتے جو تمہاری جگہ زمین میں رہتے۔
وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿۶۱﴾
اور وہ قیامت کی نشانی ہیں۔تو (کہہ دو کہ لوگو!) اس میں شک نہ کرو اور میرے پیچھے چلو یہی سیدھا رستہ ہے۔[6]
وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿۶۲﴾
اور (کہیں) شیطان تم کو (اس سے) روک نہ دے وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔
وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُم بِالْحِكْمَةِ
اور جب عیسیٰ نشانیاں لے کر آئے تو کہنے لگے کہ میں تمہارے پاس دانائی (کی کتاب) لے کر آیا ہوں

---

[6] جمہور مفسرین کے نزدیک "وانــــه" کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے یعنی عیسیٰ بن مریمؑ بیشک ایک علامت ہیں، قیامت کے لئے،اور اس سے مراد ان کا اسمان سے نزول فرمانا اور زمین پر آنا ہے،توان کا یہ آنا من جملہ علامات قیامت ایک عظیم نشانی بنایا گیا۔ابن عباسؓ ،ابو ہریرہؓ،ابولعالیہ،ابو مالک،عکرمہ،حسن بصری،قتادہ ،ضحاک، مجاہد اور جملہ ائمہ تفسیر کا اسی پر اتفاق ہے کہ "انــــــه" کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے، درمنثور میں مجاہد سے مروی ہے،قال اية للساعة خروج عيسىٰ ابن مريم قبل يوم القيامة. فرمایا قیامت کی نشانی عیسیٰ بن مریم کا قیامت سے پہلے تشریف لانا۔

ابن کثیر فرماتے ہیں ،کہ یہی تفسیر صحیح ہے، ظاہر ہے کہ کسی صحابی سے اس کے خلاف کوئی تفسیر جب منقول نہیں،تو ایسی صورت میں ابن عباسؓ کی تفسیر کے مقابلہ میں کونسی تفسیر قابل قبول ہوسکتی ہے؟ تفصیل کے لئے تفسیر ابن جریر۔ابن کثیر،درمنثور،عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام:ص۳،۵، ملاحظہ ہو۔

وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ﴿٦٣﴾
نیز اس لئے کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو تم کو سمجھا دوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔
إِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦٤﴾
کچھ شک نہیں کہ اللہ ہی میرااور تمہارا پروردگار ہے پس اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا رستہ ہے۔
فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٦٥﴾
پھر کتنے فرقے ان میں سے پھوٹ پڑے سو جو لوگ ظالم ہیں ان کی درد دینے والے دن کے عذاب سے خرابی ہے۔
هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٦﴾
یہ صرف اس بات کے منتظر ہیں کہ قیامت ان پر ناگہاں آموجود ہو اور ان کو خبر تک نہ ہو۔
اَلْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ﴿٦٧﴾
(جو آپس میں) دوست (ہیں) اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیز گار (کہ باہم دوست ہی رہیں گے)۔
يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿٦٨﴾
میرے بندو! آج تمہیں نہ کچھ خوف ہے اور نہ تم غمناک ہوں گے۔
اَلَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿٦٩﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ
جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور فرمانبردار ہو گئے۔(ان سے کہا جائے گا کہ) تم
أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ عَلَيْهِم بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ
اور تمہاری بیویاں خوشیاں کرتے ہوئے جنت میں داخل ہوجاؤ۔ان کے سامنے سونے کے پیالے پیش کیے جائیں گے
وَأَكْوَابٍ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنْتُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿٧١﴾
اورابخورے بھی اور وہاں جو جی چاہے اور جو آنکھوں کو اچھا لگے (موجود ہوگا) اور (اے اہلِ جنت!) تم اس میں ہمیشہ رہو گے

وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۲﴾

اور یہ جنت جس کے تم مالک بنا دیئے گئے ہو تمہارے اعمال کا صلہ ہے۔

لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِنْهَا تَأْكُلُوْنَ ﴿۷۳﴾ إِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ

وہاں تمہارے لئے بہت سے میوے ہیں جن کو تم کھاؤ گے۔ (اور کفار) گنہگار

فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۵﴾

ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہیں گے۔ جو ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اس میں ناامید ہوکر پڑے رہیں گے۔

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۶﴾

اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہی (اپنے آپ پر) ظلم کرتے تھے۔

وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾

اور پکاریں گے کہ اے مالک! تمہارا پروردگار ہمیں موت دے دے وہ کہے گا کہ تم ہمیشہ (اسی حالت میں) رہو گے۔

لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۸﴾

ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے ہیں لیکن تم اکثر حق سے ناخوش ہوتے رہے۔

أَمْ أَبْرَمُوْا أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ أَمْ يَحْسَبُوْنَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ

کیا انہوں نے کوئی بات ٹھہرا رکھی ہے تو ہم بھی کچھ ٹھہرانے والے ہیں۔ کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں

وَنَجْوٰهُمْ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾

اور سرگوشیوں کو سنتے نہیں؟ ہاں (سب سنتے ہیں) اور ہمارے فرشتے ان کے پاس (ان کی سب باتیں) لکھ لیتے ہیں۔

قُلۡ إِنۡ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الۡعٰبِدِينَ ﴿۸۱﴾

کہہ دو کہ اگر اللہ کے اولاد ہو تو میں (سب سے) پہلے (اس کی) عبادت کرنے والا ہوں۔ [7]

سُبۡحَانَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡأَرۡضِ رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۸۲﴾

یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں آسمانوں اورزمین کا مالک (اور) عرش کا مالک اس سے پاک ہے۔

فَذَرۡهُمۡ يَخُوضُوا وَيَلۡعَبُوا حَتّٰى يُلَاقُوا يَوۡمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿۸۳﴾

تو ان کو بک بک کرنے اور کھیلنے دو یہاں تک کہ جس دن کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کو دیکھ لیں۔

وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَآءِ إِلٰهٌ وَفِي الۡأَرۡضِ إِلٰهٌ وَهُوَ الۡحَكِيمُ الۡعَلِيمُ ﴿۸۴﴾

اور وہی (ایک) آسمانوں میں معبود ہے اور (وہی) زمین میں معبود ہے۔ اور وہ دانا (اور) علم والا ہے۔

---

[7] ''قل ان کان'' یہ ابتدائے سورت میں ''وجعلوا له من عباده جزاء'' سے متعلق ہے، قرآن مجید کا یہ قاعدہ ہے کہ کبھی ابتدائے سورت کے مضمون کو آخر سورت میں بھی باندازدیگر ذکر کرتا ہے، تاکہ سورت کی ابتداء اور انتہا میں اتحاد ومناسبت ہوجائے، دلائل واضحہ اور براہین قاطعہ سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ اللہ تعالی کا کوئی ولد اور نائب نہیں، لیکن اگر بالفرض مشرکین مکہ کے قول کے مطابق اللہ تعالی کے لئے ولد اور نائب ثابت ہوجائے تو میں سب سے پہلے اسے مانوں گا، اور اس کی تعظیم بجالاؤں گا۔ اور اس کے مطابق اللہ کی عبادت کروں گا، یہ تمثیل نفی ولد میں بطور مبالغہ ذکر کی گئی ہے معنى الاية ان كان للرحمٰن ولد،وصح وثبت ذلک ببرهان صحيح توردونه، وحجة واضحة تدلون بها،فانااول من يعظم ذلک الولد،واسبقكم الى طاعته و الانقيادله كمايعظم الرجل ولد الملک لتعظيم ابيه ، وهذاكلام واردعلى سبيل الفرض و التمثيل لغرض وهوالمبالغة فى نفى الولد،والاطناب فيه (كشاف). اور بعض علماء نے ''عابد'' کے معنی جاحد کے، لئے ہیں، یعنی میں سب سے پہلے اس فاسد عقیدہ کا منکر ہوں، اور بعض کے نزدیک، ان، نافیہ ہے، یعنی رحمٰن کے کوئی اولاد نہیں ہے۔ مگر یہ کچھ زیادہ مضبوط توجیہ نہیں ہے۔ اور بھی کچھ احتمالات ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

وَتَبَارَكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَعِنْدَهُ

اور وہ بہت بابرکت ہے جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کی بادشاہت ہے اور اسی کو

عِلْمُ السَّاعَةِ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۸۵﴾ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ

قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔ اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ سفارش کا کچھ اختیار نہیں

الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۸۶﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ

رکھتے ہاں جو علم و یقین کے ساتھ حق کی گواہی دیں گے (وہ سفارش کر سکتے ہیں)۔ اور اگر تم ان سے پوچھو کہ ان کو کس نے

خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ فَأَنّٰى يُؤْفَكُونَ ﴿۸۷﴾ وَقِيلِهِ يٰرَبِّ إِنَّ هٰؤُلَاءِ قَوْمٌ

پیدا کیا ہے تو کہہ دیں گے کہ اللہ نے تو پھر یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں؟ اور پیغمبر کا یہ کہنا ہیں کہ اے پروردگار! یہ ایسے لوگ ہیں

لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۸۸﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۸۹﴾

کہ ایمان نہیں لاتے۔[8] تو ان سے منہ پھیر لو اور سلام کہہ دو ان کو عنقریب (انجام) معلو ہو جائے گا۔

---

[8] ''وقیلہ'' واؤ بمعنی ،رُب ّ ہے، بہت بار پیغمبر کا یہ کلمہ کہنا ''ان ھولاء قوم لایومنون'' مشرکین کے ایمان سے مایوس ہوکر آپ اللہ سے مشرکین کی شکایت کرتے تھے کہ میرے پروردگار یہ قوم ایسی سرکش ہو چکی ہے، کہ اب وہ ایمان نہیں لائے گی ،قال ابن عباسؓ شکی الی اللہ تخلف قوم عن الایمان،وقال قتادۃ ھذا نبیکم یشکو قومہ الی ربہ،(خازن) یا'' واؤ'' قسمیہ ہے،اور'' ان ھؤلاء قوم، جواب قسم ہے،یعنی مجھے پیغمبر کے''یارب'' کہنے اور مجھ سے دعا مانگنے کی قسم، یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے اور نبی علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے میں انہیں سزا دونگا، کانہ قیل ،واقسم بقیلہ یارب ان ھؤلاء قوم لایومنون،مدارک۔

سورة الدخان (مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ وَالۡكِتَابِ الۡمُبِيۡنِ ﴿۲﴾ إِنَّا أَنۡزَلۡنَاهُ فِيۡ لَيۡلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنۡذِرِيۡنَ ﴿۳﴾

حٰم۔ اس کتاب روشن کی قسم۔ کہ ہم نے اس کو مبارک رات میں نازل فرمایا ہم تو ڈرانے والے ہیں۔ [1]

فِيۡهَا يُفۡرَقُ كُلُّ أَمۡرٍ حَكِيۡمٍ ﴿۴﴾ أَمۡرًا مِّنۡ عِنۡدِنَا إِنَّا كُنَّا مُرۡسِلِيۡنَ ﴿۵﴾

اسی رات میں تمام حکمت کے کام فیصل کئے جاتے ہیں۔(یعنی) ہمارے ہاں سے حکم ہوکر بیشک ہم ہی (پیغمبر کو) بھیجتے ہیں

رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۶﴾

(یہ) تمہارے پروردگار کی رحمت ہے وہ تو سننے والا جاننے والا ہے۔

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡأَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا إِنۡ كُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِيۡنَ ﴿۷﴾

آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کا مالک بشرطیکہ تم لوگ یقین کرنے والے ہو۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ يُحۡيِيۡ وَيُمِيۡتُ رَبُّكُمۡ وَرَبُّ آبَآئِكُمُ الۡأَوَّلِيۡنَ ﴿۸﴾

اس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہی) جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے (وہی) تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا پروردگار ہے۔

بَلۡ هُمۡ فِيۡ شَكٍّ يَّلۡعَبُوۡنَ ﴿۹﴾ فَارۡتَقِبۡ يَوۡمَ تَأۡتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۱۰﴾

لیکن یہ لوگ شک میں کھیل رہے ہیں۔تو اس دن کا انتظار کرو کہ آسمان سے صریح دھواں نکلے گا۔

---

[1] ''لیلة مبارکه'' سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک شب قدر ہے جو رمضان مبارک کے آخری عشرہ میں ہوتی

ہے، اس رات کو مبارک فرمانا اس لئے ہے کہ اس رات میں اللہ تعالی کی طرف سے اپنے بندوں پر بے شمار خیرات وبرکات نازل ہوتی ہیں اور قرآن کریم کا شب قدر میں نازل ہونا قرآن کی سورۂ قدر میں تصریح کے ساتھ آیا ہے: ''انا انزلناہ فی لیلة القدر'' اس سے ظاہر ہوا کہ یہاں بھی لیلہ مبارکہ سے مراد شب قدر ہی ہے۔

اور ایک حدیث میں رسول کریم ﷺ سے یہ بھی منقول ہے کہ اللہ تعالی نے جتنی کتابیں ابتدائے دنیا سے اخر تک اپنے انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمائی ہیں وہ سب کے سب ماہ رمضان المبارک ہی کی مختلف تاریخوں میں نازل ہوئی ہیں

قتادہ نے بروایت واثلہؓ نقل کیا ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ صحف ابراہیم علیہ السلام رمضان کی پہلی تاریخ میں اور تورات رمضان کی چھٹی تاریخ میں اور زبور بارھویں میں اور انجیل اٹھارویں میں اور قران مجید چوبیس تاریخ گزرنے کے بعد یعنی پچیسویں شب میں نازل ہوا۔ (قرطبی)۔

اور بعض مفسرین عکرمہ وغیرہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اس آیت میں لیلہ مبارکہ سے مراد شب برات یعنی نصف شعبان کی رات قرار دی ہے مگر اس رات میں نزول قران دوسری تمام نصوص قران اور روایات حدیث کے خلاف ہے ''شھر رمضان الذی انزل فیہ القران'' البقرہ، اور ''انا انزلناہ فی لیلة القدر'' (القدر) جیسی کھلی نصوص کے ہوتے ہوئے، بغیر کسی قوی دلیل کے نہیں کہا جا سکتا کہ نزول قرآن شب برات میں ہوا، البتہ شعبان کی پندرھویں رات کو بعض روایات حدیث میں شب برات یا لیلۃ الصک کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس رات کا مبارک ہونا اور اس میں اللہ تعالی کی رحمت کے نزول کا ذکر ہے، اس کے ساتھ بعض روایات میں یہ مضمون بھی آیا ہے جو اس جگہ لیلہ مبارکہ کی صفت میں بیان فرمایا ہے یعنی ''فیھا یفرق کل امر حکیم ط امرا من عندنا''۔

یعنی اس رات میں ہر حکمت والے معاملہ کا فیصلہ ہماری طرف سے کیا جاتا ہے جس کے معنی ابن عباسؓ نے یہ بیان فرمائے ہیں کہ یہ رات جس میں نزول قرآن ہوا، یعنی شب قدر، اسی میں مخلوقات کے متعلق تمام اہم امور جن کے فیصلے اس سال میں اگلی شب قدر تک واقع ہونے والے ہیں طے کئے جاتے ہیں، کہ کون کون اس سال میں پیدا ہونگے کون کون آدمی اس میں مریں گے، کس کو کس قدر رزق اس سال میں دیا جائے گا، یہی تفسیر دوسرے ائمہ تفسیر قتادہؓ، مجاہد، حسن وغیرہم سے بھی منقول ہے، اور مہدوی نے فرمایا کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ یہ تمام فیصلے جو تقدیر الٰہی میں پہلے ہی سے طے شدہ تھے اس رات میں متعلقہ فرشتوں کے سپرد کردئے جاتے ہیں، کیونکہ قرآن وسنت کی دوسری نصوص اس پر شاہد ہیں کہ

اللہ تعالی نے یہ فیصلے انسان کی پیدائش سے بھی پہلے ازل ہی میں لکھ دیئے تھے۔تو اس رات میں ان کے طے کرنے کا حاصل یہی ہوسکتا ہے کہ قضاوقدر کی تنفیذ جن فرشتوں کے ذریعہ ہوتی ہے اس رات میں یہ سالانہ احکام ان کے سپرد کرئے جاتے ہیں (قرطبی)۔

چونکہ بعض روایات حدیث میں شب برات یعنی شعبان کی پندرہویں رات کے متعلق بھی آیا ہے کہ اس میں آجال وارزاق کے فیصلے لکھے جاتے ہیں اس لئے بعض علماء نے آیت مذکورہ میں لیلہ مبارکہ کی تفسیر لیلہ البرات سے کردی ہے، مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ یہاں اس رات میں نزول قرآن کا ذکر سب سے پہلے ہے اوراس کا رمضان میں ہونا قرآن کی نصوص سے متعین ہے۔اورشب برات کے متعلق جو یہ مضمون بعض روایات میں آیا ہے کہ اس میں ارزاق وغیرہ کے فیصلے ہوتے ہیں اول تو ابن کثیر نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ روایت مرسل اورایسی روایات نصوص صریحہ کے مقابلہ میں قابل اعتماد نہیں ہوسکتی۔

اسی طرح قاضی ابوبکر بن عربی نے فرمایا کہ نصف شعبان کی رات کے بارے میں کوئی قابل اعتماد روایت ایسی نہیں جس سے ثابت ہو کہ رزق اورموت وحیات کے فیصلے اس رات میں ہوتے ہیں بلکہ انہوں نے فرمایا کہ اس رات کے فضیلت میں بھی کوئی قابل اعتماد حدیث نہیں آئی لیکن روح المعانی میں ایک بلاسند روایت ابن عباسؓ سے اس مضمون کی نقل کی ہے کہ رزق اورموت وحیات وغیرہ کے فیصلے نصف شعبان کی رات میں لکھے جاتے ہیں اورشب قدر میں فرشتوں کے حوالے کئے جاتے ،اگر یہ روایت ثابت ہوتو اس طرح دونوں قول میں تطبیق ہوسکتی ہے ورنہ اصل بات جو ظاہر قرآن اوراحادیث صحیحہ سے ثابت ہے وہ یہی ہے کہ سورۂ دخان کی آیت میں ''لیلة مبارکه'' اور ''فیهـا یفرق''وغیرہ کے سب الفاظ شب قدر ہی کے متعلق ہیں، رہا شب برات کی فضیلت کا معاملہ سو وہ ایک مستقل معاملہ ہے جو بعض روایات حدیث میں منقول ہے مگر وہ اکثر ضعیف ہیں، اسی لئے قاضی ابوبکر بن عربی نے اس رات کی کسی فضیلت سے انکار کیا ہے لیکن شب برات کی فضیلت کی روایات اگرچہ باعتبار سند کے ضعف سے کوئی خالی نہیں لیکن تعدد طرق اورتعدد روایات سے ان کو ایک طرح کی قوت حاصل ہوجاتی ہے اس لئے بہت سے مشائخ نے ان کو قبول کیا ہے کیونکہ فضائل اعمال میں ضعیف روایات پر عمل کر لینے کی بھی گنجائش ہے۔ واللہ اعلم۔

يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۱﴾ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ

جو لوگوں پر چھا جائے گا یہ درد دینے والا عذاب ہے۔ اے پروردگار! ہم سے اس عذاب کو دور کر ہم ایمان لاتے ہیں۔

﴿۱۲﴾ أَنَّى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ

(اس وقت) ان کو نصیحت کہاں مفید ہوگی جب کہ ان کے پاس پیغمبر آ چکے جو کھول کھول کر بیان کر دیتے ہیں۔

وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ ﴿۱۴﴾ إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ﴿۱۵﴾

پھر انہوں نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے پڑھایا ہوا دیوانہ ہے۔ ہم تو تھوڑے دنوں عذاب ٹال دیتے ہیں تم پھر کفر کرنے لگتے ہو

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى إِنَّا مُنْتَقِمُونَ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ

جس دن ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے تو بیشک انتقام لے کر چھوڑیں گے۔اور ان سے پہلے ہم نے

قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ﴿۱۷﴾ أَنْ أَدُّوا إِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ

قوم فرعون کی آزمائش کی اور ان کے پاس ایک عالی قدر پیغمبر آئے۔ جنہوں نے) یہ (کہا) کہ اللہ کے بندوں (یعنی بنی

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿۱۸﴾ وَأَنْ لَّا تَعْلُوا عَلَى اللّٰهِ إِنِّي آتِيكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ

اسرائیل) کو میرے حوالے کر دو میں تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں۔ اور اللہ کے سامنے سرکشی نہ کرو میں تمہارے پاس کھلی دلیل لے کر آیا ہوں

﴿۱۹﴾ وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُمُونِ ﴿۲۰﴾ وَإِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوا لِي

اور اس (بات) سے کہ تم مجھے سنگسار کرو اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ مانگتا ہے۔ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو

فَاعْتَزِلُونِ ﴿۲۱﴾ فَدَعَا رَبَّهُ أَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُونَ ﴿۲۲﴾

مجھ سے الگ ہو جاؤ۔ تب موسیٰ نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ یہ نافرمان لوگ ہیں۔

فَأَسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا إِنَّكُمْ مُّتَّبَعُونَ ﴿۲۳﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا إِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُونَ

میرے بندوں کو راتوں رات لے کر چلے جاؤ اور تمہارا تعاقب کریں گے۔ دریا کو ٹھہرا ہوا چھوڑ ان کا تمام لشکر ڈبو دیا جائے گا

﴿۲۵﴾ كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۲۶﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۲۷﴾
وہ لوگ بہت سے باغ اور چشمے چھوڑ گئے۔ اور کھیتیاں اور نفیس مکان۔
وَنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿۲۷﴾ كَذٰلِكَ وَأَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِيْنَ ﴿۲۸﴾
اور آرام کی چیزیں جن میں عیش کیا کرتے تھے۔ اسی طرح (ہوا) اور ہم نے دوسرے لوگوں کو ان چیزوں کا مالک بنا دیا۔
فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿۲۹﴾
پھر ان پر نہ تو آسمان کو اور زمین کو رونا آیا اور نہ ان کو مہلت دی گئی۔
وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ إِسْرَآئِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۳۰﴾
اور ہم نے بنی اسرائیل کو اس ذلت کی عذاب سے نجات دی
مِنْ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ عَلٰى عِلْمٍ
(یعنی) فرعون سے بیشک وہ سرکش (اور) حد سے نکلا ہوا تھا۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو اہلِ عالم سے
عَلَى الْعَالَمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَآتَيْنَاهُمْ مِّنَ الْآيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿۳۳﴾
دانستہ منتخب کیا تھا اور ان کو ایسی نشانیاں دی تھیں جن میں صریح آزمائش تھی
إِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۳۴﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ
یہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہمیں صرف پہلی دفعہ (یعنی ایک بار) مرنا ہے اور (پھر) اٹھنا نہیں۔
﴿۳۵﴾ فَأْتُوْا بِآبَآئِنَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ﴿۳۶﴾ أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ
پس اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو (زندہ کر) لاؤ۔ بھلا یہ اچھے ہیں یا تُبّع کی قوم
وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ أَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۳۷﴾
اور وہ لوگ جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں ہم نے ان (سب) کو ہلاک کر دیا بیشک وہ گنہگار تھے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ خَلَقْنَاهُمَا

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے ان کو کھیلتے ہوئے نہیں بنایا۔ ان کو ہم نے تدبیر سے پیدا کیا ہے

إِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ

لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ کچھ شک نہیں کہ فیصلے کا دن ان سب (کے اٹھنے) کا وقت ہے۔

أَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾

جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان کو مدد ملے گی۔

إِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾ إِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾

مگر جس پر اللہ مہربانی کرے وہ تو غالب اور مہربان ہے بلاشبہہ تھوہر کا درخت۔

طَعَامُ الْأَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾

گنہگار کا کھانا ہے۔ جیسے پگھلا ہوا تانبا پیٹوں میں (اس طرح) کھولے گا۔ جس طرح گرم پانی کھولتا ہے

خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ إِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَأْسِهٖ

(حکم دیا جائے گا کہ) اس کو پکڑ لو اور کھینچتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ لے جاؤ۔ پھر اس کے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈال دو

مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾

(کہ عذاب پر) عذاب (ہو)۔ (اب) مزا چکھ تو بڑی عزت والا (اور) سردار تھے۔

إِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ أَمِيْنٍ ﴿۵۱﴾

یہ وہی (دوزخ) ہے جس میں تم لوگ شک کیا کرتے تھے۔ بیشک پرہیزگار لوگ امن کے مقام میں ہوں گے۔

فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۲﴾ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّإِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَابِلِيْنَ ﴿۵۳﴾

(یعنی) باغوں اور چشموں میں۔ حریر کا باریک اور دبیز لباس پہن کر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے

كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۴﴾ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾

اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی سفید رنگ کی عورتوں سے ان کے جوڑے لگائیں گے۔ وہاں خاطر جمع سے ہر قسم کے میوے منگوائیں گے

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُوْلٰى وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۵۶﴾

(اور کھائیں گے اور) پہلی دفعہ مرنے کے سوا (کہ مر چکے تھے) موت کا مزا نہیں چکھیں گے اور اللہ ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا لے گا

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۷﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ

یہ تمہارے پروردگار کا فضل ہے یہی تو بڑی کامیابی ہے۔ ہم نے اس (قرآن) کو تمہاری زبان میں آسان کر دیا ہے

بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ إِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾

تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں۔ پس تم بھی انتظا رکرو یہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔

سورة الجاثية (مكية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾

حٰم۔ اس کتاب کا اتارا جانا اللہ غالب (اور) دانا (کی طرف) سے ہے۔

إِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾ وَفِيْ خَلْقِكُمْ

بیشک آسمانوں اور زمین میں ایمان والوں کے لئے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔ اور تمہاری پیدائش میں بھی

وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ آيَاتٌ لِّقَوْمٍ يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

اور جانوروں میں بھی جن کو وہ پھیلاتا ہے یقین کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اور رات اور دن کے آگے پیچھے

وَمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا
آنے جانے میں اور وہ جو اللہ نے آسمان سے (ذریعہ) رزق نازل فرمایا پھر اس سے زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندہ
وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ آيَاتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۵﴾ تِلْكَ آيٰتُ اللّٰهِ
کیا اس میں اور ہواؤں کے بدلنے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تم کو سچائی کے ساتھ
نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِأَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾
پڑھ کر سناتے ہیں تو یہ اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔
وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيْمٍ ﴿۷﴾ يَّسْمَعُ آيَاتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ
ہر جھوٹے گنہگار کے لئے ہلاکت ہے۔ (کہ) اللہ کی آیتیں اس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کو سن لیتا ہے (مگر) پھر غرور سے ضد
مُسْتَكْبِرًا كَأَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ ﴿۸﴾ وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا
کرتا ہے کہ گویا ان کو سنا ہی نہیں سو ایسے شخص کو دکھ دینے والے عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ اور جب ہماری کچھ آیتیں اسے
شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا أُوْلٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹﴾ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ
معلوم ہوتی ہیں تو ان کی ہنسی اڑاتا ہے ایسے لوگوں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ ان کے سامنے دوزخ ہے
وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَوْلِيَآءَ
اور جو کام وہ کرتے ہیں کچھ بھی ان کے کام نہ آئیں گے اور نہ وہی (کام آئیں گے) جن کو انہوں نے اللہ کے سوا معبود بنا
وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰﴾ هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِآيٰتِ رَبِّهِمْ
رکھا تھا اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ یہ ہدایت (کی کتاب) ہے اور جو لوگ اپنے پروردگار کی آیتوں سے انکار کرتے
لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ أَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ
ہیں ان کو سخت قسم کا درد دینے والا عذاب ہوگا۔ اللہ ہی تو ہے جس نے دریا کو تمہارے قابو میں کر دیا تا کہ اس کے حکم سے اس

الْفُلْکُ فِیْهِ بِأَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ﴿۱۲﴾
میں کشتیاں چلیں اورتا کہ تم اس کے فضل سے (معاش) تلاش کرو اور تا کہ شکر کرو۔
وَسَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْأَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ
اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اپنے (حکم) سے تمہارے کام میں لگا دیا جو لوگ غور کرتے ہیں
إِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَآیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ قُلْ لِّلَّذِیْنَ آمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ
ان کے لئے اس میں (قدرتِ الٰہی کی) نشانیاں ہیں۔ مومنوں سے کہہ دو کہ جو لوگ اللہ کے دنوں کی (جو اعمال کے بدلے
لَا یَرْجُوْنَ أَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًا بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾
کے لئے مقرر ہیں) توقع نہیں رکھتے ان سے درگزر کریں تا کہ وہ ان لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے۔
مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَیْهَا ثُمَّ إِلٰی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾
جو کوئی نیک عمل کرے گا تو اپنے لئے اور جو بُرے کام کرے گا تو ان کا ضرر اسی کو ہوگا پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جاؤ گے
وَلَقَدْ آتَیْنَا بَنِیْ إِسْرَآئِیْلَ الْکِتَابَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ
اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب (ہدایت) اور حکومت اور نبوت بخشی اور پاکیزہ چیزیں عطا فرمائیں
الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶﴾ وَآتَیْنٰهُمْ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْأَمْرِ
اور اہلِ عالم پر فضیلت دی۔ اور ان کو دین کے بارے میں دلیلیں عطا کیں
فَمَا اخْتَلَفُوْا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًا بَیْنَهُمْ إِنَّ رَبَّکَ یَقْضِیْ
تو انہوں نے جو اختلاف کیا تو علم آ چکنے کے بعد آپس کی ضد سے کیا بیشک تمہارا پروردگار قیامت کے دن ان میں ان باتوں
بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فِیْمَا کَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاکَ
کا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے فیصلہ کرے گا۔ پھر ہم نے تم کو دین کے کھلے رستے پر (قائم) کر دیا

عَلٰی شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾

تو اسی (رستے) پر چلو اور نادانوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا۔

إِنَّهُمْ لَنْ یُّغْنُوْا عَنْکَ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا وإِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضُهُمْ أَوْلِیَآءُ بَعْضٍ

یہ اللہ کے سامنے تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے اور ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں

وَّاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۹﴾ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

اور اللہ پرہیزگاروں کا دوست ہے۔ یہ قرآن لوگوں کے لئے دانائی کی باتیں ہیں اور جو یقین رکھتے ہیں ان کے لئے ہدایت اور رحمت ہے

أَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّئٰتِ أَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا

جو لوگ بُرے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل

الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾

کرتے رہے اور ان کی زندگی اور موت یکساں ہو گے؟ یہ جو دعوے کرتے ہیں بُرے ہیں۔

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍ

اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت سے پیدا کیا ہے اور تاکہ ہر شخص اپنے اعمال کا بدلا پائے

بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ أَفَرَأَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ

اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے

وَأَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ

اور باوجود جاننے کے (گمراہ ہو رہا ہے تو) اللہ نے (بھی) اس کو گمراہ کر دیا اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی

وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشَاوَةً فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ أَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾

اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اب اللہ کے سوا اس کو کون راہ پر لا سکتا ہے بھلا تم کیوں نصیحت نہیں پکڑتے۔

وَقَالُوْا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ إِلَّا الدَّهْرُ
اور کہتے ہیں کہ ہماری یہی دنیا کا جینا ہے پس مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور زمانہ ہی ہمیں ہلاک کرتا ہے
وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾ وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ
اور ان کو اس کا کچھ علم نہیں صرف ظن سے کام لیتے ہیں۔ اور جب ان کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں
آيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِآبَائِنَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ﴿۲۵﴾
تو ان کی یہی حجت ہوتی ہے کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو (زندہ کر) لاؤ۔
قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ
کہہ دو کہ اللہ ہی تم کو جان بخشتا ہے پھر (وہی) تم کو موت دیتا ہے پھر تم کو قیامت کے دن جس (کے آنے) میں کچھ شک نہیں
وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
تم کو جمع کرے گا لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے
وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَتَرٰى كُلَّ أُمَّةٍ
اور جس روز قیامت برپا ہوگی اس روز جاہل خسارے میں پڑ جائیں گے۔ اور تم ہر ایک فرقے کو دیکھو گے
جَاثِيَةً كُلُّ أُمَّةٍ تُدْعٰى إِلٰى كِتَابِهَا اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾
کہ گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوگا اور ہر ایک جماعت اپنی عملنامے کی طرف بلائی جائے گی جو کچھ کرتے رہے ہو آج تم کو اس کا بدلا دیا جائے گا
هٰذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾
یہ ہماری کتاب تمہارے بارے میں سچ سچ بیان کر دے گی جو کچھ تم کیا کرتے تھے ہم لکھواتے جاتے ہیں۔
فَأَمَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ
تو جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کا پروردگار انہیں اپنی رحمت (کے باغ) میں داخل کرے گا

ذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۰﴾ وَأَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَفَلَمْ تَكُنْ آيَاتِيْ تُتْلٰى
یہی صریح کامیابی ہے۔اور جنہوں نے کفر کیا (ان سے کہا جائیگا کہ) بھلا ہماری آیتیں تم کو پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں؟
عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَإِذَا قِيْلَ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ
پھر تم نے تکبر کیا اور تم نافرمان لوگ تھے۔ اور جب کہا جاتا تھا اللہ کا وعدہ سچا ہے
حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ إِنْ نَّظُنُّ إِلَّا ظَنًّا
اور قیامت میں کچھ شک نہیں تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے ہم اس کو محض ظنی خیال کرتے ہیں
وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئٰتُ مَا عَمِلُوْا
اور ہمیں یقین نہیں آتا۔ اور ان کی اعمال کی بُرائیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی
وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِئُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسَاكُمْ
اور جس (عذاب) کی وہ ہنسی اڑاتے تھے وہ ان کو آگھیرے گا۔اور کہا جائے گا کہ جس طرح تم نے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا
كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نَّاصِرِيْنَ
اسی طرح آج ہم تمہیں بھلا دیں گے اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے اور کوئی تمہارا مددگار نہیں۔
﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمْ بِأَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ آيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا
یہ اس لئے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کو مذاق بنا رکھا تھا اور دنیا کی زندگی نے تم کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا
فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ
سو آج یہ لوگ نہ دوزخ سے نکالے جائیں گے اور نہ ان کی توبہ قبول کی جائے گی۔ پس اللہ ہی کے لئے ہر طرح کی تعریف ہے
رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ
جو آسمانوں کا مالک اور زمین کا مالک اور تمام جہان کا پروردگار ہے۔

فِـــى السَّـــمٰــوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُــوَ الْـعَـزِيْـزُ الْـحَـكِيْـمُ ﴿۳۷﴾
اور آسمانوں اور زمین میں اسی کے لئے بڑائی ہے اور وہ غالب اور دانا ہے۔

سورة الأحقاف (مكية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَـنْـزِيْـلُ الْـكِتَـابِ مِـنَ الـلّٰـهِ الْعَزِيْـزِ الْـحَكِيْـم ﴿۲﴾
حٰـــــمٓ۔(یہ) کتاب اللہ غالب (اور) حکمت والے کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔
مَا خَـلَـقْـنَـا السَّـمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ط
ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں میں ہے مبنی برحکمت اور ایک وقت مقرر تک کے لئے پیدا کیا ہے
وَالَّـذِيْـنَ كَـفَـرُوْا عَـمَّـا أُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾ قُـلْ أَرَأَيْتُـمْ مَّـا تَدْعُوْنَ
اور کافروں کو جس چیز کی نصیحت کی جاتی ہے اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ کہو کہ بھلا تم نے ان چیزوں کو دیکھا ہے جن کو تم
مِـنْ دُوْنِ الـلّٰــهِ أَرُوْنِـىْ مَـاذَا خَـلَـقُـوْا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِى
اللہ کے سوا پکارتے ہو (ذرا) مجھے بھی تو دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں کونسی چیز پیدا کی ہے یا آسمانوں میں ان کی شرکت ہے
السَّـمٰوٰتِ اِئْتُـوْنِـىْ بِـكِتَـابٍ مِّـنْ قَبْـلِ هٰـذَا أَوْ أَثَـــــارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ
اگر سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب میرے پاس لاؤ یا علم (انبیاء میں) سے کچھ (منقول) چلا آتا ہو (تو اسے پیش کرو)
إِنْ كُـنْتُـمْ صَادِقِيْنَ ﴿۴﴾ وَمَـنْ أَضَـلُّ مِـمَّـنْ يَّـدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا
اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو ایسے کو پکارے جو

يَسْتَجِيْبُ لَهُ إِلٰى يَومِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غَافِلُوْنَ ﴿٥﴾

قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے اور ان کو ان کے پکارنے ہی کی خبر نہ ہو۔

وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ أَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿٦﴾

اور جب لوگ جمع کئے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کریں گے۔

وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَ هُمْ

اور جب ان کے سامنے ہماری کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کافرحق کے بارے میں جب ان کے پاس آ چکا کہتے ہیں

هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧﴾ أَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ

کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نے اس کو از خود بنالیا ہے؟ کہہ دو کہ اگر میں نے اس کو اپنی طرف سے بنایا ہوں

فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ

تو تم اللہ کے سامنے میرے لئے کچھ اختیار نہیں رکھتے وہ اس گفتگو کو خوب جانتا ہے جو تم اس کے بارے میں کرتے ہو

كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿٨﴾

وہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ کافی ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ

کہہ دو کہ میں کوئی نیا پیغمبر نہیں آیا اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا (کیا جائے گا)

إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوْحٰى إِلَيَّ وَمَآ أَنَا إِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٩﴾ قُلْ

میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی آتی ہے اور میرا کام تو اعلانیہ ہدایت کرنا ہے۔ کہو

أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْ إِسْرَآئِيْلَ

کہ بھلا دیکھو تو اگر یہ (قرآن) اللہ کی طرف سے ہو اور تم نے اس سے انکار کیا اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ

عَلٰى مِثْلِهٖ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠﴾

اسی طرح کی ایک گواہی دے چکا اور ایمان لے آیا اور تم نے سرکشی کی بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَا إِلَيْهِ

اور کافر مومنوں سے کہتے ہیں کہ اگر یہ (دین) کچھ بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے پہلے نہ دوڑ پڑتے

وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا إِفْكٌ قَدِيْمٌ ﴿١١﴾ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتَابُ

اور جب وہ اس سے ہدایت یاب نہ ہوئے تو اب کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے۔ اور اس سے پہلے موسیٰ کی

مُوْسٰى إِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ

کتاب تھی (لوگوں کے لئے) رہنما اور رحمت اور یہ کتاب عربی زبان میں ہے اسی کی تصدیق کرنے والی تاکہ ظالموں کو

ظَلَمُوْا وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

ڈرائے اور نیکوکاروں کو خوشخبری سنائے۔ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ (اس پر) قائم رہے

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿١٣﴾ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

تو ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گی۔ یہی اہل جنت ہیں کہ ہمیشہ اس میں رہیں گے

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٤﴾ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ

(یہ) اس کا بدلا (ہے) جو وہ کیا کرتے تھے۔ اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا

إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا

اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور تکلیف ہی سے جنا اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھڑانا ڈھائی برس

حَتّٰٓى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ

میں ہوتا ہے یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا ہے اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار!

أَوْزِعْنِيْ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ

مجھے توفیق دے کہ تو نے جو احسان مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ہیں ان کا شکر گزار رہوں اور یہ کہ نیک عمل کروں

صٰلِحًا تَرْضٰهُ وَأَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ إِنِّيْ تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّيْ مِنَ

جن کو تو پسند کرے اور میرے لئے میری اولاد میں صلاح (وتقویٰ) دے میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرمانبردار ہوں

الْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٥﴾ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ

یہی لوگ ہیں جن کے اعمالِ نیک ہم قبول کریں گے اور ان کے گناہوں سے درگزر فرمائیں گے

عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِيْ أَصْحٰبِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿١٦﴾

اور (یہی) اہلِ جنت میں (ہوں گے یہ) سچا وعدہ (ہے) جو ان سے کیا جاتا ہے۔

وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا أَتَعِدَانِنِيْ أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ

اور جس شخص نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ اف اف! تم مجھے یہ بتاتے ہو کہ میں (زمین سے) نکالا جاؤں گا حالانکہ بہت

مِنْ قَبْلِيْ وَهُمَا يَسْتَغِيْثَانِ اللّٰهَ وَيْلَكَ آمِنْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَيَقُوْلُ

سے لوگ مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں اور وہ دونوں اللہ کی جناب میں فریاد کرتے (ہوئے کہتے) تھے

مَا هٰذَا إِلَّا أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ ﴿١٧﴾ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ

کہ کمبخت! ایمان لا۔ اللہ کا وعدہ تو سچا ہے تو کہنے لگا یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں

فِيْ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿١٨﴾

جنوں اور انسانوں کی (دوسری) امتوں میں سے جو ان سے پہلے گزر چکیں عذاب کا وعدہ متحقق ہو گیا بیشک وہ نقصان اٹھانے والے ہیں

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٩﴾

اور لوگوں نے جیسے کام کئے ہوں گے ان کے مطابق سب کے درجے ہوں گے اور یہ ہے کہ ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلا دے اور ان کا نقصان نہ کیا جائے

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ
اور جس دن کافر دوزخ کے سامنے کئے جائیں گے (تو کہا جائے گا کہ) تم اپنی دنیا کی زندگی میں لذتیں حاصل کر چکے اور
الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ
ان سے متمتع ہو چکے سو آج تم کو ذلت کا عذاب ہے (یہ) اس کی سزا (ہے) کہ تم زمین میں
تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿۲۰﴾
ناحق غرور کیا کرتے تھے اور اس کی کہ بدکرداری کرتے تھے۔
وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ
اور (قوم) عاد کے بھائی (ہود) کو یاد کرو کہ جب انہوں نے اپنی قوم کو سرزمین احقاف میں ہدایت کی اور ان سے پہلے اور
وَمِنْ خَلْفِهِ أَلَّا تَعْبُدُوْا إِلَّا اللّٰهَ إِنِّيْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۲۱﴾
پیچھے بھی ہدایت کرنے والے گزر چکے تھے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو مجھے تمہارے بارے میں بڑے دن کے عذاب کا ڈر لگتا ہے
قَالُوْا أَجِئْتَنَا لِتَأْفِكَنَا عَنْ آلِهَتِنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۲﴾
کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو؟ اگر سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو اسے ہم پر لے آؤ
قَالَ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَأُبَلِّغُكُمْ مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ وَلٰكِنِّيْ أَرَاكُمْ
کہا کہ (اس کا) علم تو اللہ ہی کو ہے اور میں تو جو (احکام) دے کر بھیجا گیا ہوں وہ تمہیں پہنچا رہا ہوں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم
قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا
لوگ نادانی میں پھنس رہے ہو۔ پھر جب انہوں نے اس (عذاب کو) دیکھا کہ بادل ان کے میدانوں کی طرف آ رہا ہے تو کہنے لگے
هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾
یہ تو بادل ہے جو ہم پر برس کر رہے گا بلکہ وہ چیز ہے جس کے لئے تم جلدی کرتے تھے یعنی آندھی جس میں درد دینے والا عذاب بھرا ہوا ہے

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَأَصْبَحُوا لَا يُرٰى إِلَّا مَسَاكِنُهُمْ كَذٰلِكَ

ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے تباہ کئے دیتی ہے تو وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا کچھ نظر ہی نہ آتا تھا گنہگار لوگوں کو

نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ﴿٢٥﴾ وَلَقَدْ مَكَّنَّاهُمْ فِيمَا إِنْ مَّكَّنَّاكُمْ فِيهِ

ہم اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔ اور ہم نے ان کو ایسے مقدور دیئے تھے جو تم لوگوں کو نہیں دیئے

وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّأَبْصَارًا وَّأَفْئِدَةً ۖ فَمَا أَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ

اور انہیں کان اور آنکھیں اور دل دیئے تھے تو جب کہ وہ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے تو نہ تو ان کے کان ہی ان کے کچھ

وَلَا أَبْصَارُهُمْ وَلَا أَفْئِدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ إِذْ كَانُوا يَجْحَدُونَ بِآيٰتِ اللّٰهِ

کام آتے تھے اور نہ آنکھیں اور نہ دل اور جس چیز سے استہزاء کیا کرتے تھے اس نے ان کو آ گھیرا

وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهٖ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُم

اور تمہارے اردگرد کی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا

مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢٧﴾

اور بار بار (اپنی) نشانیاں ظاہر کر دیں تاکہ وہ رجوع کریں۔ تو جن کو ان

فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ قُرْبَانًا آلِهَةً بَلْ ضَلُّوا عَنْهُمْ

لوگوں نے تقرب کیلئے اللہ کے سوا معبود بنایا تھا انہوں نے ان کی کیوں مدد نہ کی؟ بلکہ وہ ان سے گم ہو گئے

وَذٰلِكَ إِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢٨﴾ وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ

اور یہ ان کا جھوٹ تھا اور یہی وہ افتراء کیا کرتے تھے۔ اور جب ہم نے جنوں میں سے کئی شخص

الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنْصِتُوا

تمہاری طرف متوجہ کئے کہ قرآن سنیں تو جب وہ اس کے پاس آئے تو (آپس میں) کہنے لگے کہ خاموش رہو

فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَا إِنَّا

جب (پڑھنا) تمام ہوا تو اپنی برادری کے لوگوں میں واپس گئے کہ (ان کو) نصیحت کریں۔ کہنے لگے کہ اے قوم! ہم نے

سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْ

ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے

إِلَى الْحَقِّ وَإِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَا أَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَآمِنُوْا

(اور) سچا (دین) اور سیدھا رستہ بتاتی ہے۔ اے قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ

بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾

اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دکھ دینے والے عذاب سے پناہ میں رکھے گا۔

وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖ

اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کرے گا تو وہ زمین میں (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکے گا اور نہ اس کے سوا

أَوْلِيَآءَ أُوْلٰئِكَ فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ

اس کے حمایتی ہوں گے یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔[1] کیا انہوں نے نہیں سمجھا کہ جس اللہ نے

---

[1] کفار مکہ کو سنانے کے لئے اس سے پہلی آیات میں کفر واستکبار کی مذمت اور ان کا مہلک ہونا بیان ہوا ہے، مذکور الصدر آیات میں اہل مکہ کو عار دلانے کے لئے جنات کے ایمان لانے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جنات تو تکبر اور غرور میں تم سے بھی زیادہ ہیں، مگر قرآن سن کر ان کے دل بھی موم ہو گئے، وہ مسلمان ہو گئے تمہیں تو اللہ تعالیٰ نے جنات سے زیادہ عقل وشعور بخشا ہے مگر اس کے باوجود تم ایمان نہیں لاتے۔

اور واقعہ جنات کے قرآن سننے اور ایمان لانے کا احادیث صحیحہ میں اس طرح آیا ہے رسول پاک ﷺ کی بعثت کے وقت جب جنات کو آسمانی خبریں سننے سے روک دیا گیا، تو آپ کی نبوت اور بعثت کے بعد جو جن آسمانی خبریں سننے کے

لئے اوپر جاتا تو اس پر شہاب ثاقب پھینک کر دفع کر دیا جانے لگا۔ جنات میں اس کا تذکرہ ہوا کہ اس کا سبب معلوم کرنا چاہئے کہ کونسا نیا واقعہ دنیا میں ہوا ہے جس کی وجہ سے جنات آسمانی خبروں سے روک دیئے گئے، جنات کی مختلف گروہ دنیا کی مختلف خطوں میں اس کی تحقیقات کے لئے پھیل گئے۔

ان کا ایک گروہ حجاز کی طرف بھی پہنچا اس روز نبی کریم ﷺ اپنے چند صحابہ کرام کے ساتھ مقام بطن نخلہ میں تشریف فرما تھے اور سوق عکاظ کیطرف جانے کا قصد تھا (عرب کے لوگ تجارتی اور معاشرتی امور کے لئے مختلف مقامات پر خاص خاص ایام میں بازار لگاتے تھے، جس میں ہر خطے کے لوگ جمع ہوتے دکانیں لگتیں اور اجتماعات اور جلسے ہوتے تھے، جیسے ہمارے زمانے میں اسی طرح کی نمائشیں جا بجا لگ تی ہیں، انہیں میں سے ایک بازار مقام عکاظ میں لگتا تھا، رسول پاک ﷺ غالبا دعوت وتبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے جا رہے تھے) اس مقام بطن نخلہ میں آپ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے کہ وہ جنات یہاں پہنچے قرآن سنکر کہنے لگے کہ بس وہ نئی بات یہی ہے جو ہماری اور آسمانی خبروں کی درمیان حائل ہوئے ہے(رواه و البخاری : كتاب الاذان باب الجهر بقرائة صلاة الفجر ،ومسلم: كتاب الصلاة باب الجهر بالقرائة فى الصبح ، الترمذى : ۳۳۷۹،احمد: ۲۵۲۱، وجماعة عن ابن عباسؓ)۔

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ جنات جب یہاں آئے تو باہم کہنے لگے کہ خاموش ہو کر قرآن سنو اجب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اسلام کی حقانیت پر یقین اور ایمان لاکر اپنی قوم کے پاس واپس گئے اور ان کو اس واقعہ کے اصلی سبب کی اور اس کی خبر دی کہ ہم تو مسلمان ہو گئے تم کو بھی چاہئے کہ ایمان لے آؤ۔

مگر رسول پاک ﷺ کو ان جنات کے آنے جانے اور قرآن سنکر ایمان لے آنے کی خبر نہیں ہوئی یہاں تک کہ سورۂ جن کا نزول ہوا جس میں آپ کو اس واقعہ کی خبر دی گئی (رواه ابن المنذر).

اور ایک روایت میں ہے کہ یہ جنات مقام نصیبین کے رہنے والے تھے اور کل نو یا بعض روایات کے مطابق سات تھے، جب انہوں نے اپنی قوم کو یہ خبر سنائی اور ایمان لانے کی ترغیب بھی دی تو ان میں سے تین سو اشخاص اسلام لانے کے لئے حاضر خدمت ہوئیں (رواه ابونعيم و الروح).

دوسری حدیثوں میں جنات کے آنے کی روایات دوسری طرح کی بھی آئی ہیں، مگر چونکہ یہ متعدد واقعات مختلف اوقات میں پیش آئے ہیں اس لئے کوئی تعارض نہیں، اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو طبرانی نے اوسط میں اور ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے نقل کی ہے کہ جنات رسول پاک ﷺ کی خدمت میں بار بار حاضر ہوئے خفاجی=

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقَادِرٍ عَلٰى

آسمانوں اورزمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں وہ اس (بات) پر بھی قادر ہے

أَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى بَلٰى إِنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۳﴾

کہ مُردوں کو زندہ کر دے ہاں وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ أَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا

اورجس روزآگ کےسامنے پیش کئے جائیں گے (اور کہاجائے گا) کیا یہ حق نہیں ہے؟ تو کہیں گے کیوں نہیں ہمارے پروردگار کی قسم!

قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ

حکم ہوگا کہ تم جو (دنیا میں) انکار کیا کرتے تھے عذاب کے مزے چکھو۔ پس جس طرح اور عالی ہمت پیغمبر صبر کرتے رہے ہیں

=نے فرمایا کہ احادیث کی روایات جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر استفادہ کرنے کے واقعات چھ مرتبہ پیش آئے ہیں (کذافی الروح وبیان القرآن)۔

''کتابا انزل من بعدموسٰی'' اس میں بعدموسٰی کی قید سے بعض اشخاص نے سمجھا ہے کہ یہ جنات یہودی تھے، کیونکہ موسٰی علیہ السلام کے بعدتو عیسٰی علیہ السلام پرانجیل نازل ہوئی اس کا ذکر نہیں کیا،لیکن اس کی کوئی صریح روایت تو ہے نہیں،اورانجیل کا ذکر نہ کرنے سے ان کے یہودی ہونے پراستدلال ناکافی ہے، کیونکہ انجیل کے ذکر نہ کرنے کی یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ انجیل اکثر احکام میں تورات کے تابع ہے،اورقرآن مثل تورات کے مستقل کتاب ہے اسکے احکام وشرائع تورات سے بہت مختلف ہیں،تو یہ ہوسکتا ہے کہ مقصود یہ بتلانا ہو کہ تورات جیسی کتاب مستقل قران ہی ہے۔

''یغفرلکم من ذنوبکم'' حرف من اصل میں تبعیض یعنی جزئیت کے معنی کے لئے آتا ہے اگر یہی معنی یہاں لئے جاویں تو حرف مــن کے بڑھانے کا فائدہ یہ ہوگا کہ اسلام قبول کرلینے سے حقوق العباد معاف نہیں ہوتے اس لئے یہ فرمانا مناسب ہوا کہ بعض گناہ یعنی حقوق اللہ معاف ہوجاتے ہیں (یہودی مذہب میں)۔اوربعض اشخاص نے اس حرف من کو زائد قرار دیا ہےتو اس توجیہ کی ضرورت نہیں رہتی۔

أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ

اسی طرح تم بھی صبر کرو اور ان کے لئے (عذاب) جلدی نہ مانگو جس دن یہ اس چیز کو دیکھیں کہ جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے

لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۚ بَلَاغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۳۵﴾

تو (خیال کریں گے کہ) گویا رہے ہی نہ تھے مگر گھڑی بھر دن۔ یہ پیغام ہے سو وہی ہلاک ہوں گے جو نافرمان تھے[2]

---

[2] اس میں ''من الرسل'' کا لفظ من محققین کے نزدیک بیانیہ ہے تبعیض کے لئے نہیں۔ معنی یہ ہیں کہ تمام رسول جو صاحب ہمت وعزم ہی ہوتے ہیں، معلوم ہوا کہ صاحب عزم وہمت ہونا سبھی انبیاء کی صفت ہے، البتہ رسولوں کے درمیان صفات کے درجات میں تفاضل اور کمی بیشی خود قرآن کے ارشاد سے ثابت ہے'' تلک الرسل فضلنابعضهم علی بعض '' (بقرہ:۲۵۳)

اس لئے جو انبیاء علیہم السلام صفت عزم وہمت میں دوسروں سے زیادہ امتیاز رکھتے ہیں خاص ان رسولوں کے لئے یہ لقب کے طور پر مشہور ہو گیا، اور ان کی تعین میں بھی اختلاف ہے، اور اکثر کا قول یہ ہے کہ لقب اولو العزم جن کو دیا گیا ہے وہ انبیاء ہیں، جن کا ذکر سورۂ احزاب کی اس آیت میں ہے: وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنكَ وَمِن نُّوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ﴿۷﴾

عائشہؓ کی روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی عیش وعشرت اور تنعم محمد اور آل محمد ﷺ کے شایان نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اولو العزم سے بجز صبر کے اور کسی چیز پر راضی نہیں اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ فاصبر کماصبر اولو العزم من الرسل۔ ابن ابی حاتم۔

سورة محمد (مدنية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

اَلَّـذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ أَضَلَّ أَعۡمَالَهُمۡ ۝١ وَالَّذِيۡنَ آمَنُوۡا

جن لوگوں نے کفر کیا اور (اَوروں کو) اللہ کے رستے سے روکا اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے۔ اور جو ایمان لائے

وَعَـمِـلُوا الصّٰلِحٰتِ وَآمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ

اور نیک عمل کرتے رہے اور جو محمد (ﷺ) پر نازل ہوئی اسے مانتے رہے اور وہ ان کے پروردگار کی طرف سے برحق ہے

كَـفَّـرَ عَـنۡهُـمۡ سَيِّـئَاتِهِمۡ وَأَصۡلَحَ بَالَهُمۡ ۝٢ ذٰلِكَ بِـأَنَّ الَّـذِيۡنَ كَفَرُوۡا

ان سے ان کے گناہ دُور کر دیئے اور ان کی حالت سنوار دی۔ یہ (حبطِ اعمال اور اصلاحِ حال) اس لئے ہے کہ جن لوگوں نے کفر کیا

اتَّبَـعُـوا الۡبَـاطِـلَ وَأَنَّ الَّـذِيۡـنَ آمَـنُـوا اتَّبَـعُوا الۡحَقَّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ كَذٰلِكَ

انہوں نے جھوٹی بات کی پیروی کی اور جو ایمان لائے وہ اپنے پروردگار کی طرف سے (دین) حق کے پیچھے چلے اسی طرح

يَـضۡـرِبُ الـلّٰــهُ لِـلـنَّـاسِ أَمۡثَـالَهُمۡ ۝٣ فَـإِذا لَـقِيۡتُـمُ الَّـذِيۡـنَ كَفَـرُوۡا

اللہ لوگوں سے ان کے حالات بیان فرماتا ہے۔ جب تم کافروں سے بھڑ جاؤ تو ان کی گردنیں

فَـضَـرۡبَ الـرِّقَـابِ حَتّٰـى إِذَا أَثۡـخَنۡتُمُوۡهُمۡ فَشُدُّوا الۡوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعۡدُ

اڑا دو یہاں تک کہ جب ان کو خوب قتل کر چکو تو (جو زندہ پکڑے جائیں ان کو) مضبوطی سے قید کر لو پھر اس کے بعد یا تو

وَإِمَّـــا فِـــدَاءً حَتّٰـــى تَـضَـعَ الۡـحَـرۡبُ أَوۡزَارَهَـا ط ذٰلِكَ

احسان رکھ کر چھوڑ دینا چاہیئے یا کچھ مال لے کر یہاں تک کہ (فریقِ مقابل) لڑائی ہتھیار رکھ دے یہ (حکم یاد رکھو)

وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا

اور اگر اللہ چاہتا تو (اور طرح) ان سے انتقام لے لیتا لیکن اس نے چاہا کہ تمہاری آزمائش ایک (کو) دوسرے سے کرے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۴﴾ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ﴿۵﴾

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ ان کو سیدھے رستے پر چلائے گا اور ان کی حالت درست کر دے گا

وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴿۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ

اور ان کو بہشت میں جس سے انہیں شناسا کر رکھا ہے داخل کرے گا۔ اے اہلِ ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے

يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴿۷﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ

تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔ اور جو کافر ہیں ان کے لئے ہلاکت ہے اور وہ ان کے اعمال کو برباد

اَعْمَالَهُمْ ﴿۸﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۹﴾

کر دے گا۔ یہ اس لئے کہ اللہ نے جو چیز نازل فرمائی انہوں نے اس کو ناپسند کیا تو اللہ نے بھی ان کے اعمال اکارت کر دیئے

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

کیا انہوں نے ملک میں سیر نہیں کی تاکہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیسا ہوا

دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ﴿۱۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ

اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور اسی طرح کا (عذاب) ان کافروں کو ہوگا۔ یہ اس لئے کہ جو مومن ہیں ان کا اللہ کارساز

اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿۱۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ہے اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ان کو اللہ بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل فرمائے گا اور جو کافر ہیں

يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَأْكُلُوْنَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿١٢﴾

وہ فائدے اٹھاتے ہیں اور (اس طرح) کھاتے ہیں جیسے حیوان کھاتے ہیں اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْ اَخْرَجَتْكَ اَهْلَكْنٰهُمْ

اور بہت سی بستیاں تمہاری بستی سے جس (کے باشندوں نے تمہیں وہاں) سے نکال دیا زور قوت میں کہیں بڑھ کر تھیں

فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿١٣﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ

ہم نے ان کا ستیاناس کر دیا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوا۔ بھلا جو شخص اپنے پروردگار (کی مہربان) سے کھلے رستے پر ہو

كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿١٤﴾

وہ ان کی طرح (ہوسکتا) ہے جن کے اعمالِ بد انہیں اچھے کر کے دکھائے جائیں اور جو اپنی خواہشوں کی پیروی کریں

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ

جنت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی صفت یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بُو نہیں کرے گا

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ

اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہیں بدلے گا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے (سراسر) لذت ہے

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ

اور شہد مصفا کی نہریں ہیں اور ان کے لئے ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے پروردگار کی طرف سے مغفرت ہے

كَمَنْ هُوَ خٰلِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿١٥﴾

ان کی طرح (ہوسکتے) ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور جن کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ

اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو تمہاری طرف کان لگائے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب تمہارے پاس سے نکل کر چلے جاتے

قَالُوْا لِلَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا أُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ
ہیں تو جن لوگوں کو علم (دین) دیا گیا ہے ان سے کہتے ہیں کہ (بھلا) انہوں نے ابھی کیا کہا تھا؟ یہی لوگ ہیں
طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْا أَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا
جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا رکھی ہے اور وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے چل رہے ہیں۔ اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں
زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوٰهُمْ ﴿۱۷﴾ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ إِلَّا السَّاعَةَ
ان کو وہ ہدایت مزید بخشتا اور پرہیزگاری عنایت کرتا ہے۔ اب تو یہ لوگ قیامت ہی کو دیکھ رہے ہیں
أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَآءَ أَشْرَاطُهَا فَأَنّٰى لَهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرٰهُمْ ﴿۱۸﴾
کہ ناگہاں ان پر آ واقع ہو سو اس کی نشانیاں (وقوع میں) آ چکی ہیں پھر جب وہ ان پر آ نازل ہوگی اس وقت انہیں نصیحت کہاں
فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ
(مفید ہو سکے گی)۔ پس جان رکھو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور مومن مردوں اور مومن عورتوں
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰكُمْ ﴿۱۹﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ
کے لئے بھی اور اللہ تم لوگوں کے چلنے پھرنے اور ٹھہرنے سے واقف ہے۔[1] اور مومن لوگ کہتے ہیں کہ کوئی سورت
سُوْرَةٌ فَإِذَا أُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ
کیوں نازل نہیں ہوتی؟ لیکن جب کوئی صاف معنوں کی سورت نازل ہو اور اس میں جہاد کا بیان ہو
رَأَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَنْظُرُوْنَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ
تو جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے تم ان کو دیکھو کہ تمہاری طرف اس طرح دیکھنے لگیں جس طرح کسی پر موت کی

---

[1] اس ایت کریمہ میں کلمہ طیبہ کی ایک رکن کا ذکر ہے جو کہ اس کلمے کا علم اور فہم ہے یہی معنی حدیث مسلم: ۲۶، اور صاحب

مشکواۃ نے عثمانؓ سے نقل کیا ہے:**عن عثمان بن عفانؓ قال قا ل رسول اللہ ﷺ من مات وھو یعلم انه لااله الااللہ ، دخل الجنة** ۔یعنی عثمانؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا جو کوئی مرے اور وہ جانتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جنت میں داخل ہوگا۔

جبکہ کلمہ کا دوسرا رکن اور فرض حدیث ابو ہریرہؓ میں ہے (اس پر یقین کرنا) جو کہ مسلم نے :رقم ۱۳۱، میں نقل کیا ہے۔

حدیث لمبی ہے درمیان میں ہے **فقال ﷺ یااباھریرة واعطانی نعلیه فقال اذھب بنعلیّ ھاتین فمن لقیک من وراء ھذا الحائط یشھدان لااله الا اللہ مستیقنابھاقلبه فبشره بالجنة فکان اول من لقیت عمرفقال ماھاتان النعلان یااباھریرة؟ فقلت ھاتان نعلارسول اللہ ﷺ بعثنی بھمامن لقیت یشھدان لااله الا اللہ مستیقنابھاقلبه بشرته بالجنة، فضرب عمربین ثدیّ فخررت لاستی، فقال ارجع یااباھریرة فرجعت الی رسول اللہ ﷺ فاجھشت بالبکاء، ورکبنی عمر،واذاھوعلی اثری، فقال رسول اللہ ﷺ مالک یااباھریرة؟ فقلت لقیت عمرفاخبرته بالذی بعثتنی به، فضرب بین ثدیّ ضربة خررت لاستی، فقال ارجع ، فقال رسول اللہ ﷺ یاعمر،ماحملک علی مافعلت؟ قال یارسول اللہ بابی انت وامی ابعثت اباھریرة بنعلیک من لقی یشھدان لااله الااللہ مستیقنابھاقلبه بشّره بالجنة؟ قال نعم، قال فلاتفعل، فانی اخشی ان یتکل الناس علیھا، فخلھم یعملون ، فقال رسول اللہ ﷺ فخلھم۔**

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اے! ابو ہریرہ، اور آپ ﷺ نے مجھے اپنے دونوں جوتیاں دیں، اور فرمایا یہ میری دونوں جوتیاں لے جاؤ،اس باغ کے باہر تجھے جو شخص ملے، جو گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس حال میں کہ اس کا دل یقین رکھتا ہو،اس کو جنت کی بشارت دو۔سب سے پہلے جس سے میں ملا وہ عمر تھے، کہا اے ابو ہریرہ! یہ دونوں جوتیاں کیسی ہیں؟ میں نے کہا یہ دونوں جوتیاں رسول اللہ ﷺ کی ہیں آپ نے مجھے دیکر اس لئے بھیجا ہے کہ جو شخص صدق دل اور پختہ اعتقاد کے ساتھ یہ گواہی دیتا ہوا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں اسے جنت کی بشارت دوں،عمر نے مجھے سینہ کے درمیان مارا میں پشت کے بل گر پڑا اپس کہا اے ابو ہریرہ واپس لوٹ جائیں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور رونے کے ساتھ اپنی اواز بلند کی عمر بھی میرے پیچھے چلے آئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہ تجھے کیا ہوا؟ کیا ہے، میں نے کہا میں عمر کو ملا تھا میں نے اسے اس بات کی خبر دی جس کے ساتھ آپ نے مجھے بھیجا ہے اس نے مجھے سینہ کے درمیان

مارامیں پچھاڑی کے بل گر پڑا۔اورکہالوٹ جارسول اللہﷺ نے فرمایااے عمر تجھے کس بات نے اکسایا؟ جو کچھ کہ تو نے کیا ہے، کہااے اللہ کے رسولؐ میری ماں باپ آپ پرقربان ہوآپ نے اپنی دونوں جوتیاں دیکرابو ہریرہ کوبھیجا تھا کہ جس شخص کو ملے جوگواہی دیتاہو، کہ اللہ کے سوا کوئی معبودنہیں اس کا دل اس کے ساتھ یقین رکھتاہو اسے جنت کی بشارت دے آپ نے فرمایاہاں عمرنے کہا! آپ ایسانہ کریں میں ڈرتاہوں کہ لوگ بھروسہ کریں گے پس انہیں چھوڑ دیجئے عمل کریں۔رسول اللہﷺ نے فرمایا: پس چھوڑ دے۔

تیسرا رکن''موت تک اس پرقائم رہنا'' یہ حدیث ابی ذرؓمیں ذکر ہے:**عـــن ابـــی ذرقـــال اتيـــت الـنبـیﷺوعـلیـه ثـوب ابیض وهونائم ثم اتیته وقداستیقظ، فقال مامن عبدقال لااله الا اللهثم مات عـلـی ذلک الادخل الجنة،قلت وان زنی وان سرق؟ ،قال وان زنی وان سرق، قلت، وان زنی وان سرق؟قال وان زنی وان سرق قلت وان زنی وان سرق ؟ قال وان زنی وان سرق ، علی رغم انف ابی ذر، وکان ابوذراذاحدث بهذاالحدیث قال وان رغم انف ابی ذر۔**

یعنی ابوذرؓ نے کہا: میں نبی کریمﷺ کے پاس آیا آپﷺ ایک سفید کپڑا اوڑھے سورہے تھے، میں پھرآپ کے پاس آیا،آپ اس وقت بیدارہوچکے تھے، آپ نے فرمایا: جس شخص نے صدق دل سے لا الہ الا اللہ یعنی اللہ کی وحدانیت کا سچے دل سے اعتراف واقرارکیا،اوراسی عقیدہ پراس کا انتقال ہوگیاتووہ ضرور جنت میں داخل کیاجائے گا، میں نے کہا اگر چہ زنا کرے اور چوری کرے؟ فرمایاگر چہ زنا کرے اور چوری کرے، میں نے کہا اگر چہ زنا کرے اور چوری کرے؟ فرمایااگر چہ زنا کرے اور چوری کرے، میں نے کہا اگر چہ زنا کرے اور چوری کرے؟ فرمایااگر چہ زنا کرے اور چوری کرے،ابوذر کی ناک کے خاک آلودہ ہونے کے باوجود،ابوذرجس وقت یہ حدیث بیان کرتے ،فرماتے ،اگر چہ ابوذر کا ناک خاک آلودہ ہو(بخاری رقم:۵۸۲۷ومسلم:رقم:۹۴، ۱۵۴۔)۔

چوتھا رکن : اسکا تصدیق کرنا۔انسؓ سے روایت ہے کہ:**ان الـنبـیﷺ ومـعـاذ رديفه علی الرحل قال يـامـعـاذ !قـال لبیک يـارسـول الله وسعديک، قال يا معاذ قال لبیک یارسول الله وسعدیک ،قال یـامعاذ قال لبیک یارسول اللهوسعدیک، ثلثا، قال مامن احد یشهد ان لااله الااللهوان محمدارسول الله صـدقـا مـن قـلـبـه الاحـرمـه الله علی النار، قال یارسول اللهافلا اخبربه الناس فیستبشروا، قال اذا یتکلوا، فاخبر بها معاذعند موته تأثما.=**

مِـــنَ الْـــمَـــوْتِ فَـــأَوْلٰـــى لَهُـــمْ ﴿۲۰﴾ طَـــاعَةٌ وَّقَـــوْلٌ مَّـــعْـــرُوْفٌ

بیہوشی (طاری) ہو رہی ہو سو ان کے لئے خرابی ہے۔ (خوب کام تو) فرمانبرداری اور پسندیدہ بات کہنا (ہے)

فَـــإِذَا عَـــزَمَ الْأَمْـــرُ فَـــلَـــوْ صَـــدَقُـــوا اللّٰـــهَ لَـــكَـــانَ خَيْـــرًا لَّهُـــمْ ﴿۲۱﴾

پھر جب (جہاد کی) بات پختہ ہوگئی تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچے رہنا چاہتے تو ان کے لئے بہت اچھا ہوتا۔

= نبی ﷺ فرمایا جبکہ معاذؓ آپ کی سواری میں آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔اے معاذ! اس نے کہا میں حاضر ہوں اے اللہ کے رسول اور حاضر ہوں خدمت میں۔فرمایا اے معاذ! پھر کہا حاضر ہوں میں اے اللہ کے رسول اور حاضر ہوں خدمت میں۔پھر فرمایا اے معاذ! اس نے کہا حاضر ہوں میں اللہ کے رسول اور حاضر ہوں میں خدمت میں، تین بار اسی طرح فرمایا۔انسؓ نے کہا پھر آپ ﷺ فرمایا، کوئی آدمی ایسا نہیں جو سچے دل سے اس بات کی گواہی دے، کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور تحقیق محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، مگر اس پر اللہ دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے، معاذؓ نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا میں اس خوشخبری سے لوگوں کو آگاہ کر دوں؟ تا کہ وہ اس بشارت کو سنکر خوش ہو جائیں، آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں لوگ اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے، معاذؓ نے گناہ سے بچنے کی خاطر مرتے وقت اس بات کی خبر دی۔

پانچواں رکن: اس کو زبان سے پڑھنا۔ عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ امرت ان اقاتل الناس حتی یشهدوا ان لااله الاالله و ان محمد ارسول الله، ویقیموا الصلاة، ویؤتوا الزکوٰة، فاذا فعلوا ذالک عصموا منی دمائهم واموالهم، الابحق الاسلام، وحسابهم علی الله.

ابن عمرؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ کی جانب سے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ لڑوں یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور وہ نماز پڑھیں، زکوۃ ادا کریں، اور پھر جب وہ ایسا کرنے لگیں، تو انہوں نے مجھ سے اپنی جان و مال کو بچالیا، مگر اسلام کے حق سے اور انکا حساب اللہ پر ہے (بخاری رقم: ۲۵، مسلم: ۲۲/۳۶)۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا أَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾
(اے منافقو!) تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں خرابی کرنے لگو اور اپنے رشتے ناتے توڑ ڈالو۔
أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمٰى أَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾
یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور ان (کے کانوں) کو بہرا اور (ان کی) آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔
أَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ أَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ
بھلا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا (ان کے) دلوں پر قفل لگ رہے ہیں ۔ جولوگ
ارْتَدُّوْا عَلٰى أَدْبَارِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ
راہِ ہدایت ظاہر ہونے کے بعد پیٹھ دے کر پھر گئے شیطان نے (یہ کام) ان کو مزیّن کر دکھایا
وَأَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ
اور انہیں طول (عمر کا وعدہ) دیا۔ یہ اس لئے کہ جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی (کتاب) سے بیزار ہیں
سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْأَمْرِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾
یہ ان سے کہتے ہیں کہ بعض کاموں میں ہم تمہاری بات بھی مانیں گے اور اللہ ان کے پوشیدہ مشوروں سے واقف ہے۔
فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾
تو اس وقت (ان کا) کیسا ہوگا جب فرشتے ان کی جان نکالیں گے اور ان کے مونہوں اور پیٹھوں پر مارتے جائیں گے
ذٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَا أَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾
یہ اس لئے کہ جس چیز سے اللہ ناخوش ہے یہ اس کے پیچھے چلے اور اس کی خوشنودی کو اچھا نہ سمجھے تو اس نے بھی ان کے اعمال کو برباد کر دیا
أَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ أَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ أَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾
کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ اللہ ان کے کینوں کو ظاہر نہیں کرے گا

وَلَوْ نَشَآءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيمَاهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ
اور اگر ہم چاہتے تو وہ لوگ تم کو دکھا بھی دیتے اور تم ان کو ان کے چہروں ہی سے پہچان لیتے اور تم انہیں اندازِ گفتگو ہی سے
فِي لَحْنِ الْقَوْلِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ
پہچان لو گے اور اللہ تمہارے اعمال سے واقف ہے۔ اور ہم تم لوگوں کو آزمائیں گے
حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾
تاکہ جو تم میں لڑائی کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں ان کو معلوم کریں اور تمہارے حالات جانچ لیں۔
إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا
جن لوگوں کو سیدھا رستہ معلوم ہو گیا (اور) پھر بھی انہوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا اور پیغمبر کی مخالفت کی
تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى لَنْ يَضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾
وہ اللہ کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گے اور اللہ ان کا سب کیا کرایا اکارت کر دے گا۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾
مومنو! اللہ کا ارشاد مانو اور پیغمبر کی فرمانبرداری کرواور اپنے اعمال کو ضائع نہ ہونے دو۔
إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ
جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کے رستے سے روکتے رہے پھر کافر ہی مر گئے
فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾ فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ
اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ تو تم ہمت نہ ہارو اور (دشمنوں کو) صلح کی طرف نہ بلاؤ اور تم تو غالب ہو
وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾ إِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ
اور اللہ تمہارے ساتھ ہے وہ ہرگز تمہارے اعمال کو کم نہیں کرے گا۔ دنیا کی زندگی تو محض کھیل اور تماشا ہے

وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ أُجُورَكُمْ وَلَا يَسْأَلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾

اور اگرتم ایمان لاؤ گے اور پرہیزگاری کرو گے تو وہ تم کوتمہارا اجر دے گا اورتم سے تمہارا مال طلب نہیں کرے گا۔

إِنْ يَسْأَلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوا وَيُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾

اگر وہ تم سے مال طلب کرے اور تمہیں تنگ کرے تو تم بخل کرنے لگو اور وہ (بخل) تمہاری بدنیتی ظاہر کر کے رہے۔

هَآأَنْتُمْ هٰؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ

دیکھوتم وہ لوگ ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلائے جاتے ہوتو تم میں ایسے شخص بھی ہیں جوبخل کرنے لگتے ہیں

وَمَنْ يَّبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهِ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ

اور جو بخل کرتا ہے اپنے آپ سے بخل کرتا ہے اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو

وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾

اور اگرتم منہ پھیرو گے تووہ تمہاری جگہ اوروں کو لے آئے گا اور وہ تمہاری طرح کے نہیں ہوں گے۔

سورة الفتح (مدنية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ﴿۱﴾ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ

(اے محمد ﷺ!) ہم نے تم کو فتح دی فتح بھی صریح اور صاف۔ تاکہ اللہ تمہارے اگلے

وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿۲﴾

اور پچھلے گناہ بخش دے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دے اور تمہیں سیدھے رستے چلائے۔ [1]

---

[۱] جمہور صحابہ وتابعین اور ائمہ تفسیر کے نزدیک سورۂ فتح ۶ ہجری میں اس وقت نازل ہوئی جبکہ آپؐ بقصد عمرہ مکہ مکرمہ مع جماعت صحابہ کے تشریف لے گئے، اور حرم مکہ کے قریب مقام حدیبیہ تک پہنچ کر قیام فرمایا، مگر قریش مکہ نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے منع کیا، پھر اس پر صلح کرنے کے لئے تیار ہوئے کہ اس سال تو آپ واپس چلے جائیں اگلے سال عمرہ کرلیں، بہت سے صحابہ کرام خصوصاً عمر فاروق اس طرح کی صلح سے ناراض تھے مگر نبی کریم ﷺ نے باشارات ربانی اس صلح کو انجام کار مسلمانوں کے لئے ذریعہ کامیابی سمجھ کر قبول فرمالیا، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے اپنا احرام عمرہ کھول دیا اور حدیبیہ سے واپس روانہ ہوئے تو راستہ میں یہ سورت پوری نازل ہوئی، جس میں بتلادیا کہ رسول اللہ ﷺ کا خواب سچا ہے ضرور واقع ہوگا مگر اس کا یہ وقت نہیں بعد میں فتح مکہ کے وقت ہوگا، اور اس صلح حدیبیہ کو فتح مبین سے تعبیر فرمایا کیونکہ یہ صلح ہی درحقیقت فتح مکہ کا سبب بنی۔

عبداللہ بن مسعودؓ اور بعض دوسرے صحابہ کرام نے فرمایا ہے کہ تم لوگ تو فتح مکہ کو فتح کہتے ہو اور ہم صلح حدیبیہ کو فتح سمجھتے ہیں۔ اور براء بن عازبؓ نے فرمایا کہ تم لوگ تو فتح مکہ ہی کو فتح سمجھتے ہو، اور کوئی شک نہیں کہ وہ فتح ہے، لیکن ہم تو واقعہ حدیبیہ کے وقت بیعت رضوان کو اصلی فتح سمجھتے ہیں، جس میں رسول اللہ ﷺ نے حاضرین صحابہ کرام سے جن کی تعداد چودہ سو تھی ایک درخت کے نیچے جہاد کرنے پر بیعت لی تھی، جیسا کہ اسی سورت میں اس بیعت کا ذکر بھی آگے آرہا ہے (ملخص از ابن کثیر)۔

اور جبکہ یہ معلوم ہوگیا کہ یہ سورت واقعہ حدیبیہ میں نازل ہوئی ہے اور اس واقعہ کے بہت سے اجزاء کا خود اس صورت میں تذکرہ بھی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس واقعہ کو پہلے ذکر کردیا جائے۔ تفسیر ابن کثیر میں اس کی بڑی تفصیل ہے اور اس سے زیادہ تفصیل مظہری میں اس جگہ چودہ صفحات میں یہ قصہ اول سے اخر تک مفصل اور مرتب مستند کتب حدیث کے حوالے سے بیان کیا ہے جو بہت سے معجزات اور نصائح اور علمی دینی سیاسی فوائد وحکم پر مشتمل ہے، اس میں سے یہاں اس قصہ کے صرف وہ اجزاء لکھے جاتے ہیں جن کا ذکر خود اس سورت میں کیا گیا ہے یا جن سے اس کا گہرا تعلق ہے

تا کہ آگے ان آیاتوں کی تفسیر سمجھنا آسان ہو جائے جو اس قصہ سے متعلق ہیں۔

واقعہ حدیبیہ

حدیبیہ ایک مقام مکہ مکرمہ سے باہر حدودحرم کے بالکل قریب ہے جس کو آج کل شمیسہ کہا جاتا ہے۔ یہ واقعہ اس مقام پر پیش آیا ہے۔ اس واقعہ کا ایک جز بروایت عبد بن حمید وابن جریر، بیہقی وغیرہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں یہ خواب دیکھا کہ آپ مکہ مکرمہ میں مع صحابہ کرام کے امن اور اطمینان کے ساتھ داخل ہوئے اور احرام سے فارغ ہوکر کچھ لوگوں نے حسب قاعدہ سر کا حلق کرایا۔ بعض نے بال کٹوا لئے اور یہ کہ آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کی چابی آپ کے ہاتھ آئی، یہ اس واقعہ کا ایک جزو ہے جس کا ذکر اسی سورت میں آنے والا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے اس لئے اس سورت کا واقع ہونا یقینی ہوگیا مگر خواب میں اس واقعہ کے لئے کوئی سال یا مہینہ متعین نہیں کیا گیا، اور درحقیقت یہ خواب فتح مکہ کے وقت پورا ہونے والا تھا، مگر جب رسول اللہ نے صحابہ کرام کو خواب سنایا تو وہ سب کے سب مکہ مکرمہ جانے اور بیت اللہ کا طواف کرنے وغیرہ کے ایسے مشتاق تھے کہ انہوں نے فوراً ہی تیاری شروع کردی، اور جب صحابہ کرام کا ایک مجمع تیار ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے بھی ارادہ فرمالیا کیونکہ خواب میں کوئی خاص سال یا مہینہ متعین نہیں تھا، تو احتمال یہ بھی تھا کہ ابھی یہ مقصد حاصل ہو جائے۔

ابن سعد وغیرہ کی روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے عمرہ کا ارادہ فرمالیا تو آپ کو یہ خطرہ سامنے تھا کہ قریش مکہ ممکن ہے کہ ہمیں عمرہ کرنے سے روکیں اور ممکن ہے کہ مدافعت کے لئے جنگ کی صورت پیش آجائے اس لئے آپ نے مدینہ طیبہ کی قریبی دیہات میں اعلان کر کے ان لوگوں کو ساتھ چلنے کی دعوت دی ان میں سے بہت سے اعراب (دیہات) نے ساتھ چلنے سے عذر کر دیا اور کہنے لگے کہ محمد ﷺ اور ان کے اصحاب ہمیں قریش مکہ سے لڑوانا چاہتے ہیں، جو ساز و سامان والے اور طاقتور ہیں، ان کا انجام تو یہ ہونا ہے کہ یہ اس سفر سے زندہ واپس نہ لوٹیں گے۔ (مظہری)۔

امام احمد و بخاری، ابوداؤد ونسائی وغیرہ کی روایت کیمطابق روانگی سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے غسل فرمایا اور نیا لباس زیب تن فرمایا اور اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار ہوئے، ام المؤمنین سلمہؓ کو ساتھ لیا اور آپ کے ساتھ مہاجرین وانصار اور دیہات کے آنے والوں کا بڑا مجمع تھا جن کی تعداد اکثر روایات میں چودہ سو بیان کی گئی ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے خواب کیوجہ سے ان میں کسی کو شک نہیں تھا کہ مکہ اسیوقت فتح ہو جائے گا، حالانکہ بجز تلواروں کے ان کے ساتھ اور کچھ اسلحہ نہ تھے۔ آپ مع اصحاب کرام کے شروع ماہ ذیقعد میں پیر کے دن روانہ ہوئے اور ذوالحلیفہ میں پہنچ کر احرام

باندھا (کتاب الحج)۔

دوسری طرف جب اہل مکہ رسول اللہ ﷺ کے ایک بڑی جماعت صحابہ کے ساتھ مکہ کے لئے روانہ ہونے کی خبر ملی تو جمع ہو کر باہم مشورہ کیا کہ محمد ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ عمرہ کے لئے آرہے ہیں، اگر ہم نے ان کو مکہ میں آنے دیا تو تمام عرب میں یہ شہرت ہو جائے گی کہ وہ ہم پر غلبہ پا کر مکہ پہنچ گئے، حالانکہ ہمارے اوران کے درمیان کئی جنگیں ہو چکی ہیں، سب نے عہد کیا کہ ہم ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے، اور آپ کو روکنے کے لئے خالد بن ولید (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی سرکردگی میں ایک جماعت کو مکہ سے باہر مقام کراع الغمیم پر بھیجدیا اور آس پاس کے دیہات والوں کو بھی ساتھ ملا لیا، اور طائف کا قبیلہ بنو ثقیف بھی ان کے ساتھ لگ گیا۔ انہوں نے مقام بلدح پر اپنا پڑاؤ ڈال لیا۔ ان سب نے آپس میں رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے اور آپ کے مقابلے میں جنگ کرنے کا عہد کر لیا۔ ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے حالات سے باخبر رہنے کے لئے یہ انتظام کیا کہ مقام بلدح سے لیکر اس مقام تک جہاں نبی کریم ﷺ پہنچ چکے تھے پہاڑوں کی چوٹیوں پر کچھ آدمی بٹھادیے تاکہ آپ کے پورے حالات دیکھ کر آپ کے متصل پہاڑ والا باواز بلند دوسرے پہاڑ والے تک وہ تیسرے تک وہ چوتھے تک پہنچادے اس طرح چند منٹوں میں آپ کی نقل وحرکت کا بلدح والوں کو علم ہو جاتا تھا۔

نبی کریم ﷺ نے بشر بن سفیان کو آگے مکہ مکرمہ بھیجدیا تھا کہ وہ خفیہ اہل مکہ کے حالات جا کر دیکھیں اور آپ کو اطلاع کریں وہ مکہ سے واپس آئے تو اہل مکہ کی ان جنگی تیاریوں اور مکمل مزاحمت کے واقعات کی خبر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ افسوس ہے قریش پر کہ متعدد جنگوں نے ان کو کھالیا ہے پھر بھی وہ جنگ سے باز نہیں آتے، ان کے لئے تو اچھا موقع تھا کہ وہ مجھے اور دوسرے اہل عرب کو آزاد چھوڑ دیتے اگر یہ عرب لوگ مجھ پر غالب آجاتے تو ان کی مراد گھر بیٹھے حاصل تھی، اور میں ان پر غالب آجاتا تو پھر وہ بھی اسلام میں داخل ہو جاتے اور اگر یہ نہ کرتے اور جنگ ہی کرنے کا ارادہ ہوتا تو وہ تازہ اور قوی ہوتے اور پھر وہ میرے مقابلے پر آجاتے معلوم نہیں کہ یہ قریش کیا سمجھ رہے ہیں قسم ہے اللہ کی کہ میں اس حکم پر جو اللہ نے مجھے دیکر بھیجا ہے ہمیشہ ان کے خلاف جہاد کرتا رہونگا، یہاں تک کہ تنہا میری گردن رہ جائے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور مشورہ لیا کہ اب ہمیں یہی سے ان عربوں کے خلاف جہاد شروع کر دینا چاہئے یا ہم بیت اللہ کیطرف بڑھیں۔ پھر جو ہمیں روکے اس سے قتال کریں، ابوبکر صدیق

اور دوسرے صحابہ نے مشورہ دیا کہ آپ بیت اللہ کی قصد سے نکلے ہیں کسی سے جنگ کے لئے نہیں نکلے اس لئے آپ اپنے قصد پر رہیں ہاں اگر کوئی ہمیں مکہ سے روکے گا تو ہم اس سے قتال کریں گے، اس کے بعد مقداد بن اسود اٹھے اور عرض کیا یارسول اللہ ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں کہ آپ سے یہ کہہ دیں "اذھب انت وربک فقاتلا" (مائدۃ: ۲۴) یعنی جائے آپ اور آپ کا رب لڑ بھڑ لیجئے ہم تو یہاں بیٹھے ہیں بلکہ ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ قتال کریں گے رسول اللہ ﷺ نے یہ سنکر فرمایا بس اب اللہ کے نام پر مکہ مکرمہ کیطرف چلو، (بخاری فی المغازی) جب آپ مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے اور خالد بن ولید اوران کے ساتھیوں نے آپ کو مکہ کیطرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو اپنے لشکر کی صفوف جانب قبلہ کیطرف مستحکم کر کے کھڑا کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے عباد بن بشر کو ایک دستہ فوج کا امیر بنا کر آگے کیا۔انہوں نے خالد بن ولید کے لشکر کے بالمقابل صفوف بنالیں۔اسی حالت میں نماز ظہر کا وقت آ گیا بلال ؓ نے آذان کہی اور رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔خالد بن ولید اوران کے سپاہی دیکھتے رہے۔ بعد میں خالد بن ولید نے کہا کہ ہم نے بڑا اچھا موقع ضائع کر دیا، جب یہ لوگ سب نماز میں تھے اس وقت ہم ان پر ٹوٹ پڑتے ،مگر کچھ بات نہیں اب ان کی دوسری نماز کا وقت آنے والا ہے اس کا انتظار کرو،مگر جبرئیل علیہ السلام صلوۃ خوف کے احکام لیکر نازل ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کو ان کے ارادوں سے باخبر کر کے نماز کے وقت لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کا طریقہ بتلا دیا اوران کے شر سے محفوظ رہے۔

مگر جب رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے قریب پہنچے تو آپ کی اونٹنی کا ہاتھ پھسل گیا، وہ بیٹھ گئی ،صحابہ کرام نے اٹھانا چاہا تو نہ اٹھی، لوگوں نے کہا کہ قصویٰ بگڑ گئی ،آپ نے فرمایا کہ قصویٰ کا قصور نہیں نہ اس کی ایسی عادت ہے بلکہ اس کو تو اس ذات نے روک دیا ہے جس نے اصحاب فیل کو روک دیا تھا۔(غالبا اس وقت رسول اللہ ﷺ کو یہ اندازہ ہو گیا کہ جو واقعہ خواب میں دکھلایا گیا ہے اس کا یہ وقت نہیں ہے) آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں محمد کی جان ہے آج کے دن قریش مجھ سے جو بات بھی ایسی کہیں گے جس میں شعائرالٰہیہ کی تعظیم ہو تو میں اس کو ضرور مان لوں گا۔پھر آپ نے اونٹنی پر ایک آواز لگائی تو اٹھ گئی ،رسول اللہ ﷺ نے خالد بن ولید کیجانب سے ہٹ کر حدیبیہ کی دوسری جانب قیام فرمایا جہاں پانی بہت ہی کم تھا۔ پانی کے مواقع پر خالد بن ولید اور بلدح والے قابض ہو چکے تھے۔ یہاں رسول اللہ ﷺ کا یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ ایک کنواں جس میں پانی کچھ کچھ رستا تھا، اس میں آپ نے کلی کر دی اور اپنا ایک تیر دیا کہ اس کے اندر گاڑ دو، یہ عمل ہوتے ہی اس کا پانی جوش مار کر کنویں کی من کے قریب پہنچ گیا کنویں کے اوپر والوں نے اپنے برتنوں

سے پانی نکالا اور سیراب ہو گئے۔اس طرح سب صحابہ مطمئن ہو کر یہاں مقیم ہوئے اور اہل مکہ سے بواسطہ وفود بات چیت شروع ہوئی۔

امام بیہقیؒ نے عروہ سے روایت کی ہے کہ جب رسول کریم ﷺ نے حدیبیہ میں پہنچ کر قیام فرمایا تو قریش گھبرا گئے تو نبی کریم ﷺ نے ارادہ کیا کہ ان کے پاس اپنا کوئی آدمی بھیجکر بتلا دیں کہ ہم جنگ کرنے نہیں عمرہ کرنے آئے ہیں، ہمارا راستہ نہ روکو۔اس کام کے لئے عمر کو بھلایا انہوں نے عرض کیا کہ یہ قریش میرے سخت دشمن ہیں۔کیونکہ ان کو میری عداوت وشدت کا حال معلوم ہے اور میرے قبیلہ کا کوئی آدمی ایسا مکہ میں نہیں جو میری حمایت کرے اس لئے میں آپ کے سامنے ایسے شخص کا نام پیش کرتا ہوں جو مکہ میں اپنے قبیلہ وغیرہ کی وجہ سے خاص قوت وعزت رکھتے ہیں ،یعنی عثمان بن عفانؓ،آپ نے عثمانؓ کو اس کام کیلئے مامور فرما کر بھیجدیا،اور یہ بھی فرمایا کہ جو ضعفائے مسلمین مرد اور عورتیں مکہ مکرمہ سے ہجرت نہیں کر سکے اور مشکلات میں پھنسے ہوئے ہیں ان کے پاس جا کر تسلی کر دیں کہ پریشان نہ ہوں انشاء اللہ مکہ مکرمہ فتح ہو کر تمہاری مشکلات کے ختم ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

عثمان غنی پہلے ان لوگوں کے پاس پہنچے جو مقام بلدح میں نبی کریم ﷺ کا راستہ روکنے اور مقابلہ کے لئے جمع ہوئے تھے ان سے جا کر رسول ﷺ کی وہی بات سنادی جو آپ نے بدیل اور عروہ ابن مسعودؓ وغیرہ کے سامنے کہی تھی ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے پیغام سن لیا آپ جا کر اپنے بزرگ سے کہہ دو کہ یہ بات ہرگز نہیں ہوگی،ان لوگوں کا جواب سن کر آپ مکہ مکرمہ کے اندر جانے لگے،تو ابان بن سعید (جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے) ان سے ملاقات ہوئی انہوں نے عثمان کا گرمجوشی سے استقبال کیا اور اپنی پناہ میں لیکر ان سے کہا کہ مکہ میں اپنا پیغام لیکر جہاں چاہیں جا سکتے ہیں،اس میں آپ کوئی فکر نہ کریں پھر اپنے گھوڑے پر عثمان کو سوار کر کے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے کیونکہ ان کا قبیلہ بنوسعد مکہ مکرمہ میں بہت قوی اور عزت دار تھا۔یہاں تک کہ عثمان مکہ مکرمہ میں قریش کے ایک ایک سردار کے پاس پہنچے اور نبی کریم ﷺ کا پیغام پہنچایا کہ ہم کسی سے لڑنے کے لئے نہیں آئے عمرہ کر کے واپس جائیں گے، ہاں کوئی ہمارا راستہ روکے گا تو لڑیں گے، اور قریش خود جنگوں سے نیم جان ہو چکے ہیں ان کے لئے مناسب یہ ہے کہ ہمیں اور دوسرے اہل عرب کو چھوڑ دیں قریش ہمارے مقابلہ پر نہ آئیں پھر دیکھیں اگر عرب ہم پر غالب آ گئے تو ان کی مراد پوری ہو جائیگی اور ہم غالب آئے تو انہیں پھر بھی اختیار باقی ہوگا۔اس وقت قتال کر سکتے ہیں اور اس عرصہ میں ان کو اپنی طاقت بڑھانے اور محفوظ رکھنے کا موقع بھی مل جائے گا مگر ان سب نے آپ کی بات کو رد کر دیا۔پھر عثمانؓ ضعفاء مسلمین سے ملے ان کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچایا وہ بہت

خوش ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کو سلام بھیجا۔ جب عثمان رسول اللہ کے پیغامات پہنچانے سے فارغ ہوئے تو اہل مکہ نے ان سے کہا کہ اگر آپ چاہے تو طواف کر سکتے ہیں، عثمانؓ نے کہا کہ میں اس وقت تک طواف نہیں کرونگا جب تک رسول اللہ ﷺ طواف نہ کریں، عثمان غنی مکہ میں تین رات رہے اور روٗساء قریش کو رسول اللہ کی بات ماننے کیطرف دعوت دیتے رہے۔

اسی عرصہ میں قریش نے اپنے پچاس آدمی اس کام پر لگائے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے قریب پہنچ کر موقع کا انتظار کریں اور موقع ملنے پر (نعوذ باللہ) آپ کا قصہ ختم کر دیں۔ یہ لوگ اسی تاک میں تھے کہ نبی کریم ﷺ کی حفاظت ونگرانی پر مامور محمد بن مسلمہؓ نے ان سب کو گرفتار کرلیا اور نبی کریم ﷺ کیخدمت میں قید کر کے حاضر کر دیا، دوسری طرف عثمانؓ جو مکہ میں تھے اور ان کے ساتھ تقریبا دس مسلمان اور مکہ میں پہنچ گئے تھے، قریش نے جب اپنے پچاس آدمیوں کی گرفتاری کا حال سنا تو عثمان سمیت ان سب مسلمانوں کو روک لیا اور قریش کی ایک جماعت مسلمانوں کے لشکر کیطرف نکلی اور مسلمانوں کی جماعت پر تیر اور پتھر پھینکے، اس میں مسلمانوں میں سے ایک صحابی ابن زنیم شہید ہو گئے اور مسلمانوں نے ان قریشیوں کے دس سواروں کو گرفتار کرلیا، اور رسول اللہ ﷺ کو کسی نے یہ خبر پہنچائی کہ عثمانؓ قتل کر دیے گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر سن کر مسلمانوں کو ایک درخت کے نیچے جمع کیا کہ سب جمع ہو کر رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر جہاد کے لئے بیعت کریں، سب صحابہ کرام نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی جس کا ذکر آگے اس صورت میں آنے والا ہے احادیث صحیحہ میں ان لوگوں کی بڑی فضیلت آئی ہے جو اس بیعت میں شریک تھے، اور عثمان غنی چونکہ آپ کے حکم سے مکہ گئے ہوئے تھے اس لئے ان کی طرف سے رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے ہاتھ پر دوسرا ہاتھ مار کر فرمایا کہ یہ عثمان کی بیعت ہے یہ خصوصی فضیلت عثمان کی تھی کہ آپ نے اپنے ہی ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دیکر ان کیطرف سے بیعت کر لی۔

دوسری طرف اہل مکہ پر اللہ تعالی نے مسلمانوں کا رعب مسلط کر دیا اور خود مصالحت پر امادہ ہو کر انہوں نے اپنے تین آدمی سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبد العزیٰ اور مکرز بن حفص کو عذر معذرت کے لئے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا، ان میں سے پہلے دو بعد میں مسلمان بھی ہو گئے۔ سہیل بن عمرو نے آ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ تک جو خبر پہنچی ہے کہ عثمان غنی اور ان کے ساتھی قتل کر دیے یہ بالکل غلط ہے ہم ان کو آپ کے پاس بھیجتے ہیں، ہماری قیدیوں کو ازاد کر دیجئے، رسول اللہ ﷺ نے ان کو ازاد کر دیا۔

مسند احمد اور مسلم میں انسؓ کی روایت ہے کہ اس سورت میں جو آگے آیت انیوالی ہے " **هو الذى كف ايديهم عــنـكـم** " یہ اسی واقعہ سے متعلق ہے، اب سہیل اور ان کے ساتھیوں نے جا کر بیعت رضوان میں صحابہ کرام کی مسارعت

اور جاں نثاری کے عجیب وغریب منظر کا حال قریش کے سامنے بیان کیا،تو قریش کے اصحاب رائے لوگوں نے آپس میں کہا کہ اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہے کہ ہم محمدﷺ سے اس بات پر صلح کرلیں کہ وہ اس سال تو واپس چلے جائیں تا کہ پورے عرب میں یہ شہرت نہ ہوجائے کہ ہمنے ان کوروکنا چاہاوہ زبردستی مکہ میں داخل ہوگئے ،اوراگلے سال عمرہ کے لئے آجائیں اور تین روز مکہ میں قیام کریں،اس وقت اپنے جانور قربانی کے ذبح کرڈالیں اوراحرام کھولدیں چنانچہ یہی سہیل بن عمرو یہ پیغام لیکر نبی کریمﷺ کیخدمت میں حاضر ہوئے ،آپ نے ان کودیکھتے ہی فرمایا کہ اب معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم نے صلح کاارادہ کرلیا ہے کہ سہیل کو پھر بھیجا ہے، رسول اللہﷺ چہارزانو بیٹھ گئے اورصحابہ کرام میں سے عباد بن بشراورسلمہ ہتھیاروں سے مسلح نبی کریمﷺ کے پاس حفاظت کے لئے کھڑے ہوگئے ۔سہیل حاضر ہوئے توادب کے ساتھ رسول پاکﷺ کے سامنے بیٹھ گئے ،اورقریش کا پیغام آپ کوپہنچایا۔صحابہ کرام عموماً اس پر راضی نہ تھے کہ اس وقت اپنے احرام بغیرعمرہ کئے کھولدیں،انہوں نے سہیل سے سخت گفتگو کی ،اوازیں کبھی بلند ہوگئیں کبھی پست ہوئیں،عباد بن بشر نے سہیل کوڈانٹا کہ رسول پاک کے سامنے اوازبلند نہ کر،طویل گفتگو کے بعد آپ اس شرط کوقبول کرکے صلح کرلینے پرراضی ہوگئے ، سہیل نے کہا کہ لائیے ہم اپنے اورآپ کے درمیان صلحنامہ لکھ لیں۔

رسول اللہﷺ نے علیؓ کو بلایا اور فرمایا لکھو **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**، سہیل نے یہیں سے بحث شروع کردی، اورکہا کہ لفظ رحمٰن اوررحیم ہمارے محاورات میں نہیں ہے،آپ یہاں وہی لفظ لکھیں جو پہلے لکھا کرتے تھے یعنی **باسمک اللھم** آپ نے اس کو بھی مان لیا اور علیؓ سے فرمایا کہ ایسا ہی لکھدو۔اس کے بعد آپ نے علیؓ کو فرمایا کہ یہ لکھو کہ یہ وہ عہدنامہ ہے جسکا فیصلہ محمد رسول اللہ نے کیا ہے، سہیل نے اس پر بھی ضد کی کہ اگر ہم آپ کواللہ کا رسول مانتے تو آپ کو ہرگز بیت اللہ سے نہ روکتے (صلحنامہ میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہونا چاہئے جوکسی فریق کے عقیدہ کیخلاف ہو) آپ صرف محمد بن عبداللہ لکھوائیں ،رسول اللہﷺ نے اس کو بھی منظور فرماکر علیؓ سے فرمایا کہ جولکھا ہے اس کومٹا کر محمد بن عبداللہ لکھدو۔علیؓ نے باوجود سراپا اطاعت ہونے کے عرض کیا میں تو یہ نہیں کرسکتا کہ آپ کے نام کو مٹادوں۔

حاضرین میں سے اسید بن حضیرؓ اور سعد بن عبادہؓ نے علیؓ کا ہاتھ پکڑ لیا کہ اس کو نہ مٹائیں،اوربجز محمد رسول اللہ کے اور کچھ نہ لکھیں، اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو ہمارے اوران کے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی ،اورکچھ اوازیں ہرطرف سے بلند ہونے لگیں تو رسول اللہﷺ نے صلحنامہ کا کاغذ خوداپنے دست مبارک میں لے لیا اور باوجود اس کے کہ آپ امی تھے پہلے کبھی لکھا نہیں تھا مگر اس وقت خوداپنے قلم سے آپ نے یہ لکھدیا **ھذا ما قاضی محمد بن عبداللہ وسھیل بن**

عمرو،اصلحاعلی وضع الحرب عن الناس عشر سنین، یأمن فیه الناس ویکف بعضھم عن بعض ۔
یعنی یہ وہ فیصلہ ہے جو محمد بن عبداللہ اور سہیل بن عمرو نے دس سال کے لئے باہم جنگ نہ کرنے کا کیا ہے جس میں سب لوگ مامون رہیں ایک دوسرے پر چڑھائی اور جنگ سے پرہیز کریں۔ پھر رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ ہماری ایک شرط یہ ہے کہ اس وقت ہمیں طواف کرنے سے نہ روکا جائے، سہیل نے کہا کہ باللہ یہ نہیں ہوسکتا، آپ نے اس کو بھی قبول فرمالیا، اس کے بعد سہیل نے اپنی ایک شرط یہ لکھی کہ جو شخص مکہ والوں میں سے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر آپ کے پاس جائے گا اس کو آپ واپس کردیں گے، اگرچہ وہ آپ ہی کے دین پر ہو، اس پر عام مسلمانوں کی اواز اُٹھی سبحان اللہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم اپنے مسلمان بھائی کو مشرکین کیطرف لوٹا دیں، مگر رسول اللہ ﷺ نے اس کو بھی قبول فرمالیا اور یہ فرمایا کہ ہم میں سے کوئی آدمی اگر ان کے پاس گیا تو اس کو اللہ ہی نے ہم سے دور کردیا، اس کی ہم کیوں فکر کریں، اور اُن میں کوئی آدمی ہمارے پاس آیا اور ہم نے لوٹا بھی دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے راستہ سہولت کا نکال دیں گے۔

براءؓ نے اس صلح نامہ کا خلاصہ تین شرطیں بیان کیا ہے، ایک یہ کہ اُن کا کوئی آدمی ہمارے پاس آجائے گا تو ہم اس کو واپس کردیں گے، دوسرے یہ کہ ہمارا کوئی آدمی اُن کے پاس چلا جائے گا تو وہ واپس نہ کریں گے، تیسرے یہ کہ اب آئندہ سال عمرہ کے لئے آئیں گے اور تین روز مکہ میں قیام کریں گے اور زیادہ ہتھیار لے کر نہیں آئیں گے اور آخر میں لکھا گیا کہ یہ عھد نامہ اہل مکہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک محفوظ دستاویز ہے جس کی کوئی خلاف ورزی نہ کریگا اور باقی سب عرب آزاد ہیں جس کا جی چاہے محمد ﷺ کے عھد میں داخل ہوجائے اور جس کا جی چاہے قریش کے عہد میں داخل ہوجائے، یہ سن کر قبیلہ خزاعہ اُچھل پڑا اور کہا کہ ہم محمد ﷺ کے عقد میں داخل ہیں اور بنو بکر نے آگے بڑھ کر کہا کہ ہم قریش کے عقد وعہد میں داخل ہیں۔

جب یہ شرائط صلح طے ہوگئیں تو عمر بن الخطابؓ سے یہ نہ رہا گیا اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، یارسول اللہ کیا آپ اللہ کے نبی برحق نہیں ہیں؟، آپ نے فرمایا کیوں نہیں، پھر عمرؓ نے کہا کہ کیا ہم حق پر اور وہ لوگ باطل پر نہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں، پھر عمرؓ نے عرض کیا کہ ہمارے مقتولین جنت اور اُن کے مقتولین جہنم میں نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں، اس پر عمرؓ نے عرض کیا تو پھر ہم کیوں اس ذلت کو قبول کریں کہ بغیر عمرہ کئے واپس چلے جائیں جب تک جنگ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ نہ کردیں، نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، ہرگز اسکے حکم کے خلاف نہیں کروں گا اور اللہ تعالیٰ مجھے ضائع نہ فرمائیگا، وہ میرا مددگار ہے۔ عمرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا آپ نے ہم سے یہ

نہیں فرمایا کہ ہم بیت اللہ کے پاس جائیں گے اور طواف کریں گے؟ آپ نے فرمایا بے شک یہ کہا تھا مگر کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ کام اسی سال ہوگا تو عمرؓ نے کہا کہ یہ تو آپ نے نہیں فرمایا، تو آپ نے فرمایا کہ بس یہ واقعہ جیسا کہ میں نے کہا تھا ہو کر رہے گا، کہ آپ بیت اللہ کے پاس جائیں گے اور طواف کریں گے۔ عمر بن الخطابؓ خاموش ہو گئے مگر غم وغصہ نہیں گیا، آپ کے پاس سے ابو بکرؓ کے پاس گئے اور اسی گفتگو کا اعادہ کیا جو نبی ﷺ کے سامنے کی تھی، ابو بکرؓ نے فرمایا اللہ کے بندے محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کا مددگار رہے اس لئے تم مرتے دم تک آپ کی رکاب تھامے رہو، اللہ کی قسم وہ حق پر ہیں، غرض عمرؓ کو ان شرائط صلح سے سخت رنج وغم پہنچا، خود انہوں نے فرمایا کہ واللہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا مجھے کبھی شک پیش نہیں آیا بجز اس وقعہ کے (بخاری)۔

ابھی ابھی یہ شرائط صلح طے ہوئی تھیں، اور صحابہ کرامؓ کی ناگواری اس پر ہو رہی تھی کہ اچانک اسی سہیل بن عمرو کا جو صلح نامہ کا فریق منجانب قریش تھا بیٹا ابو جندل جو مسلمان ہو چکا تھا اور باپ نے اس کو قید کر رکھا تھا اور سخت ایذائیں ان کو دیتا تھا، وہ کسی طرح بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گیا اور آپ سے پناہ مانگی، کچھ مسلمان بڑھے اور اس کو اپنی پناہ میں لے لیا، مگر سہیل چلا اٹھا کہ یہ پہلی عہد نامہ کی خلاف ورزی ہو رہی ہے اگر اس کو واپس نہ کیا گیا تو میں صلح کی کسی شرط کو نہ مانوں گا۔ رسول اللہ ﷺ عہد کر کے پابند ہو چکے تھے اس لئے ابو جندلؓ کو آواز دیکر فرمایا کہ اے ابو جندل! تم چند روز اور صبر کرو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اور ضعفاء مسلمین کے لئے جو مکہ میں محبوس ہیں جلد رہائی اور فراخی کا انتظام کرنے والا ہے، مسلمانوں کے دلوں پر ابو جندلؓ کے اس واقعہ نے اور زیادہ نمک پاشی کی، وہ تو یقین کر کے آئے تھے کہ اسی وقت مکہ فتح ہوگا اور یہاں یہ حالات دیکھے تو ان کے رنج وغم کی انتہا نہ رہی قریب تھا کہ وہ ہلاکت میں پڑ جاتے، مگر معاہدہ صلح مکمل ہو چکا تھا اس صلح نامہ پر مسلمانوں کی طرف سے ابو بکرؓ، عمرؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ اور عبداللہ بن سہیل بن عمر، سعد بن ابی وقاص، محمد بن مسلمہ اور علی بن ابی طالب وغیرہ رضی اللہ عنہم کے دستخط ہوئے، اسی طرح مشرکین کیطرف سے سہیل کے ساتھ چند دوسرے لوگوں کے دستخط بھی ہو گئے۔

جب صلح نامہ کی کتابت سے فراغت ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب لوگ اپنی قربانی کے جانور جو ساتھ ہیں ان کی قربانی کر دیں، اور سر کے بال منڈوا کر احرام کھول دیں، صحابہ کرام کی مسلسل رنج وغم کیوجہ سے یہ حالت ہو گئی تھی کہ آپ کے فرمانے کے باوجود کوئی اس کام کے لئے نہیں اُٹھا جس سے رسول اللہ ﷺ مغموم ہوئے، اور ام المؤمنین ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور اپنے اس رنج کا ذکر کیا، ام المؤمنین نے بہت مناسب اور اچھا مشورہ دیا کہ آپ صحابہ کرام کو

اس پر کچھ نہ کہیں، ان کو اس وقت سخت صدمہ اور رنج شرائط صلح اور بغیر عمرہ کے واپسی کیوجہ سے پہنچا ہوا ہے، آپ سب کے سامنے حجام کو بلا کر خود اپنا حلق کر کے احرام کھول دیں اور اپنی قربانی کر دیں۔ آپ نے مشورہ کیمطابق ایسا ہی کیا، صحابہ کرام نے جب یہ دیکھا تو سب کھڑے ہو گئے ایک دوسرے کا حلق کرنے لگے اور قربانی کے جانوروں کی قربانی کرنے لگے، آپ نے سب کیلئے دعا فرمائی۔

[۲] "لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک و ماتأخر" اس میں لیغفر کا "لام" اگر تعلیل یعنی بیان علت کے لئے لیا جائے تو حاصل اسکا یہ ہے کہ یہ فتح مبین آپ کو اس لئے دی گئی ہے تا کہ آپ کو یہ تین کمالات حاصل ہو جائیں جن کا اس آیت میں ذکر ہے، ان میں پہلی چیز تمام اگلی پچھلی لغزشوں اور خطاؤں کی معافی ہے، سورۂ محمد میں پہلے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ انبیآء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں ان کی طرف قرآن میں جہاں کہیں ذنب یا عصیان وغیرہ کے الفاظ منسوب کئے گئے وہ ان کے مقام عالی کی مناسبت سے ایسے کاموں کے لئے استعمال کئے گئے جو خلاف اولیٰ تھے مگر نبوت کے مقام بلند کے اعتبار سے غیر افضل پر عمل کرنا بھی ایسی لغزش ہے جس کو قرآن نے بطور تہدید کے ذنب و گناہ سے تعبیر کیا ہے اور ماتقدم سے مراد وہ لغزشیں ہیں جو نبوت سے پہلے ہوئیں اور ماتأخر سے مراد وہ لغزشیں جو رسالت ونبوت کے بعد صادر ہوئیں (مظہری)۔

اور فتح مبین کا اس مغفرت کے لئے سبب ہونے کیوجہ یہ ہے کہ فتح مبین سے بہت لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوں گے اور اسلام کی دعوت کا عام ہو جانا آپ کی زندگی کا مقصد عظیم اور آپ کے اجر وثواب کو بہت بڑھانے والا ہے۔

"ویھدیک صراطا مستقیما" یہ دوسری نعمت ہے جو اس فتح مبین پر مرتب ہوئی، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صراط مستقیم پر تو آپ اول ہی سے ہیں اور نہ صرف خود صراط مستقیم پر ہیں بلکہ دنیا کو اسی صراط مستقیم کی دعوت دینا آپ کا رات دن کا مشغلہ ہے تو ہجرت کے چھٹے سال فتح مبین کے ذریعہ صراط مستقیم کی ہدایت کے کیا معنی ہیں؟ اس کا جواب سورۂ فاتحہ کی تفسیر لفظ ہدایت کی تحقیق میں گزر چکا ہے کہ ہدایت ایک ایسا مفہوم عام ہے کہ جس کے درجات غیر متناہی ہیں وجہ یہ ہے کہ ہدایت کے معنی منزل مقصود کا راستہ دکھلانا یا اس پر پہنچانا ہے اور اصل منزل مقصود ہر انسان کی حق تعالیٰ کی رضا اور قرب حاصل کرنا ہے اور اس رضا وقرب کے متفاوت درجات بے شمار ہیں، ایک درجہ حاصل ہونے کے بعد دوسرے اور تیسرے درجہ کی ضرورت باقی رہتی ہے جس سے کوئی بڑے سے بڑا ولی بلکہ نبی ورسول بھی بے نیاز نہیں ہوسکتا،

اسی لئے اهدناالصراط المستقيم کی دعا نماز کی ہر رکعت میں کرنے کی تعلیم جیسے اُمّت کو ہے خود رسول اللہ ﷺ کو بھی ہے جس کا حاصل صراط مستقیم کی ہدایت یعنی اللہ تعالیٰ کے قرب ورضا کے درجات میں ترقی حاصل کرنا ہے اس فتح مبین پر اللہ تعالیٰ نے اسی قرب ورضا کا کوئی بہت اعلیٰ مقام آپ کو عطا فرمایا جس کو يهديک کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے،

"وينصرک الله نصرًا عزيزًا" یہ تیسری نعمت ہے جو اس فتح مبین پر مرتب ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی امداد واعانت جو آپ کو ہمیشہ حاصل رہی ہے اس وقت اس مدد کا ایک بڑا درجہ آپ کو دیا گیا۔

علامہ سبکی نے اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ ہر چند کہ نبی ﷺ نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے شرف اور مرتبہ کو ظاہر کرنے کے لئے یہ فرمایا: "ہم نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب بخش دیے" کیونکہ باشاہوں کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ اپنے خواص اور مقربین کو نوازنے کے لئے کہتے ہیں کہ ہم نے تمہارے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیے اور تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا، حالانکہ بادشاہ کو علم ہوتا ہے کہ اس شخص نے کوئی گناہ نہیں کیا،، نہ ائندہ کرے گا لیکن اس کلام سے اس شخص کی تعظیم اور تشریف کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔ سبل الہدی: ۱۴۰/۳۔

بعض محققین نے یہ کہا ہے کہ: (لِيَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنبِکَ وماتاخر) کا معنی ہے ليعصمک الله فيماتقدم من عمرک وفيماتاخر منه یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو آپکی اگلی اور پچھلی زندگی میں گناہوں سے بچائے رکھے گا، اور آپ کو عصمت پر قائم رکھے گا، اس آیت میں مغفرت، عصمت سے کنایہ ہے اور قران مجید میں بعض مقامات پر مغفرت سے عصمت کا کنایہ کیا گیا ہے۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے اپنی کتاب "نهاية السؤل فيماسنح من تفضيل الرسول" میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے، پھر انہوں نے فضیلت کی وہ وجوہات ذکر کی ہیں، اوران فضیلت کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے تمام ذنوب (یعنی بظاہر خلاف اولی کاموں کو) بخش دیا ہے، اور یہ بیان کیا ہے کہ انبیاء سابقین میں سے اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی مغفرت کی خبر نہیں دی، یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن جب دیگر انبیاء علیہم السلام سے شفاعت طلب کی جائے گی تو سب" نفسی نفسی" کہیں گے، اور ہیبت الٰہی سے شفاعت نہیں کریں گے، اور جب رسول ﷺ سے لوگ شفاعت طلب کریں گے تو آپؐ فرمائیں گے یہ میرا کام ہے، اوراس کا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کے لئے فتح مبین کو ثابت کیا، پھر مغفرت ذنوب کا ذکر کیا، پھر اپنی نعمت پوری کرنے اور صراط مستقیم کی ہدایت پر ثابت رکھنے اور نصر عزیز کا ذکر کیا، جس سے یہ ظاہر ہوگیا کہ

اس آیت سے مقصود گناہوں کا ثابت کرنا نہیں بلکہ گناہوں کی نفی کرنا ہے۔

ابن عطاءؒ نے کہا کہ اللہ تعالی نے اس سورت میں نبی ﷺ کے لئے متعدد نعمتوں کو جمع کر دیا ہے،، فتح مبین عطاء فرمائی، جو اجابت کی علامت ہے، مغفرت عطاء فرمائی، جو محبت کی علامت ہے، اتمام نعمت سے سرفراز کیا، جو اپ کی اختصاص کی نشانی ہے، اور ہدایت عطا فرمائی جو ولایت کی علامت ہے، پس مغفرت سے مراد تمام عیوب اور نقائص سے آپؐ کی تنزیہہ ہے، اور اتمام نعمت سے مراد آپؐ کو درجہ کاملہ پر پہنچانا ہے اور ہدایت سے مراد آپؐ کو مشاہدہ ذات وصفات کے اس مرتبہ پر پہنچانا ہے، جس سے بڑھ کر کوئی مرتبہ نہیں ہے۔ (از مدارج النبوۃ: ۱/۲۷، ۷۳)

حافظ ابن کثیرؒ اس ایت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔ یہ آیات نبی کریم ﷺ کے ان خصائص میں ہے جن میں کوئی اور آپؐ کا شریک نہیں ہے، آپ کے علاوہ اور کسی شخص کے لئے کسی حدیث صحیح میں یہ نہیں ہے، کہ اس کو اگلی اور پچھلی (ظاہری) خطاؤں کی مغفرت کردی گئی ہو، اور اس میں نبی ﷺ کی نہایت تعظیم اور تشریف ہے، اور اطاعت، نیکی، اور پارسائی میں اولین اور آخرین میں سے کسی نے آپؐ کے مقام کو نہیں پایا، اور آپ ﷺ دنیا اور آخرت میں علی الاطلاق اکمل البشر اور سید البشر ہیں۔

قاضی عیاض لکھتے ہیں: اللہ تعالی نے سورۂ فتح میں رسول ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا جو بیان فرمایا ہے، اور اللہ تعالی کے نزدیک جو نبی ﷺ کا مرتبہ اور مقام ہے اس کا جو ذکر کیا ہے، اس کی ابتداء اللہ تعالی نے دشمنوں پر رسول ﷺ کے غلبہ اور آپ کی شریعت کی سربلندی کی خبر دینے سے کی ہے، اور یہ بیان فرمایا ہے کہ آپ ﷺ مغفور ہیں، اور ماضی اور مستقبل کی کسی چیز پر آپؐ سے مواخذہ نہیں ہوگا۔ بعض علماء نے کہا اللہ تعالی نے یہ ارادہ فرمایا کہ آپؐ سے کوئی چیز ہوئی ہے یا نہیں، اللہ تعالی نے آپؐ کے لئے اس کی مغفرت کردی ہے۔ الشفاء: ۱/۳۱۔

علامہ شہاب الدین خفاجیؒ لکھتے ہیں:۔ علامہ تجانی نے کہا ہے کہ یہ آیت نبی ﷺ کی تعظیم وتوقیر بیان کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے، جیسے کوئی شخص کسی سے اظہار محبت کیلئے کہے، اگر تمہارا کوئی پہلا یا پچھلا گناہ ہو بھی تو ہم نے اس کو معاف کر دیا، اس کلام سے اس شخص کا یہ ارادہ نہیں ہوتا کہ اس نے فی الواقع کوئی گناہ کیا ہے، اور وہ اس کو معاف کر رہا ہے، اور میں کہتا ہوں کہ ذنب کا معنی ستر ہے جو نہ دکھائی دینے کا تقاضا کرتا ہے اور اس کو لازم ہے عدم ذنب یعنی جب گناہ ہے ہی نہیں، تو کیسے دکھائی دیگا، کیونکہ اگر گناہ ہوتا تو دکھائی دیتا۔ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالی نے مقدم اور موخر دونوں کا ذکر کیا ہے، حالانکہ موخر کا وجود ہی نہیں ہے، اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کا گناہ مقدم ہے نہ موخر، سو آپ

سے مطلقاً گناہ سرزد نہیں ہوا۔نسیم الریاض:۱/۲۷۳۔

ملاعلی قاری لکھتے ہیں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس ایت میں یہ اشارہ ہے کہ چنانچہ بندہ اپنے مقسوم کے مطابق اعلی مرتبہ پر پہنچ جائے پھر بھی وہ اللہ تعالی تعالی کی مغفرت سے مستغنی نہیں ہوتا، کیونکہ بندہ اپنے بشری عوارض کی بناء پر تقاضائے ربوبیت کے مطابق عبادت کا حق ادا کرنے سے قاصر رہ جاتا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مباح امور میں مشغول ہونے کی وجہ سے یا امت کے اہم کاموں میں منہمک اور مستغرق ہونے کی وجہ سے جو حضرت الوہیت میں غفلت واقع ہوتی ہے، انبیاء علیہم السلام اپنے بلند مقام کے اعتبار سے اس کو بھی سیئۃ اور گناہ خیال کرتے ہیں، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہ ہوتی ہیں۔**شرح الشفاء علی حاشیہ نسیم الریاض: ۱/۲۷۳.**

علامہ الوسی لکھتے ہیں:۔ نبی ﷺ کی بکثرت عبادت کرنے کا جو حال مشہور تھا اس کا لحاظ رکھتے ہوئے اس آیت میں نبی ﷺ کے مقام کی بلندی پر جو دلالت ہے اس کو الفاظ بیان کرنے سے قاصر ہیں، اور حدیث صحیح میں ہے کہ: اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نبی ﷺ نے نفلی روزے رکھے، اور نفلی نمازیں پڑھیں۔حتی کہ آپؐ کے قدم مبارک سوج گئے، اور سالخوردہ مشک کی طرح آپ کا جسم لاغر ہوگیا، آپ سے کہا گیا کہ آپ عبادت میں اس قدر مشقت کیوں کرتے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالی نے آپ کے ذنب (یعنی بظاہر خلاف اولی کاموں) کی مغفرت کردی ہے، رسول ﷺ نے فرمایا کیا میں اللہ تعالی کا شکرگذار بندہ نہ بنوں؟ روح المعانی۔

عطاء خراسانی کے قول کابطلان علامہ قرطبی نے اس آیت کے متعدد صحیح محمل بیان کئے ہیں اور ایک قول یہ بھی ذکر کیا ہے، عطاء خراسانی نے کہا ہے کہ ''**ماتقدم من ذنبک**'' سے مراد آپ کے والدین آدم وحواء کے ذنوب ہیں، اور ''ما تاخر'' سے مراد آپ کی امت کے گناہ ہے (قرطبی) اسی طرح اسماعیل حقی نے بھی اس آیت کے بہت سے محمل بیان کئے ہیں، جن میں سے بعض کو ہم نے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور علامہ خفاجی کے حوالوں سے ذکر کردیا ہے، اسماعیل حقی نے بھی عطاء خراسانی کے اس قول کا ذکر کیا ہے (روح البیان)۔

اہل علم سے یہ مخفی نہیں ہے کہ بعض اوقات مفسرین کسی آیت کی تفسیر میں تمام اقوال نقل کردیتے ہیں، پھر کبھی وہ اپنے مختار قول کا بیان کردیتے ہیں، اور باطل قول کا رد کردیتے ہیں، اور بعض اوقات وہ صرف اقوال کا ذکر کردیتے ہیں، اور دلائل کی وضاحت کی بناء پر باطل قول کا رد نہیں کرتے، عطاء خراسانی کا یہ قول بکثرت احادیث صحیحہ کے

خلاف ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ میں مغفرت کی نسبت رسول ﷺ کی طرف ہے، آپ نے اس کو اپنی خصوصیت قرار دیا ہے، اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صحابہ کرام نے اس پر خوشی کا اظہار کیا اور رسول ﷺ کو مبارک باد دی۔

علامہ سیوطیؒ نے مستند کتب احادیث سے سترہ ۱۷، حدیثیں ذکر کی ہیں، جن میں آپ کی طرف مغفرت کا اسناد کیا گیا ہے، اور اس کو آپ کے حق میں نعمت اور اس کو آپ کی خصوصیت قرار دیا گیا ہے (درمنثور) بعض اوقات مفسرین بغیر کسی کلام اور جرح کے تفسیر میں ایسی روایات ذکر کر دیتے ہیں، جو اہل سنت کے مسلمہ معتقدات کے خلاف ہوتی ہیں۔

امام ابن جریر طبری بیان کرتے ہیں:۔ **عن السدی" فما استمتعتم به منهن الی اجل فاتوهن اجورهن"** سدی سے یہ تفسیر اس طرح منقول ہے تم نے عورتوں سے ایک مدت معینہ تک جو متعہ کیا ہے ان کو اس کی اجرت دو، علامہ سیوطی نے بغیر کسی کلام اور جرح کے یہ روایت نقل کی ہے، **عن ابی سعید، قال لما نزلت (واٰتِ ذی القربی حقه) دعا رسول اللہ ﷺ فاطمة فاعطاها فدک (درمنثور).**

ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ کو بلایا اور ان کو فدک عطاء فرمایا۔ لیکن ان روایاتوں کے نقل کر دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ان روایات کو صحیح مانتے ہیں، یا ان کا التزام کرتے ہیں۔ اسی طرح علامہ قرطبی، علامہ حقی یا بعض دوسرے مفسرین نے دیگر اقوال کے ساتھ اگر عطاء خراسانی کا قول بھی نقل کر دیا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس قول کو صحیح مانتے ہیں، یا اس کا التزام کرتے ہیں، اور اگر بالفرض وہ اس کو صحیح مانتے ہوں تو احادیث صحیحہ کے مقابلے میں ان کا قول مردود ہے۔

افسوس کا مقام یہ ہے کہ رسول ﷺ کی صحیح اور صریح احادیث کے برعکس ہمارے دور میں عطاء خراسانی کے قول کے مطابق اس آیت کا ترجمہ مشہور کر دیا گیا ہے، اور اس آیت کے ترجمہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ "تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے، تمہارے اگلے اور تمھارے پچھلوں کے" یہ ترجمہ صحیح نہیں کیونکہ بکثرت احادیث میں رسول ﷺ کی طرف مغفرت کی نسبت کی گئی ہے، جیسا کہ ہم پہلے باحوالہ بیان کر چکے ہے، اور اس سلسلے میں مزید احادیث بھی ہیں۔

وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ﴿۳﴾ هُوَ الَّذِيْٓ أَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ
اور اللہ تمہاری زبردست مدد کرے گا۔ وہی تو ہے جس نے مومنوں کے دلوں پر تسلی نازل فرمائی
الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا إِيْمَانًا مَّعَ إِيْمَانِهِمْ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
تاکہ ان کے ایمان کے ساتھ اور ایمان بڑھے اور آسمانوں اور زمین کے لشکر (سب) اللہ ہی کے ہیں
وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۴﴾ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ
اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔ (یہ) اس لئے کہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بہشتوں میں جن کے
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ
نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان سے ان کے گناہوں کو دُور کر دے
وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۵﴾ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ
اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے۔ اور (اس لئے کہ) منافق مردوں
وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ
اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ کے حق میں بُرے بُرے خیال رکھتے ہیں
عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ
عذاب دے انہی پر بُرے حادثے واقع ہوں اور اللہ ان پر غصے ہوا اور ان پر لعنت کی اور ان کے لئے دوزخ تیار کی
وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۶﴾ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ
اور وہ بُری جگہ ہے۔اورآسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ
عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۷﴾ إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شٰهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۸﴾
غالب حکمت والا ہے۔ اور ہم نے تم کو حق ظاہر کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا اور خوف دلانے والا بھیجا ہے

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا ﴿۹﴾

تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کو بزرگ سمجھو اور صبح شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ

جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پھر جو عہد کو توڑے

فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهٖ وَمَنْ أَوْفٰى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ أَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۰﴾

اور عہد توڑنے کا نقصان اسی کو ہے اور جو اس بات کو جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے پورا کرے تو وہ اسے عنقریب اجر عظیم دے گا

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُوْنَا

جو گنوار پیچھے رہ گئے وہ تم سے کہیں گے کہ ہم کو ہمارے مال اور اہل و عیال نے روک رکھا

فَاسْتَغْفِرْ لَنَا يَقُوْلُوْنَ بِأَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ قُلْ

آپ ہمارے لئے (اللہ سے) بخشش مانگیں یہ لوگ اپنی زبان سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہے کہہ دو

فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا

کہ اگر اللہ تم کو نقصان پہنچانا چاہے یا فائدہ پہنچانے کا ارادہ فرمائے تو کون ہے جو اس کے سامنے تمہارے لئے کسی بات کا کچھ اختیار رکھے

بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۱﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ

بلکہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے واقف ہے۔ بات یہ ہے کہ تم لوگ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ پیغمبر اور مومن اپنے اہل وعیال میں

وَالْمُؤْمِنُوْنَ إِلٰى أَهْلِيْهِمْ أَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ

کبھی لوٹ کر آنے والے نہیں اور یہی بات تمہارے دلوں کو اچھی معلوم ہوئی اور (اسی وجہ سے) تم نے برے برے خیال

السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا

کئے اور (آخر کار) تم ہلاکت میں پڑ گئے۔ اور جو شخص اللہ پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان نہ لائے تو ہم نے (ایسے) کافروں

لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ
کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے وہ جسے چاہے بخشے
وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۴﴾ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ
اور جسے چاہے سزا دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ جب تم لوگ غنیمتیں لینے چلو گے تو جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے
اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيْدُوْنَ
وہ کہیں گے ہمیں بھی اجازت دیجئے کہ آپ کے ساتھ چلیں یہ چاہتے ہیں
اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ
کہ اللہ کے قول کو بدل دیں کہہ دو کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے اسی طرح اللہ نے پہلے سے فرما دیا ہے
فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾
پھر کہیں گے (نہیں) تم تو ہم سے حسد کرتے ہو بات یہ ہے کہ یہ لوگ سمجھتے ہی نہیں مگر بہت کم۔
قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ
جو گنوار پیچھے رہ گئے تھے ان سے کہہ دو کہ تم ایک سخت جنگجو قوم کے (ساتھ لڑائی کے) لئے بلائے جاؤ گے
تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا
ان سے تم (یا تو) جنگ کرتے رہو گے یا وہ اسلام لے آئیں گے اگر تم حکم مانو گے تو اللہ تم کو اچھا بدلہ دے گا اور اگر منہ پھیر لو
كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ
گے جیسے پہلی دفعہ پھیرا تھا تو وہ تم کو بُری تکلیف کی سزا دے گا۔ نہ تو اندھے پر گناہ ہے (کہ سفرِ جنگ سے پیچھے رہ جائے)
وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ
اور نہ لنگڑے پر گناہ ہے اور نہ بیمار پر گناہ ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر کے فرمان پر اللہ

وَرَسُوْلَهُ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ

اس کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں اور جو رُوگردانی کرے گا اسے بُرے دکھ کی سزا

عَذَابًا أَلِيْمًا ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ

دے گا۔ (اے پیغمبر!) جب مومن تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے

الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾

تو اللہ ان سے خوش ہوا اور جو ان کے دلوں میں تھا وہ اس نے معلوم کرلیا تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عنایت کی

وَمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّأْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾

اور بہت سی غنیمتیں جو انہوں نے حاصل کیں اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ أَيْدِيَ

اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا کہ تم ان کو حاصل کرو گے سو اس نے غنیمت کی تمہارے لئے جلدی فرمائی اور لوگوں کے

النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾

ہاتھ تم سے روک دیئے حکمت یہ تھی کہ یہ مومنوں کے لئے (اللہ کی) قدرت کا نمونہ ہو اور وہ تم کو سیدھے رستے پر چلائے۔

وَأُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾

اور اَور (غنیمتیں دیں) جن پر تم قدرت نہیں رکھتے تھے (اور) وہ اللہ ہی کی قدرت میں تھیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾

اور اگر تم سے کافر لڑتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے پھر کسی کو نہ دوست پاتے اور نہ مددگار۔

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾

(یہی) اللہ کی سنت ہے جو پہلے سے چلی آتی ہے اور تم اللہ کی سنت کبھی بدلتی نہ دیکھو گے۔

وَهُوَ الَّذِىْ كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ
اور وہی تو ہے جس نے تم کو ان (کافروں) پر فتحیاب کرنے کے بعد سرحدِ مکہ میں
مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾
ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔
هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْىَ مَعْكُوْفًا
یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجدِ حرام سے روک دیا اور قربانیوں کو بھی کہ اپنی جگہ پہنچنے سے رکی رہیں
أَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهُ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ
اور اگر ایسے مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم جانتے نہ تھے
أَنْ تَطَؤُهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِىْ رَحْمَتِهٖ
کہ اگر تم ان کو پامال کر دیتے تو تم کو ان کی طرف سے بےخبری میں نقصان پہنچ جاتا اس لئے (ہوئی) کہ اللہ اپنی رحمت میں
مَنْ يَّشَآءُ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيْمًا ﴿۲۵﴾
جس کو چاہے داخل کرے اور اگر دونوں فریق الگ الگ ہو جاتے تو جو ان میں کافر تھے ان کو ہم دکھ دینے والا عذاب دیتے۔
إِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ
جب کافروں نے اپنے دلوں میں ضد کی اور ضد بھی جاہلیت کی تو اللہ نے اپنے پیغمبر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل
سَكِيْنَتَهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا
فرمائی اور ان کو پرہیزگاری کی بات پر قائم رکھا اور وہ
أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ
اسی کے مستحق اور اہل تھے اور اللہ ہر چیز سے خبردار ہے۔ بیشک اللہ نے اپنے پیغمبر کو سچا (اور) صحیح خواب دکھایا

رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ آمِنِيْنَ

کہ تم اللہ نے چاہا تو مسجد حرام میں اپنے سر منڈ وا کراور اپنے بال کتر وا کرامن وامان سے داخل ہوگے اور کسی طرح کا خوف نہ کرو گے

مُحَلِّقِيْنَ رُؤُسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ

جو بات تم نہیں جانتے تھے اس کو معلوم تھی سو اس نے اس سے پہلے ہی جلد فتح کرا دی

دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ

وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت (کی کتاب) اور دینِ حق دے کر

الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۲۸﴾ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ

بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے اور حق ظاہر کرنے کے لئے اللہ ہی کافی ہے۔ محمد اللہ کے پیغمبر ہیں

اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا

اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل تو ان کو دیکھتا ہے کہ جھکے ہوئے سر بسجود

يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ

ہیں اور اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهٗ

ہیں ان کے یہی اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں (وہ) گویا ایک کھیتی ہیں

فَآزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ

جس نے (پہلے زمین سے) اپنی تیغ نکالی پھر اس کو مضبوط کیا پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہوگئی

يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا

اور لگی کھیتی والوں کو خوش کرنے تاکہ کافروں کا جی جلائے جو لوگ ان میں سے ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡهُمۡ مَّغۡفِرَةً وَّاَجۡرًا عَظِيۡمًا ﴿۲۹﴾

اور نیک عمل کرتے رہے ان سے اللہ نے گناہوں کی بخشش اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ (2)

---

(2) ''محمدرسول اللہ'' جس عظیم الشان رسول کی وساطت سے دین حق کوغلبہ عطا کرنا ہےاس کےاسم گرامی کی تصریح اوران جاں نثاراورسرفروش صحابہ کرامؓ کے فضائل ومناقب کا بیان جنہوں نے پیغمبرﷺ کی معیت میں دین اسلام کوپھیلانے اوراس کوباقی دینوں پرغالب کرنے کے لئے تن من دھن کی بازی لگادی،تا کہ آنے والی نسلیں ان کے نقش وقدم پرچلیں اوراپنے اندرایسی صفات پیدا کرنے کی کوشش کریں.محمد،مبتداء مقدر کی خبرہےاوررسول اللہ عطف بیان ہے یانعت یابدل۔اور یہ جملہ:ھو الذی ارسل رسولہ،الایہ کا بیان ہے،ای ھو اوذلک الرسول المرسل بالھدی ودین الحق محمدؐ،علی ان الاسم الشریف خبرمبتدأ محذوف (ورسول اللہ) عطف بیان اونعت اوبدل و الجملة استئناف مبین لقوله تعالی (ھو الذی ارسل رسوله) وھذا ھوالوجه الارجح الانسب بالمساق کمافی الکشف(روح).

''و الذین معه ''ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس سے وہ صحابہ کرام مراد ہیں،جوصلح حدیبیہ میں آپؐ کے ہمراہ تھے۔قال ابن عباسؓ اھل الحدیبیة اشداء علی الکفار،ای غلاظ علیھم کالاسدعلی فریسته(قرطبی)۔

یعنی وہ کافروں پراس طرح سخت گیر ہیں جس طرح شیر اپنے شکار پر،لیکن جمہورمفسرین کے نزدیک اس سے تمام صحابہ کرامؓ مراد ہیں،وقال الجمھور،جمیع اصحابه ﷺ ؓ (روح). وکون الصفات فی جملة اصحاب النبی ﷺ ھو الاشبه(قرطبی). رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی شان یہ ہے کہ کافروں پروہ بہت سخت ہیں دین کے معاملے میں کفار کے لئے رأفت ورحمت کا جذبہ ان کے دامن گیرنہیں ہوتا،جب وہ اپنے قریب ترین رشتہ داروں کوکفر کی حمایت میں میدان کارزار میں اپنے سامنے دیکھتے ہیں توشیر کی طرح ان پرجھپٹ پڑتے ہیں،لیکن آپس میں ایک دوسری کے لئے نہایت مہربان اوررحم دل ہیں،اسلام نے ان کوایک ایسی دینی برادری اوراخوت کے سلسلے میں جوڑ دیا ہے،کہ ان کی باہمی محبت والفت اورشفقت اوررحمت حقیقی بھائیوں کی محبت وشفقت سے بھی زیادہ مضبوط

اور گہری ہے اور زمانہ جاہلیت کی عداوتیں اور دشمنیاں ان کے دلوں سے حرف غلط کی طرح محو ہو چکی ہیں، اس آیت میں ان لوگوں کی آرزوں کو خاک میں ملا دیا، جو بے اصل اور باطل تاریخی روایتوں کی بنا پر صحابہؓ کے درمیان باہمی بغض وعداوت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ **رغم انف الروافض الذین یزعمون ان اصحاب محمد ﷺ کانوا یتباغضون بینھم** (مظھری)۔

"**تراھم رکعا**" یہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، کی کثرت نماز کی طرف اشارہ ہے کہ تو اکثر ان کو نماز میں مصروف پائیگا۔ اور پھر نماز سے ان کا مقصود ریا کاری نہیں، بلکہ وہ اللہ کے فضل ورحمت اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے نمازیں پڑھتے ہیں یہ ان کے صدق نیت اور اخلاص باطن کی شہادت ہے۔ صحابہ کرامؓ کا مقام کس قدر بلند ہے؟ کہ خود اللہ تعالیٰ گواہی دے رہا ہے کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں محض میری رضا جوئی اور خوشنودی کی خاطر کر رہے ہیں۔ **وکفی بذلک شرفا**.

"**سیماھم**" ان کے صدق واخلاص کی علامت ان کے چہروں میں کثرت سجود اور عبادت پر مداومت کی برکت سے نورانیت، وقار اور خشوع وتواضع کی صورت میں نمایاں ہیں۔ **قال قوم ھو السمت الحسن و الخشوع و التواضع وھی روایہ الوالبی عن ابن عباسؓ** (مظھری) اس سے ماتھے کا وہ نشان مراد نہیں جو اکثر نمازیوں کے پیشانیوں پر نمودار ہو جاتا ہے جسے عرف عام میں ماتھے کا محراب کہتے ہیں کیونکہ یہ نشان کوئی حقیقی علامت نہیں ہے۔

"**ذلک مثلھم**"۔ صحابہؓ کے یہ اوصاف جو اوپر بیان کئے گئے ہیں اسی طرح تورات میں بھی مذکور ہیں۔

"**ومثلھم فی الانجیل**" یہ صحابہ کرام کے لئے ایک تمثیل ہے **کزرع** مبتدا محذوف کی خبر ہے، **ای ھم کزرع** یعنی ان کی مثال ایسی ہیں جیسے کھیت میں ایک پودا پھوٹتا ہے پھر کچھ دنوں کے بعد اس کا کمزور تنا مضبوط ہو جاتا ہے پھر اہستہ اہستہ تنا اس قدر موٹا ہو جاتا ہے کہ پودا اس پر کھڑا ہو جاتا ہے تو کاشتکار اور کھیت کے مالک اسے دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں، یہی مثال صحابہ کرام کی ہے کہ ابتداء اسلام میں بہت کم تھے، پھر ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ ایک نہایت اور مستحکم، مضبوط جماعت معرض وجود میں آ گئی، جسے دیکھ کر رسول ﷺ خوش ہوتے۔ **وھو مثل ضربہ اللہ تعالی للصحابة رضوان اللہ تعالی عنھم اجمعین بدأ الاسلام ثم کثروا واستحکموا فترقی امرھم یوما فیوما بحیث اعجب الناس** (روح).

"**یغیظ**" اس کا متعلق محذوف ہے **ای فعل اللہ ھذا لمحمد ﷺ واصحابہ یغبط** =

سورة الحجرات (مدنية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ

مومنو! (کسی بات کے جواب میں) اللہ اور اس کے رسول سے پہلے نہ بول اٹھا کرو ڈرتے رہو بیشک اللہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ

سنتا جانتا ہے۔ اے اہلِ ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو

=بهم الكفار (قرطبی) اللہ تعالی نے محمد مصطفی ﷺ اور آپ کے صحابہ کو ضعف کے بعد قوت عطا فرمائی اور قلت کے بعد ان کی جماعت میں اس قدر اضافہ فرمایا کہ وہ ایک ناقابل تسخیر قوت بن گئی تا کہ کفار و مشرکین حسد اور غیظ و غضب کی آگ میں جل اٹھیں۔ ”وعدالله“ الاية یہ صحابہ کرام کے لئے بشارت اخروی ہے اور ”منهم“ میں ”من“ تبعیضیہ نہیں بلکہ موکدہ ہے یا بیانیہ: ”من“ مؤكدة للكلام و المعنى وعدهم الله كلهم مغفرة و اجرا عظيما؛

وقوله ”منهم“ لبيان الجنس وليست للتبعيض لانه وعدمدح الجميع (بحر) ان ایتوں میں اللہ تعالی نے صحابہ کرام کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے، جس شخص کے دل میں کسی صحابی کے بارے میں ذرہ بھر بغض ہوگا وہ ”ليغيظ بهم الكفار“ کا مصداق ٹھہرے گا۔ قال مالك من اصبح من الناس فى قلبه غيظ من اصحاب رسول الله ﷺ فقد اصابته هذه الاية (روح المعانى)۔ تمام صحابہ کرام عدول وثقات ہیں ان کی دیانت وامانت شک وشبہ سے بالا ہے وہ سارے کے سارے اولیاء اللہ اور انبیاء علیہم السلام کی بعد اللہ کی ساری مخلوق سے برگزیدہ ہیں۔ اہل السنّت کا یہی مسلک ہے فالصحابة كلهم عدول، واولياء الله تعالى، واصفيائه، وخيرته، من ائمة هذه الامة. (قرطبی)۔

النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ

اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو)

أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۲﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ أَصْوَاتَهُمْ

کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ پیغمبر الٰہی کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں

عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ

اللہ نے ان کے دل تقویٰ کے لئے آزما لئے ہیں ان کے لئے بخشش

وَأَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۳﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ أَكْثَرُهُمْ

اور اجرِ عظیم ہے۔ جو لوگ تم کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں ان میں اکثر

لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ

بے عقل ہیں۔ اور اگر وہ صبر کئے رہتے یہاں تک کہ تم خود نکل کر ان کے پاس جاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوْا

اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔ مومنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (مبادا)

أَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِيْنَ ﴿۶﴾

کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے۔ (1)

---

(1) اس آیت کریمہ میں ایک قانون شرعی ذکر کیا جاتا ہے، کہ جب تمہیں کسی قوم کے بارے میں مخالفت کی خبر ملے تو اس کے خلاف کسی قسم کی جنگی کاروائی کرنے سے پہلے اس خبر کی پوری تحقیق کر لو، ایسا نہ ہو کہ تم نادانی سے کسی قوم کو نقصان پہنچا دو اور بعد میں تمہیں اپنے کئے پر نادم و پشیمان ہونا پڑے۔ ان تصیبوا ای لئلا تصیبوا ، او کراھیۃ ان تصیبوا (روح) بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ولید بن عقبہؓ کو بنی المصطلق میں صدقات وصول کرنے کیلئے

بھیجا۔جب بنی المصطلق کوان کی آمد کاعلم ہواتووہ استقبال کے لئے گاؤں سے باہرنکل آئے ،اسلام سے پہلے ان کے اورولید بن عقبہؓ کے درمیان مخالفت تھی۔انہوں نے سمجھا شاید یہ لوگ مجھے مارنے پرامادہ ہیں چنانچہ وہیں سے واپس آکر نبی کریم ﷺ سے سارا ماجرا بیان کیا،لیکن تحقیق حال کے بعد حقیقت اس کے برعکس نکلی اور ولید بن عقبہؓ کو محض غلط فہمی ہوئی تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یہ روایت اکثرمفسرین نے اس مقام پرنقل کی ہے،مسنداحمد:۳۰/۴۰۴،میں یہ روایت نقل ہے،لیکن اس میں ایک راوی،دینار الکوفی ہے جوکہ عمروبن الحارث کا مولی تھا،اور یہ مجہول راوی ہے،دوسری راوی محمد بن السابق ہے اس پربھی کلام ہے،اسی سند سے امام بخاری نے تاریخ:۱/۱۹۱،میں مختصرا،اورابن قانع نے المعجم:۱/۱۷۷،اورطبرانی نے کبیر: رقم:۳۳۹۵،میں نقل کیا ہے۔

اورطبری نے:۹/۵۲۹۷،اوربیہقی نے سنن کبری:۹/۵۴،میں عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کی ہے لیکن اس کی سندمیں الحسین بن الحسن بن عطیۃ العوفی ہے،عن ابیہ ،عن جدہ،جوکہ تینوں ضعیف ہیں۔

جبکہ ام سلمہؓ سے طبری نے مذکورہ جلداورصفحہ میں اورطبرانی نے:۲۳/رقم۹۶۰،میں اسی طرح ایک روایت نقل کی ہے لیکن اس سند میں موسیٰ بن عبیدہ ضعیف اورثابت مولیٰ ام سلمہ مجہول ہے۔

طبرانی نے معجم اوسط رقم:۳۸۰۹،میں جابر بن عبداللہ سے نقل کی ہے لیکن وہ سند بھی ضعیف ہے۔اورطبرانی نے کبیر:۱۸/رقم:۴،میں علقمہ بن ناجیہ سے نقل کی ہے لیکن وہ سند بھی کمزور ہے۔طبری نے مذکورہ صفحہ اور جلد میں قتادہ سے یہ روایت مرسل نقل کی ہے،اورطبرانی نے کبیر:۲۲/۴۰۴،اوربیہقی نے سنن کبری:۹/۵۵،میں مجاہد سے مرسل نقل کی ہے۔

اورطبری نے ابن ابی لیلی سے بھی مرسل نقل کی ہے،اوران مختلف سندوں سے ابن ابی حاتم نے کتاب الجرح والتعدیل:۲/۴،میں نقل کی ہے،جبکہ تفسیر میں بھی:۱۰/۳۳۰۳،میں نقل کی ہے۔

ان مختلف سندوں کی وجہ سے بعض نے اس روایت کوحسن لغیرہ قراردیا ہے لیکن یہ بات درست نہیں اس لئے کہ اگرچہ یہ باعتبار شواہد(اصول حدیث کی رو)سے حسن ہے،لیکن وہ احادیث اورایات قرآنیہ جوکہ صحابہ کرام کی عظمت شان میں وارد ہیں یہ واقعہ ان آیات وروایات سے سراسر خلاف ہے،لہذا یہ شاذ،یامنکر کے زمرہ میں شمار ہوتا ہے۔

بطورمثال ہم صرف ایک آیت اورایک روایت کے ذکرکرنے پراکتفا کرتے ہیں،آیت سورۂ حشر والی نمبر(۱۰)

ہےاورروایت:ابوسعید خدریؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: **لاتسبوا اصحابی فلوان احدکم انفق مثل احدذھبا مابلغ مدُ احدھم ولانصیفہ** (خ:رقم:۳۶۷۳،ومسلم:۲۵۴۱،و ،ت:۳۸۶۱و، د:۴۶۵۸،و ن (کبریٰ:۸۳۰۸)و ،جہ:۱۶۱. یعنی میرے صحابہ کوگالی مت دو،اگرتم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابرسوناخرچ کرے،تووہ صحابہ کرام کےایک مد(جو) کےثواب کونہ پہنچےگااورنہ اس کےآدھے کے برابر۔

ایک اور روایت عمرؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:**اکرموا اصحابی، فانھم خیارکم (الحدیث)** یعنی میرے صحابہ کی عزت کرواس لئے کہ وہ تم سے افضل ہیں۔اس روایت کونسائی نے کبریٰ:۹۲۲۲،میں اورحاکم نے:۱/۱۴۴،میں اورمسنداحمد نے رقم:۱۱۴،اور۱۷۷،میں نقل کیا ہے ۔(اس باب میں روایات زیادہ ہیں جوکہ اکثرصاحب المشکوٰۃ نے فضائل صحابہ میں نقل کی ہے)۔

اورابن جریرو ابن ابی حاتم نے جرح وتعدیل:۲/۶،میں ضحاک سے نقل کی ہے کہ:**ان رسول اللہ ﷺ بعث رجلامن اصحابہ ،الخ**۔

بعض لوگوں نے اس سے یہ غلط نتیجہ نکالا کہ اس آیت میں ولید بن عقبہؓ کوفاسق کہا گیا ہے۔لیکن یہ بات کئی وجوہ سے درست نہیں،اول اس لئے کہ جن روایتوں میں ولید بن عقبہؓ کا نام مذکور ہے ان میں کوئی روایت بھی صحیح اورجرح سے خالی نہیں،وہ سب روایتیں منقطع ہیں(العواصم،لابی بکرابن العربی:۱۰۲)۔ابن حجر نے الاصابہ:۶/۴۸۲،میں اس روایت کونقل کرنے کے بعدلکھاہے:**وفی السندمن لایعرف ،ویعارض ذلک مااخرجہ ابوداودفی السنن (الحدیث)**۔

اورابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ:۱۱/۶۰۴،میں ولیدؓ کےاحوال کےنقل کرنے کے بعد مذکورہ حدیث کونقل کیا ہے پھرلکھتاہے **ذکرذلک غیرواحدمن المفسرین ،واللہ اعلم بصحۃ ذلک** ۔

اورابومنصور ماتریدی اس آیت کی تفسیر میں مذکورہ واقعہ کےنقل کرنے کے بعدلکھتاہے،**لکن ان کان ما ذکروا، فلم یکن فی ذلک النبأ التثبت،لان الایۃ نزلت بعدنبأ الرجل، وفی الایۃ الامربالتثبت فی نبأ الفاسق فیمایحدث من الامورمن بعد،فدل ان الایۃ نزلت لبیان الحکم فی نبأ الفاسق، واللہ اعلم،ولانہ یحتمل ان یکون ذلک الرجل منافقا الخ**۔(تفسیرتاویلات اھل السنۃ)۔

تفسیر اللباب میں اس حدیث کےنقل کرنے کی بعدلکھتاہے:**وھذاضعیف، لان اللہ تعالی لم یقل، انی**

انزلتھالکذا ،و النبیﷺلم ینقل عنه انه قال وردت الایة لبیان ذلک حسب،غایة مافی الباب انھانزلت فی ذلک الوقت وھومثل تاریخ نزول الایة، وممایصدق ذلک ویؤکدہ ان اطلاق لفظ الفاسق علی الولید بعید،لانه توھم وظن فاخطأ ،و المخطئ لایسمی فاسقا،وکیف و الفاسق فی اکثر المواضع المرادبه من خرج عن رتبة الایمان، کمافی کھف: ۵۰،و الم السجدۃ،۲۰،و المنافقون: ٦ ، الی غیرذلک۔اوراسی طرح امام رازی نےتفسیر کبیر میں بھی نقل کیا ہے۔

اس تفصیل کے بعد،ابن عبدالبر نے کتاب الاستیعاب:۱۵۵۳/۴، میں اس کے متعلق جواجماع کادعوی کیا ہے اس کا باطل ہونا ظاہر ہوا۔

دوم:ایک روایت سے ثابت ہے کہ فتح مکہ کے دن ولید بن عقبہؓخوردسالہ بچوں میں تبریک کی خاطر نبی کریمﷺ کی خدمت میں پیش کئے گئے،آپؐ نے سب کے سروں پر ہاتھ پھیرامگران کے سر پر ہاتھ نہ پھیرا،کیونکہ ان کے سر میں خلوق(ایک قسم کی خوشبو)لگی تھی اوروہ آپ کوناپسندتھی۔جوشخص فتح مکہ کے دن بچوں میں شامل ہےوہ چندماہ بعداس قابل کس طرح ہوگیا کہ اسے بنی مصطلق میں عامل بناکر بھیجدیا گیا۔عن الولید بن عقبةؓ قال لمافتح رسول اللهﷺمکة جعل اھل مکة یأتونه بصبیانھم فیمسح علی رؤسھم ویدعولھم، فجي بی الیه وانی مطیب بالخلوق، فلم یمسح علی رأسي ،ولم یمنعه من ذلک الاان امی خلقتنی بالخلوق فلم یمسنی من اجل الخلوق:مسنداحمد: ۳۰۵/۲٦،سنن ابی دائود:رقم: ۴۱۸۱ و البخاری فی التاریخ: ۹۰/۱، ۹۱،و البیھقی فی السنن الکبری: ۵۵/۹ ومشکل الاثار: ۵۲۳۹ و العقیلی فی الضعفاء: ۳۱۹/۲ و الطبرانی فی الکبیر: ۴۰٦/۲۲ و الحاکم فی المستدرک:۱۰۰/۳ و البیھقی فی الدلائل: ۳۹۷/٦.

ان سب نے ایک ہی سند سے یہ روایت نقل کی ہےاوراس میں ابوموسیٰ عبداللہ الہمدانی ہے جوکہ امام بخاری تاریخ:۲۲۴/۵، میں اس کے متعلق لکھتا ہے، لایصح حدیثه اورابن عبدالبر نے اس کومجہول کہا ہے،لہذا یہ روایت نا قابل اعتبار ہے۔سوم:اس لئے کہ''یاایھا لذین امنوا'' میں خطاب عام مؤمنین سے ہےاورفاسق سے بھی عام فاسقین مراد ہیں اورفاسق کاذکرمبالغہ فی الحکم کے لئے ہے،یہ مقصودنہیں کہ جس قصہ میں اس کانزول ہوا ہے اس سے متعلق شخص کوفاسق کہا گیا ہے،لہذااس سے ولیدؓ کافاسق ہونالازم نہیں آتا۔

وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ فِيۡكُمۡ رَسُوۡلَ اللّٰهِ لَوۡ يُطِيۡعُكُمۡ فِىۡ كَثِيۡرٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ

اور جان رکھو کہ تم میں اللہ کے پیغمبر ہیں[2] اگر بہت سی باتوں میں وہ تمہارا کہا مان لیا کریں

---

[2] ''واعلموا ان فیکم'': یہ پہلے قانون سے متعلق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت نہ کرو، آپؐ پر تمہاری اطاعت ضروری نہیں، بلکہ تم پر آپؐ کی اطاعت لازم وفرض ہے، اگر پیغمبر ﷺ تم میں سے ہر ایک کے مشورے پر عمل کرنے لگیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے بعض خلاف صواب مشوروں پر عمل کرنے کی وجہ سے تم کئی مشقتوں میں پڑ جاؤ گے۔تم میں اللہ کا رسول موجود ہے اس لئے تم آپ کے احکام کی پیروی کرو، اور اپنی ہر بات منوانے پر زور نہ دو۔ جب نبی کریم ﷺ کو بنی مصطلق کے ارتداد کی خبر ملی جو خلاف واقع تھی۔اس وقت بہت سے صحابہ نے یہ رائے دی کہ فوراً ان پر چڑھائی کرنی چاہئے ،لیکن آپ نے پہلے کشف حقیقت اور تحقیق حال کا حکم فرمایا اس آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

ہروی نے اپنی کتاب ''الرد علی اہل الکلام'': ۲۱۹/۲، میں ابوسعید خدریؓ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے ایک دن یہ آیت تلاوت فرمایا، پھر فرمایا، هذا نبیکم ﷺ وخیار امتکم لو اطاعهم فی کثیر من الامر لعنتوا فکیف بکم الیوم ۔اور ابن جریر نے قتادہ سے اسی الفاظ سے نقل کی ہے۔تو اس روایت میں باوجود اس کے کہ: آراء الرجال کی شان ذکر کی، بریلیوں کا جواب بھی مذکور ہے، جو کہتے ہیں کہ ''فیکم'' سے معلوم ہوا کہ رسول ﷺ اب بھی موجود ہے اور بقید حیات ہے، اس کا تفصیلی جواب سورۂ بقرہ:۱۵۴، میں گذر چکی ہے لیکن یہاں پر اس روایت سے یہ واضح ہوا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے حیات کے وقت سے متعلق ہے، بعض بریلویوں کو یہ وہم ہے کہ '' فیکم رسوله'' ۔کا معنی یہ ہے کہ اللہ کا رسول تم میں ہے، تو وہ تو اب بھی رسول ہیں، تو جب اب بھی رسول ہیں، اور ہم بھی یہ مانتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ زندہ ہیں تو ہم ان کو بطور جواب الزامی یہ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ: قالوا یارسول اللہ متی وجبت لک النبوۃ؟قال: وآدم بین الروح و الجسد، ترمذی: رقم :۳۶۱۸، ابو ہریرہؓ کے علاوہ عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ سے یہ روایت نقل ہے۔

تو اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پیدائش سے پہلے نبی تھے۔تو بریلیوں کو چاہئے کہ یہ عقیدہ رکھیں کہ نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ سرے سے دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوئے کیونکہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے آپ ﷺ

نبی تھے،تو یہ بریلوی عیدمیلا دالنبی ﷺ کیوں مناتے ہیں؟(فماھو جوابکم فھو جوابنا)۔

نیلویؒ صاحب، نداءحق: ۱/۷۵۵، میں لکھتے ہیں: کیا وفات النبی ﷺ کےعقیدہ سے انکار رسالت لازم آتا ہے؟ موطاءامام مالک: ۵۰۰، کتاب الجنائز، میں ام المومنین عائشہؓ کی روایت ہے کہ آپؐ فرماتی تھیں **کسـر عـظـم الـمسلم میتـا ککسره وھو حی، قال مالک تعنی فی الاثم**، یعنی مسلمان میت کی ہڈی توڑنا ایسا ہی (گناہ) ہے جیسے اس کی زندگی کی حالت میں ہڈی توڑنا گناہ ہے،حدیث عائشہؓ میں گو'' **فـی الاثم** '' کالفظ نہیں ہے،مگر امام مالک فرماتے ہیں کہ ام المومنین کی مراد ہے **تشبیه فی الاثم** ،نہ، **تشبیه فی الالم** ۔اورابن ماجہ: ۱۱۷، میں ام سلمہؓ کی روایت میں صراحۃً لفظ، **فی الاثم**، وارد ہے۔

نیلویؒ کہتا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمان آدمی وفات پاجانے کے بعد بھی ایمان کی وصف کے ساتھ متصف رہتا ہے، جیسا کہ زندگی میں ایمان کی وصف سے متصف تھا، مرجانے کے بعد مسلمان سے ایمان والی صفت اس سے منتزع نہیں ہوجاتی، جب ہر مسلمان کا یہ حال ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں تو بطریق اولی یہ بات ثابت ہوگی کہ ان کی وفات کے ساتھ وصف رسالت ونبوت زائل نہیں ہوسکتی۔

اور جولوگ یہ کہتے ہیں کہ وفات انبیاء کےعقیدہ سے انتزاع وصف رسالت ونبوت کاعقیدہ لازم آتا ہے یہ بالکل بے اصل اور بے دلیل ہے، اگر ہر مسلم سے وصف ایمان زائل نہیں ہوتی تو نبی ﷺ سے وصف نبوت کیسے زائل ہوسکتی ہے؟ حالانکہ حیات مسلم محض برزخی ہے، دنیوی نہیں ہے، اگر وصف نبوت کا زائل نہ ہونا دلیل بن سکتی ہے انبیاء کی حیات دنیویہ برزخیہ کی۔تو پھر ہر مسلم سے وصف ایمان زائل ہونا بھی دلیل بن سکتی ہے ہر مسلمان کی حیات دنیویہ برزخیہ کی ، پھرانبیاء کی حیات دنیویہ پرزور دینا چہ معنی؟۔اورحدیث حسنؒ میں اس معنی کواشارہ ہے: **وعـن الـحسـن مـرسلا ان رسول الله ﷺ قال: أنا رسول من أدركت حيًا ومن يولد بعدى.**

حسنؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں رسول ہوں زندہ لوگوں کا اوران کا جو میرے بعد پیدا ہونے والے ہیں۔'' [کنز العمال: ۱۱/۴۰۴، طبقات کبری لابن سعد: ۱/۱۹۱]۔

''**ولـكـن الله** '' ان کی طرف سے اس فوری اقدام کے مشورے کا عذر بیان کیا گیا ہے، کہ ایمان سے فرط محبت اور کفر وعصیان سے دلی نفرت کی وجہ سے انہوں نے یہ مشورہ دیا تھا، مگر حقیقت میں صحیح اقدام وہی تھا جس کا پیغمبرؐ نے حکم دیا تھا کہ تحقیق حال سے پہلے حملہ نہ کیا جائے، **ومعنى الاية ،ولكن ماصدرمنكم من ترك التثبت انما=**

لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيْمَانَ وَزَيَّنَهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ

تو تم مشکل میں پڑ جاؤ لیکن اللہ نے تم کو ایمانِ عزیز بنا دیااور اس کوتمہارے دلوں میں سجادیا اور

الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ أُوْلٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ ﴿۷﴾

کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا یہی لوگ راہِ ہدایت پر ہیں۔

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۸﴾ وَإِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

(یعنی) اللہ کے فضل اوراحسان سے اوراللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔اوراگر مومنوں میں سے کوئی دوفریق

=كان لحبكم الايمان وبغضكم الكفر فلالوم عليكم ولااثم(مظهرى). استدراک ببيان عذرهم وهوان فرط حبهم الايمان وكراهتهم الكفرحملهم على ذلك(بيضاوى)۔

شیخ حسین علی فرماتے ہیں کہ ''لکن'' معنی موضوع لہ کے اعتبار سے ماقبل کے ساتھ مرتبط نہیں ہوسکتا اس لئے سیاق وسباق کے اعتبار سے معنی یہ ہوگا کہ لیکن اللہ تعالی کوتمہارے دلوں میں ایمان کومحبوب بنانا اورتمہیں کفروفسوق وعصیان سے متنفر کرنا محبوب ہے،اس لئے اس نے تم پر نبی علیہ السلام کی اطاعت فرض کی ہے۔اس ایت میں اللہ تعالی نے صحابہ کرام کے نہایت بلند مناقب بیان فرمائے ہیں،ایمان کوان کے دلوں کا محبوب بنادیااورایمان سے ان کے دلوں کومنور ومزین فرمادیا۔اوران کے دلوں کوکفراورفسوق اورعصیان سے متنفر کردیا۔پھرفرمایا یہ لوگ ہی درحقیقت رشد وہدایت کی راہ پرگامزن ہیں۔اور یہ ان پراللہ کافضل وانعام ہے کہ اس نے ان کوایمان کے اس بلند مقام پرفائز فرمایا،یہ سب کچھ ان کے ایمان واخلاص،اطاعت وجان نثاری اورظاہروباطن کی سچائی کا ثمرہ ہے۔کیونکہ اللہ تعالی سب کچھ جاننے والا ہے،اوراس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔اوراس آیت سے اس حدیث کا معنی ظاہر ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:من سرته حسنته وسائته سيئته فهومومن۔یعنی جس شخص کواپنی نیکی اچھی لگے اور برائی اسے ناراض کرے وہ مومن ہے۔ترمذی رقم:۲۲۵۴،ومسنداحمد:۱/۱۸،۲۶۔

اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدٰهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى

آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو اور اگرایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے

فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ إِلٰى أَمْرِ اللّٰهِ فَإِنْ فَآءَتْ

توزیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے پس جب وہ رجوع کرے

فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوْا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿٩﴾

تو دونوں فریق میں مساوات کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٠﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى

کہ تم پر رحمت کی جائے۔ مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے یقیناً

أَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰى أَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ

کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں) یقیناً کہ وہ ان سے اچھی ہوں

وَلَا تَلْمِزُوْٓا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ

اور اپنے (مومن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا بُرا نام رکھو ایمان لانے کے بعد بُرا نام

بَعْدَ الْإِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿١١﴾

(رکھنا) گناہ ہے اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ

اے اہلِ ایمان! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں

وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ

اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے

يَّأْكُلَ لَحْمَ أَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اس سے تو تم ضرور نفرت کرو گے اور اللہ کا ڈر رکھو بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے

يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ

لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کرو

لِتَعَارَفُوْآ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

اور اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا سب سے زیادہ خبردار ہے

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا أَسْلَمْنَا

دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے (بلکہ یوں) کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں

وَلَمَّا يَدْخُلِ الْأِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَإِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ

اور ایمان تو ہنوز تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو گے

لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾

تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کرے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا

مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک میں نہ پڑے اور اللہ کی راہ میں

بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أُوْلٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾

مال اور جان سے لڑے یہی لوگ (ایمان کے) سچے ہیں۔

قُلْ أَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ

ان سے کہو کیا تم اللہ کو اپنی دینداری جتلاتے ہو؟ اور اللہ تو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں سے واقف ہے

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوْا قُلْ

اور اللہ ہر شے کو جانتا ہے۔ یہ لوگ تم پر احسان رکھتے ہیں کہ مسلمان ہو گئے ہیں کہہ دو

لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيْمَانِ

کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کا رستہ دکھایا

إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

بشرطیکہ تم سچے (مسلمان) ہو۔ بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾

اور جو کچھ تم کرتے ہو اسے دیکھتا ہے۔

سورة "ق" (مكية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔[۱]

---

[۱] عن ام هشام بنت حارثة بن النعمان قالت مااخذت قٓ والقرآن المجيد الا عن لسان رسول الله ﷺ يقرأها كل جمعة على المنبر اذا خطب الناس. مسلم: ۱۴۴۲۔

ام ھشامؓ فرماتی ہیں کہ میں نے سورۂ قٓ و القران المجید نبی ﷺ کی زبان مبارک سے صرف اس طرح سیکھی ہے کہ آپ ہر جمعہ منبر پر جب لوگوں کے سامنے خطبہ ارشاد فرماتے تو یہ سورت پڑھا کرتے تھے اور میں سن سن کر یاد کر لیتی تھی۔

قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ ﴿١﴾ بَلْ عَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ فَقَالَ
قٓ ۔قرآن مجید کی قسم ۔لیکن ان لوگوں نے تعجب کیا کہ انہی میں سے ایک ہدایت کرنے والا ان کے پاس آیا تو کافر کہنے لگے
الْكَافِرُونَ هَٰذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ ﴿٢﴾ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذَٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيدٌ ﴿٣﴾
کہ یہ بات تو (بڑی) عجیب ہے۔ بھلا جب ہم مرگئے اور مٹی ہو گئے (تو پھر زندہ ہونگے)؟ یہ زندہ ہونا (عقل سے) بعید ہے
قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتَابٌ حَفِيظٌ ﴿٤﴾
ان کے جسموں کو زمین جتنا (کھا کھا کر) کم کرتی جاتی ہے ہمیں معلوم ہے اور ہمارے پاس تحریری یادداشت بھی ہے۔
بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَهُمْ فِي أَمْرٍ مَرِيجٍ ﴿٥﴾ أَفَلَمْ يَنْظُرُوا
بلکہ جب ان کے پاس حق آ پہنچا تو انہوں نے اس کو جھوٹ سمجھا سو یہ ایک الجھی ہوئی بات میں الجھ گئے ۔کیا انہوں نے اپنے اوپر
إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ ﴿٦﴾
آسمان کی طرف نگاہ نہیں کی کہ ہم نے اس کو کیونکر بنایا اور (کیونکر) سجایا اور اس میں کہیں شگاف تک نہیں
وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ﴿٧﴾
اور زمین کو (دیکھو اسے) ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑ رکھ دیئے اور اس میں ہر طرح کی خوشنما چیزیں اگائیں تا
تَبْصِرَةً وَذِكْرَىٰ لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ ﴿٨﴾ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُبَارَكًا
کہ رجوع کرنے والے بندے ہدایت اور نصیحت حاصل کریں۔ اور آسمان سے برکت والا پانی اتارا
فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ﴿٩﴾ وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَهَا طَلْعٌ نَضِيدٌ ﴿١٠﴾
اور اس سے باغ و بستان اگائے اور کھیتی کا اناج ۔اور لمبی لمبی کھجوریں جن کا گابھا تہ بہ تہ ہوتا ہے۔
رِزْقًا لِلْعِبَادِ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا كَذَٰلِكَ الْخُرُوجُ ﴿١١﴾
(یہ سب کچھ) بندوں کو روزی دینے کے لئے اور اس سے ہم نے شہرِ مُردہ کو زندہ کیا اسی طرح (روزِ قیامت) نکل پڑنا ہے

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَٰبُ الرَّسِّ وَثَمُودُ ﴿١٢﴾

ان سے پہلے نوح کی قوم اور کنوئیں والے اور ثمود جھٹلا چکے ہیں۔

وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ ﴿١٣﴾ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ

اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائی۔ اور بَن کے رہنے والے ا ور تُبّع کی قوم ان سب نے

كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ ﴿١٤﴾ أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ بَلْ هُمْ فِي

پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہمارا وعید (عذاب) بھی پورا ہو کر رہا۔ کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں؟ (نہیں) بلکہ یہ

لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿١٥﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ

از سرِ نو پیدا کرنے میں شک میں (پڑے ہوئے) ہیں۔ اور ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا ہے اور جو خیالات اس کے دل میں

نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴿١٦﴾ إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ

گزرتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں اور ہم اس کی رگِ جاں سے بھی اس کے زیادہ قریب ہیں۔ جب (وہ کوئی کام کرتا ہے تو)

الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ﴿١٧﴾ مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴿١٨﴾

دو لکھنے والے جو دائیں بائیں بیٹھے ہیں لکھ لیتے ہیں۔ کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ مَا كُنتَ مِنْهُ تَحِيدُ ﴿١٩﴾

اور موت کی بیہوشی حقیقت کھولنے کو طاری ہو گئی (اے انسان!) یہی (وہ حالت) ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيدِ ﴿٢٠﴾ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا

اور صُور پھونکا جائے گا یہی (عذاب کے) وعید کا دن ہے۔ اور ہر شخص (ہمارے سامنے) آئے گا

سَائِقٌ وَشَهِيدٌ ﴿٢١﴾ لَّقَدْ كُنتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا

ایک (فرشتہ) اس کے ساتھ چلانے والا ہوگا اور ایک (اس کے اعمال کی) گواہی دینے والا۔ اس سے تو غافل ہو رہا تھا

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿۲۲﴾ وَقَالَ قَرِيْنُهُ هٰذَا
اب ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھا دیا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔ اور اس کا ہمنشین (فرشتہ) کہے گا یہ (اعمال نامہ)
مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿۲۳﴾ أَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۲۴﴾
میرے پاس حاضر ہے۔ (حکم ہو گا کہ) ہر سرکش ناشکرے کو دوزخ میں ڈال دو۔
مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ ﴿۲۵﴾ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ فَأَلْقِيَاهُ
جو مال میں بخل کرنے والا حد سے بڑھنے والا شبہے نکالنے والا تھا۔ جس نے اللہ کے ساتھ اور معبود مقرر کر رکھے تھے تو اس کو
فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿۲۶﴾ قَالَ قَرِيْنُهُ رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُهُ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ
سخت عذاب میں ڈال دو۔ اس کا ساتھی (شیطان) کہے گا کہ اے ہمارے پروردگار! میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ
ضَلَالٍ بَعِيْدٍ ﴿۲۷﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿۲۸﴾
خود ہی رستے سے بھٹکا ہوا تھا۔ فرمائے گا کہ ہمارے حضور میں ردوکد نہ کرو ہم تمہارے پاس پہلے ہی وعید بھیج چکے تھے
مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۲۹﴾ يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ
ہمارے ہاں بات بدلا نہیں کرتی اور ہم بندوں پر ظلم نہیں کیا کرتے۔ اس دن ہم دوزخ سے پوچھیں گے
هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿۳۰﴾ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ
کہ کیا تو بھر گئی؟ وہ کہے گی کہ کچھ اَور بھی ہے؟ اور بہشت پرہیزگاروں کے قریب کر دی جائے گی
غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿۳۱﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿۳۲﴾
دُور نہ ہوگی۔ یہی وہ چیز ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا (یعنی) ہر رجوع کرنے والے حفاظت کرنے والے سے
مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ﴿۳۳﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ
جو اللہ سے بن دیکھے ڈرتا ہے اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔ اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ

ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿۳۵﴾
یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔ وہاں وہ جو چاہیں گے ان کے لئے حاضر ہے اور ہمارے ہاں اور بھی (بہت کچھ) ہے۔
وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ
اور ہم نے ان سے پہلے کئی امتیں ہلاک کر ڈالیں وہ ان سے قوت میں کہیں بڑھ کر تھے وہ شہروں میں گشت کرنے لگے
هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۶﴾ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى
کہ کہیں بھاگنے کی جگہ ہے؟ جو شخص دل (آگاہ) رکھتا ہے یا دل سے متوجہ ہو کر سنتا ہے
السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا
اس کے لئے اس میں نصیحت ہے۔اور ہم نے آسمانوں اور زمین کواور جو (مخلوقات) ان میں ہے
فِيْ سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ
سب کو چھ دن میں بنا دیا اور ہم کو ذرا بھی تکان نہیں ہوا۔تو جو کچھ یہ (کفار) بکتے ہیں اس پر صبر کرو اور آفتاب کے
بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ
طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو۔اور رات کے
فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۴۱﴾
بعض اوقات میں بھی اور نماز کے بعد بھی اس (کے نام) کی تسبیح کیا کرو۔اور سنو جس دن پکارنے والا نزدیک کی جگہ سے پکارے گا
يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾
جس دن لوگ چیخ یقیناً سن لیں گے وہی نکل پڑنے کا دن ہے۔
إِنَّا نَحْنُ نُحْيِيْ وَنُمِيْتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿۴۳﴾
ہم ہی تو زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔

يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ﴿۴۴﴾

اس دن زمین ان پر سے پھٹ جائے گی اور جھٹ پٹ نکل کھڑے ہوں گے یہ جمع کرنا ہمیں آسان ہے۔

نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ

یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے اور تم ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہو پس جو ہمارے وعید سے ڈرے

مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ ﴿۴۵﴾

اس کو قرآن سے نصیحت کرتے رہو۔

سورة الذاريٰت (مكية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ [۱]

وَالذَّارِيَاتِ ذَرْوًا ﴿۱﴾ فَالْحَامِلَاتِ وِقْرًا ﴿۲﴾ فَالْجَارِيَاتِ يُسْرًا ﴿۳﴾

بکھیرنے والوں کی قسم جو اُڑا کر بکھیر دیتی ہیں۔ پھر (پانی کا) بوجھ اٹھاتی ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ چلتی ہیں۔

فَالْمُقَسِّمَاتِ أَمْرًا ﴿۴﴾ إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَصَادِقٌ ﴿۵﴾ وَإِنَّ الدِّينَ لَوَاقِعٌ ﴿۶﴾

پھر چیزیں تقسیم کرتی ہیں۔ کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ سچا ہے۔ اور انصاف (کا دن) ضرور واقع ہوگا۔

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ﴿۷﴾ إِنَّكُمْ لَفِي قَوْلٍ مُخْتَلِفٍ ﴿۸﴾

اور آسمان کی قسم جس میں رستے ہیں۔ کہ تم ایک متناقض بات میں (پڑے ہوئے) ہو۔

---

[۱] سورۂ ذاریات میں بھی اس سے پہلی سورۂ ق کی طرح زیادہ تر مضامین آخرت وقیامت اور اس میں مردوں کے زندہ ہونے، حساب کتاب اور ثواب وعذاب کے متعلق ہیں۔ پہلی چند آیات میں اللہ تعالیٰ نے چند چیزوں کی=

يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ أُفِكَ ﴿۹﴾ قُتِلَ الْخَرَّاصُونَ ﴿۱۰﴾ الَّذِينَ هُمْ فِي غَمْرَةٍ

اس سے وہی پھرتا ہے جو (اللہ کی طرف سے) پھیرا جائے۔ اٹکل دوڑانے والے ہلاک ہوں۔ جو بے خبری میں

سَاهُونَ ﴿۱۱﴾ يَسْئَلُونَ أَيَّانَ يَوْمُ الدِّينِ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ ﴿۱۳﴾

بھولے ہوئے ہیں۔ پوچھتے ہیں کہ جزا کا دن کب ہوگا؟ اس دن (ہوگا) جب ان کو آگ میں عذاب دیا جائے گا۔

ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ هٰذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ﴿۱۴﴾

اب اپنی شرارت کا مزہ چکھو یہ وہی ہے جس کے لئے تم جلدی مچایا کرتے تھے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّعُيُونٍ ﴿۱۵﴾ آخِذِينَ مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا

بیشک پرہیزگار بہشتوں اور چشموں میں (عیش کر رہے ہوں) گے۔ (اور) جو جو (نعمتیں) ان کا پروردگار انہیں دیتا ہوگا

قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِينَ ﴿۱۶﴾ كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ﴿۱۷﴾

ان کو لے رہے ہوں گے۔ بیشک وہ اس سے پہلے نیکیاں کرتے تھے۔ رات کے تھوڑے سے حصے میں سوتے تھے۔

= قسم کھا کر فرمایا ہے کہ قیامت کے متعلق جن چیزوں کا وعدہ کیا گیا ہے وہ سچا وعدہ ہے، جن چیزوں کی قسم کھائی ہے وہ چار ہیں: اَلذَّارِيَاتِ ذَرْوًا، اَلْحَامِلَاتِ وِقْرًا، اَلْجَارِيَاتِ يُسْرا، الْمُقَسِّمَاتِ أَمْرًا.

ایک مرفوع حدیث میں جس کو ابن کثیر نے ضعیف کہا ہے، اور فاروق اعظمؓ اور علیؓ سے موقوفاً ان چاروں چیزوں کے معنی اور مفہوم یہ بتلایا گیا ہے کہ ذاریات سے مراد وہ ہوائیں ہیں جن کے ساتھ غبار ہوتا ہے، اور حاملات وقرًا کے لفظی معنی بوجھ اٹھانے والے کے ہیں، اس سے مراد بادل ہے جو پانی کا بوجھ اٹھائے ہوتے ہیں، اور جاریات یسرا سے مراد کشتیاں ہیں جو پانی میں آسانی کے ساتھ چلتی ہیں، اور مقسمات امرًا سے مراد وہ فرشتے ہیں جو حق تعالی کی طرف سے عام مخلوقات میں رزق اور بارش کا پانی اور تکلیف وراحت کی مختلف اقسام تقدیر الٰہی کے مطابق تقسیم کرتے ہیں، ابن کثیر، قرطبی۔

وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿۱۸﴾ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿۱۹﴾
اور اوقاتِ سحر میں بخشش مانگا کرتے تھے۔ اور ان کے مال میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے (دونوں) کا حق ہوتا تھا

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿۲۰﴾ وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿۲۱﴾
اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔ اور خود تمہارے نفوس میں تو کیا تم دیکھتے نہیں؟

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ﴿۲۲﴾ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
اور تمہارا رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان میں ہے۔ تو آسمانوں اور زمین کے مالک کی قسم!

إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ ﴿۲۳﴾ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ
یہ (اسی طرح) قابلِ یقین ہے جس طرح تم بات کرتے ہو۔ بھلا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں

الْمُكْرَمِينَ ﴿۲۴﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا ۖ قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ ﴿۲۵﴾
کی خبر پہنچی ہے؟ جب وہ ان کے پاس آئے تو سلام کہا انہوں نے بھی (جواب میں) سلام کہا ایسے لوگ کہ نہ جان نہ پہچان

فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ
تو اپنے گھر جا کر ایک (بھنا ہوا) موٹا بچھڑا لائے۔ (اور کھانے کے لئے) ان کے آگے رکھ دیا کہنے لگے

أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿۲۷﴾ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً قَالُوا لَا تَخَفْ
کہ آپ تناول کیوں نہیں کرتے؟ اور دل میں ان سے خوف محسوس کیا (انہوں نے) کہا کہ خوف نہ کیجئے

وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ﴿۲۸﴾ فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا
اوران کو ایک دانشمند لڑکے کی بشارت بھی سنائی۔ تو ابراہیم کی بیوی چلاتی آئی اور اپنا منہ پیٹ کر

وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوا كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ
کہنے لگی کہ (اے ہے ایک تو) بڑھیا اور بانجھ۔ کہا تمہارے پروردگار نے یونہی فرمایا ہے وہ بیشک صاحبِ حکمت و

الْعَلِيمُ ﴿٣٠﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿٣١﴾ قَالُوا

خبردار ہے۔ ابراہیم نے کہا کہ فرشتو! تمہارا مدعا کیا ہے؟انہوں نے کہا

إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ﴿٣٢﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِينٍ ﴿٣٣﴾

کہ ہم گنہگار لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ تاکہ ان پر کنکر برسائیں۔

مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ ﴿٣٤﴾ فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا

جن پر حد سے بڑھ جانے والوں کے لئے تمہارے پروردگار کے ہاں سے نشان کر دیئے گئے ہیں۔تو وہاں جتنے مومن تھے

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٣٥﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٣٦﴾

ان کو ہم نے نکال لیا۔ اور اس میں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا۔

وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٣٧﴾

اور جو لوگ عذابِ الیم سے ڈرتے ہیں ان کے لے وہاں نشانی چھوڑ دی۔

وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾

اور موسیٰ (کے حال) میں (بھی نشانی ہے) جب ہم نے ان کو فرعون کی طرف کھلا ہوا معجزہ دے کر بھیجا۔

فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ وَقَالَ سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ﴿٣٩﴾ فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ

تو اس نے اپنی جماعت (کے گھمنڈ) پر منہ موڑ لیا اور کہنے لگا یہ تو جادوگر ہے یا دیوانہ۔تو ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو

فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿٤٠﴾ وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ﴿٤١﴾

پکڑ لیا اور ان کو دریا میں پھینک دیا اور وہ کام ہی قابلِ ملامت کرتا تھا۔اور عاد میں بھی (نشانی ہے) جب ہم نے ان پر نامبارک ہوا چلائی

مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ ﴿٤٢﴾ وَفِي ثَمُودَ إِذْ قِيلَ

وہ جس چیز پر چلتی اس کو ریزہ ریزہ کئے بغیر نہ چھوڑتی۔اور (قومِ) ثمود (کے حال) میں بھی (نشانی ہے) جب ان سے کہا گیا

لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ

کہ ایک وقت تک فائدہ اٹھا لو۔ تو انہوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی سو ان کو کڑک نے آ پکڑا

وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿۴۵﴾

اور وہ دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ نہ تو اٹھنے کی طاقت رکھتے تھے اور نہ ہی مقابلہ کر سکتے تھے۔

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ

اوراس سے پہلے (ہم) نوح کی قوم کو (ہلاک کر چکے تھے) بیشک وہ نافرمان لوگ تھے۔ اورآسمانوں کوہم ہی نے ہاتھوں

وَّإِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾

سے بنایا اور ہم کو سب مقدور ہے۔ اور ہم ہی نے زمین کو بچھایا تو (دیکھو) ہم کیا خوب بچھانے والے ہیں

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْآ إِلَى اللّٰهِ

اور ہر چیز کی ہم نے دو قسمیں بنائیں تاکہ تم نصیحت پکڑو۔ تو تم لوگ اللہ کی طرف بھاگ چلو میں

إِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ إِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ

اس کی طرف سے تم کو صریح رستہ بتانے والا ہوں۔ اوراللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ میں اس کی طرف سے تم کو صریح

نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾ كَذٰلِكَ مَا أَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ

رستہ بتانے والا ہوں۔ اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو پیغمبر آتا وہ اس کو

إِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ أَتَوَاصَوْا بِهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾

جادوگر یا دیوانہ کہتے۔ کیا یہ ایک دوسرے کو اسی بات کی وصیت کرتے آئے ہیں؟ بلکہ یہ شریر لوگ ہیں

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا أَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ وَّذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾

تو ان سے اعراض کرو تم کو (ہماری طرف سے) ملامت نہ ہوگی۔ اور نصیحت کرتے رہو کہ نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔[۲] میں ان سے طالبِ رزق نہیں اور نہ

اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾

یہ چاہتا ہوں کہ مجھے (کھانا) کھلائیں۔ اللہ ہی تو رزق دینے والا زور آور مضبوط ہے

فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾

کچھ شک نہیں کہ ان ظالموں کے لئے بھی نوبت مقرر ہے جس طرح ان کے ساتھیوں کی نوبت تھی تو ان کو مجھ سے جلدی نہیں طلب کرنا چاہیئے

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾

جس دن کا ان کافروں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس سے ان کے لئے خرابی ہے۔

---

[۲] اس آیت میں دو اشکال ظاہر نظر میں پیدا ہوتے ہیں، اول یہ کہ جس مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے کسی خاص کام کے لئے پیدا کیا ہے، اور اس کا ارادہ یہی ہے کہ یہ مخلوق اس کام کو کریں تو عقلی طور پر یہ ناممکن ومحال ہوگا، کہ پھر وہ مخلوق اس کام سے انحراف کر سکے، کیونکہ حق تعالیٰ کے ارادہ ومشیت کے خلاف کوئی کام محال ہے۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ اس آیت میں انسان اور جن کی تخلیق کو صرف عبادت میں منحصر کر دیا گیا ہے، حالانکہ ان کی پیدائش میں علاوہ عبادت کے دوسرے فوائد اور حکمتیں بھی موجود ہیں۔

پہلے اشکال کے جواب میں بعض مفسرین نے اس مضمون کو صرف مومنین کے ساتھ مخصوص قرار دیا ہے، یعنی ''ہم نے مومن جنات اور مومن انسانوں کو بجز عبادت کے اور کام کے لئے نہیں بنایا'' اور مومنین ظاہر ہے کہ عبادت کے کم وبیش پابند ہوتے ہیں، یہ قول ضحاک وسفیان وغیرہ کا ہے، اور ابن عباسؓ کی ایک قرأت آیت مذکورہ میں لفظ مومنین مذکور بھی ہے اور قرأت اس طرح ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْا،

اس قرأت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ یہ مضمون صرف مومنین کے حق میں آیا ہے، اور اس آیت میں ارادہ الہیہ سے مراد ارادہ تکوینی نہیں ہے، جس کے خلاف کا وقوع محال ہوتا ہے، بلکہ ارادہ تشریعی ہے، یعنی یہ کہ ہم نے ان کو=

سورة الطور (مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

وَالطُّوۡرِ ﴿۱﴾ وَكِتَابٍ مَّسۡطُوۡرٍ ﴿۲﴾ فِىۡ رَقٍّ مَّنۡشُوۡرٍ ﴿۳﴾ وَالۡبَيۡتِ الۡمَعۡمُوۡرِ

(کوہِ) طُور کی قسم!۔ اور کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے۔ کشادہ اوراق میں۔ اور آباد گھر کی۔

=صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ ہم ان کو عبادت کیلئے مامور کریں، امر الٰہی چونکہ انسانی اختیار کے ساتھ مشروط رکھا گیا ہے، اس کے خلاف کا وقوع محال نہیں، یعنی اللہ نے تو حکم عبادت کا سب کو دیا ہے مگر ساتھ ہی اختیار بھی دیا ہے، اس لئے کسی نے اپنی اختیار کو صحیح خرچ کیا، عبادت میں لگ گیا، اور کسی نے اس اختیار کو غلط استعمال کیا، عبادت سے منحرف ہوگیا، یہ قول علیؓ سے بغوی نے نقل کیا ہے، اور زیادہ بہتر اور بے غبار وہ توجیہ ہے جو تفسیر مظہری میں کی گئی ہے، کہ مراد آیت کی یہ ہے کہ ہم نے ان کی تخلیق اس انداز پر کی ہے کہ ان میں استعداد اور صلاحیت عبادت کرنے کی ہو، چنانچہ ہر جن وانس کی فطرت میں یہ استعداد قدرتی موجود ہے، پھر کوئی اس استعداد کو صحیح مصرف میں خرچ کر کے کامیاب ہوتا ہے، کوئی اس استعداد کو اپنے معاصی اور شہوت میں ضائع کر دیتا ہے، اور اس مضمون کی مثال وہ حدیث ہے جس میں رسول ﷺ نے فرمایا ہے: **كل مولود يولد على الفطرة فابواه يهودانه اويمجسانه، رواه الترمذی:۲۱۳۸۔**

یعنی ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اس کو اس فطرت سے ہٹا کر کوئی یہودی بنا دیتا ہے، کوئی مجوسی، تو جس طرح اس حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ ہر انسان میں فطری اور خلقی طور پر اسلام وایمان کی استعداد وصلاحیت رکھی جاتی ہے، پھر کبھی اس کے ماں باپ اس صلاحیت کو ضائع کر کے کفر کے طریقوں پر ڈالتے ہیں، اسی طرح اس آیت میں " الا ليعبدون" کا یہ مفہوم ہوسکتا ہے کہ جن وانس کے ہر فرد میں حق تعالیٰ نے استعداد وصلاحیت عبادت کی رکھی ہے۔

دوسرے اشکال کا جواب یہ ہے کہ کسی مخلوق کو عبادت کے لئے پیدا کرنا اس سے دوسرے منافع اور فوائد کی نفی نہیں کرتا۔

﴿۴﴾ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ﴿۵﴾ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ﴿۶﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ
اور اونچی چھت کی۔ اور ابلتے ہوئے دریا کی۔[1] کہ تمہارے پروردگار کا عذاب
لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ ﴿۸﴾ يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ﴿۹﴾
واقع ہو کر رہے گا۔ (اور) اس کو کوئی روک نہیں سکے گا۔ جس دن آسمان لرزنے لگے کپکپا کر۔
وَتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ﴿۱۰﴾ فَوَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾ الَّذِيْنَ
اور پہاڑ اڑنے لگیں اُڈن بن کر۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔ جو
هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَلْعَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ إِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿۱۳﴾
خوضِ (باطل) میں پڑے کھیل رہے ہیں۔ جس دن ان کو آتشِ جہنم کی طرف دھکیل دھکیل کر لے جائیں گے۔
هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۴﴾ أَفَسِحْرٌ هٰذَا أَمْ أَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۱۵﴾
یہی وہ جہنم ہے جس کو تم جھوٹ سمجھتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے یا تم کو نظر ہی نہیں آتا؟
اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْا أَوْ لَا تَصْبِرُوْا سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ
اس میں داخل ہو جاؤ اور صبر کرو یا نہ کرو تمہارے لئے یکساں ہے جو کام تم کیا کرتے تھے (یہ) انہی کا تم کو
تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ﴿۱۷﴾ فٰكِهِيْنَ بِمَا آتَاهُمْ
بدلا مل رہا ہے۔ پرہیزگار وہ باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے۔ جو کچھ ان کے پروردگار نے ان کو بخشا
رَبُّهُمْ وَوَقَاهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْئًا بِمَا كُنْتُمْ
اس (کی وجہ) سے خوشحال اور ان کے پروردگار نے ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا لیا۔ اپنے اعمال کے صلے میں

---

[1] طور کے معنی عبرانی زبان میں پہاڑ کے ہیں، جس پر درخت اگتے ہوں، یہاں طور سے مراد وہ طور سینین ہے

جوارض مدین میں واقع ہے، جس پر موسٰی علیہ السلام کو حق تعالی سے شرف ہمکلامی نصیب ہوا، بعض روایات حدیث میں ہے کہ دنیا میں چار پہاڑ جنت کے ہیں، ان میں سے ایک طور ہے، قرطبی۔

''طور'' کی قسم کھانے میں اس کی خاص تعظیم وتشریف کی طرف بھی اشارہ ہے، اوراس کی طرف بھی کہ اللہ تعالی کی طرف سے بندوں کے لئے کچھ کلام اور احکام آئے ہیں جن کی پابندی ان پر فرض ہے۔

''وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ ، فِي رَقٍّ مَّنشُورٍ'' لفظ ''رق'' دراصل پتلی باریک کھال کے لئے بولا جاتا ہے، جو لکھنے کے واسطے کاغذ کی جگہ استعمال کی جاتی تھی، مراد اس سے وہ چیز ہے جس پر لکھا گیا ہو، اس لئے اس کا ترجمہ کاغذ سے کردیا جاتا ہے، اور ''کتاب مسطور'' سے مراد یا تو انسانوں کا نامہ اعمال ہے، بعض مفسرین نے اس سے مراد قران کریم قرار دیا ہے، قرطبی۔

''وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ '' بیت معمور آسمان میں فرشتوں کا کعبہ ہے، دنیا کے کعبہ کے بالمقابل ہے، صحیحین کی احادیث میں ثابت ہے کہ شب معراج میں رسول ﷺ جب ساتویں آسمان پر پہنچے تو آپ کو بیت معمور کی طرف لے جایا گیا، جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت کے لئے داخل ہوتے ہیں، پھر کبھی ان کو دوبارہ یہاں پہنچنے کی نوبت نہیں آتی، کیونکہ ہر روز دوسرے نئے فرشتوں کا نمبر آتا ہے، (حدیث معراج) ابن کثیر۔

بیت معمور ساتویں آسمان کے رہنے والے فرشتوں کا کعبہ ہے، اس لئے شب معراج میں رسول اللہ ﷺ جب بیت معمور پر پہنچے تو دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام اس کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں، چونکہ وہ دنیا کے کعبہ کے بانی تھے، حق تعالی نے اس کی جزاء میں آسمان کے کعبہ سے بھی ان کا خاص تعلق قائم کردیا، ابن کثیر۔

''وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ''، بحر سے مراد سمندر اور ''مسجور'' سجر سے مشتق ہے جو کئی معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے، ایک معنی آگ بھڑکانے کے بھی ہیں، بعض مفسرین نے اس جگہ یہی معنی لئے کہ قسم ہے سمندر کی جو آگ بنادیا جائے گا، اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ قیامت کے روز سارا سمندر آگ بن جائیگا، جیسا کہ دوسری آیت میں ہے: وَاذَا البحار سجرت'' (تکویر) یعنی چاروں طرف کے سمندر آگ بن کر میدان حشر میں جمع ہونے والے انسانوں کے محیط ہوجائیں گے، یہی معنی سعید بن المسیبؒ نے علیؓ سے نقل کیا ہے، ابن عباسؓ اور سعید بن المسیبؒ، مجاہد، عبید اللہ بن عمیرؒ نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔ ابن کثیر۔

تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۹﴾ مُتَّكِئِيۡنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصۡفُوۡفَةٍ‌ وَّزَوَّجۡنٰهُمۡ بِحُوۡرٍ عِيۡنٍ ﴿۲۰﴾

مزے سے کھاؤ اور پیو۔ تختوں پر جو برابر بچھے ہوئے ہیں تکیہ لگائے ہوئے اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ہم ان کا عقد کردیں گے

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَاتَّبَعَتۡهُمۡ ذُرِّيَّتُهُمۡ بِاِيۡمَانٍ اَلۡحَـقۡنَا بِهِمۡ ذُرِّيَّتَهُمۡ

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی ایمان میں ان کے پیچھے چلی ہم ان کی اولاد کو بھی ان تک پہنچا دیں گے

وَمَاۤ اَلَتۡنٰهُمۡ مِّنۡ عَمَلِهِمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ‌ ؕ كُلُّ امۡرِیءٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيۡنٌ ﴿۲۱﴾

اور ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے ہر شخص اپنے اعمال میں پھنسا ہوا ہے۔

وَاَمۡدَدۡنٰهُمۡ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحۡمٍ مِّمَّا يَشۡتَهُوۡنَ ﴿۲۲﴾ يَتَنَازَعُوۡنَ فِيۡهَا كَاۡسًا

اور جس طرح کے میوے اور گوشت کو ان کا جی چاہے گا ہم ان کو عطا کریں گے۔ وہاں وہ ایک دوسرے سے جامِ شراب

لَّا لَغۡوٌ فِيۡهَا وَلَا تَاۡثِيۡمٌ ﴿۲۳﴾ وَيَطُوۡفُ عَلَيۡهِمۡ غِلۡمَانٌ لَّهُمۡ

جھپٹ لیا کریں گے جس (کے پینے) سے نہ ہذیان سرائی ہوگی نہ کوئی گناہ کی بات۔ اور نوجوان خدمتگار (جو ایسے ہوں گے)

كَاَنَّهُمۡ لُـؤۡلُـؤٌ مَّكۡنُوۡنٌ ﴿۲۴﴾ وَاَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ يَّتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۲۵﴾

جیسے چھپائے ہوئے موتی ان کے آس پاس پھریں گے۔ اور ایک دوسرے کی طرف رخ کرکے آپس میں گفتگو کریں گے

قَالُوۡۤا اِنَّا كُنَّا قَبۡلُ فِىۡۤ اَهۡلِنَا مُشۡفِقِيۡنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيۡنَا وَوَقٰٮنَا عَذَابَ

کہیں گے کہ اس سے پہلے ہم اپنے گھر میں ڈرتے رہتے تھے۔ تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لُو کے عذاب سے بچالیا

السَّمُوۡمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا مِنۡ قَبۡلُ نَدۡعُوۡهُ‌ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡبَـرُّ الرَّحِيۡمُ ﴿۲۸﴾

اس سے پہلے ہم اس سے دعائیں کیا کرتے تھے بیشک وہ احسان کرنے والا مہربان ہے۔

فَذَكِّرۡ فَمَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجۡنُوۡنٍ ﴿۳۱﴾

تو (اے پیغمبر!) تم نصیحت کرتے رہو تم اپنے پروردگار کے فضل سے نہ تو کاہن ہو اور نہ دیوانے۔

أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ ﴿۳۰﴾ قُلْ تَرَبَّصُوا
کیا کافر کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے (اور) ہم اس کے حق میں زمانے کے حوادث کا انتظار کر رہے ہیں؟ کہہ دو کہ انتظار کئے جاؤ

فَإِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُتَرَبِّصِينَ ﴿۳۱﴾ أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهَذَا أَمْ هُمْ قَوْمٌ
میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ کیا ان کی عقلیں ان کو یہی سکھاتی ہیں بلکہ یہ لوگ

طَاغُونَ ﴿۳۲﴾ أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿۳۳﴾ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ
ہیں ہی شریر۔ کیا کفار کہتے ہیں کہ ان پیغمبر نے قرآن از خود بنا لیا ہے؟ بات یہ ہے کہ یہ ایمان نہیں رکھتے۔ اگر یہ سچے ہیں

إِن كَانُوا صَادِقِينَ ﴿۳۴﴾ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿۳۵﴾
تو ایسا کلام بنا تو لائیں۔ کیا یہ کسی کے پیدا کئے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود (اپنے تئیں) پیدا کرنے والے ہیں۔

أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بَل لَّا يُوقِنُونَ ﴿۳۶﴾ أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ
یا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ یہ یقین ہی نہیں رکھتے۔ کیا ان کے پاس تمہارے پروردگار کے خزانے ہیں

رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ ﴿۳۷﴾ أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ فَلْيَأْتِ
یا یہ (کہیں کے) داروغہ ہیں؟ یا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر (چڑھ کر آسمان سے باتیں) سن آتے ہیں

مُسْتَمِعُهُم بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿۳۸﴾ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ﴿۳۹﴾
تو جو سُن آتا ہے وہ صریح سند دکھائے۔ کیا اللہ کی تو بیٹیاں اور تمہارے بیٹے؟

أَمْ تَسْـئَـلُهُـمْ أَجْـرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ أَمْ عِـنْـدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ
(اے پیغمبر!) کیا تم ان سے صلہ مانگتے ہو کہ ان پر تاوان کا بوجھ پڑ رہا ہے؟ یا ان کے پاس غیب (کا علم) ہے کہ وہ
يَـكْتُبُوْنَ ﴿۴۱﴾ أَمْ يُـرِيْـدُوْنَ كَيْـدًا فَـالَّـذِيْـنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿۴۲﴾
اسے لکھ لیتے ہیں؟ کیا یہ کوئی داؤ کرنا چاہتے ہیں؟ تو کافر تو خود داؤ میں آنے والے ہیں۔
أَمْ لَهُمْ إِلٰـهٌ غَيْرُ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَإِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ
کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور معبود ہے؟ اللہ ان کے شریک بنانے سے پاک ہے۔ اور اگر یہ آسمان سے (عذاب) کا کوئی ٹکڑا
السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿۴۴﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلَاقُوْا يَوْمَهُمُ
گرتا ہوا دیکھیں تو کہیں گے کہ یہ گاڑھا بادل ہے۔ پس ان کو چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ روز جس میں وہ بیہوش کر دیئے
الَّـذِيْ فِيْـهِ يُـصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾ يَوْمَ لَا يُـغْـنِـيْ عَـنْهُـمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَّلَا هُمْ
جائیں گے سامنے آ جائے۔ جس دن ان کا کوئی داؤ کچھ بھی کام نہ آئے اور نہ ان کو (کہیں سے)
يُـنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَإِنَّ لِـلَّـذِيْـنَ ظَـلَـمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ
مدد ہی ملے۔ اور ظالموں کے لئے اس کے سوا اور عذاب بھی ہے لیکن ان میں کے اکثر
لَا يَـعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاصْبِرْ لِـحُـكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ
نہیں جانتے۔ اور تم اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں صبر کئے رہو تم تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہو اور جب اٹھا کرو تو اپنے پروردگار کی تعریف
رَبِّكَ حِيْـنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾ وَمِـنَ الـلَّيْـلِ فَسَبِّـحْـهُ وَإِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾
کے ساتھ تسبیح کیا کرو۔ اور رات کے بعض اوقات میں بھی اور ستاروں کے غروب ہونے کے بعد بھی اس کی تسبیح کیا کرو

سورة النجم (مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

وَالنَّجۡمِ إِذَا هَوٰى ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمۡ وَمَا غَوٰى ﴿۲﴾

تارے کی قسم جب غائب ہونے لگے۔[ا] کہ تمہارے رفیق (محمد ﷺ) نہ رستہ بھولے ہیں نہ بھٹکے ہیں۔

[ا]والنجم ...تا ...الکبریٰ۔ یہ تمہید ہے برائے صدق الرسول ﷺ "ما ضل" جواب قسم ہے۔ "ضلال" یعنی راستہ نہ ملنا اور "غوایۃ" راستہ ملنے کے بعد بھٹک جانا "الضلال ضد الهداية والغي ضد الرشد "يعني هو مهتد راشد (مظہری) قسم ہے ستارے کی جب وہ نیچے گرتا ہے، یعنی غروب ہوتا ہے۔ محمد ﷺ غلط راہ پر نہیں ہیں، بلکہ راہ راست پر قائم ہیں۔ یعنی ستارے کا نیچے آنا شاہد ہے کہ نبی کریم ﷺ پر آسمان سے فرشتہ اترتا اور وحی لاتا ہے، اور آپ کا یہ فرمانا کہ مجھ پر وحی آتی ہے غلط نہیں اور نہ بعید از قیاس ہے۔

"وما ينطق" . .الایۃ:۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ جو قرآن پیش کرتے ہیں وہ اپنی رائے اور خواہش سے بنا کر نہیں لاتے، بلکہ اللہ کی طرف سے آپ پر اس کی باقاعدہ وحی ہوتی ہے۔ ای ما يصدر نطقه، فما اتاكم به من جهته عزوجل كالقرآن اومن القرآن عن هو ى نفسه ورأيه اصلا (روح المعانی)

"ان هو"، الاية، هو سے مراد قرآن کریم ہے یعنی یہ قرآن وحی ہے جو اللہ کی طرف سے آپ کے پاس بھیجی جاتی ہے۔

"علمه شديد القوى"۔ شدید القویٰ مضبوط قوتوں والا، مراد جبریل علیہ السلام ہیں، جن کی قوتوں کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ انہوں نے قوم لوط علیہ السلام کی بستیوں کو اٹھا کر بلندی سے الٹا کر پھینک دیا، اور ملأ اعلیٰ سے زمین تک کا سفر آنکھ جھپکنے میں طے کر لیتے تھے۔ اور ان کی ایک دلدوز چیخ سے قوم ثمود کے جگر پھٹ گئے (قرطبی).

"ذو مرة" . .عقل وفهم میں کامل یا حسین وجمیل اور خوش منظر وطويل القامة ذو منظر حسن (مدارک) ذو هيئة حسنة قيل هو جسم طويل حسن (بحر المحیط) ذو مرة حصافة في عقله ورأيه (بیضاوی)۔ حاصل یہ

ہے کہ یہ قرآن آپ نے اپنے پاس سے نہیں بنایا ہے بلکہ جبریل علیہ السلام ایسے شدید وقوی عقیل وفہیم اور حسین وجمیل فرشتہ نے اللہ کی طرف سے آپ پر اتارا ہے۔

''فاستوىٰ'' یہ غار حراء کے پاس پیش آنے والے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

''الافق الاعلیٰ''. آسمان کا وہ حصہ جو دور سے زمین کے ساتھ ملا ہوا نظر آتا ہے'' قاب'' وہ فاصلہ جو کمان کے وسط سے وتر تک ہوتا ہے، اس طرح ہر کمان میں صرف ایک قاب ہوا۔ اس لئے ترکیب میں قلب ماننے کی ضرورت نہیں جیسا کہ بعض نے کہا ہے کہ یہ اصل میں **قابی قوس** تھا۔ **عن مجاھدو الحسن ان قاب القوس مابین وترھاومقبضھاو لاحاجة الی القلب**(روح المعانی)

شیخ حسین علی فرماتے ہیں یہ اصل میں **قاب قوس** تھا پھر اس کو تثنیہ کیا گیا اور جب مرکب کا تثنیہ بنایا جائے تو علامت تثنیہ کبھی صرف ایک حرف کے ساتھ اور کبھی دونوں جزوں کے ساتھ لگائی جاتی ہے یہاں علامت تثنیہ دوسرے جز کے ساتھ لگائی گئی ہے (رضی) اس طرح اس کا اصل **قابی قوسین** ماننے کی ضرورت نہیں، اہل عرب کا طریقہ تھا کہ جب دو آدمی آپس میں دوستی اور بھائی چارہ بناتے تو اپنی اپنی کمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیتے اس طرح کہ ایک کا قاب دوسرے کے قاب پر منطبق ہوجاتا اور پھر ان کو جدا کر کے ان سے ایک ایک تیر چلاتے جس سے ان کا مقصد یہ ہوتا کہ آج وہ دونوں بھائی ہیں، اور ایک کی رضا دوسرے کی رضا ہے اور ایک کی ناراضی دوسرے کی ناراضی ہے (روح)۔

''او'' بمعنی **بل** ہے۔ مدارک، روح، یعنی جبرئیل علیہ السلام اپنی اصلی اور حقیقی صورت میں افق آسمانی پر سیدھے کھڑے ہوئے نمودار ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے جب ان کو دیکھا تو بیہوش ہوگئے۔ جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں آگے بڑھے اور آپ کے قریب سے قریب تر ہوتے چلے گئے، یہاں تک کہ دو کمانوں کا مقدار بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہوگئے اور آپ کو سینے سے لگا کر دبایا۔ جب آپ ہوش میں آئے تو فرمایا اے جبرئیل میرے تو خیال میں بھی نہیں تھا کہ اللہ کی کوئی مخلوق ایسی شکل وصورت پر بھی ہے یہ پہلی وحی کے بعد کا واقعہ ہے۔

وکانت ھذہ الرؤیة الاولی فی اوائل البعثة بعدماجاء جبرئیل علیه السلام اول مرة فاوحی الله الیه صدرسورة اقرأ ثم فتر الوحی حتی تبدی له جبرئیل ورسول الله ﷺ بالابطح فی صورته التی خلقه الله علیھا(ابن کثیر)

نبی کریم ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو اپنی زندگی میں دوبار اس کی اصلی صورت میں دیکھا ہے ایک بار زمین میں

جس کا زیر تفسیر آیتوں میں ذکر ہے اور ایک بار آسمان میں جس کا ذکر آگے ولقد راٰہ نزلة اخری میں آرہا ہے آپ کے علاوہ کسی پیغمبر نے جبرئیل علیہ السلام کو اصلی صورت میں نہیں دیکھا۔ قیل ماراٰہ احد من الانبیاء فی صورته غیر محمد علیه السلام مرتین مرة فی السماء ومرة فی الارض (بیضاوی)۔

"فاوحی" اوحی کا فاعل جبرئیل علیہ السلام ہے۔ عبده کی ضمیر مجرور ذات باری تعالی سے کنایہ ہے (فاوحی جبرئیل علیه السلام الی عبده (الی عبدالله) (مدارک) جبرئیل علیہ السلام نے اللہ کے عظیم الشان اور جلیل القدر بندے کو وحی پہنچائی وحی کا ابہام تفخیم وتعظیم کے لئے ہے (روح المعانی، قرطبی)۔

"ما کذب الفؤاد" الایۃ آپ نے اپنی آنکھوں سے جس چیز کا مشاہدہ کیا آپ کے دل نے اسے پہچان لیا کہ یہ جبرئیل آمین ہے آپ کے دل نے یہ نہیں کہا کہ میں نے اس کو پہچانا نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ آپ نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں پورے یقین اور وثوق سے دیکھا ہے۔ اور اس بارے میں آپ کے دل میں کوئی شک وشبہ واقع نہیں ہوا۔ یعنی انه رأه بعینه وعرفه بقلبه ولم یشک فی ان ماراٰه حق. (مدارک)

"افتمارونه" الایة، اس میں خطاب مشرکین سے ہے جو کہتے تھے کہ یہ سب خیال وخواب ہے بیداری میں اس نے کچھ نہیں دیکھا تمارونه مراء سے ہے ای تجادلونه (روح) یعنی جس چیز کا محمد ﷺ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکے ہیں کیا اس چیز کے بارے میں تم اس سے جھگڑتے اور بحث کرتے ہو؟ کوئی مشکوک اور مشتبہ بات ہوتی تو بحث وجدال کی کوئی گنجائش بھی تھی لیکن یہ ایک مشاہدہ تھا جو ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا تھا۔

"ولقد رأه" یہ جبرئیل علیہ السلام کو دوسری بار اصلی صورت میں دیکھنے کا ذکر ہے یہ واقعہ شب معراج میں پیش آیا عند اور اذ ظروف رأی سے متعلق ہیں سدرة المنتهی بیری کے مانند ساتویں آسمان پر ایک درخت ہے جس کا پھل بڑے بڑے مٹکوں کے برابر ہیں، اسی کے قریب جبرئیل علیہ السلام کا مقام ہے اور یہی اس کے پرواز کی منتہا ہے مایغشی سے اللہ کا نور یا فرشتے مراد ہیں اس پر اس قدر فرشتے تھے کہ درخت ان میں چھپ گیا تھا۔

غَشیھا نور الرب او الملائکة تقع علیها کما یقع الغربان علی الشجر (قرطبی) رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل آمین کو اس کی اصلی صورت میں صرف زمین پر ایک ہی بار نہیں دیکھا بلکہ دوسری بار آسمان میں سدرة المنتہیٰ کے پاس بھی اس کو اصلی صورت میں دیکھا ہے، وہاں سدرة المنتہیٰ کے پاس جنت الماٰویٰ بھی ہے جو متقین کا مقام ہے اس وقت سدرة المنتهیٰ نور ربی اور تجلی الٰہی سے جگمگا رہا تھا اس پر فرشتوں کا اس قدر جھرمٹ تھا کہ درخت ان

کے نیچے چھپ گیا تھا وہاں بھی آپ نے جبرئیل علیہ السلام کو صاف صاف دیکھا۔اس کے دیکھنے میں آپ کی نگاہ نہ ادھر اُدھر ہٹی اور نہ اس سے آگے بڑھکر کسی دوسری چیز کی طرف اٹھی، گویا یہاں بھی آپ نے جبرئیل علیہ السلام کو پورے یقین و وثوق سے دیکھا۔**قـال ابـن عبـاسؓ ای مـاعـدل یـمیـنـاو لاشـمالاو لاتجاوز الحد الذی رأی .(ابن کثیر وقرطبی)ای اثبت مارأہ اثباتامستیقناصحیحامن غیران یزیغ بصرہ اویتجاوزہ(کشاف).**

"**لــقـــدرأی**" **الایة**، اس کے علاوہ بھی آپ نے بہت سے قدرت کے بڑے بڑے اور عظیم الشان نشانات کا مشاہدہ کیا۔ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ آپ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں کیونکہ یہ مشاہدات صرف ایک پیغمبر ہی کو نصیب ہو سکتے ہیں اور غیر پیغمبر تو ان کی تاب ہی نہیں لاسکتا اور جبرئیل آمین آپ پر اللہ کی طرف سے وحی لاتے ہیں اس لئے آپ کی رسالت پر ایمان لاؤ اور اللہ کی وحی کو مانو اور اس پر عمل کرو۔

علماء کرام نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے ، کہ رسول اللہ ﷺ نے شب معراج میں اللہ تعالی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا یا نہیں؟۔جو علماء یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو شب معراج میں کھلی آنکھوں سے اللہ تعالی کا دیدار حاصل ہوا ہے ،اور جو علماء اس کا انکار کرتے ہیں، دونوں ہی فریق الفاظ روایت کے،(مندرجہ ذیل)اختلاف کے سبب اس حدیث کو اپنی دلیل قرار دیتے ہیں،کہ: **عـن ابـی ذرؓ قـال سـألـت رسـول اللهﷺ هل رأيت ربک؟قـال نورٌ انی اراه ،مسـلـم:١٨٧،** ،کیونکہ اگر "**نــور انـیّ اراه**" کی روایت کو سامنے رکھا جائے تو اس جملہ کے استفہام بطریق انکار کے اسلوب کے پیش نظر،اس عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ پروردگار کی ذات چونکہ نور محض ہے،اور کوئی انسانی آنکھ اس کی طرف نظر آٹھانے پر قادر ہی نہیں ہوسکتی ،اس لئے میں کہتا ہوں کہ میں نے معراج کی رات میں اپنے پروردگار کو نہیں دیکھا ہے، لیکن اگر "**نُـوُرَ انِیٌّ اراه**" کی روایت کو دیکھا جائے ،(یعنی بعض نسخوں میں "ی" مشدد نسبت کے لئے ہے،اور الف و نون زائد مبالغہ کے لئے ہیں، اور اسی کے اعتبار سے یہ ترجمہ کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں اس پروردگار کو نورانی گمان کرتا ہوں،) تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے معراج کی رات میں اللہ تعالی کو دیکھا ہے، البتہ یہ کہا جائے گا کہ نبی کریم ﷺ نے یہ بات کہنے کے لئے حکایت ماضی (صیغہ حال کا اسلوب اختیار فرمایا)۔

نبی کریم ﷺ کو دیدار الٰہی سے متعلق آیت سورت انعام کی تفسیر

عـن ابـن عبـاسؓ قال: ماكذب الفؤادمارىٰ ولقدرأه نزلة اخرى ،قال رأه بفؤاده مرتين.رواه مسـلـم.رقـم: ١٧٦ ، وفـی روایة التـرمـذی: ٣٢٧٩، قـال: رأی مـحـمدٌربّه،قال عكرمة قلت الیس

اللہیقول: لاتدرکہ الابصاروھویدرک الابصار،قال ویحک ذاک اذاتجلیٰ بنورہ الذی ھونورہ وقدرأی ربہ مرتین.

اس روایت میں ابن عباسؓ سے جن آیتوں کی تفسیر ووضاحت منقول ہے وہ اسی سورت کی ابتدائی آیتوں میں سے ہیں،اور مفسرین کے ہاں ان آیتوں کے بارے میں خاص اختلاف ہے، کہ ان کا مدلول ومحمول کیا ہے۔صحابہ وتابعین اورائمہ مفسرین میں سے ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ سورۂ نجم کی ان آیتوں میں درحقیقت اس بات کا ذکر ہے کہ نبی کریمﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کوان کی اصل صورت میں دومرتبہ دیکھا ہے،ایک مرتبہ تونبوت کے بالکل ابتدائی زمانہ میں مکہ میں،اوردوسری مرتبہ شب معراج میں،سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔

اس کے برخلاف صحابہ وتابعین اورائمہ مفسرین کی دوسری جماعت کا،جن میں ابن عباسؓ کا نام نامی سرفہرست ہے، یہ کہنا ہے کہ ان آیات میں واقعہ معراج کا بیان اور نبی کریمﷺ کے اللہ تعالی کودیکھنے کا ذکر ہے۔

نبی کریمﷺ نے پروردگارکودل کی آنکھوں سے دومرتبہ دیکھا،یعنی اس موقع پراللہ تعالی نے نبی کریمﷺ کے قلب میں بینائی کی بھی وہ طاقت ودیعت فرمائی جوآنکھ میں ہوتی ہے،اورآپﷺ کی آنکھوں کوادراک کی بھی وہ طاقت عطاءفرمائی جوقلب میں ہوتی ہے،پس یہ کہیں کہ آپﷺ نے اپنے پروردگارکوبچشم قلب دیکھا ،یایہ کہ بچشم سردیکھا،دونوں کے ایک ہی معنی ہیں، یہ مطلب اس لئے اختیارکیا گیا،تاکہ جوعلماء جیسے ابن عباسؓ وغیرہ یہ کہتے ہیں کہ نبی کریمﷺ نے شب معراج میں پروردگارکوبچشم سردیکھا ہے،اورجوعلماء یہ کہتے ہیں کہ بچشم قلب دیکھا ہے،ان دونوں کے اقوال کی رعایت ہوجائے ، پہلے اختلاف تو یہی ہے کہ سورۂ نجم کی ابتدائی آیتوں میں نبی کریمﷺ کے کس کودیکھنے کا ذکر ہے ،حق تعالی کو یاجبرئیل علیہ السلام کو؟ ابن عباسؓ حق تعالی کودیکھنا مرادلیتے ہیں،جمہورصحابہ ان کی تائید میں ہیں،اورسلف میں جمہورمفسرین بھی اسی طرف گئے ہیں،ان کے نزدیک،**دنی فتدلی** ،**قاباقوسین اوادنی**، کے الفاظ جوان آیات میں آئے ہیں معراج کے موقعہ پر بارگاہ ربوبیت میں نبی کریمﷺ کے قرب اور پروردگار کے مشاہدہ وزیارت کا بیان ہیں۔

پھراس بارے میں بھی اختلاف ہے ،کہ شب معراج میں نبی کریمﷺ نے اللہ کوبچشم سردیکھا ہے یابچشم قلب؟ بعضوں نے تو یہ کہا ہے کہ آپﷺ نے پروردگارکودل کی آنکھ سے دیکھا تھا،سرکی آنکھوں سے نہیں،اوربعضوں نے یہ کہا ہے کہ نہیں،آپﷺ نے سرہی کی آنکھوں سے اپنے پروردگارکودیکھا۔

امام نوویؒ کی تحقیق کے مطابق اکثر علماء کے نزدیک ترجیحی قول یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شب معراج میں اللہ تعالی کوسر کی آنکھوں سے دیکھا۔ جوعلماء آیات مذکورہ میں نبی کریم ﷺ کا جبرئیل کوان کی اصل صورت میں دیکھنا مراد لیتے ہیں، ان میں عائشہؓ اور ابن مسعودؓ بھی شامل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ان آیات میں جبرئیل کے اس قرب اور مشاہدہ کا بیان وذکر ہے، جو نبی کریم ﷺ کو جبرئیل امین کی اصل صورت کے ساتھ شب معراج میں اور اس سے پہلے ایک مرتبہ مکہ میں حاصل ہوا تھا۔

علماء کا اختلاف اقوال اس بارے میں بھی ہے، کہ شب معراج نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالی سے بلاواسطہ کلام کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا تھا یا نہیں؟ چنانچہ اشعریین اور متکلمین میں سے ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس رات میں اللہ تعالی سے براہ راست کلام کیا، اور بعض دوسرے علماء نے اس کا انکار کیا ہے۔

یہ اس وقت کے لئے ہے جبکہ اللہ تعالی اپنی خاص تجلی ظاہر فرمائے، الخ۔ جملے کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات حق تعالی کی مشیت وقدرت پر منحصر ہے، اگر اس کی ذات خاص کی تجلی ظاہر ہو تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کسی کی بھی نگاہ وبصر کی توانائی برداشت کر سکتی ہو، تو یقیناً نگاہ اس کی طرف اٹھ سکتی ہے، اور آنکھیں دیدار وزیارت کی تاب لاسکتی ہیں، رہی اس ایت کی بات جس کا حوالہ عکرمہؓ نے دیا تو اس کے متعلق علماء لکھتے ہیں کہ اس آیت میں ''ادراک'' کا ذکر ہے جس کے لغوی معنی کسی شی کا اس کے تمام اطراف وجوانب اور تمام سرحدوں کے ساتھ احاطہ کرنا ہیں، اور ظاہر ہے کہ حق تعالی کے لئے نہ کوئی حد ونہایت ہے اور نہ اس کے اطراف وجوانب ہیں، اس کی ذات ان چیزوں سے ماوراء اور لامحدود ہے، اس معنی میں کوئی بھی نگاہ وبصر اس کی ذات کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ لہذا اس آیت میں ''احاطہ'' کی نفی مراد ہے، مطلق دیدار کی نفی مراد نہیں ہے جس سے یہ اشکال واقع ہو کہ آپ ﷺ کے شب معراج میں اللہ تعالی کو دیکھنے کی بات اس آیت کے خلاف پڑتی ہے۔

اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے پروردگار کو دومرتبہ دیکھا، میں دومرتبہ، کی وضاحت بعض محدثین نے یہ کی ہے کہ ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے قریب اور ایک مرتبہ عرش پر، اور ملاعلی قاری نے اس جملہ کے تحت یہ لکھا ہے کہ، دومرتبہ دیکھا، سے مراد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں مرتبہ دل کی آنکھوں سے دیکھا، اور ایک مرتبہ سر کی آنکھوں سے۔ یہ اختلاف مطالب اس لئے ہے کہ کسی بھی روایت میں وضاحت کے ساتھ منقول نہیں ہے، جیسا کہ اس روایت میں بھی نہیں کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالی کو اپنی آنکھوں سے دوبار دیکھا۔ شعبی والی روایت میں ہے:

وعن الشعبی قال لقی ابن عباسؓ کعبا بعرفۃ فسألہ عن شئ ،فکبر ، حتی جاوبتہ الجبال،

فقال ابن عباسؓ انابنو اھاشم ،فقال کعب ،ان اللہتعالی قسّم رؤیتہ و کلامہ بین محمد وموسٰی فکلم موسٰی مرتین ورأہ محمدمرتین ،قال مسروق فدخلت علی عائشۃؓ فقلت ھل رأی محمدﷺربہ ؟ فقالت لقدتکلمت بشیٔ قفّ لہ شَعری قلت رویدا،ثم قرأت :لقدرأی من ایات ربہ الکبری ،فقالت این تذھب بک ؟انماھوجبرئیل ،من اخبرک ان محمدارأی ربہ، او کتم شیئامماامربہ ،اویعلم الخمس التی قال اللہ تعالی ’’ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ‘‘ الایۃ(لقمان: ۳۴)فقداعظم الفریۃ، ولکنہ رأی جبرئیل ،لم یرہ فی صورتہ الامرتین، مرۃ عندسدرۃ المنتھی ،ومرۃ فی اجیاد،لہ ستمائۃ جناح ،قدسد ،الافق.رواہ الترمذی:۳۲۷۸، وروی الشیخان مع زیادۃ واختلاف وفی روایتھماقال قلت لعائشۃ فاین قولہ ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین اوادنی قالت ذاک جبرئیل علیہ السلام کان یأتیہ فی صورۃ الرجل وانہ اتاہ ھذہ المرۃ فی صورتہ التی ھی صورتہ فسد الافق. بخاری: ۳۲۳۵، مسلم:۱۷۷ .

یعنی،شعبی کہتے ہیں کہ عرفہ کے دن میدان عرفات میں ابن عباسؓ نے کعب احبار سے ملاقات کی،اوران سے ایک سوال دریافت کیا کہ کیا دنیامیں حق تعالی کا دیدارممکن ہے؟ کعب نے اس سوال کواتنا عجیب وغریب سمجھا کہ فرط حیرت سے انہوں نے اللہ اکبر کانعرہ مارااوران کے اس زوردارنعرے کی بازگشت سے پہاڑ گونج اٹھے،ابن عباسؓ نے کہا کہ ہم ہاشم کی اولاد ہیں!کعب نے فرمایا کہ اچھاتمہارے سوال کا مقصداب میری سمجھ میں آیاتو سنو! اللہ تعالی نے اپنے دیدار اوراپنے کلام کومحمدﷺ اورموسٰی علیہ السلام کے درمیان تقسیم کیا،(یعنی ایک کواپنے کلام سے مشرف فرمایا،اورایک کواپنے دیدارکی سعادت عطافرمائی)۔

چنانچہ اللہ تعالی نے دوبارموسٰی علیہ السلام سے کلام کیا،ایک مرتبہ تووادی ایمن میں، اوردوسری مرتبہ کوہ طور پراورمحمدﷺ نے شب معراج میں دومرتبہ اللہ تعالی کودیکھا۔مسروق (جوحدیث کے روای ہیں،اورجن سے شعبی یہ روایت نقل کرتے ہیں)۔کہتے ہیں کہ میدان عرفات میں کعب اورابن عباسؓ کے درمیان ہونے والی اس بات چیت کوسن کرمیں عائشہؓ کی خدمت میں حاضرہوا،اوران سے عرض کیا،کہ کیامحمدﷺ نے اپنے پروردگارکودیکھاہے؟عائشہؓ نے جواب دیا کہ تم (مسروق)نے ایسی بات پوچھی ہے جس سے میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوگئے ہیں،یعنی میرااعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالی کی ذات اس سے پاک ومنزہ ہے کہ وہ کسی کونظرآئے،اس لئے میرے نزدیک دنیامیں اس کے دیدارکاواقع

ہونا محال ہے۔

اب تم نے یہ سوال پوچھا،تو اس کی اس پاک ذات کی عظمت وخوف کے مارے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے میں نے عرض کیا کہ،ذرا توقف سے کام لیجئے ،یعنی میرے اس سوال سے اتنا پریشان نہ ہوئے اور نہ اتنی جلد دیدار الٰہی کا انکار کیجئے ، میں چاہتا ہوں کہ آپ ذرا میری بات پوری طرح سن لیں،پھر میں نے دیدار الٰہی کے ثبوت میں یہ آیت پڑھی:لقد رأی من ایة ربه الکبری'' گویا مسروق نے اس آیت کے ذریعہ یہ ظاہر کیا کہ میرے نزدیک آیت میں بڑی نشانی سے مراد نبی کریم ﷺ بچشم سر یا بچشم قلب وہ دیدار الٰہی حاصل ہونا ہے جو پروردگار کی عظمت شان یا نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتکریم پر دلالت کرتا ہے۔

عائشہؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ (مسروق) یہ آیتیں تمہیں کہاں لے جارہی ہیں؟ یعنی تم درست نہیں سمجھ رہے ہو،ان آیتوں کا مطلب نبی کریم ﷺ کو دیدار الٰہی حاصل ہونا نہیں ہے ، بلکہ بڑی نشانی سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں جن کو نبی کریم ﷺ نے ان کی اصل صورت میں دیکھا جو شخص تم سے یہ کہے کہ محمد ﷺ نے شب معراج میں اپنے پرودردگار کو دیکھا ہے یا یہ کہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان چیزوں میں سے کچھ چھپالیا ہے، جن کے اظہار کا ان کو حکم دیا گیا تھا،اور یا یہ کہے کہ نبی کریم ﷺ ان پانچ غیبی باتوں کا علم رکھتے تھے،جن کے بارے میں اللہ تعالی نے قرآن کی آیت:ان اللہ عنده علم الساعةوینزل الغیث ، الایة، میں ارشاد فرمایا ہے،تو بلاشبہ اس نے محمد ﷺ پر بہت بڑھا بہتان باندھا، جہاں تک اس آیت کا تعلق ہے جو تم نے پڑھی ہے تو اس کی مراد اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں آپ ﷺ نے ایک مرتبہ تو سدرۃ المنتہٰی کے نزدیک (جیسا کہ اس آیت:لقد رأہ نزلة اخری عندسدرة المنتهی ۔میں فرمایا گیا ہے اور ایک مرتبہ (مکہ کے نواح) اجیاد میں اور نبی کریم ﷺ نے جبرئیل کو ان کی اصل صورت میں اس طرح دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو(پر) تھے، اورانہوں نے پورے افق کو گھیر رکھا تھا،اس روایت کو ترمذی نے (انہی الفاظ میں)اور بخاری ومسلم نے کچھ مزید اور مختلف الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے، نیز بخاری ومسلم کی ایک روایت میں یوں ہے:

کہ مسروق نے عائشہ سے کہا کہ اگر نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالی کو نہیں دیکھا تو پھر اللہ تعالی کے اس ارشاد کا محمول ومصداق کیا ہے۔ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی'' عائشہؓ نے جواب دیا کہ ان سب کی ضمیروں کا مرجع جبرئیل علیہ السلام ہیں، جو عام طور پر نبی کریم ﷺ کے پاس کسی انسان کی شکل وصورت میں اور وہ بھی اکثر وبیشتر ایک صحابی

دحیہ کلبیؓ کی صورت میں آتے تھے،اور اس مرتبہ (مکہ کے نواح اجیاد میں) اپنی اس صورت میں آئے تو جوان کی اصل صورت ہے اورانہوں نے پورے افق کو گھیر رکھا تھا۔

ابن مسعودؓ کی تفسیروتحقیق

عن ابن مسعودؓ فی قوله "فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى"وفی قوله "مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى وفی قوله "لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ،قال فيها كلها رأى جبرئيلً له ستمائة جناح،متفق عليه. خ: ٤٨٥٦،م: ١٧٤ ،وفی رواية الترمذی قال: "مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى "قال رأى رسول اللهﷺ جبرئيل فی حلة من رفرف قدملأ مابين السماء والارض. وله وللبخاری فی قوله"وَلَقَدْ رَأٰى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى "قال:رأى رفرفاًاخضر سدّ أُفق السماء .

وسئل مالک بن انس ،عن قوله تعالى:"الى ربهاناظرة"فقيل قوم يقولون" الى ثوابه" فقال مالک كذبوا، فاين هم عن قوله تعالى:"كلاانهم عن ربهم يومئذلمحجوبون" قال مالک: الناس ينظرون الى اللهيوم القيامة باعينهم ،وقال لولم ير المومنون ربهم يوم القيامة، لم يعيّر الله الكفاربالحجاب فقال كلاانهم عن ربهم يومئذلمحجوبون.(تطفيف: ١٥) ، رواه فی شرح السنة:٣/ ٢٤٢ .

ابن مسعودؓ اللہ تعالی کے اس ارشاد "فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى" اوراللہ تعالی کے اس ارشاد "مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى " اوراللہ تعالی کے اس ارشاد "لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى ، ان سب آیتوں کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ نبی کریمﷺ نے جبرئیل کوان کی اصل صورت میں دیکھا،اور درآنحالیکہ ان کے چھ سوبازوں تھے،اورترمذی کی روایت میں یوں ہے:کہ ابن مسعودؓ نے اللہ تعالی کے اس ارشاد "مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى " کی تفسیر میں کہا: نبی کریمﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کودیکھا جوسبز کپڑوں کا جوڑا پہنے ہوئے تھے۔اور زمین کے درمیان فضاان سے معمور تھی۔

نیز ترمذی اور بخاری کی ایک اورروایت میں اس طرح ہے کہ ابن مسعودؓ نے اللہ تعالی کے اس ارشاد "وَلَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى " کی تفسیر میں کہا کہ نبی کریمﷺ نے جامہ سبز پوش یعنی جبرئیل علیہ السلام کودیکھا،جنہوں نے پورے آسمانی افق کو گھیر رکھا تھا۔

اورامام مالکؒ سےاللہ تعالی کےاس ارشاد "الی ربھا ناظرۃ" کے بارے میں پوچھا گیا،اوران سے بتایا گیا کہ کچھ لوگ (یعنی معتزلہ اوران کے ہمنوا دیگراہل بدعت) کہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالی کی طرف دیکھنے سے مراداللہ تعالی کی ذات کودیکھنانہیں ہے، بلکہ اس کے ثواب کودیکھنا مراد ہے؟ توامام مالک نے فرمایا کہ وہ لوگ جھوٹے ہیں،آخران کی سمجھ کہاں چلی گئی ہے! وہ اللہ تعالی کے اس ارشاد: کلاانھم عن ربھم یومئذلمحجوبون ، کوکیوں نہیں دیکھتے، پھرامام مالکؒ نے فرمایا: (اس میں کوئی شبہ نہیں) کہ مسلمان لوگ قیامت کے دن اللہ تعالی کوآپنی انکھوں سے دیکھیں گے،اورفرمایا (اگریہی بات ہوتی) کہ اہل ایمان قیامت کے دن اپنے پروردگارکونہیں دیکھیں گےتواللہ تعالی کفارکودیدارالہی سےمحرومی کاعارنہ دلاتا،اوریہ نہ فرماتا کہ: کلاانھم عن ربھم یومئذلمحجوبون .

ابن مسعودؓ نے یہ واضح کیا کہ سورۂ نجم کی ان آیتوں کی ضمیریں جبرئیل علیہ السلام کی طرف راجع ہیں۔اوران کامحمول ومصداق نبی کریم ﷺ کوجبرئیل علیہ السلام کی رؤیت قرب ہے، نہ کہ اللہ تعالی کی قرب ورؤیت مراد ہے،جیسا کہ ابن عباسؓ کہتے ہیں،پس ابن مسعودؓکی یہ تاویل وتفسیرعائشہؓ کی اس تاویل وتفسیر کےمطابق ہے،جوان آیتوں سےمتعلق پچھلی حدیث میں ذکرکی گئی۔واضح رہے کہ ابن مسعودؓ کی جلالت شان اوران کا کمال علم مسلمہ ہے،اورعلماء نے لکھا ہے کہ خلفاء اربعہ کے بعدابن مسعودؓہی تمام صحابہ میں سب سے بڑے عالم تھے۔(مرقات)۔

بہرحال ان روایات واقوال سے معلوم ہوا کہ شب معراج میں نبی کریم ﷺ کے اللہ تعالی کوبچشم سردیکھنے کے بارے میں صحابہؓ کے ہاں اختلاف ہے،عائشہؓ کواس بات سے انکار ہے،اورابن عباسؓ اس کے قائل ہیں،ان میں سے ہرایک کوصحابہ کی تائیدحاصل ہے، کہ کچھ صحابہ توعائشہؓ کے ساتھ ہیں،اورکچھ صحابہ ابن عباسؓ کے ساتھ،پھرصحابہ کے بعدتابعین وعلماءسلف بھی اسی نقش قدم پر گئے ہیں۔

کچھ تو یہ کہتے ہیں کہ شب معراج میں نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالی کواپنی آنکھوں سے دیکھا،اورکچھ علماءاس کاانکارکرتے ہیں،لیکن ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں،جنہوں نے سکوت وتوقف اختیارکیا ہے،اورکسی بھی فریق کے ساتھ نہیں گئے ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ دونوں میں سےکسی جانب کے پاس بھی واضح دلیل نہیں ہے،اس لئے ہم یہی بہتر سمجھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں خاموش رہاجائے اورحقیقت حال اللہ کے سپردکردی جائے، کہ اصل بات اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا،تاہم اکثرعلماء اسی کے قائل ہیں کہ شب معراج میں نبی کریم ﷺ کواللہ تعالی کا عینی

دیدار حاصل ہوا ہے۔

محی الدین نوویؒ فرماتے ہیں: کہ اکثر علماء کبار کے نزدیک راجح اور مختار یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے معراج کی رات میں اپنے پروردگا کو سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ نیز انہوں نے کہا کہ اس کا اثبات نبی کریم ﷺ سے ساعت کے بعد ہی ہوا ہے (کہ ابن عباسؓ نے جو یہ کہا) کہ نبی کریم ﷺ کو شب معراج میں اللہ تعالی کا دیدار حاصل ہوا، تو انہوں نے یہ بات نبی کریم ﷺ سے سننے کے بعد ہی کہی تھی، جب کہ عائشہؓ نے اس کے انکار میں حدیث سے استدلال نہیں کیا ہے، اور اس بارے میں نبی کریم ﷺ سے کچھ سن کر روایت نہیں کیا ہے، بلکہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ قرآن مجید کی اس آیت: **ماکان لبشر ان یکلمہ اللہ الاوحیا اومن وراء حجاب**،(شوری: ۵۱) اور اس آیت: **لاتدرکہ الابصار وھویدرک الابصار** (انعام: ۱۰۳) سے ان کے اپنے استنباط، اجتہاد کا نتیجہ ہے۔

جبکہ ان آیتوں کے بارے میں بھی ائمہ مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلی آیت "**ماکان لبشر ان یکلمہ اللہ**" الایة، میں جونفی بیان کی گئی ہے، وہ حالت رؤیت میں کلام کی نفی ہے، جس سے رؤیت بے کلام کی نفی قطعالازم نہیں آتی، اور دوسری آیت: **لاتدرکہ الابصار**، الایہ ، میں "ادراک" کا ذکر ہے جس کے معنی احاطہ کے ہیں، اور احاطہ کی نفی سے مطلق رویت کی نفی مفہوم نہیں ہوتی!

بعض دوسرے علماء نے بھی لکھا ہے کہ مذکورہ مسئلہ میں ابن عباسؓ ہی کے قول پر زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے، اور یہ طے ہے کہ انہوں نے یہ بات نبی کریم ﷺ سے سنے بغیر نہیں کہی تھی، اور یہ ممکن بھی نہیں کہ وہ اتنی بڑی بات اپنے ظن واجتہاد سے کہیں، منقول ہے کہ ابن عمرؓ نے ابن عباسؓ سے کافی بحث وتکرار کی، اور پوچھا کہ کیا واقعتاً محمد ﷺ نے اپنے پروردگار کو دیکھا تھا؟، ابن عباسؓ نے پورے وثوق کے ساتھ جواب دیا کہ ہاں دیکھا تھا، چنانچہ ابن عمرؓ نے ان کی بات کو قطعی طور پر تسلیم کیا، اور کسی تردد وانکار کا اظہار نہیں کیا۔

اب امام مالکؒ کی روایت کی طرف آیئے، جب ان سے بتایا گیا کہ کچھ لوگ جیسے معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ آخرت میں اہل ایمان اللہ تعالی کو نہیں دیکھیں گے، اور قرآن کریم کی اس آیت "**الی ربھاناظرة: القیامة: ۲۲**" کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالی کی ذات کو دیکھنے کے بجائے اس کے ثواب یعنی جنت کی نعمتوں اور وہاں کے مراتب ودرجات کو دیکھنا مراد ہے، تو امام مالک نے ان لوگوں کی زبردست تردید کی اور فرمایا کہ وہ لوگ عقل وسمجھ سے کوسوں دور ہیں، کہ بالکل ظاہر معنی رکھنے والی اس آیت کی غلط تاویل تو کرتے ہیں لیکن اس آیت: **کلاانھم عن ربھم**

یو مئذلمحجوبون ، کونہیں دیکھتے جس میں اہل کفر کواسی بات کا عار دلایا گیا ہے کہ وہ قیامت کے دن پروردگار کے دیدار سے روک دیئے جائیں گے، اور وہ اللہ تعالی کو دیکھنے کی سعادت سے محروم رہیں گے! جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان اللہ تعالی کو دیکھیں گے، اوراس کے دیدار کی سعادت سے مشرف ہونگے۔

اگر یہی بات ہوتو اہل ایمان اللہ تعالی کے دیدار کی سعادت حاصل نہیں کریں گے، تو پھر اہل کفار کواس سعادت سے محرومی کی اس بھرپور انداز میں خبر دینے اورانہیں عار دلانے کی کیا ضرورت تھی؟ معلوم ہوا کہ آخرت میں اہل کفار کے حق میں سب سے بڑا عذاب یہ ہوگا کہ وہ دیدار الٰہی سے محروم ومخذول قرار دیئے جائیں گے، اور ہمیشہ ہمیشہ اس محرومی کی حسرت میں مبتلا رہیں گے۔ جس طرح کہ اہل ایمان کے حق میں سب سے بڑا اجر وثواب دیدار الٰہی ہوگا، اور وہ نعمت دیدار الٰہی سے محظوظ ومشرف ہوں گے۔

[۲] ''افرئیتم''، تمہید کے بعد سورت کے پہلے دعوے کا ذکر ہے، یعنی حاجات ومصائب میں ان خود ساختہ معبودوں کو غائبانہ مت پکارو۔ جب ثابت ہوگیا کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپ پر وحی آتی ہے تو اس وحی ربانی کو مانو جو یہ کہتی ہے کہ مصائب وحاجات میں معبودان باطلہ کو مت پکارو۔

''اللات''، اس میں دو قرأتیں ہیں اول بتخفیف تا دوئم بتشدید تاء پہلی صورت میں یہ لوی سے مشتق ہے جس کے معنی لپٹنے اور گھومنے کے ہیں، مشرکین اس بت کے پاس عبادت کے لئے جاتے اوراس کا اعتکاف کرتے تھے اس لئے وہ اس نام سے موسوم کیا گیا۔ والاصل لوية بزنة فعلة من لوى لانهم كانوا يلوون عليه ويعتكفون للعبادةاويلتون عليه اى يطوفون مخفف بحذف الياء وبدلت واوه الفاء وعوض عن الياء تاء فصارت كتاء اخت وبنت (روح المعانى).

دوسری قرأت کے مطابق یہ لتّ یلُت کا اسم فاعل ہوگا، اوراس کے معنی ہونگے گھولنے والا۔ عرب میں ایک آدمی تھا حج کے موسم میں حاجیوں کو گھی میں ستوں ملا کر کھلاتا تھا اور اللات اس لئے لوگ اس کو اچھا سمجھتے تھے جب وہ فوت ہوگیا تو اس کی شکل کا بت بنا کر اس کی پوجا پاٹ شروع کردی، اوراسے پکارنے لگے اللات بالتشديدعلى انه سمى به لانه صورة رجل كان يلت السويق بالسمن ويطعم الحاج (بيضاوى).

'' العزیٰ '' یہ ایک شیطانہ جنیہ تھی جو وادی نخلہ میں واقع کیکر کی تین درختوں میں رہتی تھی وہاں مشرکین نے ایک عبادت گاہ بھی بنا رکھی تھی اور عزیٰ کے نام پر کئی بت بھی تراش کر مختلف جگہوں میں رکھ لئے تھے۔ مشرکین جب وادی

نخلہ میں عزیٰ کی عبادت گاہ میں اس کی عبادت اور پکار کے لئے آتے تو وہ شیطانہ ان سے باتیں بھی کرتی تھی۔ و کانت بوادی نخلة الشامیةفوق ذات عرق فبنواعلیھابیتاو کانوایسمعون منھا الصوت .عن ابن عباسؓ کانت العزیٰ شیطانة تأتی ثلاث سمرات ببطن نخلة (قرطبی)۔ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے خالد بن ولید کو حکم دیا کہ وہ ان تینوں درختوں کو کاٹ ڈالیں چنانچہ جب وہ دو درختوں کو کاٹ کر تیسرے کو کاٹنے لگے تو اس سے ایک چڑیل نمودار ہوئی جس کے بال پراگندہ تھے اور واویلا کرنے لگی۔خالد بن ولید نے اسے قتل کر دیا (روح،خازن،قرطبی)۔

"منات" یہ ایک بت تھا جس کا استھان مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع تھا مشرکین اس کی قربان گاہ پر اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے قربانیاں دیتے اور اس کی برکت سے بارش طلب کرتے تھے کانوا یریقون عندہ الدماء یتقربون بذلک الیہ (قرطبی) ایک قرأت میں مناءت ہے ومنائت مکی مفعلة من النوء کانھم کانوا یستمطرون عندھا الانواء تبرکابھا. (مدارک).

"افرأتیم" بمعنی اخبرونی " ہے یعنی مجھے بتاؤ تو سہی یہ لات وعزی ومنات جن کو تم پکارتے ہو کیا وہ تمہارے نفع ونقصان کا اختیار رکھتے ہیں؟ یا وہ قادر ومتصرف ہیں؟ کہ تم نے ان کو عبادت اور پکار میں اللہ کا شریک بنا رکھا ہے۔ افرأتیم ھذہ الالھة ھل نفعت اوضرت حتی تکون شرکاء للہ(قرطبی) اخبرونی عن الھتکم ھل لھاشی ء من القدرة و العظمة اللتی وصف بھارب العزة فی الای السابقة وقیل المعنی اظننتم ان ھذہ الاصنام التی تعبدونھاتنفعکم (روح) استفہام انکاری ہے یعنی وہ نہ قادر ومتصرف ہیں نہ نفع ونقصان کے مختار۔اس لئے مصائب وحاجات میں ان کو مت پکارو۔

"الکم الذکر" یہ سورۃ کے دوسرے دعوے کا بیان ہے یعنی اللہ تعالی کی بارگاہ میں کوئی شفیع غالب نہیں۔ مشرکین اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے لیکن اسکے ساتھ ہی فرشتوں کو اللہ کا بیٹیاں کہتے یعنی فرشتے اللہ کو اس قدر محبوب ہیں جس طرح ایک باپ کو بیٹیاں محبوب ہوتی ہیں،اس لئے اللہ تعالی فرشتوں کی سفارش کو ہرگز رد نہیں کرتا۔فرمایا یہ تقسیم تو سراسر بے انصافی پر مبنی اور عدل وانصاف سے ہٹی ہوئی ہے۔کیونکہ وہ جس کو خود ناپسند کرتے ہیں اس کی نسبت اللہ کی طرف کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے۔اس لیے انکا یہ کہنا غلط ہے اور بے انصافی پر مبنی ہے کہ فرشتے اللہ تعالی کی بیٹیاں اور اس کی بارگاہ میں شفیع قاہر ہیں۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى ﴿٤﴾ عَلَّمَهُ شَدِيْدُ الْقُوٰى ﴿٥﴾

اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں۔ یہ (قرآن) تو حکم الٰہی ہے جو (ان کی طرف) بھیجا جاتا ہے۔ ان کو نہایت قوت والے نے سکھایا

ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ﴿٦﴾ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى ﴿٧﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿٨﴾

طاقتور نے پھر وہ پورے نظر آئے۔ اور وہ (آسمان کے) اونچے کنارے میں تھے۔ پھر قریب ہوئے اور آگے بڑھے۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ﴿٩﴾ فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهِ مَا أَوْحٰى ﴿١٠﴾

تو دو کمان کے فاصلے پر یا اس سے بھی کم۔ پھر اللہ نے اپنے بندے کی طرف جو بھیجا سو بھیجا۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى ﴿١١﴾ أَفَتُمَارُوْنَهُ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿١٢﴾

جو کچھ انہوں نے دیکھا ان کے دل نے اس کو جھوٹ نہ جانا۔ کیا جو کچھ وہ دیکھتے ہیں تم اس میں ان سے جھگڑتے ہو۔

وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى ﴿١٣﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿١٤﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى

اور انہوں نے اس کو ایک اور بار بھی دیکھا ہے۔ پرلی حد کی بیری کے پاس۔ اسی کے پاس رہنے کی جنت ہے۔

﴿١٥﴾ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴿١٦﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿١٧﴾

جب کہ اس بیری پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ ان کی آنکھ نہ تو اور طرف مائل ہوئی اور نہ (حد سے) بڑھی۔

لَقَدْ رَأٰى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿١٨﴾ أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰى ﴿١٩﴾

انہوں نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کی کتنی ہی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ بھلا تم لوگوں نے لات اور عزیٰ کو دیکھا؟

وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى ﴿٢٠﴾ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنْثٰى ﴿٢١﴾

اور تیسرے منات کو (کہ یہ بت کہیں معبود ہو سکتے ہیں؟) (مشرکو!) کیا تمہارے لئے تو بیٹے اور اللہ کے لئے بیٹیاں؟

تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿٢٢﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوْهَا أَنْتُمْ

یہ تقسیم تو بہت بے انصافی کی ہے۔ وہ تو صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گھڑ لئے ہیں

وَآبَـآؤُكُـمْ مَّـا أَنْـزَلَ اللّٰـهُ بِهَـا مِنْ سُلْطٰنٍ إِنْ يَّتَّبِعُوْنَ إِلَّا الظَّنَّ
اللہ نے تو ان کی کوئی سند نازل نہیں کی یہ لوگ محض ظنِ (فاسد) اور خواہشاتِ نفس کے پیچھے چل رہے ہیں
وَمَـا تَهْـوَى الْأَنْـفُـسُ وَلَقَـدْ جَـاءَهُـمْ مِّـنْ رَّبِّهِـمُ الْهُـدٰى ﴿۲۳﴾
حالانکہ ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔
أَمْ لِلْإِنْسَـانِ مَـا تَـمَنّٰى ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰـهِ الْآخِـرَةُ وَالْأُوْلٰى ﴿۲۵﴾
کیا جس چیز کی انسان آرزو کرتا ہے وہ اسے ضرور ملتی ہے؟ آخرت اور دنیا تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔
وَكَـمْ مِّـنْ مَّـلَكٍ فِـي السَّـمٰوٰتِ لَا تُـغْنِـيْ شَـفَـاعَتُهُـمْ شَيْـئًـا
اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی
إِلَّا مِـنْ بَـعْـدِ أَنْ يَّـأْذَنَ اللّٰـهُ لِـمَـنْ يَّشَـآءُ وَيَـرْضٰـى ﴿۲۶﴾
مگر اس وقت کہ اللہ جس کے لئے چاہے اجازت بخشے اور (سفارش) پسند کرے۔
إِنَّ الَّـذِيْـنَ لَا يُـؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْأُنْثٰى ﴿۲۷﴾
جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کو (اللہ کی) لڑکیوں کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔
وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ إِنْ يَّتَّبِعُوْنَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴿۲۸﴾
حالانکہ ان کو اس کی کچھ خبر نہیں وہ صرف ظن پر چلتے ہیں اور ظن یقین کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتا۔
فَأَعْـرِضْ عَـنْ مَّـنْ تَـوَلّٰـى عَـنْ ذِكْـرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾
تو جو ہماری یاد سے روگردانی کرے اور صرف دنیا ہی کی زندگی کا خواہاں ہو اس سے تم بھی منہ پھیر لو۔
ذٰلِكَ مَبْـلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ
ان کے علم کی یہی انتہا ہے تمہارا پروردگار اس کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کے رستے سے بھٹک گیا اور

أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لِيَجْزِيَ

اس سے بھی خوب واقف ہے جو رستے پر چلا۔ اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے

الَّذِيْنَ أَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ أَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴿۳۱﴾

سب اللہ ہی کا ہے (اور اس نے خلقت کو) اس لئے (پیدا کیا ہے) کہ جن لوگوں نے نیکیاں کیں ان کو نیک بدلا دے

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ

جو صغیرہ گناہوں کے سوا بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں بیشک تمہارا پروردگار بڑی

الْمَغْفِرَةِ هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنْشَأَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنْتُمْ أَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ

بخشش والا ہے وہ تمہیں خوب جانتا ہے جب اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے

أُمَّهٰتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوْا أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾ أَفَرَأَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ﴿۳۳﴾

تو اپنے آپ کو پاک صاف نہ جتاؤ جو پرہیز گار ہے وہ اس سے خوب واقف ہے۔ بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے منہ پھیر لیا؟

وَأَعْطٰى قَلِيْلًا وَأَكْدٰى ﴿۳۴﴾ أَعِنْدَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿۳۵﴾

اور تھوڑا سا دیا (پھر) ہاتھ روک لیا۔ کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ اس کو دیکھ رہا ہے؟

أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَإِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى ﴿۳۷﴾

کیا جو باتیں موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں ان کی اس کو خبر نہیں پہنچی؟ اور ابراہیم کی جنہوں نے (حق رسالت) پورا کیا۔

أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى ﴿۳۸﴾ وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾

یہ کہ کوئی شخص دوسرے (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرٰى ﴿۴۰﴾ ثُمَّ يُجْزٰهُ الْجَزَآءَ الْأَوْفٰى ﴿۴۱﴾

اور یہ کہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی۔ پھر اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

وَأَنَّ إِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكٰى ﴿۴۳﴾

اور یہ کہ تمہارے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے۔ اور یہ کہ وہ ہنساتا اور رلاتا ہے

وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيَا ﴿۴۴﴾ وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى ﴿۴۵﴾

اور یہ کہ وہی مارتا اور جلاتا ہے۔ اور یہ کہ وہی نر اور مادہ دو قسم (کے حیوان) پیدا کرتا ہے۔

مِنْ نُطْفَةٍ إِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾ وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَةَ الْأُخْرٰى ﴿۴۷﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنٰى وَأَقْنٰى

نطفے سے جو (رحم میں) ڈالا جاتا ہے۔ اور یہ کہ اسی پر دوبارہ اٹھانا لازم ہے۔ اور یہ کہ وہی دولتمند بناتا اور مفلس کرتا ہے

﴿۴۸﴾ وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾ وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولٰى ﴿۵۰﴾

اور یہ کہ وہی شعریٰ کا مالک ہے۔ اور یہ کہ اسی نے عاد اوّل کو ہلاک کر ڈالا۔

وَثَمُودَا فَمَا أَبْقٰى ﴿۵۱﴾ وَقَوْمَ نُوحٍ مِنْ قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْغٰى ﴿۵۲﴾

اور ثمود کو بھی اور کسی کو باقی نہ چھوڑا۔ اور ان سے پہلے قوم نوح کو بھی کچھ شک نہیں کہ وہ لوگ بڑے ہی ظالم اور بڑے ہی سرکش تھے

وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوٰى ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى

اور اسی نے الٹی ہوئی بستیوں کو دے ٹپکا۔ پھر ان پر چھایا جو چھایا۔ تو تو اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت پر جھگڑے گا

﴿۵۵﴾ هٰذَا نَذِيرٌ مِنَ النُّذُرِ الْأُولٰى ﴿۵۶﴾ أَزِفَتِ الْآزِفَةُ ﴿۵۷﴾

یہ (محمد ﷺ) بھی اگلے ڈر سنانے والوں میں سے ایک ڈر سنانے والے ہیں آنے والی (یعنی قیامت) قریب آ پہنچی۔

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ أَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ﴿۵۹﴾

اس (دن کی تکلیفوں) کو اللہ کے سوا کوئی دُور نہیں کر سکے گا۔ (اے منکرین) کیا تم اس کلام سے تعجب کرتے ہو؟

وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ﴿۶۰﴾ وَأَنْتُمْ سَامِدُونَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوا ﴿۶۲﴾

اور ہنستے ہو اور روتے نہیں؟ اور تم غفلت میں پڑ رہے ہو۔ تو اللہ کے آگے سجدہ کرو اور (اسی کی) عبادت کرو۔

سورة القمر (مكية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿۱﴾ وَإِنْ يَّرَوْا آيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا

قیامت قریب آ پہنچی اور چاند پھٹ گیا گیا۔ اور اگر (کافر) کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴿۲﴾ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا أَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳﴾

یہ ایک ہمیشہ کا جادو ہے۔ اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام کا وقت مقرر ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْأَنْبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ﴿۴﴾ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ

اوران کوایسے حالات پہنچ چکے ہیں جن میں عبرت ہے۔ اور کامل دانائی (کی کتاب بھی) لیکن ڈرانا ان کو کچھ فائدہ نہیں دیتا

﴿۵﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ﴿۶﴾

تو تم بھی ان کی کچھ پروا نہ کرو جس دن بلانے والا ان کو ایک ناخوش چیز کی طرف بلائے گا۔

خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ﴿۷﴾

تو آنکھیں نیچی کئے ہوئے قبروں سے نکل پڑیں گے گویا بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں۔

مُّهْطِعِيْنَ إِلَى الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿۸﴾

اس بلانے والے کی طرف دوڑرہے ہوں گے کافر کہیں گے یہ دن بڑا سخت ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ﴿۹﴾

ان سے پہلے نوح کی قوم نے بھی تکذیب کی تھی تو انہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور کہا کہ دیوانہ ہے اور انہیں ڈانٹا بھی۔

فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ﴿۱۰﴾ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ

تو انہوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہمیں کمزور ہوں تو بدلا لے پس ہم نے زور کے مینہ سے آسمان کے دہانے کھول دیئے

﴿۱۱﴾ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾

اور زمین میں چشمے جاری کر دیئے تو پنی ایک کام کے لئے جو مقدر ہو چکا تھا جمع ہو گیا۔

وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا

اور ہم نے نوح کو ایک کشتی پر جو تختوں اور میخوں سے تیار کی گئی تھی سوار کر لیا۔ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی تھی

جَزَاءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَد تَّرَكْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾

اس شخص کے انتقام کے لئے جس کا انکار کیا گیا تھا۔ اور ہم نے اس کو ایک عبرت بنا چھوڑا تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے۔

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن

سو (دیکھ لو کہ) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔ اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟

مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾

عاد نے بھی تکذیب کی تھی سو (دیکھ لو کہ) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا؟۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾

ہم نے ان پر سخت منحوس دن میں آندھی چلائی۔

تَنزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنقَعِرٍ ﴿۲۰﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ

وہ لوگوں کو (اس طرح) اکھیڑے ڈالتی تھی گویا اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں۔ سو (دیکھ لو کہ) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا؟

﴿۲۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟۔ ثمود نے بھی ہدایت کرنے والوں کو جھٹلایا۔

﴿۲۳﴾ فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿۲۴﴾
اور کہا کہ بھلا ایک آدمی جو ہم ہی میں سے ہے ہم اس کی پیروی کریں؟ یوں ہو تو ہم گمراہی اور دیوانگی میں پڑ گئے
ءَ أُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَيَعْلَمُونَ غَدًا
کیا ہم سب میں سے اسی پر وحی نازل ہوئی ہے؟ (نہیں) بلکہ یہ جھوٹا خود پسند ہے۔ ان کو کل ہی معلوم ہو جائے گا کہ
مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ﴿۲۶﴾ إِنَّا مُرْسِلُو النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ
کون جھوٹا خود پسند ہے۔ (اے صالح!) ہم ان کی آزمائش کے لئے اونٹنی بھیجنے والے ہیں تو تم ان کو دیکھتے رہو اور صبر کرو۔
﴿۲۷﴾ وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾
اور ان کو آگاہ کر دو کہ ان میں پانی کی باری مقرر کر دی گئی ہے ہر (باری والے کو اپنی) باری پر آنا چاہئے
فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾
تو ان لوگوں نے اپنے رفیق کو بلایا تو اس نے (اونٹنی کو پکڑ کر اس کی) کونچیں کاٹ ڈالیں۔ سو (دیکھ لو کہ) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہے؟
إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾
ہم نے ان پر (عذاب کے لئے) ایک چیخ بھیجی تھی تو وہ ایسے ہو گئے جیسے باڑ والے کی سوکھی اور ٹوٹی ہوئی باڑ۔
وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ
اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟ لوط کی قوم نے بھی ڈر سنانے والوں کو جھٹلایا تھا
﴿۳۳﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ نَّجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾
تو ہم نے ان پر کنکر بھری ہوا چلائی مگر لوط کے گھر والے کہ ہم نے ان کو پچھلی رات ہی سے بچا لیا۔
نِعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا كَذٰلِكَ نَجْزِي مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ أَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا
اپنے فضل سے۔ شکر کرنے والوں کو ہم ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں۔ اور لوط نے ان کو ہماری پکڑ سے ڈرایا بھی تھا

فَتَـمَـارَوْا بِـالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَلَقَـدْ رَاوَدُوْهُ عَـنْ ضَيْـفِـهٖ فَـطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ

مگر انہوں نے ڈرانے میں شک کیا۔ اور ان سے ان کے مہمانوں کو لے لینا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں

فَـذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَلَقَـدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾

سو (اب) میرے عذاب اور ڈرانے کے مزے چکھو۔ اور ان پر صبح سویرے ہی اٹل عذاب آ نازل ہوا ۔

فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾

تو اب میرے عذاب اور ڈرانے کے مزے چکھو۔ اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟[۱]

---

[1] ''وَلَقَـدْ یَسَّـرْنَـا الْـقُـرْآنَ لِـلـذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ''یعنی قرآن کے جو مضامین نصیحت وموعظت ،ترغیب وترہیب سے متعلق ہیں، وہ بالکل صاف سہل اور موثر ہیں، پھر کوئی سوچنے سمجھنے کا ارادہ بھی کرے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ قرآن محض ایک سطحی کتاب ہے نہ اس میں دقائق وغوامض ہیں نہ اس میں اسرار وحکم، بھلا یہ کیسے فرض کرلیا جائے کہ اللہ علیم وخبیر جب اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے تو العیاذ باللہ وہ اپنے لامتناہی علم سے کورا ہو جاتا ہے، یقیناً اس کے کلام میں وہ گہرے حقائق اور باریکیاں ہونگی جس کا ہلکا سا اشارہ حدیث ''لاتـنـقـضـی عـجـائبـه'' میں ہے۔(ترمذی)۔

اور واقعہ یہ ہے کہ کلام الملوک ملوک الکلام کی رو سے وہ خصوصیات دوسرے کے کلام میں کہاں مل سکتی ہیں، فقہاء اور حکماء امت نے اس کے دقائق واسرار کے سراغ لگانے میں اور احکام شریعت مستنبط کرنے میں عمریں کھپا دیں، تب اس سمندر کی تہہ تک نہ پہنچ سکے، اس لئے محض اس آیت پر سرسری نظر کر کے مجتہد بننے کی ہوس کرنا قطعاً غلط ہے، نصیحت میں موثر اور سہل ہونے سے یہ کیسے لازم آ گیا کہ وجوہ استنباط بھی آسان ہیں، یہ جملہ کئی قصوں میں دہرایا گیا ہے، تاکہ معلوم ہو سکے کہ ہر واقعہ بجائے خود ایک مستقل درس عبرت ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿٤١﴾ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ

اور قومِ فرعون کے پاس بھی ڈرسنانے والے آئے۔ انہوں نے ہماری تمام نشانیوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو اس طرح پکڑ لیا

أَخْذَ عَزِيزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٤٢﴾ أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿٤٣﴾

جس طرح ایک قوی اور غالب شخص پکڑ لیتا ہے۔ کیا تمہارے کافر ان لوگوں سے بہتر ہیں یا تمہارے لئے کتابوں میں کوئی فارغ خطی لکھ دی گئی ہے

أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿٤٤﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت بڑی مضبوط ہے۔ عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ﴿٤٦﴾ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ

ان کے وعدے کا وقت تو قیامت ہے اور قیامت بڑی سخت اور بڑی تلخ ہے۔ بیشک گنہگار لوگ

فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا

گمراہی اورعذاب میں (مبتلا) ہیں۔ اس روز منہ کے بل دوزخ میں گھسیٹے جائیں گے اب آگ

مَسَّ سَقَرَ ﴿٤٨﴾ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ

کا مزہ چکھو۔ ہم نے ہر چیز اندازۂ مقرر کے ساتھ پیدا کی ہے۔ اور ہمارا حکم تو آنکھ کے جھپکنے کی طرح

كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿٥٠﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٥١﴾

ایک بات ہوتی ہے۔ اور ہم تمہارے ہم نسلوں کو ہلاک کر چکے ہیں تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَّكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿٥٣﴾

اور جو کچھ انہوں نے کیا (ان کے) اعمالناموں میں (مندرج) ہے۔ (یعنی) ہر چھوٹا اور بڑا کام لکھ دیا گیا ہے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَّنَهَرٍ ﴿٥٤﴾ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾

جو پرہیزگار ہیں وہ باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ پاک مقام میں ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں

سورۃ الرحمٰن(مکیۃ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

اَلرَّحۡمٰنُ ﴿۱﴾ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ﴿۲﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ﴿۳﴾ عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ ﴿۴﴾

(اللہ جو) نہایت مہربان ۔اسی نے قرآن کی تعلیم فرمائی۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا۔ اسی نے اس کو بولنا سکھایا۔

اَلشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٍ ﴿۵﴾ وَّ النَّجۡمُ وَ الشَّجَرُ یَسۡجُدٰنِ ﴿۶﴾

سورج اور چاند ایک حساب مقرر سے چل رہے ہیں۔ اور بوٹیاں اور درخت سجدہ کر رہے ہیں۔

وَ السَّمَآءَ رَفَعَہَا وَ وَضَعَ الۡمِیۡزَانَ ﴿۷﴾ اَلَّا تَطۡغَوۡا فِی الۡمِیۡزَانِ ﴿۸﴾

اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کی۔ کہ ترازو (سے تولنے) میں حد سے تجاوز نہ کرو۔

وَ اَقِیۡمُوا الۡوَزۡنَ بِالۡقِسۡطِ وَ لَا تُخۡسِرُوا الۡمِیۡزَانَ ﴿۹﴾

اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور تول کم مت کرو۔

وَ الۡاَرۡضَ وَضَعَہَا لِلۡاَنَامِ ﴿۱۰﴾ فِیۡہَا فَاکِہَۃٌ وَّ النَّخۡلُ ذَاتُ الۡاَکۡمَامِ ﴿۱۱﴾

اور اسی نے مخلوق کے لئے زمین بچھائی۔ اس میں میوے اور کھجور کے درخت ہیں جن کے خوشوں پر غلاف ہوتے ہیں۔

وَ الۡحَبُّ ذُو الۡعَصۡفِ وَ الرَّیۡحَانُ ﴿۱۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾

اور اناج جس کے ساتھ بھُس ہوتا ہے اور خوشبودار پھول۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ صَلۡصَالٍ کَالۡفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَ خَلَقَ الۡجَآنَّ مِنۡ مَّارِجٍ مِّنۡ نَّارٍ

اسی نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا۔ اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا ۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿١٦﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿١٧﴾

تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ وہی دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کے مالک ہے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿١٨﴾ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿١٩﴾

تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ اسی نے دو دریا رواں کئے جو آپس میں ملتے ہیں۔

بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿٢٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢١﴾

دونوں میں ایک آڑ ہے کہ (اس سے) تجاوز نہیں کر سکتے۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٣﴾

دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٢٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

اور جہاز بھی اسی کے ہیں جو دریا میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے ہوتے ہیں۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو

تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٥﴾ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ

جھٹلاؤ گے؟ جو (مخلوق) زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے۔ اور تمہارے پروردگار ہی کی ذات (بابرکت) جو صاحب جلال

وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾ يَسْــَٔلُهٗ مَنْ فِي

وعظمت ہے باقی رہے گی۔[1] تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ آسمان اور زمین میں جتنے لوگ ہیں سب اسی

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿٢٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

سے مانگتے ہیں وہ ہر روز وہ ایک شان میں ہے۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٠﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿٣١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٢﴾

اے دونوں جماعتو! ہم عنقریب تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْأُنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ
اے گروہِ جن و انس! اگر تمہیں قدرت ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ
وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿٣٣﴾ فَبِأَيِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا
تو نکل جاؤ اور زور کے سوا تو تم نکل ہی نہیں سکتے۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

---

[1] ''وَجْـــهُ رَبِّکَ '' وجہ سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک ذات حق سبحانہ وتعالی ہے، اور ربک میں ضمیر خطاب نبی ﷺ کی طرف راجع ہے، یہ رسول اللہ ﷺ کا خاص اعزاز واکرام ہے، کہ آپؐ کو خاص مقام مدحہ میں کہیں تو ''عبدہ '' کا خطاب ہوا ہے، اور کہیں رب الاربـــاب نے اپنی ذات کی نسبت رسولؐ کی طرف کر کے ربک سے خطاب فرمایا ہے۔ مشہور تفسیر کے مطابق معنی آیت کے یہ ہوگئے کہ زمین وآسمان میں جو کچھ ہے، جن میں جن وانس بھی داخل ہیں سب کے سب فانی ہیں، باقی رہنے والی ایک ہی ذات حق جل وعلی شانہ کی ہے۔ اور وجہ کی اطلاق قرآن کریم میں نفس پر کئی جگہوں میں موجود ہیں: مثلا سورۂ یوسف:۹، ویونس:۱۰۵، وروم:۳۰۔

فانی ہونے سے مراد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ سب چیزیں اس وقت بھی اپنی ذات میں فانی ہیں، ان میں دوام وبقاء کی صلاحیت نہیں، اور یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ قیامت کے روز یہ سب چیزیں فنا ہوجائیں گی۔ اور بعض مفسرین نے ''وَجْـهُ رَبِّکَ '' کی تفسیر جہت اور سمت سے کی ہے، اس صورت میں معنی آیت کے یہ ہوجائیں گے کہ کل موجوات میں بقا صرف اس چیز کو ہے جو اللہ تعالی کی جانب میں ہے، اس میں اس کی ذات وصفات بھی داخل ہیں، اور مخلوقات کے اعمال واحوال میں جس چیز کا تعلق حق تعالی کے ساتھ ہے وہ بھی شامل ہے، جس کا حاصل یہ ہوگا کہ انسان اور جن اور فرشتے جو کام اللہ کے لئے کرتے ہیں وہ کام بھی باقی ہے، وہ فناہ نہیں ہوگا، (مظہری، قرطبی، روح المعانی)۔

اور اس مضمون کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے ''**ماعندکم ینفد وماعنداللہ باق**'' (نحل:۹۶) یعنی جو کچھ تمہارے پاس ہے، مال ودولت ہو یا قوت وطاقت یا راحت وکلفت یا کسی کی محبت وعداوت یہ سب چیزیں فناہ ہونے والی ہیں، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔ اللہ کے پاس انسان کے اعمال واحوال میں سے وہ چیز ہے جس کا تعلق اللہ تعالی سے ہے کہ اس کو فنا نہیں، واللہ اعلم۔

تُكَذِّبَانِ ﴿٣٤﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ ﴿٣٥﴾

تم پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا تو پھر تم مقابلہ نہ کر سکو گے۔

فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٣٦﴾ فَإِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً

تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟۔ پھر جب آسمان پھٹ کر تیل کی تلچھٹ کی طرح گلابی ہو جائے گا وہ کیسا ہولناک دن ہوگا

كَالدِّهَانِ ﴿٣٧﴾ فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٣٨﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْأَلُ عَنْ

تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟۔ اس روز نہ تو کسی انسان سے اس کے گناہوں کے بارے میں پرسش

ذَنْبِهٖ إِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴿٣٩﴾ فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٠﴾

کی جائے گی اور نہ کسی جن سے۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْأَقْدَامِ ﴿٤١﴾

گنہگار اپنے چہرے ہی سے پہچان لئے جائیں گے تو پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ لئے جائیں گے۔

فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٢﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا

تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ یہی وہ جہنم ہے جسے گنہگار لوگ جھٹلاتے تھے

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿٤٤﴾

وہ دوزخ اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان گھومتے پھریں گے۔

فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٥﴾ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿٤٦﴾

تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ اور جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لئے دو باغ ہیں

فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٧﴾ ذَوَاتَا أَفْنَانٍ ﴿٤٨﴾ فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں میں بہت سی شاخیں (یعنی قسم قسم کے میووں کے درخت ہیں)

تُكَذِّبَانِ ﴿٤٩﴾ فِيهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿٥٠﴾ فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥١﴾

تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ان میں دو چشمے بہہ رہے ہیں۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿٥٢﴾ فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥٣﴾

ان میں سب میوے دو دو قسم کے ہیں۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ۔

مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى فُرُشٍ بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿٥٤﴾

(اہلِ جنت) ایسے بچھونوں پر جن کے استر اطلس کے ہیں تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور دونوں باغوں کے میوے قریب ہیں

فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥٥﴾ فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ

تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ان میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہیں جن کو اہلِ جنت سے پہلے نہ کسی

إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿٥٦﴾ فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥٧﴾

انسان نے ہاتھ لگایا اور نہ کسی جن نے۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٥٨﴾ فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥٩﴾

گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ﴿٦٠﴾ فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٦١﴾

نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿٦٢﴾ فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٦٣﴾ مُدْهَامَّتَانِ ﴿٦٤﴾

اوران دونوں باغوں کے علاوہ دو باغ اور ہیں۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ دونوں خوب گہرے سبز سیاہی مائل ہیں

فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٦٥﴾ فِيهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿٦٦﴾

تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ان میں دو چشمے ابل رہے ہیں۔

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٧﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾

تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ان میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں۔

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٩﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿٧٠﴾

تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ان میں نیک سیرت (اور) خوبصورت عورتیں ہیں۔

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧١﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾

تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ (وہ) حوریں (ہیں جو) خیموں میں مستور (ہیں)۔

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٣﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۗنٌّ ﴿٧٤﴾

توتم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کوجھٹلاؤ گے؟ ان کواہلِ جنت سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا نہ کسی جن نے۔

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٥﴾ مُتَّكِـــِٕيْنَ عَلٰي رَفْرَفٍ خُضْرٍ

تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟۔سبز قالینوں اور نفیس مسندوں پر

وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿٧٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٧﴾

تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ [2]

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٧٨﴾

تمہارا پروردگار جو صاحبِ جلال و عظمت ہے اس کا نام بڑا بابرکت ہے۔

---

[2] یعنی اے جن وانس ابھی تمہارے پروردگار کی جوعظیم الشان نعمتیں اورقدرت کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں، ان میں سےتم آخرکس کس نعمت کے جھٹلانے کی جرأت کروگے، کیاان کاانکار کیا جاسکتا ہے؟ اس لئے حدیث میں ہے کہ ہر بار اس کے بعد لابشئ من نعمتک ربنانکذب فلک الحمد، پڑھنا چاہئے، یعنی ہم آپ کی کسی بھی نعمت کوجھٹلانہیں سکتے، بلکہ آپ کے شکرگزار ہیں۔(ترمذی:٣٣٤٥) اگرچہ جنات کا ذکر پہلے صراحتاً نہیں ہوا مگر اول تو لفظ

'انام'' میں وہ بھی داخل ہیں، دوسرے آیت:''وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون'' میں دونوں کی پیدائش کی حکمت عبادت بتلائی گئی ہے، تیسرے'' خلق الانسان، وخلق الجان، سنفرغ لکم ایھا الثقلان، یامعشر الجن والانس، انس قبلھم ولا جان'' میں صراحتا انسان اور جن دونوں کا ذکر فرمایا گیا ہے اس لئے ان قرائن کی وجہ سے یہاں بھی دونوں مخاطب ہیں۔

یہ تفریعی آیت اس سورت میں اکتیس جگہ آئی ہے، اور ہر مرتبہ کسی ایک خاص نعمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور شیون الٰہیہ میں سے کسی خاص شان کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، اس لئے اس کو تکرار محض نہیں کہا جائے گا بلکہ تشارک لفظی ہے، ایسے تکرار کو اتفاق میں اصطلاحی طور پر تردید کا نام دیا گیا ہے، اور اس ظاہری تکرار سے بھی جب کہ تاکید مقصود ہوتو اس کو قند مکرر سے شریں تر کہا جائے گا۔ اسی طرح فارسی، اردو وغیرہ ہر زبان میں بکثرت اس کی مثالیں اساتذہ فن اور فصحاء کے کلام میں بکثرت پائی جاتی ہیں، اس لئے تکرار کو بے مزہ نہیں کہا جائے گا۔

مسلمانوں کے کسی امیر کے عہد میں ایک ملحد نے قرآن میں تکرار کا اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ یہ اللہ کا کلام معلوم نہیں ہوتا، ورنہ عجز کلام اور عبث ماننا پڑے گا، یہ سن کر امیر نے حکم دیا کہ اس کے اعضاء مکررہ، ہاتھ، پیر، کان، آنکھ، کاٹ دیئے جائیں، کیونکہ جب یہ کہتا ہے کہ اللہ کے کلام میں تکرار نہیں ہونا چاہئے تو ہم کہتے ہیں، کہ اس کے کام میں تکرار نہیں ہونا چاہیئے، اس کے دوسرے اعضاء زائد اور بیکار ہیں، ان کو کاٹ دیا جائے۔ سزا سنتے ہی ملحد کے کان کھڑے ہوگئے اور پاؤں تلے سے زمین سرکنے لگی، فوراً ہاتھ جوڑے، کان پکڑے، اور تائب ہوگیا۔

اس آیت کا مختلف قسموں کے بعد آنا جن میں سے بعض کا نعمت ہونا ظاہر بھی نہیں، اس پر دلالت کرتا ہے کہ نعمت مختلف قسم کی ہوتی ہے، بعض حسی اور بعض معنوی، جس کا مشاہدہ اہل بصیرت کو اپنے حالات واوقات میں خوب ہوجاتا ہے، اور نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نعمت کی تمام قسموں سے نفع حاصل کرنا مطلوب ومحمود ہے۔ زہد کے منافی یا تعلق مع اللہ کے خلاف نہیں ہے۔ کمالین۔

لطیفہ: تفسیر مدارک میں ہے کہ سورت اقتربت، سورۂ رحمٰن، سورۂ واقعہ، تینوں سورتوں میں کہیں لفظ اللہ نہیں ہے، اور تھانویؒ فرماتے ہیں کہ سورۂ مجادلہ کی کوئی آیت لفظ اللہ سے خالی نہیں ہے، واللہ اعلم باسرار کلامہ، اور ایسی پوری سورت کہ جس میں صرف ایک زیر ہو سورۂ اخلاص ہے۔

سورة الواقعة(مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اورنہایت رحم والا ہے۔

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿۲﴾ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ﴿۳﴾

جب واقع ہونیوالی واقع ہو جائے۔ اس کے واقع ہونے میں کچھ جھوٹ نہیں۔ کسی کو پست کرے کسی کو بلند۔

إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ﴿۴﴾ وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿۵﴾ فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنبَثًّا ﴿۶﴾

جب زمین بھونچال سے لرزنے لگے۔ اور پہاڑ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں ۔ پھر غبار ہو کر اڑنے لگیں۔

وَكُنتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً ﴿۷﴾ فَأَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿۸﴾

اورتم لوگ تین قسم ہو جاؤ۔ تو داہنے ہاتھ والے۔ (سبحان اللہ) داہنے ہاتھ والے کیا (ہی چین میں) ہیں۔

وَأَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَا أَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿۹﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿۱۰﴾

اور بائیں ہاتھ والے بائیں ہاتھ والے کیا ہیں۔ اور جو آگے بڑھنے والے ہیں (ان کا کیا کہنا) وہ آگے ہی بڑھنے والے ہیں

أُولٰئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۱۱﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۱۲﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾

وہی مقرب ہیں۔ نعمت کے بہشتوں میں۔ وہ بہت تو اگلے لوگوں میں سے ہوں گے ۔

وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْآخِرِيْنَ ﴿۱۴﴾ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿۱۵﴾ مُّتَّكِئِيْنَ عَلَيْهَا

اورتھوڑے سے پچھلوں میں سے۔ (لعل و یاقوت وغیرہ سے) جڑے ہوئے تختوں پر۔ آمنے سامنے تکیہ لگائے

مُتَقَابِلِيْنَ ﴿۱۶﴾ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿۱۷﴾ بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيْقَ

ہوئے۔ نوجوان خدمت گزار جو ہمیشہ (ایک ہی حالت میں) رہیں گے ان کے آس پاس پھریں گے

وَكَأْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۱۸﴾ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا

یعنی آبخورے اور آفتابے اور صاف شراب کے گلاس لے لے کر۔ اس سے نہ تو سر میں درد ہوگا اور نہ ان کی عقلیں زائل ہوں گی۔ اور میوے جس طرح

يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿۲۲﴾

کے ان کو پسند ہوں۔ اور پرندوں کا گوشت جس قسم کا ان کا جی چاہے۔ اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں۔

كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾

جیسے (حفاظت سے) تہ کئے ہوئے (آب دار) موتی۔ یہ ان اعمال کا بدلا ہے جو وہ کرتے تھے۔

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَأْثِيْمًا ﴿۲۵﴾ إِلَّا قِيْلًا سَلَامًا سَلَامًا ﴿۲۶﴾

وہاں نہ بیہودہ بات سنیں گے اور نہ گالی گلوچ۔ ہاں ان کا کلام سلام سلام (ہوگا)۔

وَأَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَا أَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾

اور داہنے ہاتھ والے (سبحان اللہ) داہنے ہاتھ والے کیا (ہی عیش میں) ہیں۔ (یعنی) بے خار کی بیریوں میں۔

وَطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾ وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ وَمَاءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾

اور تہ بتہ کیلوں ۔ اور لمبے لمبے سایوں۔ اور پانی کے جھرنوں ۔

وَفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾ وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾

اور میوہائے کثیرہ (کے باغوں) میں۔ جو نہ کبھی ختم ہوں اور نہ ان سے کوئی روکے۔ اور اونچے اونچے فرشوں میں

إِنَّا أَنْشَأْنٰهُنَّ إِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ أَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ عُرُبًا أَتْرَابًا ﴿۳۷﴾

ہم نے ان (حوروں) کو پیدا کیا۔ تو ان کو کنواریاں بنایا۔ (اور شوہروں کی) پیاریاں اور ہم عمر۔

لِّأَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۳۸﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِيْنَ ﴿۴۰﴾

داہنے ہاتھ والوں کے لئے ۔ (یہ) بہت سے تو اگلے لوگوں میں سے ہیں۔ اور بہت سے پچھلوں میں سے۔

وَأَصۡحٰبُ الشِّمَالِ مَا أَصۡحٰبُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِيۡ سَمُوۡمٍ وَّحَمِيۡمٍ ﴿٤٢﴾
اور بائیں ہاتھ والے (افسوس) بائیں ہاتھ والے کیا (ہی عذاب میں) ہیں۔ (یعنی دوزخ کی) لپٹ اور کھولتے ہوئے پانی میں
وَظِلٍّ مِّنۡ يَّحۡمُوۡمٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيۡمٍ ﴿٤٤﴾ إِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَبۡلَ ذٰلِكَ
اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں۔ (جو) نہ ٹھنڈا (ہے) نہ خوشنما۔ یہ لوگ اس سے پہلے عیش نعیم میں پڑے
مُتۡرَفِيۡنَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوۡا يُصِرُّوۡنَ عَلَى الۡحِنۡثِ الۡعَظِيۡمِ ﴿٤٦﴾ وَكَانُوۡا يَقُوۡلُوۡنَ
ہوئے تھے۔ اور گناہِ عظیم پر اڑے ہوئے تھے۔ اور کہا کرتے تھے
أَءِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا أَءِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ﴿٤٧﴾
کہ بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے اور ہڈیاں (ہی ہڈیاں رہ گئے) تو کیا ہمیں پھر اٹھنا ہو گا؟۔
أَوَ آبَاؤُنَا الۡأَوَّلُوۡنَ ﴿٤٨﴾ قُلۡ إِنَّ الۡأَوَّلِيۡنَ وَالۡآخِرِيۡنَ ﴿٤٩﴾ لَمَجۡمُوۡعُوۡنَ إِلٰى
اور کیا ہمارے باپ دادا کو بھی؟ کہہ دو کہ بیشک پہلے اور پچھلے۔ (سب) ایک روز مقرر
مِيۡقَاتِ يَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ ﴿٥٠﴾ ثُمَّ إِنَّكُمۡ أَيُّهَا الضَّالُّوۡنَ الۡمُكَذِّبُوۡنَ ﴿٥١﴾
وقت پر جمع کئے جائیں گے ۔ پھر تم اے جھٹلانے والے گمراہو!
لَآكِلُوۡنَ مِنۡ شَجَرٍ مِّنۡ زَقُّوۡمٍ ﴿٥٢﴾ فَمَالِئُوۡنَ مِنۡهَا الۡبُطُوۡنَ ﴿٥٣﴾
تھوہر کے درخت میں سے کھاؤ گے۔ اور اسی سے پیٹ بھرو گے۔
فَشَارِبُوۡنَ عَلَيۡهِ مِنَ الۡحَمِيۡمِ ﴿٥٤﴾ فَشَارِبُوۡنَ شُرۡبَ الۡهِيۡمِ ﴿٥٥﴾
اور اس پر کھولتا ہوا پانی پیو گے۔ اور پیو گے بھی تو اس طرح جیسے پیاسے اونٹ پیتے ہیں۔
هٰذَا نُزُلُهُمۡ يَوۡمَ الدِّيۡنِ ﴿٥٦﴾ نَحۡنُ خَلَقۡنٰكُمۡ فَلَوۡلَا تُصَدِّقُوۡنَ ﴿٥٧﴾
جزا کے دن یہ ان کی ضیافت ہوگی۔ ہم نے تم کو (پہلی بار بھی تو) پیدا کیا ہے تو تم (دوبارہ اٹھنے کو) کیوں سچ نہیں سمجھتے؟

أَفَرَأَيْتُمْ مَّا تُمْنُونَ ﴿٥٨﴾ أَأَنتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ﴿٥٩﴾

دیکھوتو کہ جس (نطفے) کوتم (عورتوں کے رحم میں) ڈالتے ہو۔کیا تم اس (سے انسان) کو بناتے ہو یا ہم بناتے ہیں؟

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿٦٠﴾

ہم نے تم میں مرنا ٹھہرا دیا ہے اور ہم اس بات سے عاجز نہیں۔

عَلَىٰ أَن نُّبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾

کہ تمہاری طرح کے اور لوگ تمہاری جگہ لے آئیں اور تم کو ایسے جہان میں جس کو تم نہیں جانتے پیدا کر دیں۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾ أَفَرَأَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ

اورتم نے پہلی بار پیدائش تو جان ہی لی ہے پھر تم سوچتے کیوں نہیں؟ بھلا دیکھو تو کہ جو کچھ تم بوتے ہو۔

﴿٦٣﴾ أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ﴿٦٤﴾ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا

تو کیا تم اسے اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے چورا چورا کر دیں

فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ﴿٦٥﴾ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ ﴿٦٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٦٧﴾

اورتم باتیں بناتے رہ جاؤ۔ (کہ ہائے) ہم تو مفت تاوان میں پھنس گئے۔ بلکہ ہم ہیں ہی بدنصیب۔

أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ﴿٦٨﴾ أَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ

بھلا دیکھو تو کہ جو پانی تم پیتے ہو۔ کیا تم نے اس کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرتے ہیں؟

الْمُنزِلُونَ ﴿٦٩﴾ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ﴿٧٠﴾

اگر ہم چاہیں تو ہم اسے کھارا کر دیں پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے؟ ۔

أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ﴿٧١﴾ أَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا

بھلا دیکھو تو جو آگ تم درخت سے جلاتے ہو۔ کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا ہے

أَمْ نَحْنُ الْمُنْشِؤُنَ ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنَاهَا تَذْكِرَةً وَمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿۷۳﴾

یا ہم پیدا کرتے ہیں؟ ہم نے اسے یاددلانے اور مسافروں کے برتنے کو بنایا ہے۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾ فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾

تو تم اپنے پروردگار بزرگ کے نام کی تسبیح کرو۔ ہمیں تاروں کی منزلوں کی قسم۔ [1]

وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾

اور اگر تم سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے۔ کہ یہ بڑے رتبے کا قرآن ہے۔

---

[1] لفظ ''لا'' قسم کے شروع میں ایک عام محاورہ ہے، جیسے ''لا واللہ'' اور جاہلیت کی قسموں میں ''لا وابیک'' مشہور ہے، بعض علماء نے ''لا'' کو زائد قرار دیا ہے اور بعض نے اس کی توجیہ یہ کی کہ اس موقع میں حرف ''لا'' مخاطب کے گمان کی نفی کے لئے ہوتا ہے، یعنی لیس کماتقول، جیسا تم کہتے اور سمجھتے ہو وہ بات نہیں، بلکہ حقیقت وہ ہے جو آگے قسم کھا کر بتلائی جاتی ہے۔

''مواقع النجوم'' سے ستاروں کے غروب ہونے کی جگہیں مراد ہیں، ستاروں کا غروب ان کے فنا اور زوال کی دلیل ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی بالاتر طاقت کے زیر تصرف ہیں، جس طرح اسمان کے جگمگاتے ستارے چھپ جاتے اور ان کی روشنی زائل ہو جاتی ہے اسی طرح یہ سارا جہاں ایک وقت فنا ہو جائے گا، ''لامزیدة مؤكدة'' (مدارک). بمواقع النجوم ای بمساقط كواكب السماء ومغاربها ، تخصيصها بالقسم لمافی غروبها من زوال اثرها والدلالة علی وجود موثر دائم لايتغير، ولذا استدل الخليل عليه بالافول علی وجود الصانع جل وعلا (روح)۔

''وانه لقسم'' یہ قسم اور جواب قسم کے درمیان جملہ معترضہ ہے، برائے بیان عظمت قسم یعنی اگر تمہیں اس کی حقیقت کا علم ہو تو یہ ایک نہایت عظیم الشان قسم اور شاہد ہے۔

''انه لقرآن'' یہ جواب قسم ہے یہ قران نہایت اعلی اور احسن کتاب ہے جو دینی اور دنیوی منافع کا بیش بہا خزینہ ہے۔=

فِــيْ كِتَــابٍ مَّــكْنُـوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَـمَسُّــــهٗۤ اِلَّا الْــمُطَهَّــرُوْنَ ﴿۷۹﴾

(جو) کتاب محفوظ میں (لکھا ہوا ہے)۔ اس کو وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک ہیں۔

تَـنْـزِيْـلٌ مِّـنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الْـحَـدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾

پروردگار عالم کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ کیا تم اس کلام سے انکار کرتے ہو؟

وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْلَا اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾

اور اپنا وظیفہ یہ بناتے ہو کہ اسے جھٹلاتے ہو؟۔ بھلا جب روح گلے میں آ پہنچتی ہے۔

وَاَنْتُـمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَنَـحْـنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

اورتم اس وقت (کی حالت کو) دیکھا کرتے ہو۔اور ہم اس سے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں لیکن تم کو نظر نہیں آتے

= ''فی کتاب مکنون'' وہ لوح محفوظ میں محفوظ اور ہر قسم کے تغیر وتبدل سے مامون ومصون ہے۔

''لایمسه الا المطهرون'' یہ جملہ کتاب مکنون کی صفت ہے اور المطھرون سے مراد فرشتے ہیں، جو ہر قسم کے گناہوں اور نجاستوں سے پاک ہیں، اور مـس کنایہ ہے لوح محفوظ کے علوم پر اطلاع سے، حاصل یہ ہوا کہ لوح محفوظ کے علوم پر فرشتوں کے سوا کوئی مطلع نہیں ہوسکتا، ونفـی مسـه کـنـاية عـن لازمـه وهونفی الاطلاع علیه وعلی مـافیه ۔(روح)۔یا یہ قران کی صفت ہے اور الـمطهرون سے وہ لوگ مراد ہیں جو حدث اصغر اور احدث اکبر سے پاک ہوں، اور نفی بمعنی نہیں ہے اور مراد یہ ہے کہ قران مجید کو صرف وہی لوگ ہاتھ لگائیں جو باوضوء ہوں۔ المرادبالمطهرون الـمطهـرون عـن الـحـدث الاصغروالحدث الاکبر والمعنی لاینبغی ان یمس القرآن الامن هوعلی طهــارة من الناس فالنفی بمعنی النهی بل ابلغ من النهی الصریح(روح) ۔اسی بناء پر جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ بے وضوء آدمی قران مجید کو ہاتھ نہ لگائے، امام بخاری اس کی اجازت دیتے ہیں۔

فَلَوْلَا إِنْ كُنتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ﴿٨٦﴾ تَرْجِعُونَهَا إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٨٧﴾

پس اگر تم کسی کے بس میں نہیں ہو۔ تو اگر سچے ہو تو روح کو پھیر کیوں نہیں لیتے؟

فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٨٨﴾ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّةُ نَعِيمٍ ﴿٨٩﴾

پھر اگر وہ (اللہ کے) مقربوں میں سے ہے۔تو (اس کے لئے) آرام اور خوشبودار پھول اور نعمت کے باغ ہیں۔

وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ أَصْحٰبِ الْيَمِينِ ﴿٩٠﴾ فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ أَصْحٰبِ

اور اگر وہ دائیں ہاتھ والوں میں سے ہے۔تو (کہا جائے گا کہ) تجھ پر داہنے ہاتھ والوں کی طرف سے سلام

الْيَمِينِ ﴿٩١﴾ وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّآلِّينَ ﴿٩٢﴾

اور اگر وہ جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہے۔

فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ ﴿٩٣﴾ وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ ﴿٩٤﴾

تو (اس کے لئے) کھولتے پانی کی ضیافت ہے۔ اور جہنم میں داخل کیا جانا ۔

إِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ ﴿٩٥﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٩٦﴾

یہ (داخل کیا جانا یقیناً صحیح یعنی) حق الیقین ہے۔ تو تم اپنے پروردگار بزرگ کے نام کی تسبیح کرتے رہو۔

سورة الحديد (مدنية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١﴾ لَهُ مُلْكُ

جو مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔ آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يُحْيِ وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲﴾
اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے (وہی) زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔
هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۳﴾
وہ (سب سے) پہلا اور (سب سے) پچھلا اور (اپنی قدرتوں سے سب پر) ظاہر اور پوشیدہ ہے اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے
هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى
وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا
الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ
جو چیز زمین میں داخل ہوتی اور جو اس سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اترتی
وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۴﴾
اور جو اس کی طرف چڑھتی ہے سب اس کو معلوم ہے اور تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے [۱]

---

[۱] اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے خبر دی ہے کہ وہ اپنے عرش کے اوپر ہے، کائنات کی ہر چیز کو جانتا ہے۔ اور ہم جہاں بھی ہوں ہمارے ساتھ ہے۔ یہی بات حدیث الاوعال میں مذکور ہے ''واللہ فوق العرش وھو یعلم ماانتم علیہ'' (سنن ابوداود کتاب السنة: رقم: ۴۷۲۳، وابن ماجه رقم: ۱۹۳، باب فیماانکرت الجھمیة) یعنی اللہ تعالی عرش پر ہے اور تمہارے ہر معاملے کو جانتا ہے۔

اس کی تفصیل یوں ہے کہ لغت عربیہ میں ,,لفظ،،مـــع،(ساتھ ہونا) جب استعمال کیا جائے گا تو لغت میں اس کا ظاہری معنی مطلقا مقارنت ومصاحبت ہی ہوگا، جس کے ساتھ معیت مذکور ہوا سے چھونا یا اس کے دائیں یا بائیں یا آگے پیچھے ہو کر اس سے مختلط ہونا ضروری نہیں ہے۔ جب سیاق کلام کے پیش نظر لفظ ,,مع،، کے کسی معنی کو مقید کیا جائے گا، تو اسی معنی کی مقارنت مراد ہوگی۔

کہا جاتا ہے ,,مـازلـنـا نسیر والقمر معنا اوالنجم معنا،، ہم چلتے رہے اور چاند ہمارے ساتھ تھا، یا

فلاں ستارہ ہمارے ساتھ ساتھ رہا۔اسی طرح اپنا سامان اگر چہ آپ نے اپنے سر کےاوپر اٹھا رکھا ہو،مگر آپ کہتے ہیں ,,ھذا المتاع معی ،،(یہ سامان میرے ساتھ ہے)لہذا اللہ تعالی حقیقتاً اپنی خلق کے ساتھ بھی ہے،اور حقیقتاً اپنے عرش کے اوپر بھی ہے۔

اب یہ معیت اگر سیاق عموم میں مذکور ہے،تو اس سے کوئی شخص یا وصف مستثنیٰ نہیں ہوگا، بلکہ وہ پوری مخلوق کے ساتھ ہر حال میں ہوگی ۔جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے ۔اس ایت مذکورہ میں کہ جہاں کہیں تم ہو، وہ تمہارے ساتھ ہے ۔اسی معیت عامہ پر مشتمل ہے ۔جس کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالی تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔اس سے کوئی فرد، یا اس کی کوئی حالت مخصوص مستثنیٰ نہیں ہے۔اللہ تعالی کے اس فرمان میں بھی یہی معیت عامہ [سورۃ مجادلہ:۷] میں مذکور ہے۔

اور اگر صفت معیت کا سیاق خاص میں ذکر ہے،مثلاً کسی شخص یا وصف کے ساتھ معیت کو مخصوص کیا گیا ہے،تو یہ معیت خاصہ کہلاتی ہے، جس میں علم واحاطہ کے معنی کے ساتھ ساتھ ایک اضافی معنی بھی پیدا ہو جائے گا، اور وہ ہے مدد کرنا تائید فرمانا، ہدایت وتوفیق عطا فرمانا وغیرہ ۔کسی شخص کے ساتھ مخصوص معیت کی مثال اللہ کا موسٰی اور ہارون علیہما السلام سے فرمانا۔جیسے کہ سورۂ طہٰ :۴۶، میں مذکور ہے۔اسی طرح اللہ تعالی کا محمدﷺ کے متعلق فرمان ہے سورۂ توبہ:۴۰،ان مذکوردونوں ایتوں میں معیت خاصہ کا ذکر ہے،جس میں اضافی طور پر نصرت وتائید کا معنی موجود ہے کسی وصف کے ساتھ مخصوص معیت کی مثال سورۂ انفال:۴۶، میں موجود ہے۔قران کریم میں اس قسم کی بہت سی مثالیں مل جائیں گی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ مجموع الفتاوی:۱۰۳/۵، میں فرماتے ہیں کہ حسب مقام معیت کے احکام ومعانی مختلف ہیں چنانچہ یہاں اس ایت کا ظاہر دلالت کرر ہاہے کہ معیت کا حکم، مقتضی،معنی یہ ہے کہ اللہ تم پر مطلع ہے (گواہ ہے) تمہیں جانتا ہے اور تمہارا پوری احاطہ کیئے ہوئے ہے۔

اس ایت کریمہ کی تفسیر میں سلف صالحین کے قول " انہ معھم بعلمه" کا یہی معنی ومراد ہے،اس ایت کریمہ میں صفت معیت کا یہی ظاہر وحقیقت ہے جبکہ نبی کریمﷺ نے غار کے اندر ابو بکرؓ سے فرمایا:"لاتحزن ان اللہ معنا" تو یہاں بھی معیت اپنی حقیقت وظاہر پر قائم ہے،ایت کا سیاق یہ دلالت کرر ہاہے کہ یہاں معیت اطلاع کے معنی کے ساتھ ساتھ نصرت وتائید کے معنی پر بھی مشتمل ہے ۔اسی طرح اللہ تعالی کے اس فرمان میں بھی معیت کے معنی میں نصرت وتائید کا مفہوم شامل ہے۔یعنی سورۂ نحل ۱۲۸، میں جبکہ سورۂ طہٰ :۴۶، میں اللہ تعالی نے موسٰی اور ہارون علیہما السلام سے فرمایا کہ " اننی معکما اسمع و اری "۔طہٰ :۴۶۔یہاں بھی معیت کا ظاہری معنی علم واحاطہ کے ساتھ ساتھ نصرت وتائید ہے۔=

لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْأُمُوْرُ ۝۵

آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے اور سب امور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

يُوْلِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَهُوَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ

(وہی) رات کو دن میں داخل کرتا اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ دلوں کے بھیدوں تک سے واقف ہے۔

= شیخ الاسلامؒ آگے مزید فرماتے ہیں: معیت کے معنی ومقتضیٰ میں فرق موجود ہے

ابن رجب نے الاربعین النوویہ کی ۲۹،ویں حدیث کی شرح کے ضمن میں فرمایاہے ۔اللہ تعالی کی معیت خاصہ ،نصرت،تائید،حفاظت واعانت کی متقاضی ہے جبکہ معیت عامہ اللہ تعالی کا بندوں پرعلم واحاطہ اوران کے تمام اعمال کی مکمل نگرانی کی متقاضی ہے۔بہت سے علماء نے اجماع نقل کیاہے کہ یہاں معیت سے مرادمعیت علم واحاطہ ہےاور بلاشبہ یہ مراد لینامحمول برحقیقت ہے۔اللہ تعالی کےعلم کے ساتھ ساتھ یہ عقیدہ بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالی بندوں کی ہر بات سنتا اور ہر چیز دیکھتاہے۔چنانچہ اللہ تعالی اپنی خلق کے تمام احوال وامور پر پوری طرح مطلع ہےاوراس سےکوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔(جامع العلوم والحکم)

جبکہ امام ابوحنیفہؒ کا قول اس باب میں مشہور ہے، جو کہ امام بیہقیؒ نے کتاب الاسماء والصفات:۲/۱۷۰،اورامام ذہبی نے کتاب''العلو''(مختصر:۱۳۵،)میں نقل کیاہے،کہ،قال نعیم بن حماد سمعت ان نوح الجامع یقول: کنت عند ابی حنیفةؒ اول ماظھر،اذ جائته امرأة من (ترمذ)كانت تجالس جهمافدخلت الكوفة،فأظننى اقل مارأيت عليهاعشرة الاف نفس[تدعوإلى رأيها]فقيل لها:ان هاهنارجلاقدنظرفى المعقول يقال له ابوحنيفةفاتيه،فاتته،فقالت انت الذى تعلم الناس المسائل وقدتركت دينك؟اين الهك الذى تعبده؟فسكت عنهاثم مكث سبعة ايام لايجيبها،ثم خرج الينا وقدوضع كتابا:ان الله عزوجل فى السماء دون الارض،فقال رجل،أرأيت قول الله عزوجل(وهومعكم)قال:هوكماتكتب الى الرجل:انى معك وانت غائب عنه۔

الصُّدُوْرِ ﴿۶﴾ آمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ
(تو) اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جس (مال) میں اس نے تم کو خلیفہ بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو

فَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۷﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ
جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور (مال) خرچ کرتے رہے ان کے لئے بڑا ثواب ہے۔ اور تم کیسے لوگ ہو کہ اللہ پر ایمان

بِاللّٰهِ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
نہیں لاتے؟ حالانکہ (اس کے) پیغمبر تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ اور اگر تم کو

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸﴾ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ
باور ہو تو وہ تم سے عہد بھی لے چکا ہے۔ وہی تو ہے جو اپنے بندے پر واضح آیتیں نازل کرتا ہے تاکہ تم کو

الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹﴾
اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائے اور بیشک اللہ تم پر نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
اور تم کو کیا ہوا ہے کہ اللہ کے رستے میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کی وراثت اللہ ہی کی ہے

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً
جس شخص نے تم میں سے فتح سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی کی وہ (اور جس نے یہ کام پیچھے کئے وہ) برابر نہیں ان لوگوں کا درجہ

مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ
ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر ہے جنہوں نے بعد میں خرچ (اموال) اور (کفار سے) جہاد و قتال کیا اور اللہ نے سب سے

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۰﴾ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهٗ
(ثواب) نیک (کا) وعدہ تو کیا ہے اور جو کام تم کرتے ہو اللہ ان سے واقف ہے۔ کون ہے جو اللہ کو قرض حسن دے

لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿١١﴾ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُورُهُمْ

تو وہ اس کو اس سے دگنا ادا کرے اور اس کے لئے عزت کا صلہ جنت ہے۔ جس دن تم مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھو گے

بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِم بُشْرٰكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِى

کہ ان (کے ایمان) کا نُور ان کے آگے آگے اور داہنی طرف چل رہا ہے تم کو بشارت ہو (کہ آج تمہارے لئے) باغ ہیں

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٢﴾

جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ان میں ہمیشہ رہو گے یہی بڑی کامیابی ہے۔

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ آمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ

اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ذرا ٹھہر جاؤ کہ ہم بھی تمہارے نُور سے

مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ

روشنی حاصل کریں تو ان سے کہا جائے گا کہ پیچھے لوٹ جاؤ اور (وہاں) نُور تلاش کرو پھر ان کے بیچ میں ایک دیوار کھڑی کر

لَّهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿١٣﴾

دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا جو اس کی جانب اندرونی ہے اس میں تو رحمت ہے اور جو جانب بیرونی ہے اس طرف عذاب

يُنَادُوْنَهُمْ أَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ أَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ

تو کہیں گے کہ کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں تھے لیکن تم نے خود اپنے تئیں فتنہ میں ڈالا اور منتظر

وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ أَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ

رہے اور (اسلام میں) شک کیا اور (لا طائل) آرزوؤں نے تم کو دھوکا دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اور اللہ کے بارے

﴿١٤﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَأْوٰكُمُ النَّارُ

میں تم کو (شیطان) دغا باز دغا دیتا رہا۔ تو آج تم سے معاوضہ نہیں لیا جائے گا اور تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے

هِـىَ مَـوْلَاكُـمْ وَبِئْـسَ الْـمَـصِيْرُ ﴿۱۵﴾ أَلَمْ يَـأْنِ لِلَّـذِيْـنَ آمَـنُـوْا
(کہ) وہی تمہارے لائق ہے اور وہ بُری جگہ ہے۔ کیا ابھی تک مومنوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا
أَنْ تَـخْشَـعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ
کہ اللہ کی یاد کرنے کے وقت اور (قرآن) جو برحق نازل ہوا ہے اس کے سننے کے وقت ان کے دل نرم ہو جائیں
أُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ
اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو پہلے کتابیں دی گئی تھیں پر ان پر زمانہ طویل گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور
فَاسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِعْلَـمُـوْا أَنَّ اللّٰـهَ يُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَيَّنَّا
ان میں سے اکثر نافرمان ہیں۔ جان رکھو کہ اللہ ہی زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے ہم نے اپنی نشانیاں
لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾ إِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ
تم سے کھول کھول کر بیان کر دی ہیں تاکہ تم سمجھو۔ جو لوگ خیرات کرنے والے ہیں مرد بھی اور عورتیں بھی
وَأَقْرَضُوا اللّٰـهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۸﴾
اور اللہ کو (نیت) نیک (اور خلوص سے) قرض دیتے ہیں ان کو دو چند ادا کیا جائے گا اور ان کے لئے عزت کا صلہ ہے۔
وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰـهِ وَرُسُلِهٖ أُوْلٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ
اور جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبر پر ایمان لائے یہی اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں
عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا
ان کے لئے ان (کے اعمال) کا صلہ ہوگا اور ان (کے ایمان) کی روشنی اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا
أُوْلٰئِكَ أَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۹﴾ اِعْلَمُوْا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ
وہی اہلِ دوزخ ہیں۔ جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت (وآرائش)

وَّزِيْـنَةٌ وَّتَـفَـاخُـرٌ بَيْـنَـكُـمْ وَتَـكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ

اور تمہارے آپس میں فخر (وستائش) اور مال و اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب (وخواہش) ہے

أَعْـجَـبَ الْـكُـفَّـارَ نَبَـاتُـهُ ثُـمَّ يَهِيْـجُ فَتَـرَاهُ مُـصْـفَـرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا

جیسے بارش کہ کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے پھر وہ خوب زور پر آتی ہے پھر تو اس کو دیکھتا ہے کہ زرد پڑ جاتی ہے پھر چورا چورا ہو

وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

جاتی ہے اور آخرت میں (کافروں کے لئے) عذاب شدید اور اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی تو

إِلَّا مَتَـاعُ الْغُرُوْرِ ﴿٢٠﴾ سَابِقُوْا إِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا

متاعِ فریب ہے۔ (بندو!) اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف اور جنت (کی طرف) جس کا عرض

كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ

آسمان اور زمین کے عرض کا سا ہے اور جو ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان لائے ہیں

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٢١﴾

لیکو یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔

مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِيْ أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِيْ كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ

کوئی مصیبت ملک پر اور خود تم پر نہیں پڑتی مگر پیشتر اس کے کہ ہم اس کو پیدا کریں ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے

أَنْ نَّبْرَأَهَا إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿٢٢﴾ لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ

(اور) یہ کام اللہ کو آسان ہے۔ تاکہ جو (مطلب) تم سے فوت ہو گیا ہے اس کا غم نہ کھایا کرو

وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ آتٰكُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿٢٣﴾

اور جو تم کو اس نے دیا ہو اس پر اترایا کرو اور اللہ کسی اترانے اور شیخی بگھارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔

اَلَّـذِيْـنَ يَبْـخَلُوْنَ وَيَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ

جو خود بھی بخل کریں اور لوگوں کو بھی بخل سکھائیں اور جو شخص روگردانی کرے تو اللہ بھی بے نیاز (اور) سزاوارِ حمد

الْـحَمِيْدُ ۝۲۴ لَقَـدْ أَرْسَـلْـنَـا رُسُـلَـنَـا بِالْبَيِّنٰتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ

(وثناء) ہے۔ ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل کیں

وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَأْسٌ شَدِيْدٌ وَمَنَافِعُ

اور ترازو تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور لوہا پیدا کیا اس میں (اسلحہ جنگ کے لحاظ سے) خطر بھی شدید ہے اور لوگوں کے لئے فائدے بھی ہیں

لِلـنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۲۵

اور اس لئے کہ جو لوگ بن دیکھے اللہ اور اس کے پیغمبروں کی مدد کرتے ہیں اللہ اس کو ظاہر کر لے بیشک اللہ قوی غالب ہے

وَلَـقَـدْ أَرْسَـلْـنَـا نُـوْحًا وَّإِبْرَاهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ

اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا اور ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب (کے سلسلے) کو (وقتاً فوقتاً) جاری رکھا

فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُوْنَ ۝۲۶ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰى آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا

تو بعض ان میں سے ہدایت پر ہیں اور اکثر ان میں سے خارج از اطاعت ہیں۔ پھر ان کے پیچھے انہی کے قدموں پر پیغمبر

وَقَـفَّيْـنَـا بِـعِيْسَـى ابْـنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيْلَ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ

بھیجے اور ان سب کے پیچھے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو بھیجا اور ان کو انجیل عنایت کی اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی ان کے دلوں

اتَّبَـعُـوْهُ رَأْفَةً وَّرَحْـمَةً وَّرَهْبَـانِيَّةَ ۨ ابْتَـدَعُـوْهَـا مَـا كَتَبْـنَـاهَـا عَلَيْهِمْ

میں شفقت اور مہربانی ڈال دی اور لذات سے کنارہ کشی تو انہوں نے خود ایک نئی بات نکال لی تھی ہم نے ان کو اس کا حکم نہیں

إِلَّا ابْتِـغَـآءَ رِضْـوَانِ الـلّٰـهِ فَـمَـا رَعَـوْهَـا حَـقَّ رِعَـايَتِهَـا

دیا تھا مگر (انہوں نے اپنے خیال میں) اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے پھر جیسا اس کو نباہنا چاہیئے تھا نباہ بھی نہ سکے

فَـآتَيْـنَـا الَّـذِيْـنَ آمَـنُـوْا مِـنْـهُـمْ أَجْـرَهُـمْ وَكَثِيْـرٌ مِّنْهُـمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

پس جو لوگ ان میں سے ایمان لائے ان کو ہم نے ان کا اجر دیا اور ان میں بہت سے نافرمان ہیں۔ [2]

---

[2] ''ثـم قفينا'' ان کے بعد ہم پے در پے پیغمبر بھیجتے رہے یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سب کے بعد ہم نے عیسیٰ بن مریمؑ کو بھیجا اور اس پر کتاب انجیل نازل کی، جس میں مسئلہ توحید اور دیگر احکام شریعت کا بیان تھا، جن لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کی ہم نے ان کے دلوں میں محبت والفت پیدا کر دی، اور وہ آپس میں ایک دوسرے سے نہایت محبت ومودت کا سلوک کرتے تھے۔

''ورهبـانية ابتـدعـوهـا'' رهبـانية، عزلت، ریاضت، لوگوں سے علیحدگی اختیار کر کے اللہ کی عبادت میں مصروف ہو جانا، اس کا ناصب على شريطة التفسير محذوف ہے، منـصـوب بفعل مضمر يفسره الظاهر، اى وابتدعوا رهبانيةً (روح:)۔ ''الاابتغاء وجه الله'' ''كتبناها'' میں ضمیر مفعول سے بدل ہے، یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین میں سے ایک جماعت نے رہبانیت از خود اختراع کی تھی، ہم نے سرے سے ان پر فرض کی ہی نہ تھی، ہم نے تو ان پر اللہ کی رضا جوئی فرض کی تھی، لیکن جو چیز انہوں نے اپنی طرف سے اپنے اوپر لازم کر لی تھی، آخر وہ اس کا بھی حق ادا نہ کر سکے، اور رہبانیت پر پورے نہ اتر سکے، و المعنى ما كتبناعليهم الا ابتغاء رضوان الله (قرطبى)۔

یا استثناء منقطع ہے، یعنی رہبانیت کو ہم نے ان پر فرض نہیں کیا تھا، بلکہ انہوں نے خود ہی اللہ کی رضا جوئی کے لئے اسے اپنے اوپر لازم کر لیا تھا، لیکن پھر اس کا حق ادا نہ کر سکے، استثناء منقع، اى مـافـرضـنـاهـا نـحـن عليهم رأسـا ولكن ابتدعوها والزموا انفسهم بها ابتغاء رضوان الله تعالى. (روح). یا استثناء متصل ہے، یعنی رہبانیت کو انہوں نے اختراع کیا اور ہم نے رضاء الٰہی حاصل کرنے کے لئے ان پر اس کو مقرر کر دیا، استثـنـاء متـصـل، و الـمـعـنى انـمـاتعبدنـاهـم بهـا الاعـلى وجه ابتغاء مرضات الله تعالى (كبير). ابتداء میں جن لوگوں نے رہبانیت اختیار کی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ نہ تو جہاد کی طاقت رکھتے تھے اور نہ امر بالمعروف کی، تو انہوں عزلت اختیار کر لی مگر بعد میں لوگ اسکی رعایت نہ کر سکے۔

اس امت کے لئے گوشہ نشینی افضل ہے یا مخالطت؟

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مـن خيـر معاش الناس لهم: رجل ممسک عنان

فرسه فی سبیل الله،یطیر علی متنه کلماسمع هیعة اوفزعة طار علیه،یبتغی القتل و الموت مظانه اورجل فی غنیمة فی راس شعفة من هذه الشعف،اوبطن وادمن هذه الاودیة،یقیم الصلاة،ویوتی الزکاة،ویعبدربه حتی یاتیه الیقین ،لیس من الناس الافی خیر.(مسلم:۱۲۵/۱۸۸۹،والنسائی فی السنن الکبری: ۸۸۳۰،ابن ماجه:۳۹۷۷) ۔انسانی زندگی میں بہترین زندگی اس شخص کی ہے جواللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی باگ پکڑلے،اور جب کسی کی خوفزدہ آواز یا کسی کے فریاد کرنے کی آواز سنے تو عجلت کے ساتھ گھوڑے کی پشت پر سوار ہوجائے اوراس کی طرف دوڑتا ہوا چلا جائے ،اوراپنی موت کو یااس جگہ کو تلاش کرتا پھرے، جہاں موت کا گمان ہو،یااس شخص کی زندگی ہے جو کچھ بکریوں کے ساتھ ان پہاڑوں میں سے کسی ایک پہاڑ کی چوٹی پر،یاان وادیوں میں سے کسی ایک وادی میں اقامت گزین ہے ،اورنماز پڑھتاہے اورزکواۃ ادا کرتا ہے ،اور پروردگار کی عبادت میں مشغول رہتاہے، یہاں تک کہ اس کوموت آجائے ،اور یہ شخص انسانوں کا شریک نہیں ہے بلکہ صرف بلائی کے درمیان زندگی بسر کرتا ہے۔امام نوویؒ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں، کہ یہ ان لوگوں کے مسلک کی دلیل ہے، جومخالطت یعنی دنیاوالوں کے درمیان رہن سہن پر گوشہ گزینی کوفضیلت دیتے ہیں،چنانچہ اس سلسلہ میں مشہوراختلافی اقوال یہ ہیں کہ امام شافعی اوراکثر علماء کے نزدیک اختلاط یعنی (دنیاوالوں کے درمیان رہنا سہنا)افضل ہے بشرطیکہ دین میں فتنہ فساد سے محفوظ وماموں رہنے کی امید ہو،جبکہ زاہدان طریقت کی ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ دنیاوالوں سے کنارہ کشی کرکے گوشہ گزینی اختیار کرنا افضل ہے،انہوں نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے لیکن جمہورعلماء یہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث یا تو فتنوں سے بھرپورزمانہ پرمحمول ہے۔یااس کے علاوہ اس کا تعلق اس شخص سے ہے جولوگوں کی ایذا پرصبر نہ کرسکتا ہو،یا لوگ خوداس کی وجہ سے سلامت نہ رہتے ہوں۔

پھران کی سب سے بڑی دلیل یہ کہ انبیاء علیہم السلام، اکثر صحابہ کرام ،تابعین عظام،علماء اورمشائخ اورزاہدان طریقت کا معمول یہی رہاہے، کہ انہوں نے دنیا سے کنارہ کشی اور گوشہ نشینی سے احتراز کرکے اسی دنیامیں اوراسی دنیاوالوں کے درمیان رہن سہن کواختیار کیا،اوراس کے ذریعہ وہ بہت سارے دینی فوائد حاصل کرتے رہے جو گوشہ نشینی کی صورت میں ناممکن الحصول تھے۔جیسے نماز جمعہ وجماعت ،نماز جنازہ اورعیادت مریض وغیرہ وغیرہ۔اوران کی دلیل حدیث ابی ہریرۃؓ ہے : عن ابی هریرةؓ قال:مررجل من اصحاب النبیﷺبشعب فیه عیینة من ماء عذبة، فاعجبته، فقال لواعتزلت الناس فاقمت فی هذا الشعب ،فذکرذلک لرسول اللهﷺ؟فقال لاتفعل، فان مقام احدکم

فی سبیل اللہافضل من صلاتہ فی بیتہ سبعین عاما،الاتحبون ان یغفر اللہ لکم ، ویدخلکم الجنۃ؟اغزوافی سبیـل اللہ،مـن قـاتـل فـی سبیل اللہ فواق ناقۃ وجبت لہ الجنۃ.(ترمذی:۱۶۵۰)۔ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران رسول کریم ﷺ کے ایک صحابی پہاڑی کے درہ سے گزرے جس میں پریں پانی کا ایک چشمہ تھا،تو وہ چشمہ ان کو بہت اچھالگاوہ کہنے لگے کہ کاش میں لوگوں سے علیحدگی اختیار کرلوں،اوراس درے میں آرہا؟جب رسول کریم ﷺ کے سامنے اس بات کا ذکر ہواتو آپؐ نے اس صحابی سے فرمایا: کہ تم ایسا نہ کرنا،کیونکہ تم میں سے کسی شخص کا اللہ کی راہ یعنی جہاد میں قیام کرنا اس کا گھر میں ستر برس نماز پڑھنے سے بہتر ہے،کیاتم اس کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تم کو کامل طور پر بخش دے اور تمہیں ابتــــداءً ہی جنت میں داخل کردے،اللہ کی راہ میں جہاد کرو،کیونکہ جس شخص نے اللہ کی راہ میں اونٹنی کےفواق کے بقدر،(یعنی تھوڑی دیر) کے لئے بھی جہاد کیا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔

اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے چونکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں سے گوشہ گزینی اختیار کرنے اور جنگل وکوہستان میں عبادت الٰہی میں مشغول رہنے سے بخشش ومغفرت حاصل نہیں ہوتی،اس لئے علماء اس ارشاد گرامی کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ چونکہ اس زمانے میں جہاد واجب تھا۔اور کسی نفل کے لئے واجب کوترک کرنا گناہ ہے،اس لئے نبی کریم ﷺ نے اس ارشاد کے ذریعہ اس صحابی پر گویا یہ واضح کیا کہ اگر تم نے دنیا اور دنیا والوں سے ترک تعلق کرکے،اس پہاڑی درے میں گوشہ گزینی اختیار کی،اور اگرچہ اس کا مقصد محض مکمل تنہائی وخلوت میں اللہ کی عبادت میں مشغول رہنا ہو،تو اس کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ تم ان بہت سی سعادتوں اور فضیلتوں سے محروم رہ جاؤ گے جو دنیا والوں کے درمیان رہ کر دینی فرائض وذمہ داریوں کوانجام دینے کی صورت میں حاصل ہوتی ہے بلکہ تمہارا یہ نفل عمل ایک واجب عمل اور ایک اہم دینی فریضہ یعنی جہاد کے ترک کا باعث بھی ہوگا۔جس سے تم گناہگاروں کے زمرے میں شامل ہوجاؤ گے۔

علاوہ ازیں اس ارشاد گرامی سے کامل مغفرت اور ابتداء جنت میں جانے والوں کے ساتھ جنت میں داخل ہونے پرمحمول کیا جاسکتا ہے۔یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ لوگوں کے درمیان رہنا گوشہ گزینی سے افضل ہے،خصوصا نبی کریم ﷺ کے زمانے سعادت نشان میں تو یہ افضلیت کہیں زیادہ تھی،البتہ رسول پاک ﷺ کے زمانے کے بعد کبھی کبھی گوشہ گزینی ہی کوافضلیت حاصل ہوتی ہے،جبکہ لوگوں کے درمیان رہنے سے فتنہ وشر کے غلبہ کا خوف ہو۔

پہلی بات کی تائید کے لئے حدیث انسؓ زیادہ واضح ہے،کہ:**قـال الـنبـی ﷺ ان لـکـل امۃ رھبـانیۃ ورھبانیۃ ھذہ الامۃ الجھادفی سبیل اللہ**۔(شعب الایمان:۸/۱۵۷)۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ آمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ

مومنو! اللہ سے ڈرو اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ وہ تمہیں اپنی رحمت سے دگنا اجر عطا فرمائے گا[3]

---

[3] یَـــا أَیُّھَـــا الَّـــذِیْـــنَ آمَـــنُـــوْا الایۃ، قرآنی نمط سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی طرح کا خطاب امت محمدی ﷺ کو ہوتا ہے، تو یہاں خطاب اس امت کو ہے، اور کثرت اجر کی وجہ درجہ ذیل حدیث میں بیان کی گئی ہے،

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انمـا اجلـكـم فـي اجـل مـن خلامن الامم ، مـابين صلاۃ العـصـرالـى مـغرب الشـمس ، وانمامثلكم ومثل اليهود والنصارى ،كرجل استعمل عمّالا،فقال من يـعـمـل لي الى نصف النهارعلى قيراط قيراط؟فعمِلتِ اليهود الى نصف النهارعلى قيراط قيراط،ثم قـال مـن يـعـمـل لى من نصف النهار الى صلاۃ العصرعلى قيراط قيراط؟فعملت النصارى من نصف الـنهـارالـى صـــــلاۃ العصر على قيراط قيراط ،ثم قال من يعمل لى من صـــــلاۃ العصرالى مغرب الشـمـس عـلـى قيـراطيـن قيـراطيـن،؟ الافانتم الذين يعملون من صلاۃ العصر الى مغرب الشمس، الالـكم الاجرمرتين،فغضبت اليهود و النصارى،فقالوانحن اكثرعملاواقل عطاءً ؟قال اللہ تعالى فهل ظلمتكم من حقكم شيئا؟قالوالا،قال اللہ تعالى:فانه فضلى اعطيه من شئت(بخاری: ۳۴۵۹)۔

یعنی دوسری امتوں کے لوگوں کے مقابلہ میں تمہارا عرصہ حیات اتنا ہے جتنا کہ (سارے دن کے مقابلہ میں) نماز عصر کے بعد سے غروب افتاب تک کا درمیانی وقت، علاوہ ازیں (اللہ رب العزت کے ساتھ) تمہارا معاملہ اور یہود و نصاری کا معاملہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی شخص اجرت پر کام کرنے کے لئے کچھ مزدوروں کو طلب کرے اور ان سے کہے کہ کوئی ہے جو دو پہر تک میرا کام کرے اور میں (اتنے عرصہ کام کرنے کی اجرت کے طور پر ہر شخص کو ایک ایک قیراط دوں گا؟۔ چنانچہ اس اجرت کو منظور کر کے یہود نے دو پہر تک ایک ایک قیراط پر کام کیا، پھر اس شخص نے کہا کوئی ہے جو دو پہر سے عصر تک میرا کام کرے اور میں ہر شخص کو ایک ایک قیراط دوں گا؟، چنانچہ یہود کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے لوگوں نے یعنی نصاری نے دو پہر سے عصر کے وقت تک ایک ایک قیراط پر کام کیا، اور پھر اس شخص نے کہا کہ کوئی ہے جو نماز عصر سے غروب آفتاب تک میرا کام کرے، اور میں ہر شخص کو دو دو قیراط دوں گا، اس کے بعد نبی کریم ﷺ

نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا: جان لو! (اس مثال میں) تم ہی وہ لوگ ہو جو عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک کام کرنے والے ہیں، یاد رکھو تمہارا اجر دوگنا ہے اور اسی وجہ سے کہ تمہارے کام کی مدت تو کم ہے لیکن مستحق دوگنے اجر کے قرار پائے ہو، یہود و نصاریٰ بھڑک اٹھے اور بولے کہ عمل کے اعتبار سے تو ہم بہت بڑھے ہوئے ہیں، لیکن اجر و ثواب میں ہمارا حصہ بہت کم ہے۔ اللہ تعالی نے ان کو جواب دیا، کیا میں نے تمہارے ساتھ کچھ ظلم کیا ہے؟ یعنی میں نے تمہاری جو اجرت مقرر کی تھی اور تمہیں جو کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا، کیا اس میں کچھ کمی کی ہے؟ یہود و نصاریٰ نے کہا نہیں، ہمارے حق میں تو نے کچھ کم نہیں کیا ہے لیکن تیری طرف سے یہ تفاوت اور تفریق کیسی ہے؟ پروردگار نے فرمایا حقیقت یہ ہے کہ یہ زیادہ اجر دینا میرا فضل و احسان ہے، میں جس کو چاہوں زیادہ دوں، (میں فاعل مختار ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں)۔

''اجل'' کسی چیز کی مدت متعینہ کو کہتے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (مومن:۶۷) اور کبھی اس لفظ ''اجل'' کا اطلاق انسان کی موت پر کیا جاتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے، دنا اجله، اس شخص کی موت قریب آ گئی، یہ ملا علی قاری نے طیبی کے حوالہ سے لکھا ہے اور اس کے بعد کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ''اجل'' کے لفظ سے کبھی تو اس پوری مدت کو تعبیر کیا جاتا ہے جو عمر کے لئے متعین ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کے اس ارشاد: ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ (انعام:۲)۔ میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور کبھی اس لفظ کا اطلاق مدت عمر کے خاتمہ اور زندگی کے آخری لمحہ پر ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کے ارشاد: فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (اعراف:۳۴)۔ میں اس لفظ کے یہی معنی مراد ہیں۔

پس یہاں حدیث کے الفاظ: انما اجلكم فى اجل من خلا من الامم ، الخ، میں لفظ ''اجل'' کے پہلے معنی مراد ہیں، یعنی پورا عرصہ حیات، پوری مدت عمر، اس روشنی میں حدیث گرامی کے ان الفاظ کی وضاحت یہ ہوگی کہ اے مسلمانو! پچھلی امتوں کے لوگوں کی لمبی عمروں کے مقابلہ میں تمہاری کم عمروں کا تناسب وہی ہے جو دن کے اغاز سے نماز عصر تک کے وقت کے مقابلہ میں عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک کے وقت کا ہے، لیکن اس کے باوجود تمہارے اجر و ثواب کی مقدار زیادہ متعین ہے۔ جب کہ ان لمبی لمبی عمروں والوں کے لئے اجر و ثواب کی مقدار کم رکھی گئی یہ تمہارا اشرف و اعزاز ہے کہ تمہارے عمل کا عرصہ کم ہے مگر اجر و ثواب کہیں زیادہ۔

''قیراط'' ایک وزن کو کہتے ہیں جو درہم کے بارہویں حصہ یا دینار کے بیسویں حصہ کے برابر ہوتا ہے۔ موجودہ

حساب کے مطابق (دوصحیح ایک بٹہ دس رتی یا دوسو پچپن (۲۵۵) ملی گرام ہے)۔

یادرکھو،تمہارا اجر دوگنا ہے،یعنی یہود و نصاریٰ کے ساتھ تو یہ معاملہ تھا کہ وہ جتنا کرتے تھے اسی کے برابر اجر و ثواب کے مستحق ہوتے تھے،لیکن تمہارا اعزاز یہ ہے کہ ان کی بہ نسبت تمکو دوگنا اجر وثواب ملتا ہے گویا حدیث کا یہ مضمون اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہے۔تفسیر قرطبی اس معنیٰ کو اشارہ کرتے ہیں کہ:لما نزلت ﴿ اُولٰٓئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴾ (قصص: ۵۴). افتخر مومنو اهل الكتاب على اصحاب النبی ﷺ فنزلت هذه الاية.

فائدہ: اس حدیث سے حنفی علماء نے عصر کے وقت کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کومضبوط بنانے کے لئے استدلال کیا ہے،امام ابوحنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ عصر کا وقت جب شروع ہوتا ہے کہ ہر شے کا سایہ اس کے دو مثل یعنی دوگنا ہو جائے ، چنانچہ ان حنفی علماء کا کہنا ہے کہ نصاریٰ کے عرصہ عمل کا اس امت کے عرصہ عمل سے زیادہ ہونا اسی صورت میں سمجھا جاسکتا ہے جبکہ حدیث میں مذکور مثال کے مطابق ان کے کام (عمل) کی مدت دو پہر کے بعد سے ہر شے کا سایہ دو مثل یعنی دوگنا ہو جانے تک رہے۔لیکن ان کا یہ استدلال کئی وجوہ سے باطل ہے:

ایک جواب ابن حجرؒ فتح الباری:۴۸/۲، میں لکھتا ہے،کہ :فلو تمسكنا بان المراد التمثيل بطول الزمانين وقصرهما،للزم ان يكون وقت العصر اطول من وقت الظهر ولاقائل به، فدل على ان المراد كثرة العمل وقلته۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ مشہورہ ہے،مثال خارج میں وجود کا تقاضا نہیں کرتا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ جو روایات اوقات صلاۃ کے متعلق وارد ہیں،وہ بطور عبارت النص ہے،اوراس سے استدلال بطور اشارۃ النص ہے اور عبارت النص احق ہوتا ہے باعتبار اخذ۔

اکثر مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب یہود و نصاری سے ہے جو موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام پر ایمان لاچکے تھے،اوراس جملہ سے اس لئے مخاطب کیا کہ پہلی آیت میں:﴿ فَاٰتَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ ﴾ میں لفظ ''امنوا'' ذکر ہے اوران کو دوگنا اجر وثواب دینا ظاہر ہے۔

اوراس حدیث میں بھی اس کو اشارہ ہے:ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ثلاثة=

وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۸﴾

اور تمہارے لئے روشنی کر دے گا جس میں چلو گے اور تم کو بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ

(یہ باتیں) اس لئے (بیان کی گئی ہیں) کہ اہل کتاب جان لیں کہ وہ اللہ کے فضل پر کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے اور یہ کہ فضل اللہ ہی

وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾

کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔ [4]

=لهم اجران: رجل من اهل الكتاب آمن بنبيه و آمن بمحمد ﷺ، والعبد المملوک اذاادّی حق الله وحق مواليه، ورجل كانت عنده امة يطأها، فادّبهافاحسن تأديبها، وعلمهافاحسن تعليمها ثم اعتقهافتزوجها، فله اجران۔ (بخاری:۹۷، مسلم:۱۵۴، ۲۴۱)۔

تین شخص ایسے ہیں، جن کو دو دو اجر ملیں گے، اس اہل کتاب (یہودی اور عیسائی) کو جو (پہلے) اپنے نبی پر ایمان رکھتا تھا پھر محمد ﷺ پر ایمان لایا، اور اس غلام کو جو اللہ کے حقوق بھی ادا کرے اور اپنے آقاؤں کے حقوق کو بھی ادا کرتا رہے، اس شخص کو جس کی کوئی باندی تھی اور وہ اس سے صحبت کرتا تھا، پہلے اس کو اچھا ہنر مند بنایا پھر اس کو خوب اچھی طرح تعلیم دی، اور پھر اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا، تو یہ بھی دوہرے اجر کا حقدار ہوگا۔

[4] ﴿لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ﴾ "لا" میں دو قول ہیں، اول یہ کہ لاء زائدہ برائے تاکید ہے، اہل کتاب کا زعم تھا کہ رسالت ونبوت اور وحی ربانی کے مستحق صرف بنی اسرائیل ہی ہیں اور کوئی نہیں (جیسا کہ حدیث میں ہے: قالا ان داود دعا ربه ان لايزال من ذريته نبی وانانخاف ان اتّبعناک ان تقتلنايهود ۔ ترمذی:۳۱۴۴، نسائی فی الکبری رقم:۸۶۵۶، ابن ماجہ:۳۷۰۵۔) اس لئے اب بھی اگر کوئی پیغمبر آسکتا ہے تو صرف بنی اسرائیل سے مبعوث ہوسکتا ہے، تو ان کے زعم باطل کا رد فرمایا: کہ ہم نے محمد ﷺ پر ایمان لانے اور دوہرا ثواب دینے کا اس لئے وعدہ کیا ہے تاکہ اہل کتاب کو آپ کی نبوت کا یقین ہو جائے، اور انہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کے فضل و احسان کی تقسیم ان=

سورة المجادلة (مدنية)[۱]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

قَدۡ سَمِعَ اللّٰهُ قَوۡلَ الَّتِیۡ تُجَادِلُکَ فِیۡ زَوۡجِهَا وَتَشۡتَکِیۡۤ اِلَی اللّٰهِ

(اے پیغمبر!) جوعورت تم سے اپنے شوہر کے بارے میں بحث وجدال کرتی اور اللہ سے شکایت (رنج وملال) کرتی تھی

وَاللّٰهُ یَسۡمَعُ تَحَاوُرَکُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ ﴿۱﴾

اللہ نے اس کی التجا سن لی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا کچھ شک نہیں کہ اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

= کے اختیار وقدرت میں نہیں۔اور نبوت ورسالت جواللہ کا سب سے بڑا فضل ہے ان کے تصرف میں نہیں، بلکہ اللہ تعالی کے اختیار وتصرف میں ہے وہ جسے چاہے اسکو نوازے، اسے کوئی روکنے والا نہیں۔

دوم یہ کہ ''لا'' زائدہ نہیں اس صورت میں ''یـــقــــدرون'' کی ضمیر فاعل نبی کریم ﷺ اور مومنین سے کنایہ ہوگی، یعنی تاکہ اہل کتاب یہ نہ سمجھے کہ پیغمبرؐ اور اہل اسلام اللہ کے فضل واحسان کے مستحق نہیں ہیں۔و التـقـديـر ،لئلايعلم اهـل الـكـتـاب ،ان النبی ﷺ و المومنين لايقدرون علی شی ء من فضل الله(كبير). لیکن حسین علیؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں بھی ''یقدرون'' کی ضمیر اہل کتاب کیطرف راجع ہے، اور مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ اب ہمارا کوئی امام نہیں، اسلئے اب ہم جہاد کرکے اللہ تعالی کا فضل اوراس کی رضامندی حاصل نہیں کرسکتے تو اب خاتم النبین تشریف لا چکے ہیں، لہذا ان پر ایمان لاؤ اور ان کے ساتھ ملکر اللہ کے دین کی سربلندی اور توحید کی اشاعت کے لئے جہاد کرو، اللہ تعالی تمہیں اپنے فضل ورحمت سے نوازے گا

[۱]اس سورت کی ابتدائی ایات کے نزول کا سبب ایک خاص واقعہ ہے کہ اوس بن الصامتؓ نے ایک مرتبہ اپنی بیوی خولہ کو یہ کہہ دیا کہ، انـت علیّ كظهر امی ،تو میرے حق میں ایسی ہے جیسے میری ماں کی پشت یعنی حرام ہے، نبی ﷺ کی بعثت سے

پہلے زمانہ جاہلیت میں یہ لفظ ابدی اوردائمی حرمت کے لئے بولے جاتے تھے، جوطلاق مغلظہ سے بھی زیادہ سخت ہے،خولہؓ یہ واقعہ پیش آنے پر نبی ﷺ کی خدمت میں اس کا حکم شرعی معلوم کرنے کے لئے حاضر ہوئیں،اس وقت تک اس خاص مسئلے کے متعلق نبی ﷺ پرکوئی وحی نازل نہ ہوئی تھی،اس لئے آپؐ نے قول مشہور کے موافق ان سے فرمادیا:**مـــا اراک الاقـــد حرمت علیه**، یعنی میری رائے میں تو تم اپنے شوہر پر حرام ہوگئیں،وہ یہ سنکر واویلا کرنے لگیں کہ میری جوانی سب اس شوہر کی خدمت میں ختم ہوگئی،اب بڑھاپے میں انہوں نے مجھ سے یہ معاملہ کیا،میں کہاں جاؤں؟ میرا اور میرے بچوں کا گذارہ کیسے ہوگا؟اور ایک روایت میں ہے کہ خولہ نے یہ عرض کیا کہ ''**مــاذکــر طـلاقــا**'' یعنی میرے شوہر نے طلاق تو نام بھی نہیں لیا تو پھر طلاق کیسے ہوگئی،اور ایک روایت میں ہے کہ خولہ نے اللہ تعالی سے فریاد کی ''**الـلهـم انــی اشـكـو الیک**'' اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے خولہ سے یہ فرمایا **مـاامـرت فی شانک بشیٔ حتی الآن** یعنی ابھی تک تمہارے مسئلے کے متعلق مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا،ان سب روایات میں کوئی تضاد وتعارض نہیں،سبھی اقوال صحیح ہوسکتے ہیں،اس پر یہ آیت نازل ہوئیں،**کـذافـی الـدرمـنثـور،وابن كثير**) ۔اس لئے اس سورت کی ابتدائی آیات میں اس خاص مسئلے کا جس کا نام ظہار ہے حکم شرعی بیان فرمایا گیا ہے،جس میں حق تعالی نے خولہؓ کی فریاد سنی،اوران کے لئے آسانی فرمادی،ان کی وجہ سے حق تعالی نے قران کریم میں یہ مستقل احکام نازل فرمادیئے،اسی لئے صحابہ کرام اس کی بڑا احترام کرتے تھے۔

ایک روز فاروق اعظمؓ ایک مجمع کے ساتھ چلے جارہے تھے،یہ عورت خولہ سامنے آکر کھڑی ہوگئیں،کچھ کہنا چاہتی تھیں،عمرؓ نے راستہ میں ٹھہر کران کی بات سنی،بعض لوگوں نے کہا کہ آپ نے اس بڑھیا کی خاطر اتنے بڑے مجمع کو روکے رکھا،تو آپ نے فرمایا کہ خبر ہے یہ کون ہے؟ یہ وہ عورت ہے جس کی بات اللہ تعالی نے سات آسمانوں کے اوپر سنی،میں کون تھا کہ ان کی بات کوٹال دیتا، واللہ اگر یہ خود ہی رخصت نہ ہوجاتی تو میں رات تک ان کے ساتھ یہیں کھڑا رہتا۔(ابن ابی حاتم)۔**فی الشفاء لابن الجوزی:۸۷۔خرج عمر یوما الی السوق ومعه الجارود فاذا امرأة عجوزفسلم عـليهـا عـمـر، فـردت عليه، وقالت هيه ياعمير،عهدتک وانت تسمی عميرًا فی سوق عكاظ تصارع الـصبيـان فلم تذهب الايام حتی سمعت عمر،ثم قليل سمعت امير المؤمنين فاتق الله فی الرعية، واعلم انـه من خاف الموت خشی الفوت فبكی عمر،فقال الجارود: لقداجترأت علی امير المومنين وابكيته، فـاشـار عـمر ان دعها،فلما فرغ قال اماتعرف هذه؟قال لاقال هذه خولة ابنة حكيم التی سمع الله قولها فعمراحری ان يسمع كلامها، اشار الی قوله تعالی هذه الاية،وهی خولة هذه.**

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَائِهِمْ مَّا هُنَّ أُمَّهَاتِهِمْ إِنْ أُمَّهَاتُهُمْ

جو لوگ تم میں سے اپنی عورتوں کو ماں کہہ دیتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں (ہو جاتیں) ان کی مائیں تو وہی ہیں

إِلَّا اللَّائِيْ وَلَدْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا

جن کے بطن سے وہ پیدا ہوئے بیشک وہ نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور اللہ بڑا معاف کرنے والا (اور) بخشنے والا

وَإِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۲﴾ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ

ہے۔اور جولوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ بیٹھیں پھر اپنے قول سے رجوع کر لیں تو (ان کو) ہمبستر ہونے سے پہلے ایک غلام

لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَّتَمَآسَّا ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ وَاللّٰهُ

آزاد کرنا (ضرور) ہے (مومنو!) اس (حکم) سے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۳﴾ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ

اس سے خبردار ہے۔[2]جس کو غلام نہ ملے وہ مجامعت سے پہلے متواتر دو مہینے کے روزے رکھے

مِنْ قَبْلِ أَنْ يَّتَمَآسَّا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ذٰلِكَ

جس کو اسکا بھی مقدور نہ ہو (اسے) ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا (چاہیئے) یہ (حکم) اس لئے (ہے)

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴿۴﴾

کہ تم اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار ہو جاؤ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور نہ ماننے والوں کے لئے درد دینے والا عذاب ہے

---

[2] لفظ ظہار مشتق ہے ظہر سے چونکہ اہل جاہلیت اپنی بیوی سے ظہار کرتے وقت یوں کہتے تھے: "انت علیّ کظہر امی" یعنی تو مجھ پر ایسی ہے، جیسے میری ماں کی پیٹھ، شریعت میں حکم یہ ہے کہ اس طرح خواہ کسی عضو کا نام لے ظہار ہو جائے گا، ظہار جاہلیت کے زمانے میں طلاق سمجھا جاتا تھا، اللہ تعالی نے اس امت کے لئے اس میں کفارہ مقرر کر دیا، اور اسے طلاق شمار نہیں کیا۔ جیسے کہ جاہلیت کا دستور تھا سلف میں سے اکثر علماء نے یہی فرمایا ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ (اسی طرح) ذلیل کئے جائیں گے

وَقَدْ أَنْزَلْنَا اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵﴾

جس طرح ان سے پہلے لوگ ذلیل کئے گئے تھے اور ہم نے صاف اور صریح آیتیں نازل کر دی ہیں جو نہیں مانتے ان کو ذلت کا عذاب ہوگا

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا أَحْصَاهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ

جس دن اللہ ان سب کو جلا اٹھائے گا تو جو کام وہ کرتے رہے ان کو جتائے گا اللہ کو وہ سب یاد ہیں اور یہ ان کو بھول گئے ہیں

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۶﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَمَا فِي الْأَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ

اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ کو سب معلوم ہے (کسی جگہ) تین (شخصوں) کا کانوں میں صلاح مشورہ نہیں ہوتا مگر

رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا

وہ ان میں چوتھا ہوتا ہے اور نہ کہیں پانچ کا مگر وہ ان میں چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم یا زیادہ مگر

هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ کہیں ہوں پھر جو جو کام یہ کرتے رہے ہیں قیامت کے دن وہ (ایک ایک) ان کو بتائے گا

إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۷﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى

بیشک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو سرگوشیاں کرنے سے منع کیا گیا تھا

ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنَاجَوْنَ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُوْلِ

پھر جس (کام) سے منع کیا گیا تھا وہی پھر کرنے لگے اور یہ تو گناہ اور ظلم اور رسول (اللہ) کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے

وَإِذَا جَآءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ وَيَقُولُونَ فِيٓ أَنفُسِهِمْ

ہیں اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو جس (کلمے) سے اللہ نے تم کو دعا نہیں دی اس سے تمہیں دعا دیتے ہیں اور اپنے دل

لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُولُ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿۸﴾

میں کہتے ہیں کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں اللہ ہمیں اس کی سزا کیوں نہیں دیتا؟ ان کو دوزخ کافی ہے یہ اسی میں داخل ہوں گے اور وہ بُری جگہ ہے

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَهِ

مومنو! جب تم آپس میں سرگوشیاں کرنے لگو تو گناہ اور زیادتی اور پیغمبر کی نافرمانی کی باتیں نہ کرنا

الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيٓ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۹﴾

بلکہ نیکوکاری اور پرہیزگاری کی باتیں کرنا اور اللہ سے جس کے سامنے جمع کئے جاؤ گے ڈرتے رہنا۔

إِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا

(کافروں کی) سرگوشیاں تو شیطان (کی حرکات) سے ہیں (جو) اس لئے (کی جاتی ہیں) کہ مومن (ان سے) غمناک

وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۰﴾

ہوں مگر اللہ کے حکم کے سوا ان سے انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا تو مومنوں کو چاہیئے کہ اللہ ہی پر بھروسا رکھیں۔

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا

مومنو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس کشادگی پیدا کروتو تم جگہ کشادہ کردو اللہ تم کو کشادگی بخشے گا

يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ وَإِذَا قِيلَ انشُزُوا فَانشُزُوا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا

اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہوتو اٹھ کھڑے ہوا کرو جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے

مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَّاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۱۱﴾

اللہ ان کے درجے بلند کرے گا اور اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔

يَـٰٓأَيُّهَـا الَّـذِيْـنَ آمَـنُـوْا إِذَا نَـاجَيْتُـمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىْ نَجْوَاكُمْ
مومنو! جب تم پیغمبر کے کان میں کوئی بات کہو تو بات کہنے سے پہلے (مساکین کو) کچھ خیرات دے دیا کرو
صَـدَقَةً ذٰلِكَ خَيْـرٌ لَّـكُـمْ وَأَطْهَرُ فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ
یہ تمہارے لئے بہت بہتر اور پاکیزگی کی بات ہے اور اگر خیرات تم کو میسر نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
﴿١٢﴾ أَأَشْـفَـقْتُـمْ أَنْ تُـقَـدِّمُـوْا بَيْنَ يَدَىْ نَجْوَاكُمْ صَدَقٰتٍ فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا
کیا تم اس سے کہ پیغمبر کے کان میں کوئی بات کہنے سے پہلے خیرات دیا کرو ڈر گئے؟ پھر جب تم نے (ایسا) نہ کیا
وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَأَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ
اور اللہ نے تمہیں معاف کر دیا تو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ اور اس کے پیغمبر کی فرمانبرداری کرتے رہو
وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٣﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ
اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔ بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ایسوں سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ کا غضب ہو
عَـلَيْهِـم مَّـا هُـمْ مِّنكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ
وہ نہ تم میں ہیں نہ ان میں اور جان بوجھ کر جھوٹی باتوں پر قسمیں کھاتے ہیں۔
﴿١٤﴾ أَعَـدَّ الـلّٰـهُ لَهُـمْ عَـذَابًـا شَـدِيْدًا إِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٥﴾
اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے یہ جو کچھ کرتے ہیں یقیناً برا ہے۔
اتَّـخَـذُوْا أَيْـمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿١٦﴾
انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا اور (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے روک دیا ہے سو ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔
لَـنْ تُـغْـنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَآ أَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا أُوْلٰئِكَ أَصْحٰبُ
اللہ کے (عذاب کے) سامنے نہ تو ان کا مال ہی کچھ کام آئے گا اور نہ اولاد ہی (کچھ فائدہ دے گی) یہ لوگ اہل دوزخ ہیں

النَّارِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿۱۷﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ
اس میں ہمیشہ (جلتے) رہیں گے۔ جس دن اللہ ان سب کو جلا اٹھائے گا تو جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں
كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلٰى شَىْءٍ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿۱۸﴾
(اسی طرح) اللہ کے سامنے قسمیں کھائیں گے اور خیال کریں گے کہ کام لے نکلے ہیں دیکھو یہ جھوٹے (اور برسرِ غلط) ہیں
اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنْسَاهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ أُولٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ
شیطان نے ان کو قابو میں کر لیا ہے اور اللہ کی یاد ان کو بھلا دی ہے یہ (جماعت) شیطان کا لشکر ہے
أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿۱۹﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُحَآدُّونَ اللّٰهَ
اور سن رکھو کہ شیطان کا لشکر نقصان اٹھانے والا ہے۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں
وَرَسُولَهُ أُولٰئِكَ فِى الْأَذَلِّينَ ﴿۲۰﴾ كَتَبَ اللّٰهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِىْ
وہ نہایت ذلیل ہوں گے۔ اللہ کا حکم ناطق ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے
إِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيزٌ ﴿۲۱﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
بیشک اللہ زور آور (اور) زبردست ہے۔ جو لوگ اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں
يُوَآدُّونَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوْا اٰبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ
تم ان کو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے خواہ وہ ان کے باپ بیٹے
أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولٰئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوبِهِمُ الْإِيْمَانَ
یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان (پتھر پر لکیر کی طرح) تحریر کر دیا ہے
وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خٰلِدِيْنَ
اور فیض غیبی سے ان کی مدد کی ہے اور وہ ان کو بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا ہمیشہ

فِيۡهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ أُوۡلٰئِكَ حِزۡبُ اللّٰهِ

ان میں رہیں گے اللہ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش یہی گروہ اللہ کا لشکر ہے

أَلَا إِنَّ حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۲۲﴾

(اور) سن رکھو کہ اللہ ہی کا لشکر مراد حاصل کرنے والا ہے۔

سورۃ الحشر (مدنیۃ)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الۡأَرۡضِ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۱﴾

جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں (سب) اللہ کی تسبیح کرتی ہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

هُوَ الَّذِيۡ أَخۡرَجَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ أَهۡلِ الۡكِتَابِ مِنۡ دِيَارِهِمۡ

وہی تو ہے جس نے کفار اہلِ کتاب کو حشرِ اوّل کے وقت ان کے گھروں سے نکال دیا

لِأَوَّلِ الۡحَشۡرِ مَا ظَنَنۡتُمۡ أَنۡ يَّخۡرُجُوۡا وَظَنُّوۡا أَنَّهُمۡ مَّانِعَتُهُمۡ حُصُوۡنُهُمۡ

تمہارے خیال میں بھی نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ لوگ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان کے قلعے ان کو اللہ (کے عذاب) سے

مِّنَ اللّٰهِ فَأَتَاهُمُ اللّٰهُ مِنۡ حَيۡثُ لَمۡ يَحۡتَسِبُوۡا وَقَذَفَ فِيۡ قُلُوۡبِهِمُ الرُّعۡبَ

بچا لیں گے مگر اللہ نے ان کو وہاں سے آ لیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی

يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِأَيْدِيْهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ فَاعْتَبِرُوْا يٰأُولِي الْأَبْصَارِ ﴿۲﴾

کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں اور مومنوں کے ہاتھوں سے اجاڑنے لگے تو اے آنکھیں رکھنے والو! عبرت پکڑو [1]

وَلَوْلَا أَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا

اور اگر اللہ نے ان کے بارے میں جلا وطن کرنا نہ لکھ رکھا ہوتا تو ان کو دنیا میں بھی عذاب دیدیتا

وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ﴿۳﴾ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ

اور آخرت میں تو ان کے لئے آگ کا عذاب (تیار) ہے۔[2] یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی

---

[1] چنانچہ شریعت میں احکام مشروعہ کی کوئی نہ کوئی علت ہوا کرتی ہے، جہاں جہاں وہ علت پائی جائے گی احکام بھی دائر رہیں گے جیسا کہ واقعات کے اسباب ہوتے ہیں، کہ جہاں وہ اسباب ہونگے واقعات کو بھی ان سے وابستہ مان لیا جائے گا، پس اس طرح قیاس کا حجت ہونا عقلی ہوا، یعنی ایسی دلالت النص سے ثابت ہو رہا ہے جو قیاس کے مشابہ ہے ،بعینہ قیاس سے ثابت نہیں ہے، ورنہ دور لازم آئے گا، یا یوں کہا جائے گا کہ اللہ تعالی نے عبرت واعتبار کا حکم دیا ہے اور اعتبا کسے کہتے ہیں؟ کسی چیز کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانے کو اور یہ عام ہے خواہ قیاس ہو یا مثلیات دونوں کو عبرت واعتبار کہا جائے گا، اس صورت میں قیاس کا حجت ہونا عبارت النص سے ثابت ہو جائے گا، بقول اکثر علماء کے، یعنی بقول صاحب توضیح اشارۃ النص سے قیاس کا حجت ہونا ثابت ہو جائے گا، بہرحال یہ دلیل عقل ونقل کی جامع ہے، اسی لئے بعض اصولی تو اس کو عقلی دلیل کہتے ہیں اور بعض نقلی، صاحب مدارک اور قاضی نے بھی اس سے استدلال کیا ہے، البتہ قیاس کے حجت ہونے کی واضح نقلی دلیل حدیث معاذؓ ہے، اسی طرح معاملات وغیرہ کے بیشتر مسائل اجتہادی اور قیاسی ہیں، جیسا کہ حدیث ربوٰ اس کی شاہد ہے اس لئے روافض وغیرہ کا قیاس واجتہاد سے انکار غلط ہے اور قران کی تفسیر کو رسول ﷺ اور اپنے ائمہ معصومین کے ساتھ مخصوص سمجھنا صحیح نہیں۔

[2] سورۂ حشر پوری یہود کے قبیلہ بنونضیر کے متعلق نازل ہوئی ہے، (قالہ ابن اسحاق) ابن عباسؓ اس سورت کا نام ہی سورۂ بنی نضیر کہا کرتے تھے (ابن کثیر) بنونضیر یہود کا ایک قبیلہ ہے جو ہارون علیہ السلام کی اولاد میں ہے، ان کے اباء واجداد تورات کے عالم تھے، جس میں خاتم الانبیا ﷺ کی خبر اور آپ کا حلیہ اور علامات مذکور تھے، اور یہ کہ انکی ہجرت یثرب

مدینہ کی طرف ہوگی یہ خاندان اس طمع میں خاتم الانبیا ﷺ کے ساتھ رہیں، شام سے مدینہ طیبہ منتقل ہوا تھا، ان کے موجودہ لوگوں میں بھی کچھ تورات کے عالم تھے، اور نبی ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کے بعد علامات دیکھ کر پہچان بھی لیا تھا، کہ یہ وہی خاتم الانبیا ﷺ ہیں، لیکن ان کا خیال تھا کہ وہ آخری نبی ہارون علیہ السلام کی اولاد میں ان کے خاندان میں ہونگے، اور خاتم انبیا ﷺ بنی اسرائیل کے بجائے بنی اسماعیل میں مبعوث ہوئے تو اس حسد نے ان لوگوں کو ایمان لانے سے روک دیا، مگر دل میں ان کے اکثر لوگ آپ ؐ کے آخرالانبیاء ہونے کو جانتے پہچانتے تھے، اور غزوہ بدر میں مسلمانوں کی حیرت انگیز فتح اور مشرکین کی شکست دیکھ کر ان یقین کچھ اور بڑھا بھی تھا، اس کا اقرار ان کی زبانوں سے سنا بھی دیا، مگر اس ظاہری فتح وشکست کو حق و باطل کے پہچاننے کا معیار بنالینا ہی ایک بودی اور کمزور بنیاد تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ غزوہ احد میں جب ابتداء مسلمانوں کو شکست ہوئی کچھ صحابہ شہید ہوئے تو ان کا یقین متزلزل ہو گیا اور اس کے بعد سے انہوں نے مشرکین مکہ کے ساتھ سازباز شروع کردی۔

اس سے پہلے یہ واقعہ ہو چکا تھا کہ نبی ﷺ نے مدینہ طیبہ پہنچ کر حکیمانہ سیاست کے مقتضی پر سب سے پہلا کام یہ کیا تھا کہ مدینہ طیبہ میں اور شہر کے آس پاس کچھ یہود کے قبائل اباد تھے، ان سے معاہدہ صلح اس پر کرلیا تھا کہ یہ لوگ نہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں گے اور نہ کسی جنگ کرنے والے کی امداد کریں گی، اگر ان پر کوئی حملہ آور ہوتو مسلمان ان کی امداد کریں گے، صلحنامہ میں اور بھی بہت سی دفعات تھیں جن کی تفصیل سیرت ابن ہشام وغیرہ میں مذکور ہیں اسی طرح یہود کے تمام قبائل کی جن میں بنونضیر بھی داخل تھے، مدینہ طیبہ سے دو میل کے فاصلہ پر ان کی بستی اور مضبوط قلعے اور باغات تھے، غزوہ احد تک تو یہ لوگ بظاہر اس صلحنامہ کے پابند نظر آئے مگر احد کے بعد انہوں نے غداری کی، اور خفیہ خیانت شروع کردی، اس غدر و خیانت کی ابتداء اس سے ہوئی کہ بنونضیر کا ایک سردار اکعب بن اشرف غزوہ احد کے بعد اپنے یہودیوں کے چالیس آدمیوں کے ایک قافلہ کے ساتھ مکہ معظّمہ پہنچا اور یہاں کے کفار قریش جو غزوہ بدر کی شکست کا بدلہ لینے کی نیت سے غزوہ احد پر گئے تھے اور اس میں بالاخر شکست کھا کر واپس ہو چکے تھے ان سے مالاقات کی، اور ان دونوں میں نبی ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کا ایک معاہدہ ہونا قرار پایا، جس کی تکمیل اس طرح کی گئی کہ کعب بن اشرف اپنے چالیس یہودیوں کے ساتھ اور ان کے بالمقابل ابوسفیان اپنے چالیس قریشیوں کے ساتھ حرم بیت اللہ میں داخل ہوئے، اور بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر یہ معاہدہ کیا کہ ہم ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں گے، کعب بن اشرف اس معاہدہ کے بعد مدینہ طیبہ واپس آیا تو جبرئیل امین نے نبی ﷺ کو یہ سارا واقعہ اور معاہدہ کی=

وَمَنْ يُّشَاقِّ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۴﴾ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ

اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرے تو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (مومنو!) کھجور کے جو درخت تم نے کاٹ ڈالے

أَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى أُصُوْلِهَا فَبِإِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۵﴾

یا ان کو اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو اللہ کے حکم سے تھا اور مقصود یہ تھا کہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔

وَمَآ أَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ

اور جو (مال) اللہ نے اپنے پیغمبر کو ان لوگوں سے دلوایا ہے اس میں تمہارا کچھ حق نہیں کیونکہ اس کے لئے نہ تم نے گھوڑے

= تفصیل بتلادی، نبی ﷺ نے کعب بن اشرف کے قتل کا حکم جاری فرمادیا، چنانچہ محمد بن مسلمہ صحابی نے اس کو قتل کردیا۔

اس کے بعد بنونضیر کی مختلف خیانتیں اور سازشیں نبی ﷺ کو معلوم ہوتی رہیں، جن میں ایک وہ واقعہ ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازش کی اور اگر پوری طور پر نبی ﷺ بذریعہ وحی اس سازش پر مطلع نہ ہوتے تو یہ لوگ اپنی سازش قتل میں کامیاب ہوجاتے، کیونکہ جس مکان کے نیچے نبی ﷺ کو انہوں نے بٹھایا تھا اس کی چھت پر چڑھ کر ایک بڑا بھاری پتھر آپ ﷺ کے سر مبارک پر چھوڑ دینے کا منصوبہ تقریباً مکمل ہوچکا تھا جو شخص اس منصوبہ کو عملی صورت دینے والا تھا اس کا نام عمر بن جحاش تھا، حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حفاظت فرمائی اور یہ منصوبہ ناکام ہوگیا۔

اس کے بعد آپ ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ اس قبیلہ پر حملہ آور ہوئے اور یہ لوگ قلعہ بند ہوگئے، اور منافقین منہ چھپا کر بیٹھ گئے، آپ نے ان کا محاصرہ کرلیا، اور ان کے درخت جلوادیئے، کچھ کٹوادیئے، آخر تنگ آکر انہوں نے جلاوطن ہونا منظور کرلیا، آپ نے اس حال میں بھی ان کے ساتھ یہ رعایت کی کہ حکم دیدیا کہ جتنا سامان تم ساتھ لے جاسکتے ہو لیجاؤ بجز ہتھیار کے وہ ضبط کرلئے جاویں گے، یہ لوگ نکل کر کچھ شام میں چلے گئے کچھ خیبر میں اور حرص دنیا کی وجہ سے اپنے گھروں کی کڑیاں تختے کواڑ تک اکھاڑ کر لے گئے، اور یہ قصہ غزوہ احد کے بعد ربیع الاول ۴ھ میں پیش آیا، پھر عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کو دوسرے یہود کے ساتھ ملک شام کی طرف نکال دیا، یہ دونوں جلاوطنی حشر اول اور حشر ثانی کہلاتی ہیں، کذا فی زاد المعاد۔

وَلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

دوڑائے نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے پیغمبروں کو جن پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۶ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ

قادر ہے۔[3] جو مال اللہ نے اپنے پیغمبر کو دیہات والوں سے دلوایا ہے وہ اللہ کے اور پیغمبر کے

وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ

اور (پیغمبر کے) قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور حاجتمندوں کے اور مسافروں کے لئے ہے

---

[3] ''مَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى رَسُوْلِهٖ '' لفظ''افاء''فیٔ سے مشتق ہے جس کے معنی لوٹنے کے ہیں،اسی لئے دوپھر کے بعد جو چیزوں کا سایہ مشرق کی طرف لوٹتا ہے،اس کو بھی فیٔ کہا جاتا ہے،اموال غنیمت جو کفار سے حاصل ہوتے ہیں،ان سب کی اصل حقیقت یہ ہے کہ ان کے باغی ہوجانے کی وجہ سے ان کے اموال بحق سرکار ضبط ہوجاتے ہیں،اور ان کی ملکیت سے نکل کر پھر مالک حقیقی حق تعالی کی طرف لوٹ جاتے ہیں، اس لئے ان کے حاصل ہونے کو افاء کے لفظ سے تعبیر کیا گیا،اس کا تقاضا یہ تھا کہ کفار سے حاصل ہونے والے تمام قسم کے اموال کو فیٔ ہی کہا جاتا،مگر جو مال جہاد وقتال کے ذریعہ حاصل ہوا اس میں انسانی عمل اور جدجہد کو بھی ایک قسم کا دخل ہے اس لئے اس کو تو لفظ غنیمت سے تعبیر فرمایا گیا،واعلموا انما غنتم من شیٔ، لیکن جس کے حصول میں جہاد وقتال کی بھی کوئی ضرورت نہ پڑھی اس کو لفظ فیٔ سے تعبیر فرمایا گیا،اس آیت کا حاصل یہ ہوا کہ جو مال بغیر جہاد وقتال کے حاصل ہوا ہے،وہ مجاہدین وغانمین میں مال غنیمت کے قانون کے مطابق تقسیم نہیں ہوگا بلکہ اس میں کلی اختیار رسول ﷺ کے ہاتھ میں ہوگا جس کو جتنا چاہے عطا فرمادیں،یا اپنے لئے رکھیں،البتہ یہ پابندی لگادی گئی کہ چند اقسام مستحقین کی متعین کر دی گئیں،کہ اس مال کی تقسیم انہی اقسام میں دائر رہنی چاہئے،اس کا بیان اگلی آیت میں اس طرح فرمایا: ''ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القریٰ'' اس میں اہل قریٰ سے مراد بنو نضیر اور ان جیسے دوسرے قبائل بنو قریظہ وغیرہ ہیں جن کا اموال بغیر قتال کے حاصل ہوئے، اگے مصارف و مستحقین کی پانچ قسمیں بتائی گئیں ہیں جن کا بیان آگے آتا ہے،آیت مذکورہ میں فیٔ کے احکام اس کے مستحقین اور ان میں تقسیم کا طریقہ کار بیان فرمایا ہے۔

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ

تاکہ جو لوگ تم میں دولتمند ہیں انہی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے سو جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو

وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٧﴾

اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ [4]

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ

(اور) ان مفلسانِ تارک الوطن کے لئے بھی جو اپنے گھروں اور مالوں سے خارج (اور جدا) کر دیئے گئے ہیں

يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ أُولٰئِكَ هُمُ

(اور) اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلبگار اور اللہ اور اس کے پیغمبر کے مددگار ہیں یہی لوگ سچے

الصَّادِقُوْنَ ﴿٨﴾ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ

(ایماندار) ہیں۔ اور (ان لوگوں کے لئے بھی) جومہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر (یعنی مدینے) میں مقیم

---

[4] عن عبداللّٰه قال لعن اللّٰه الواشمات و المستوشمات ، المتنمصات و المتفلجات للحسن، المغيرات خلق اللّٰه، فبلغ ذلک امرأة من بنی اسد يقال لها ام يعقوب، فجائت فقالت انه بلغنی انک لعنت كيت و كيت ، فقال ومالی لا العن من لعن رسول اللّٰه ﷺ، ومن هو فی كتاب اللّٰه، فقالت لقد قرأت ما بين اللوحين فما وجدت فيه ما تقول، قال لئن كنت قرأتيه لقد وجدتيه، اما قرأت ﴿وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهٰكم عنه فانتهوا﴾ قالت بلی: قال فانه قد نهی عنه، قالت فانی اری اهلک يفعلونه ، قال فاذهبی فانظری فذهبت فنظرت فلم تر من حاجتها شيئا، فقال لو كانت كذالک ما جامعتنا. (بخاری ، كتاب التفسير).

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ: گدنا گودنے والی اور گدانے والی، اور خوبصورتی کے لئے چہرے کے بال نکالنے والی، دانتوں کو (سوہن سے) جدا کرنے والی، عورتوں پر لعنت کی، جو اللہ کی خلقت کو بدلتی ہیں، یہ قول بنی اسد کی ایک=

هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى

اور ایمان میں (مستقل) رہے (اور) جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو

أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ

ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش خلش نہیں پاتے اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو

فَأُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۹﴾ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ

اور جو شخص حرصِ نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔[4] اور جو ان (مہاجرین) کے بعد آئے

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ

(اور) دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما

وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰﴾

اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (وحسد) نہ پیدا ہونے دے اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے[5]

= عورت کو پہنچی، (اس کا نام معلوم نہیں ہوا) اس کی کنیت ام یعقوب تھی، خیر وہ عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئی، کہنے لگی، مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ تم نے ایسی ایسی عورتوں پر لعنت کی ہے، انہوں نے کہا بے شک میں تو ضرور اس پر لعنت کروں گا، جس پر نبی کریم ﷺ نے لعنت کی ہے، اور اللہ کی کتاب میں اس پر لعنت آئی ہے، وہ عورت کہنے لگی میں نے تو سارا قرآن جو دو تختیوں کے بیچ میں ہے پڑھ ڈالا، اس میں تو کہیں ان عورتوں پر لعنت نہیں آئی ہے، ابن مسعودؓ نے کہا اگر تو قرآن کو جیسا سمجھ کر پڑھنا چاہیئے پڑھتی، تو ضرور یہ مسئلہ پاتی، کیا قرآن میں تو نے نہیں پڑھا کہ "پیغمبر ﷺ جس بات کا حکم دے اس پر عمل کرو اور جس بات سے منع کرے اس سے باز رہو" اس نے کہا ہاں، یہ آیت تو قرآن میں ہے، ابن مسعودؓ نے کہا، بس نبی کریم ﷺ نے ان باتوں سے منع کیا ہے، وہ عورت کہنے لگی تمہاری بی بی بھی تو یہ کام کرتی ہے، انہوں نے کہا اچھا جا دیکھ، جب وہ گئی تو وہاں کوئی بات اپنی غرض کی نہ پائی، عبداللہ نے کہا اگر میری عورت ایسے کام کرتی، تو بھلا میرے ساتھ رہ سکتی تھی۔

[5] عن ابی ھریرۃؓ قال جاء رجل الی رسول اللہ ﷺ فقال: انی مجھود فارسل الی بعض نسائہ

فقالت والذی بعثک بالحق!ماعندی الا ماء،ثم ارسل الی اخری فقالت مثل ذٰلک حتی قلن کلھن مثل ذلک ،لا،والذی بعثک بالحق!ماعندی الا ماء،فقال من یضیف ھذا؟اللیلة رحمه الله،فقام رجل من الانصار فقال انا یارسول اللهفانطلق به الی رحله فقال لامرأته ھل عندک شیء؟قالت لا الاقوت صبیانی قال فعللیھم بشیء فاذا دخل ضیفنافاطفئی السراج واریه انا نأکل فاذا اھوی لیأکل فقومی الی السراج حتی تطفئیه قال فقعدوا واکل الضیف فلما اصبح، غداعلی رسول اللهﷺفقال قدعجب الله من صنیعکما بضیفکما اللیلة. فنزلت ھذه الایة.مسلم:۲۰۵۴ .

ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ کی خدمت میں آ کر کہا، میں فاقہ سے ہوں،آپﷺ نے اپنی کسی زوجہ کی طرف پیغام بھیجا،انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپﷺ کوحق کے ساتھ بھیجا ہے میرے پاس تو پانی کے سوا کچھ نہیں ہے، پھر آپؐ نے دوسری زوجہ کی طرف پیغام بھیجا،انہوں نے بھی اسی طرح کہا حتی کہ سب نے یہی کہا،قسم اس ذات کی جس نے آپﷺ کوحق کے ساتھ بھیجا ہے میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں ،بالآخرہ آپؐ نے فرمایا جوشخص اس کوآج رات مہمان بنائے گا،اللہ تعالی اس پررحم فرمائے گا،انصار میں سے ایک شخص نے کھڑے ہوکر کہا یارسول اللہ اس کو میں مہمان بناؤں گا،وہ شخص اس مہمان کو اپنے گھر لے گیا،اور بیوی سے پوچھا:تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ بیوی نے کہا صرف بچوں کا کھانہ ہے اس نے کہا بچوں کو کسی چیز سے بہلا دو،جب ہمارا مہمان آئے تو چراغ بجھا دینا،اور اس پر یہ ظاہر کرنا کہ ہم کھانا کھارہے ہیں،جب وہ کھانا کھانے لگے تو تم چراغ کے پاس جا کر اس کو بجھا دینا،پھر وہ سب بیٹھ گئے اور مہمان نے کھانا کھالیا،جب صبح کو وہ نبیﷺ کے پاس پہنچا تو رسول اللہﷺ نے فرمایا:تم نے مہمان کے ساتھ جوحسن سلوک کیا اللہ تعالی اس پر بہت خوش ہوا،تب یہ آیت نازل ہوئی۔

[ب] وَالَّذِيْنَ جَاۗءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یہ بھی ''الفقراء'' پر معطوف ہے،مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے بعد جو اہل ایمان مستحق ہونگے ان کو بھی اس مال سے حصہ دیا جائے ،لیکن ان کے لئے ضروری ہے کہ مہاجرین وانصار کے بغض سے ان کے دل پاک ہوں، بلکہ ان کی محبت سے لبریز ہوں اور وہ ہمیشہ مہاجرین وانصار کو دعاء خیر سے یاد کریں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کے بغض سے دل کو صاف رکھنا اوران کے حق میں دعا کرنا بعد والوں کے لئے لازم ہے، یہاں تک کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں جس شخص کے دل میں کسی بھی صحابی کا بغض ہوگا مال فیء میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔وفی الایة حث علی الدعاء للصحابة وتصفیة القلوب من بغض احدمنھم(روح).

ومااحسن مااستنبط الامام مالکؒ من هذه الاية الكريمه ان الرافضى الذى يسب الصحابة ليس له فى مال الفئ نصيب لعدم اتصافه بمامدح هؤلاء فى قولهم رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ . الخ.(ابن كثير).

اورابوھریرہؓ سے روایت ہے: قال رسول اللهﷺ:اذا اتخذالفئ دولا،والامانة مغنما،و الزكوٰة مغرما،وتعلم لغير الدين ،واطاع الرجل امرأته وعق امه،وادنى صديقه واقصى آباه،وظهرت الاصوات فى المساجد،وسادالقبيلة فاسقهم ،وكان زعيم القوم ارذلهم،واكرم الرجل مخافة شره،وظهرت القينات والمعازف،وشربت الخمور،ولعن اخرهذه الامة اولها،فارتقبوا عندذلک ريحا حمرا، وزلزلة،وخسفا ومسخا،وقذفا،وايات تتابع كنظام قطع سلكه فتتابع.(الترمذى: ٢٢١١)۔

رسول کریمﷺ نے فرمایا:جب مال غنیمت کودولت قرار دیا جانے لگے،اور جب زکواۃ کوتاوان سمجھا جانے لگے،اور جب علم کودین کے علاوہ کسی اورغرض سے سکھایا جانے لگے،اور جب مرد بیوی کی اطاعت کرنے لگے،اور ماں کی نافرمانی کی جانے لگے،اور جب دوستوں کوتو قریب اور باپ کودور کیا جانے لگے،اور جب مسجد میں شوروغل مچایا جانے لگے،اور جب قوم وجماعت کی سرداری،اس قوم وجماعت کے فاسق شخص کرنےلگیں،اور جب قوم وجماعت کے زعیم وسربراہ اس قوم وجماعت کے کمینہ اور رذیل شخص ہونےلگیں،اور جب آدمی کی تعظیم اس کے شراور فتنہ کے ڈر سے کی جانے لگے،اور جب لوگوں میں گانے والیوں اور ساز وباجوں کا دور دورہ ہوجائے اور جب شرابیں پی جانےلگیں،اور جب اس امت کے پچھلے لوگ اگلے لوگوں کو برا کہنےلگیں،اوران پرلعنت بھیجنےلگیں تواس وقت تم ان چیزوں کے جلدی ظاہر ہونے کاانتظار کرو،سرخ یعنی تیز وتند اور شدید ترین طوفانی آندھی کا،زلزلہ کا،زمین میں دھنس جانے کا،صورتوں کے مسخ وتبدیل ہوجانے کا،اور پتھروں کے برسنے کا،نیز ان چیزوں کے علاوہ قیامت اور تمام نشانیوں اور علامتوں کا انتظار کرو،جواس طرح پے در پے وقوع پذیر ہوں گی جیسے(موتیوں کی)لڑی کا دھاگہ ٹوٹ جائے اوراس کے دانے پے در پے گرنےلگیں۔

حدیث کی اس جملہ''جب اس امت کے پچھلے لوگ اگلے لوگوں کو برا بھلا کہنےلگیں گے۔''میں اس طرف اشارہ ہے،کہ یہ برائی اسی امت کے ساتھ مخصوص ہے،گذشتہ امتوں کے لوگوں میں اس برائی کا چلن نہیں تھا۔چنانچہ مسلمانوں میں سے رافضی لوگ اس برائی میں مبتلا ہیں کہ وہ ان گذرے ہوئے اکابر یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم تک کے بارے میں زبان لعن

وطعن دراز کرتے ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے۔﴿والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم﴾(التوبۃ: ۱۰۰) ''جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنھوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سب سے خوش ہے۔''

اور ایک آیت میں یہ فرمایا کہ:﴿لقد رضي الله عن المؤمنين اذيبايعونك تحت الشجرة﴾(الفتح: ۱۸) ''(اے محمد ﷺ) جب مؤمن آپ سے درخت کے نیچے بیعت کررہے تھے تو اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہوا۔''

کس قدر بدنصیبی اور شقاوت کی بات ہے کہ جن بندگان خاص سے اللہ تعالیٰ راضی وخوش ہوا ان سے ناراضگی وناخوشی ظاہر کی جائے اور ان کے خلاف ہفوات بکے جائیں۔؟ ان بندگان خاص کے مناقب وفضائل سے قرآن وحدیث بھرے ہوئے ہیں، وہ پاک نفوس ایسی عظیم ہستیاں ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کے دین کو قبول کیا، قبول ایمان میں سبقت حاصل کی، نہایت سخت اور صبر آزما حالت میں اللہ کے نبی ﷺ کی مدد حمایت کی، اللہ کے دین کا پرچم سربلند کرنے کے لئے اپنی جانوں کی بازیاں لگائیں، جہاد کے ذریعہ اسلام کی شوکت بڑھائی، بڑے بڑے شہر اور ملک فتح کئے، کسی واسطہ کے بغیر سید الانام علیہ الصلوۃ والسلام سے دین کا علم حاصل کیا، شریعت کے احکام ومسائل سیکھے، دین کی بنیاد یعنی قرآن کریم کو سب سے زیادہ جانا اور سمجھا، اور ان مقدس ہستیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہاں امت کے تمام لوگوں کو یہ تلقین فرمائی کہ ان کے حق میں یوں گویا ہوں۔﴿ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان﴾(الایۃ).

لیکن اس (رافضیوں) کے وہ لوگ کہ جو یا تو ایمان کی روشنی کھو چکے ہیں، یا دیوانے ہوگئے ہیں، ان مقدس، ہستیوں اور امت کے سب سے افضل لوگوں کے بارے میں صرف زبان لعن وطعن دراز کرنے ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ محض اپنے گندے خیالات ونظریات اور سڑے ہوئے فہم کی وجہ سے یہ کہہ کر ان پاک نفسوں کی طرف کفر کی بھی نسبت کرتے ہیں۔ کہ ابوبکر، عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہم نے بلا استحقاق خلافت پر قبضہ کیا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت کے اصل مستحق علی رضی اللہ عنہ تھے۔ اللہ ان عقل کے اندھوں کو چشم بصیرت دے، آخر وہ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ اس امت کے اگلے پچھلے تمام لوگوں نے اس بات کو غلط اور باطل قرار دیا ہے، اور قرآن وسنت میں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے جس سے یہ صراحت ہوتی ہے کہ رسول کریم ﷺ کے بعد خلافت اول علیؓ کا حق تھا۔

نیز صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جن لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان سے اختلاف کیا، انہوں نے نعوذ باللہ کسی بری غرض کے تحت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت نہیں کی بلکہ ان کا اختلاف انکی اجتہادی رائے کے تحت تھا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ خطاء اجتہادی میں مبتلا ہو گئے تھے۔

لیکن اس کی وجہ سے بھی ان پر لعن کرنا، اوران کے حق میں گستاخانہ باتیں منہ سے نکالنا نہایت ناروا، بلکہ صریح زیادتی ہے، بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ ان میں سے کسی نے بھی علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت راہ حق سے بھٹک جانے کی وجہ سے کی، اور وہ فسق کے مرتکب ہوئے تو بھی ان کو آخر کس بنا پر برا بھلا کہا جا سکتا ہے،؟ کیونکہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے، انہوں نے مرنے سے پہلے اپنی غلط روی سے توبہ کر لی ہو یا اگر توبہ بھی نہ کی ہو تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے یہ غالب امید رکھنی چاہئے کہ وہ اپنی رحمت کے صدقہ میں اوران کی گذشتہ خدمات کے بدلے میں ان کو مغفرت سے نواز دے گا چنانچہ ابن عساکر رحمہ اللہ نے علی رضی اللہ سے یہ مرفوع روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے (بعض) صحابہ (رضی اللہ عنہم) (اگر) زلت یعنی لغزش کا شکار ہوں گے (تو) اللہ تعالی ان کو میری صحبت اور میرے ساتھ تعلق رکھنے کی برکت سے بخش دے گا'' مرقات: ۱۰/۲/۱۷، بحوالہ تاریخ دمشق:.....وابن عدی: ۵/۲۴۴، ۲۳۱۸، عن حذیفۃؓ۔

اس بات کو اس طرح بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہم لوگ اکثر و بیشتر صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں لیکن اس کے باوجود اپنے پروردگار کی رحمت اور رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے امیدوار رہتے ہیں تو کیا وہ ولوگ جو اس امت کے سب سے افضل اور سب سے بڑے لوگوں کے زمرہ سے تعلق رکھتے ہیں، اس بات کے مستحق نہیں ہیں کہ ان کے حق میں یہ نیک گمان رکھا جائے۔

کہ اگر ان سے کوئی لغزش ہوئی بھی ہوگی تو یقیناً اللہ تعالی ان کے درجہ کی عظمت اوران کے شرف صحابیت کی برکت سے ان سے درگذر فرمائے گا؟۔ مرتبہ صحابیت کے تقدس وشرف کو داغدار کرنے والے نادانو! سوچو کہ تم اپنی زبان کو کن مقدس ہستیوں کی شان میں گستاخی کر کے گندا کر رہے ہو، اور تمہارا یہ طرز عمل نبی ﷺ کو کس قدر تکلیف پہنچا رہا ہوگا؟ کیا تم اس بات سے بے خبر ہو کہ نیک بخت وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے خود کے عیوب ان کو دوسروں کی عیب جوئی سے باز رکھیں، کیا تم اس فرمان رسالت ﷺ کی صداقت کے منکر ہو کہ اپنے مرے ہوئے لوگوں کو برائی کے ساتھ یاد نہ کرو، کیا رسول کریم ﷺ کا ارشاد گرامی نہیں ہے، کہ جب تمہارے سامنے میرے صحابہ کا ذکر ہو تو اپنی زبان کو قابو میں رکھو، اگر تم ذرا بھی ایمان و عقل کا دعوی رکھتے ہو تو سنو کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ہے: ابوبکرؓ عمرؓ کی محبت ایمان کی ایک شاخ

ہےاوران دونوں سے بغض وعداوت رکھنا کفر کی علامت ہے۔

انصار کی محبت ایمان کی ایک شاخ ہے،اوران سے بغض وعداوت کفر ہے،اہل عرب کی محبت ایمان کی ایک شاخ ہے،اوران سے بغض وعداوت کفر ہے،جس نے میرے صحابہ کو برے الفاظ سے یاد کیا وہ اللہ کی لعنت کا مستوجب ہوا،اورجس نے ان کے بارے میں میرے حکم کی پاسداری کی ، میں قیامت کے دن اس کی پاسداری کرونگا۔

اے اللہ !بس تو ہی ان لوگوں کو عقل سلیم اور چشم بصیرت عطا کر کے راہ ہدایت دکھا سکتا ہے، جو جہالت ونادانی اور تعصب کی وجہ سے تیرے محبوب نبی ﷺ کے محبوب صحابہ اور ساتھیوں کی شان میں گستاخی کرتے ہیں،اوران کے حق میں زبان لعن وطعن دراز کر کے خود کو دوزخ کی آگ کا ایندھن بناتے ہیں۔

باقی رہا حدیث انسؓ کہ: **قال رسول اللہ ﷺ مثل امتی مثل المطر لایدری اولہ خیر ام اخرہ(الترمذی: ۲۸۶۹،واحمد: ۱۳۰۲ وعن عماربن یاسرؓ عنداحمد: ۴/۳۱۹ وعن سلمان:عندابن حبان: ۷۲۲۶، ۷۳۰۷ وسلسلة الصحیحة: ۲۲۸۶).**

رسول اللہ نے فرمایا: میری امت کا حال بارش کی حال کی طرح ہے جس کے بارے میں معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا اول بہتر ہے یا اس کا آخر بہتر ہے۔

بارش کی مثال کے ذریعہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کا ذکر جس انداز میں کیا، اس سے بظاہر تو شک وتر دداورعدم یقین اس میں سمجھا جاتا ہے کہ معلوم نہیں کہ اس امت کے پہلے لوگ بہتر تھے یا بعد کے لوگ بہتر ہیں،

لیکن حقیقت میں حدیث سے یہ مفہوم مرادنہیں ہے ، بلکہ بارش کی مثال کے ذریعے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ پوری امت اچھی ہے جیسا کہ سوکھے اور خشک موسم میں جب باران رحمت نازل ہوتی ہے،تو وہ پوری بارش ہی اچھی اور نافع مانی جاتی ہے،اس طرح امت محمدی ﷺ میں پہلے زمانے سے تعلق رکھنے والے اور بعد کے زمانوں کے سچے اورنیک مسلمان بھی خیر یعنی اچھا ہونے اورفائدہ پہنچانے کے اعتبار سے برابر ہیں،پس لفظ ''خیر'' دین کے اعتبار سے افضلیت ظاہر کرنے والے اسم تفضیل کے طور پر استعمال نہیں ہوا ہے۔

رہا یہ سوال کہ امت کے اول اورآخر دونوں سے تعلق رکھنے والے اچھا اور نافع ہونے میں برابر کیسے ہیں؟ تو وہ یوں کہ دوراول کے لوگوں نے رسول کریم ﷺ کی صحبت اور رفاقت کا شرف پایا، نبی کریم ﷺ کی ہر حالت میں اتباع کی آپؐ کی دعوت اسلام دوسروں تک پہنچائی، آپؐ کی لائی ہوئی شریعت اوراورآپ ﷺ کے پیش کئے ہوئے دین کے فوائد

وہدایات کی بنیاد رکھی، آپ ﷺ کے دین متین کواعانت وتقویت پہنچائی ،اورآپ ؐ کی ہرطرح سے مدد وحمایت کی،توبعد کی امتیوں نے نبی کریم ﷺ کی نبوت اوررسالت اورآپ ؐ کی شریعت کوجوں کا توں تسلیم کیا،رسالت وشریعت کے ہرجزء پرمضبوط عقیدے کے ساتھ جمے رہے،آپ ؐ کے دین کی حفاظت اوردین کواستحکام ورواج دیا،دینی قواعد اورہدایات کی بنیادکوپایہ تکمیل تک پہنچایا،یادین وشریعت کےارکان کومضبوط ومستحکم کیا،اسلام کےجھنڈےکوسربلند کیا،

اسلام کی روشنی کوچاردانگ عالم میں پھیلایا،اوراس کے برکات واثرات تمام عالم پرظاہرکئے اوراگرلفظ ''خیر''کواسم تفضیل کےمعنی پرمحمول کیاجائےتوبھی اس اعتبارسے درست ہوسکتاہے کہ''خیر''بہترہونے کے وجوہ اور اسباب متعدد ہوہوتے ہیں جن اسباب ووجوہ کے اعتبارسے دوراول کے امتی بہتر تھے،ان کے علاوہ بعض اور اسباب ووجوہ سے بعد کے زمانے کے امتی بہتر ہیں گویاحاصل یہ نکلاکہ حدیث اس بات پردلالت کرتی ہے کہ نافع اوراچھاہونے کے اعتبارسے پوری امت یکساں اور برابر ہیں اوراس پربھی دلالت کرتی ہے کہ وجوہ واسباب کے تعددواختلاف کے مدنظردوراول کے امتی اپنے اعتبارسےبہتر ہیں،اور بعد کے زمانے کے امتی اپنی نوعیت سے بہتر ہیں،لیکن جمہورعلماء کے نزدیک یہ طے شدہ ہے کہ جہاں تک کلی افضلیت کاتعلق ہے وہ صرف دوراول کے امتیوں یعنی صحابہ کے لئے مخصوص ہے۔اگرچہ یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ کسی خاص درجہ ونوعیت کےتحت بعد کے امتیوں میں سے کسی کے لئے جزوی افضلیت ثابت کی جائے اور یہ بات ذہن میں رہے کہ کلی افضلیت سےمراداللہ کے ہاں سب سے زیادہ ثواب پاناہے۔

اورتورپشتیؒ نے لکھاہے:یہ حدیث بعد کے امتیوں پردوراول کے امتیوں کی فضیلت وبرتری میں شک وتردد پرہرگزمحمول نہیں ہے،کیونکہ قرن اول (صحابہ کازمانہ)تمام قرنوں سے بلاشک وشبہ افضل ہے، پھراس کے بعد کے قرن کےامتی اپنے بعدوالےتمام قرنوں سےافضل ہیں،اورپھراس کے بعد کےقرن کےامتی اپنے بعدوالےتمام قرنوں سےافضل ہیں،پس اس حدیث کی مرادبس یہ بیان کرناہے کہ دین وشریعت پھیلانے کےاعتبارسے پوری امت نافع ہے۔

اسی طرح کی بات قاضی نےبھی ایک طویل عبارت میں لکھی ہے،جس کاحاصل یہ ہے کہ جس طرح بارش کے بارے میں یہ نہیں کہاجاسکتاکہ اس کاکونساحصہ زیادہ مفید اورنفع بخش ہے اورکس وجوہ سے''خیر''کاوجود ہے اورکن افرادمیں''خیر''کاوجودنہیں ہے،کیونکہ وجودخیرکی مختلف جہتیں اورمختلف نوعیتیں ہوتی ہیں اوراس اعتبارسےامت کاہردور اپنی اپنی حیثیت اورجہت سے وجودخیرکاحامل ہوگا۔

تاہم، **الفضل للمتقدم** ،کےاصول کےتحت افضلیت انہی امتیوں کے لئے ہے جودوراول میں تھے،=

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
کیا تم نے ان منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کافر بھائیوں سے جو اہلِ کتاب ہیں کہا کرتے ہیں
مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ أَحَدًا
کہ اگر تم جلا وطن کئے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور تمہارے بارے میں کبھی کسی کا کہا نہ مانیں گے
أَبَدًا وَّإِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ ﴿۱۱﴾
اور اگر تم سے جنگ ہوئی تو تمہاری مدد کریں گے مگر اللہ ظاہر کئے دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔

=یعنی صحابہ اور یہ حدیث بعد کے زمانے والے امتیوں کے لئے تسلی کا مصدر ہے جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ رب العالمین کی رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے، اوراس کی بارگاہ سے حصول فیض کی توقع ہر حال میں باقی ہے۔

اس حدیث کی شرح میں طیبیؒ لکھتے ہیں، امت کو بارش کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے، وہ محض ہدایت اور علم کو سامنے رکھ کر دی گئی ہے جیسا کہ نبی کریمﷺ نے ایک حدیث میں بارش کو ہدایت اور علم کے مشابہت دی ہے، پس حدیث میں مذکورہ امت جس کو بارش کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے، اس سے مراد علماء کاملین ہیں کہ جوخود بھی کامل ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی درجہ کمال تک پہنچاتے ہیں، یہ وضاحت بھی گویا اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ''خیر'' سے نفع کے معنی مراد لئے جائیں جس سے افضلیت میں پوری امت کا یکساں ہونا لازم نہیں آتا، خلاصہ کلام یہ کہ امت محمدی اپنے کسی دور میں خیر سے خالی نہیں رہے گی، جیسا کہ ایک حدیث میں محمدﷺ نے پوری امت کو ''امت مرحومہ''، فرمایا ہے (ابوداود: ۴۲۷۸، والحاکم: ۴۴۴/۴) اور یہ ثمرہ ہے اس بات کا کہ اس امت کا نبی ''نبی رحمت'' ہے بخلاف دوسری امتوں کے، کہ ان کے ہاں خیر کا وجود صرف ابتدائی دور میں رہا، اور پھر بعد والوں میں شر آ گیا اور اس طرح آیا کہ انہوں نے اپنی ان مقدس اسمانی کتابوں تک کو بدل ڈالا اور تحریفیں کر کر کے اپنے اس دین کا حلیہ ہی بگاڑ دیا۔ جس پر ان کے دور اول کے لوگ تھے۔

لَئِنْ أُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا

اگر وہ جلاوطن کئے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ جائیں گے، اور اگر ان سے جنگ چھڑ گئی تو یہ ان کی مدد بھی نہ کریں گے

لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲﴾

اور اگر مدد کریں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر ان کو (کہیں سے بھی) مدد نہ ملے گی۔

لَأَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۳﴾

(مسلمانو!) تمہاری ہیبت ان لوگوں کے دلوں میں اللہ سے بھی بڑھ کر ہے یہ اس لئے کہ یہ سمجھ نہیں رکھتے۔

لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا إِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَّرَاءِ جُدُرٍ

یہ سب جمع ہو کر بھی تم سے نہیں لڑ سکیں گے مگر بستیوں کے قلعوں میں (پناہ لے کر) یا دیواروں کی اوٹ میں

بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ

(مستور ہو کر) ان کا آپس میں بڑا اختلاف ہے تم شاید خیال کرتے ہو کہ یہ اکٹھے (اور ایک جان) ہیں مگر ان کے دل پھٹے

قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ أَمْرِهِمْ

ہوئے ہیں یہ اس لئے کہ یہ بے عقل لوگ ہیں۔ ان کا حال ان لوگوں کا سا ہے جو ان سے کچھ ہی پیشتر اپنے کاموں کی سزا کا

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ

مزا چکھ چکے ہیں اور (ابھی) ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب (تیار) ہے۔ (منافقوں کی) مثال شیطان کی سی ہے کہ

إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ إِنِّيْ أَخَافُ اللّٰهَ

انسان سے کہتا رہا کہ کافر ہو جا جب وہ کافر ہو گیا تو کہنے لگا کہ مجھے تجھ سے کوئی سروکار نہیں مجھ کو تو اللہ رب العالمین

رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا وَذٰلِكَ

سے ڈر لگتا ہے۔ تو دونوں کا انجام یہ ہوا کہ دونوں دوزخ میں (داخل ہوئے) ہمیشہ اس میں رہیں گے

جَزَآؤُ الظَّالِمِیْنَ ﴿۱۷﴾ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ
اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیئے کہ اس نے کل
مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوْا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾
(قیامت) کے لئے کیا (سامان) بھیجا ہے اور (ہم پھر کہتے ہیں کہ) اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے
وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسٰھُمْ اَنْفُسَھُمْ اُوْلٰئِکَ ھُمُ
اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں ایسا کر دیا کہ خود اپنے تئیں بھول گئے یہ بدکردار
الْفَاسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾ لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحَابُ النَّارِ وَاَصْحَابُ الْجَنَّۃِ اَصْحَابُ
لوگ ہیں۔ اہلِ دوزخ اور اہلِ بہشت برابر نہیں اہلِ بہشت تو کامیابی حاصل کرنے والے ہیں
الْجَنَّۃِ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَہٗ خَاشِعًا
اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے دبا
مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُھَا لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ
اور پھٹ جاتا اور یہ باتیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ
یَتَفَکَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ
فکر کریں۔[٦] وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے
ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۲﴾ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْمَلِکُ
والا وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں بادشاہ (حقیقی) پاک ذات

---

[6]''لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل '' یہ ایک تمثیل ہے کہ اگر قرآن پہاڑوں جیسی سخت اور ثقیل=

الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ
(ہر عیب سے) سالم، امن دینے والا، نگہبان، غالب، زبردست بڑائی والا۔ اللہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے
عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَآءُ
وہی اللہ (تمام مخلوقات کا) خالق، ایجاد و اختراع کرنے والا، صورتیں بنانے والا، اس کے سب نام اچھے ہیں
الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۲۴﴾
جتنی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتی ہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے۔[۷]

=چیز پر اتارا گیا ہوتا اور جس طرح انسان کو فہم اور شعور دیا گیا ہے ان کو بھی دیدیا جاتا تو پہاڑ بھی اس قرآن کی عظمت کے سامنے جھک جاتے بلکہ ریزہ ریزہ ہوجاتے، مگر انسان اپنی خواہش پرستی اور خودغرضی میں مبتلا ہوکر اپنی فطری شعور کو کھو بیٹھا، وہ قران سے متاثر نہیں ہوتا گویا یہ ایک فرضی مثال ہے، کہ پہاڑوں میں شعور ہوتا، اور بعض نے فرمایا کہ پہاڑوں اور درختوں اور دنیا کی تمام چیزوں میں شعور وادراک ہونا عقل و نقل سے ثابت ہے اس لئے یہ کوئی فرضی مثال نہیں حقیقت ہے (مظہری) واللہ اعلم۔

[۷] ''**عالم الغیب والشهادة**'' یعنی حق تعالی ہر چھپی اور کھلی چیز اور غائب وحاضر کا پوری طرح جاننے والا ہے۔ **القدوس** بضم قاف وہ ذات جو ہر عیب سے پاک اور ہر ایسی چیز سے بری ہو جو اس کے شایان شان نہیں **المومن** یہ لفظ جب انسان کے لئے بولا جاتا ہے تو اس کے معنی ایمان لانے والے اور اللہ و رسول کے کلام کی تصدیق کرنے والے کے آتے ہیں، اور جب یہ لفظ حق تعالی کے لئے بولا جاتا ہے تو اس کے معنی امن دینے والے کے ہوتے ہیں، (**کما قاله ابن عباس**ؓ) یعنی وہ اللہ اور رسول پر ایمان لانے والوں کو ہر طرح کے عذاب و مصیبت سے امن اور سلامتی دینے والا ہے۔ ''**المهیمن**'' اس کے معنی ہیں نگرانی کرنے والا (**کذا قال ابن عباس**ؓ **وقتادہ ومجاھد**) قاموس میں ہے کہ **ھمن یھمن** کے معنی دیکھ بال اور نگرانی کرنے کے آتے ہیں (مظہری)۔

العزیز: بمعنی قوی **الجبار** صاحب جبر وعظمت، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لفظ جبر سے مشتق ہو جس کے معنی ٹوٹی ہڈی وغیرہ کو جوڑنے کے آتے ہیں، اس لئے جبیرہ اس پٹی کو کہا جاتا ہے جو ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑنے کے بعد اس

پر باندھی جاتی ہے، تو معنی اس لفظ کے یہ ہوں گے کہ وہ ہر ٹوٹی ہوئی شکستہ اور ناکارہ چیز کی اصلاح کر کے درست کر دینے والا ہے (مظہری)۔

المتکبر: تکبر سے اور وہ کبریا سے مشتق ہے جس کے معنی بڑائی کے ہیں اور ہر بڑائی درحقیقت اللہ جل شانہ کے لئے مخصوص ہے، جو کسی چیز میں کسی کا محتاج نہیں، اور جو محتاج ہو وہ بڑا نہیں ہو سکتا، اس لئے اللہ تعالی کے سوا دوسروں کے لئے یہ لفظ عیب اور گناہ ہے کیونکہ حقیقت میں بڑائی حاصل نہ ہونے کے باوجود بڑائی کا دعوی جھوٹا ہے، اور وہ ذات جو حقیقت میں سب سے بڑی اور بے نیاز ہے اس کی خاص صفت میں شرکت کا دعوی ہے اس لئے متکبر کا لفظ اللہ تعالی کے لئے صفت کمال ہے اور غیر اللہ کے لئے جھوٹا دعوی۔

المصور: کے معنی صورت بنانے والا، مراد یہ ہے کہ تمام مخلوقات کو حق تعالی نے خاص خاص شکل وصورت عطا فرمائی ہے جس کی وجہ سے وہ دوسری چیزوں سے ممتاز ہوئی اور پہچانی جاتی ہے۔ دنیا کی عام مخلوقات آسمانی اور زمینی خاص خاص صورتوں ہی سے پہچانی جاتی ہیں۔ پھر ان میں اصناف وانواع کی تقسیم اور ہر نوع وصنف کی جداگانہ ممتاز شکل وصورت اور ایک ہی نوع انسانی میں مرد وعورت کی شکل وصورت کا امتیاز پھر سب مردوں سب عورتوں کی شکلوں میں باہم ایسے امتیازات کہ اربوں کھربوں انسان دنیا میں پیدا ہوئے ایک کی صورت بالکلیہ دوسرے سے نہیں ملتی کہ بالکل امتیاز نہ ہو سکے، یہ کمال قدرت صرف ایک ہی ذات حق جل شانہ کا ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں جس طرح غیر اللہ کے لئے تکبر جائز نہیں کہ کبریا صرف اللہ تعالی کی صفت ہے، اسی طرح تصویر سازی غیر اللہ کے لئے جائز نہیں کہ وہ بھی اللہ تعالی کی مخصوص صفت میں شرکت کا عملی دعوی ہے۔

"**لہ الاسماء الحسنی**" یعنی اللہ تعالی کے اچھے اچھے نام ہیں، قران کریم میں ان کی تعداد متعین نہیں فرمائی۔ ترمذی کی ایک حدیث میں یہ سب یکجا مذکور ہیں اور بہت سے علماء نے اسماء حسنی پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

"**یسبح لہ مافی السمٰوات و الارض**" یہ تسبیح زبان حال سے ہونا تو ظاہر ہی ہے کہ ساری مخلوقات اور ان کے اندر رکھی ہوئی عجیب وغریب صنعتیں اور صورتیں زبان حال سے اپنے بنانے والے کی حمد وثنا میں مشغول ہیں اور ہو سکتا ہے کہ حقیقی تسبیح مراد ہو کیونکہ تحقیق یہی ہے کہ تمام اشیاء کو عالم میں اپنی اپنی حیثیت کا عقل وشعور ہے، اور عقل وشعور کا سب سے پہلا مقتضیٰ اپنے بنانے والے کو پہچاننا اور اس کا شکر گذار ہونا ہے، اس لئے ہر چیز حقیقتا تسبیح کرتی ہو تو اس میں کوئی بعد نہیں اگرچہ ہم ان کی تسبیح کو کانوں سے نہ سن سکیں اسی لئے قرآن کریم میں ہے: **ولکن لاتفقھون**=

سورة الممتحنة(مدنية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

يَـا أَيُّهَـا الَّـذِيۡنَ آمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّىۡ وَعَدُوَّكُمۡ أَوۡلِيَآءَ تُلۡقُوۡنَ إِلَيۡهِمۡ

مومنو! اگر تم میری راہ میں لڑنے اور میری خوشنودی طلب کرنے کے لئے (مکہ سے) نکلے ہو

بِالۡمَوَدَّةِ وَقَدۡ كَفَرُوۡا بِمَا جَآءَكُمۡ مِّنَ الۡحَقِّ يُخۡرِجُوۡنَ الرَّسُوۡلَ وَإِيَّاكُمۡ

تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ تم تو ان کو دوستی کے پیغام بھیجتے ہو اور وہ (دینِ) حق سے جو تمہارے پاس آیا

أَنۡ تُـؤۡمِـنُـوۡا بِـاللّٰـهِ رَبِّكُمۡ إِنۡ كُنۡتُمۡ خَرَجۡتُمۡ جِهَادًا فِىۡ سَبِيۡلِىۡ وَابۡتِغَاءَ

ہے منکر ہیں اور اس باعث سے کہ تم اپنے پروردگار اللہ تعالٰی پر ایمان لائے ہو پیغمبر کو اور تم کو جلاوطن کرتے ہیں

مَـرۡضَـاتِـىۡ تُسِـرُّوۡنَ إِلَيۡهِـمۡ بِـالۡـمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعۡلَمُ بِمَا أَخۡفَيۡتُمۡ وَمَا أَعۡلَنۡتُمۡ

تم ان کی طرف پوشیدہ پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو جو کچھ تم مخفی طور پر اور جو علی الاعلان کرتے ہو

= تسبيحهم یعنی تم ان کی تسبیح کو سنتے سمجھتے نہیں۔(اسراء:۴۴)

ترمذی میں معقل بن یسار کی روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ جو صبح کے وقت تین مرتبہ :اعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم اور اس کے بعد تین مرتبہ سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں هو الله الذى لااله الاهو ، سے اخر تک پڑھ لے، تو اللہ تعالٰی ستر ہزار فرشتے مقرر فرما دیتے ہیں جو شام تک اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں، اگر اس دن میں وہ مرگیا تو شہادت کی موت حاصل ہوگی۔اور جس نے شام کو یہی کلمات تین مربہ پڑھ لئے تو یہی درجہ اس کو حاصل ہوگا (ترمذی:۲۸۴۶)۔

وَمَنۡ یَّفۡعَلۡهُ مِنۡكُمۡ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيۡلِ ۝۱ إِنۡ يَّثۡقَفُوۡكُمۡ

وہ مجھے معلوم ہے اور جو کوئی تم میں سے ایسا کرے گا وہ سیدھے رستے سے بھٹک گیا۔ اگر یہ کافر تم پر قدرت پالیں [1]

---

[1] امام بخاریؒ نے علیؓ سے مختلف جگہوں میں یہ حدیث نقل کی ہے :[۳۰۸۱، ۳۰۰۷، ۳۹۸۳، ۴۲۷۴، ۴۸۹۰، ۶۲۵۹، ۶۹۳۹]مسلم رقم: ۲۴۹۴ ،ترمذی رقم : ۳۳۰۵،ومسند حمیدی : ۴۹،و النسائی فی سننه الکبریٰ: ۱۱۵۸۵ ، اوراس کے علاوہ اوروں نے بھی کہ :بعثنی رسول اللهﷺ اناو الزبیر ومقداد فقال انطلقواحتی تاتواروضة خاخ ،فان بهاظعینة معهاکتاب فخذوه منها، فذهبنایتعادی بناخیلناحتی اتینا الروضة فاذانحن بالظعینة، فقلنااخرجی الکتاب! فقالت مامعی من کتاب، فقلنالتخرجن الکتاب اولنلقین الثیاب، فاخرجته من عقاصهافاتینابه النبیﷺفاذافیه من حاطب بن ابی بلتعة الی اناس من المشرکین ممن بمکة، یخبرهم ببعض امر النبیﷺفقال النبیﷺ ماهذایاحاطب قا ل لاتعجل علیَّ یارسول الله،انی کنت امرأملصقا فی قریش ولم اکن من انفسهم، وکان ممن معک من المهاجرین لهم قرابات یحمون بهااهلیهم واموالالهم بمکة، فاحببت اذفاتتنی ذٰلک من النسب فیهم ان اصطنع الیهم یدایحمون بها قرابتی، ومافعلت ذالک کفراولاارتداداعن دینی، فقال النبیﷺانه قدصدقکم فقال عمر دعنی یارسول اللهفاضرب عنقه فقال انه شهدبدراومایدریک لعل الله عزوجل اطلع علی اهل بدرفقال اعملواماشئتم فقدغفرت لکم، فقال عمر ونزلت فیه یاایها الذین امنوالاتتخذواعدوی وعدوکم.

علیؓ نے کہا کہ نبیﷺ نے مجھ کو اور زبیر اور مقداد رضی اللہ عنہم تینوں آدمیوں کو بھیجا فرمایا(مکہ کے راستے پر)روضۂ خاخ تک چلے جاؤ(جوایک مقام کا نام ہے)وہاں اونٹ پر سوار ایک عورت ملے گی (اس کا نام سارہ تھا)اس کے پاس ایک خط ہے وہ لے آؤ،علیؓ کہتے ہیں ہم تینوں آدمی گھوڑے دوڑاتے روضہ خاخ میں پہنچے تو (سچ مچ)وہاں ایک عورت شتر سوار ملی،ہم نے اس سے کہا خط نکال،وہ بولی میرے پاس تو کوئی خط نہیں ہے۔ہم نے کہا،لے اب خط نکالتی ہے یا ہم تجھ کو ننگا کریں،تب اس عورت نے وہ خط اپنی بالوں کی چوٹی سے نکال کر ہمارے حوالہ کر دیا،ہم وہ خط نبیﷺ کے =

يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوٓءِ وَوَدُّوا

وتمہارے دشمن ہو جائیں اور ایذا کے لئے تم پر ہاتھ (بھی) چلائیں اور زبانیں (بھی) اور چاہتے ہیں

لَوْ تَكْفُرُونَ ۝۲ لَنْ تَنفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ

کہ تم کسی طرح کافر ہو جاؤ۔ قیامت کے دن نہ تمہارے رشتے ناتے کام آئیں گے اور نہ اولاد اس روز وہی تم میں فیصلہ

بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝۳ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ

کرے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھتا ہے۔ تمہیں ابراہیم اور ان کے رفقاء کی نیک چال چلنی (ضرور) ہے جب

=پاس لے کر آئے ،اس کا مضمون یہ تھا: حاطب بن ابی بلتعہؓ کی طرف سے چند مکہ کے مشرکوں کے نام پر، اور نبی کریمﷺ کے تیاری وغیرہ کا اس میں ذکر تھا کہ آپﷺ بڑی فوج لیکر آتے ہیں۔ تم اپنا بچاؤ کرو۔

نبیﷺ نے حاطبؓ سے پوچھا ارے حاطب یہ کیا بات ہے؟ (تو نے مسلمان ہو کر کافروں کو مخبری کی) حاطبؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ جلدی نہ فرمائیں (میرا سب قصہ سن لیجئے پھر جو جی چاہے سزا دیجئے) ہوا یہ کہ میں اصل قریشی تو ہوں نہیں، اور آپ کے ساتھ جو دوسرے مہاجر ہیں وہ (اصل قریشی ہیں) ان کے عزیز ناطے دار قریش کے کافروں میں ہیں جن کی وجہ سے ان کے گھر بار، مال اسباب محفوظ رہتے ہیں، میں نے یہ چاہا کہ میرا ناطہ ان سے نہیں ہے تو کچھ احسان ہی کر کے اپنا حق ان پر قائم کروں، تا کہ وہ اس کی وجہ سے میرے رشتہ داروں کو نہ ستائیں، میں نے یہ کام اس وجہ سے نہیں کیا کہ میں کافر ہوا ہوں یا اسلام سے پھر گیا ہوں، نبی کریمﷺ نے فرمایا: حاطب نے سچ کہہ دیا۔ عمرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اجازت دیجئے میں اس کی گردن اڑا دیتا ہوں، آپﷺ نے فرمایا: اس طرح مت سوچو اور اس حقیقت پر نظر رکھو کہ وہ بدر کی جنگ میں شریک تھا، اور تجھ کو معلوم نہیں اللہ تعالی نے عرش معلٰی پر سے بدر والوں کا جھانکا فرمایا اب تم کیسی بھی اعمال کرو (تم سے کیسے بھی گناہ ہو جائیں، بشرطیکہ کفر اور شرک نہ کرو) میں نے تو تم کو بخش دیا؟ عمر نے کہا اس باب میں یہ ایت اتری .

إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءَآؤُا مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ

انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ ہم تم سے اور ان (بتوں) سے جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو

مِنْ دُونِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ

بے تعلق ہیں (اور) تمہارے (معبودوں کے کبھی) قائل نہیں (ہو سکتے) اور جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ

الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ

ہم میں تم میں ہمیشہ کھلم کھلی عداوت اور دشمنی رہے گی ہاں ابراہیم نے اپنے باپ سے

لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ

یہ (ضرور) کہا کہ میں آپ کے لئے مغفرت مانگوں گا اور میں اللہ کے سامنے آپ کے بارے میں کسی چیز کا کچھ اختیار نہیں رکھتا

رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴿۴﴾ رَبَّنَا

اے ہمارے پروردگار! تجھ ہی پر ہمارا بھروسہ ہے اور تیری ہی طرف ہم رجوع کرتے ہیں اور تیرے ہی حضور میں لوٹ کر جانا ہے۔ اے ہمارے پروردگار!

لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۵﴾

ہم کو کافروں کے ہاتھ سے عذاب نہ دلانا اور اے ہمارے پروردگار! ہمیں معاف فرما بیشک تو غالب حکمت والا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ

تم (مسلمانوں) کو یعنی جو کوئی اللہ اور روزِ اخرت (کے آنے) کی امید رکھتا ہو اسے ان لوگوں کی نیک چال چلنی

وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿۶﴾ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ

(ضرور) ہے اور جو روگردانی کرے تو اللہ بھی بے نیاز اور سزاوارِ حمد (وثنا) ہے۔ یقین ہے کہ اللہ تم میں اور ان لوگوں میں

وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً وَاللّٰهُ قَدِيرٌ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۷﴾

جن سے تم دشمنی رکھتے ہو دوستی پیدا کر دے اور اللہ قادر ہے او راللہ بخشنے والا مہربان ہے

لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُم
جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا
مِّنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿٨﴾
ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے اللہ تم کو منع نہیں کرتا اللہ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔
إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَأَخْرَجُوْكُمْ
اللہ انہی لوگوں کے ساتھ تم کو دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی اور تم کو تمہارے
مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوْا عَلٰى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ
گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں اوروں کی مدد کی تو جو لوگ ایسوں سے دوستی کریں گے
فَأُوْلٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٩﴾ يٰٓا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ
وہی ظالم ہیں۔ مومنو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں وطن چھوڑ کر آئیں[2]

---

[2] اس ایت میں مسلمان عورتوں سے بیعت لینے کا ذکر ہے جس میں ایمان اورعقائد کے ساتھ احکام شرعیہ کی پابندی کا بھی معاہدہ ہے سابقہ آیات جن کے سیاق میں یہ ایت بیعت آئی ہے وہ اگر چہ ان مہاجرات کے ایمان کا امتحان کرنے کے سلسلے میں ہے اور یہ بیعت ان کے امتحان ایمان کی تکمیل ہے لیکن الفاظ ایت عام ہے نومسلم مہاجرات کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ سب مسلمان عورتوں کے لئے عام ہیں، اور واقعہ بھی اسی طرح پیش آیا کہ بیعت مذکورہ میں نبی ﷺ سے بیعت کرنے والی صرف نومسلم مہاجرات ہی نہیں دوسری قدیم عورتیں بھی شریک تھیں، جیسا کہ صحیح بخاری میں ام عطیہؓ سے اور بسند بغوی امیمہؓ بنت رقیہؓ سے منقول ہے۔ امیمہؓ سے روایت ہے کہ میں نے چند دوسری عورتوں کی معیت میں رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تو آپ نے جن احکام شرعیہ کی پابندی کا معاہدہ اس بیعت میں لیا اس کے ساتھ یہ کلمات بھی تلقین فرمائے کہ: فیما استطعتن و اطقتن یعنی ہم ان چیزوں کی پابندی کا عہد اسی حد تک کرتے ہیں جہاں تک ہماری استطاعت و طاقت میں ہے، امیمہؓ نے اس کو نقل کر کے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی رحمت =

مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِإِيْمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ

تو ان کی آزمائش کر لو (اور) اللہ تو ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے سو اگر تم کو معلوم ہو کہ مومن ہیں

فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ وَآتُوهُمْ

تو ان کو کفار کے پاس واپس نہ بھیجو کہ نہ یہ ان کو حلال ہیں اور نہ وہ ان کو جائز اور جو کچھ انہوں نے خرچ کیا ہو وہ ان کو

مَّا أَنْفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُوْرَهُنَّ

دیدو اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان عورتوں کو مہر دے کر ان سے نکاح کر لو

= وشفقت ہم پر خود ہماری ذات سے بھی زائد تھی، کہ ہم نے تو بلا کسی قید وشرط کے عہد کرنا چاہا تھا، آپؐ نے اس شرط کی تلقین فرمادی، تاکہ کسی اضطراری حالت میں خلاف ورزی ہوجائے تو عہد شکنی میں داخل نہ ہو (بخاری: کتاب الجنائز وتفسیر سورۂ الممتحنہ)۔

اور صحیح بخاری میں عائشہؓ نے اس بیعت نساء کے متعلق فرمایا کہ عورتوں کی یہ بیعت صرف گفتگو اور کلام کے ذریعہ ہوئی، مردوں کی بیعت میں جو ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کا دستور ہے عورتوں کی بیعت میں ایسا نہیں کیا گیا اور رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک نے کبھی کسی غیر محرم کے ہاتھ کو نہیں چھوا (بخاری: تفسیر سورۂ الممتحنہ)۔

اور روایات حدیث سے ثابت ہے کہ یہ بیعت نساء صرف اس واقعہ حدیبیہ کے بعد ہی نہیں بلکہ بار بار ہوتی رہی یہاں تک کہ فتح مکہ کے روز بھی رسول اللہ ﷺ نے مردوں کی بیعت سے فارغ ہونے کے بعد کوہ صفا پر عورتوں سے بیعت لی، اور پہاڑ کے دامن میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کو دہرا کر نیچے جمع ہونے والی عورتوں کو پہونچا رہے تھے جو اس بیعت میں شریک تھیں۔

اس وقت بیعت ہونے والی عورتوں میں ابوسفیان کی بیوی ہندہ بھی داخل تھیں، جو شروع میں حیاء کے سبب اپنے آپ کو چھپانا چاہتی تھیں، پھر بیعت میں کچھ احکام کی تفصیل آئی تو بولنے اور دریافت کرنے پر مجبور ہوگئیں، کئی سوالات کئے، یہ واقعہ تفصیل سے تفسیر مظہری میں مذکور ہے۔

وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوْا مَا أَنْفَقْتُمْ

اور کافر عورتوں کی ناموس کو قبضے میں نہ رکھو (یعنی کفار کو واپس دیدو) اور جو کچھ تم نے ان پر خرچ کیا ہو تم ان سے طلب کرلو

وَلْيَسْأَلُوْا مَا أَنْفَقُوْا ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾

اور جو کچھ انہوں نے خرچ کیا ہو وہ تم سے طلب کرلیں یہ اللہ کا حکم ہے جو تم میں فیصلہ کئے دیتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے [3]

---

[3] ''واتوھم ماانفقوا'' یعنی مہاجرہ مومنہ کے شوہر نے اس کے نکاح میں جو مہر وغیرہ اس کو دیا ہے وہ سب اس کے شوہر کو واپس دیا جائے کیونکہ شرط صلح سے مستثنیٰ صرف عورتوں کی واپسی تھی، جو بوجہ ان کے حرام ہوجانے کے نہیں ہوسکتی، مگر جو مال انہوں نے ان کو دیا ہے وہ حسب شرط واپس کردینا چاہئے، اس مال کی واپسی کا خطاب مہاجر عورتوں کو نہیں کیا گیا کہ تم واپس کرو بلکہ عام مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ واپس کریں کیونکہ بہت ممکن بلکہ غالب یہ ہے کہ جو مال ان کے شوہر نے ان کو دیا تھا وہ ختم ہو چکا ہو، اب ان سے واپس دلانے کی صورت ہی نہیں ہوسکتی، اس لئے یہ فریضہ عام مسلمانوں پر ڈال دیا گیا، کہ معاہدہ صلح کو پورا کرنے کے لئے اس کی طرف سے کافر شوہروں کا مال واپس کردیں، اگر بیت المال سے دیا جاسکتا ہے تو وہاں سے ورنہ عام مسلمانوں کے چندے سے۔ قرطبی۔

''وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ '' پچھلی آیت میں یہ واضح ہو چکا ہے کہ ہجرت کرکے آنے والے مسلمان عورت کا نکاح اس کے کافر شوہر سے فسخ ہو چکا ہے، اور یہ اس پر حرام ہو چکی ہے، اس آیت میں اسی حکم کا تکملہ ہے کہ اب مسلمان مرد سے اس کا نکاح ہوسکتا ہے اگرچہ سابق شوہر کافر زندہ بھی ہے، اور اس نے طلاق بھی نہیں دی مگر شرعی حکم سے نکاح فسخ ہو چکا ہے اس لئے دوسری مرد سے اس کا نکاح حلال ہو گیا۔

کافر مرد کی بیوی مسلمان ہوجائے تو نکاح فسخ ہوجانا آیت مذکورہ سے معلوم ہو چکا، لیکن دوسرے کسی مسلمان مرد سے اس کا نکاح کس وقت جائز ہوگا اس کے متعلق امام ابوحنیفہ کے نزدیک اصل ضابطہ تو یہ ہے کہ جس کافر مرد کی عورت مسلمان ہوجائیں تو حاکم اسلام اس کے شوہر کو بلاکر کہے کہ اگر تم بھی مسلمان ہوجاؤ تو نکاح برقرار رہے گا ورنہ نکاح فسخ ہوجائے گا، اگر وہ اس پر بھی اسلام لانے سے انکار کرے تو اب ان دونوں میں فرقت کی تکمیل ہوگئی، اس وقت وہ کسی مسلمان مرد سے نکاح کرسکتی ہے مگر یہ ظاہر ہے کہ حاکم اسلام کا شوہر کو حاضر کرنا وہی ہوسکتا ہے جہاں حکومت اسلام کی

ہودارالکفر یادارالحرب میں ایساواقعہ پیش آوے تو شوہر سے اسلام کے لئے کہنے اوراس کے انکار کی صورت نہیں ہوگی ،جس سے دونوں میں تفریق کا فیصلہ کیا جاسکے ،اس لئے اس صورت میں زوجین کے درمیان تفریق کی تکمیل اس وقت ہوگی جب یہ عورت ہجرت کرکے دارالاسلام میں آجائے یا مسلمانوں کے لشکر میں آجائے ،دار الاسلام میں آنے کی صورت مذکورہ واقعات میں مدینہ طیبہ پہنچنے کے بعد ہوسکتی ہے ،اورلشکر اسلام حدیبیہ میں بھی موجود تھا ،اس میں پہنچنے سے بھی اس کا تحقق ہوجاتا ہے ،جس کو فقہاء کی اصطلاح میں اختلاف دارین سے تعبیر کیا گیا ہے ،یعنی جب کافر مرداوراس کی بیوی مسلمان کے درمیان دارین کا فاصلہ ہوجائے یعنی ایک دارالکفر میں ہے دوسرادارالاسلام میں تو یہ تفریق مکمل ہوکر عورت دوسرے سے نکاح کے لئے ازاد ہوجاتی ہے۔

اوراس آیت میں جو ''اذا اتیتموا ھن اجورھن '' کو بطور شرط کے فرمایا تم ان سے نکاح کرسکتے ہو ،بشرطیکہ ان کے مہر دیدو ، یہ درحقیقت نکاح کی شرط نہیں ،کیونکہ باتفاق امت نکاح کا انعقاد ادائے مہر پر موقوف اور مشروط نہیں ہے ،البتہ نکاح پر مہر کی ادائیگی واجب ولازم ضرور ہے ،یہاں اس کو بطور شرط کے شاید اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ ابھی ایک مہر تو اس کے کافر شوہر کو واپس کرایا جاچکا ہے ایسا نہ ہو کہ اب اس سے نکاح کرنے والے مسلمان یہ سمجھ بیٹھیں کہ مہر تو دیا جاچکا ہے اور جدید مہر کی ضرورت نہیں ،اس لئے فرمادیا کہ اس مہر کا تعلق پچھلے نکاح سے تھا ،اور یہ دوسرا نکاح ہوگا ،تو اس کا جدید مہر لازم ہے،،۔

''ولاتمسکوابعصم الکوافر ''عصم عصمت کی جمع ہے ،جس کے اصلی معنی حفاظت اوراستحکام کے ہیں ، مراد اس سے وہ عقد نکاح وغیرہ ہیں جن کی حفاظت کی جاتی ہے ''کوافر'' جمع کافرۃ کی ہے ،اور مراد اس سے مشرکہ عورت ہے ، کیونکہ کافر کتابیہ سے نکاح کی اجازت قرآن کریم میں منصوص ہے ،مراد آیت کی یہ ہے کہ اب تک جو مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان مناکحت کی اجازت تھی وہ ختم کردی گئی ،اب کسی مسلمان کا نکاح مشرک عورت سے جائز نہیں ،اور جو نکاح پہلے ہوچکے ہیں وہ بھی ختم ہوچکے ،اب کسی مشرک عورت کو اپنے نکاح میں رکھنا حلال نہیں۔

جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو جن صحابہ کرام کے نکاح میں کوئی مشرک عورت تھی اس کو چھوڑ دیا ،عمر فاروق کے نکاح میں دو مشرک عورتیں اس وقت تک تھیں جو بوقت ہجرت مکہ مکرمہ میں رہ گئی تھی ،عمرؓ نے یہ آیت نازل ہونے کے بعد دونوں کو طلاق دیدی ،(رواہ البغوی بسند الزھری) ۔اور طلاق سے مراد اس جگہ چھوڑ دینا اور قطع تعلق کر لینا ہے ،اصطلاحی طلاق کی یہاں ضرورت ہی نہیں ، کیونکہ اس آیت کے ذریعے نکاح ٹوٹ چکا ہے۔

و اسئلو اماانفقتم و ليسئلو ا ماانفقوا'' یعنی جب معاملہ یہ ٹھہرا کہ جوعورت مسلمان ہوکر ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آ جائے تو وہ واپس مکہ نہ بھیجی جائے گی ،البتہ اس کے شوہر نے جومہر وغیرہ اس کو دیا ہے وہ اس کے شوہر کو واپس دیا جائے گا ،اسی طرح اگر کوئی مسلمان عورت اللہ نہ کرے مرتد ہوکر مکہ معظّمہ چلی جائے یا پہلے ہی سے کافر ہو مگر مسلمان شوہر کے قبضہ سے نکل جائے ۔کفار مکہ اس کو واپس نہیں کریں گے مگر اس کے مسلمان شوہر نے جومہر وغیرہ اس کو دیا ہے اس کی واپسی کفار مکہ کی ذمہ ہوگی ،اس لئے ان معاملات کا تصفیہ باہمی حساب فہمی سے کرلیا جائے طرفین سے جو کچھ مہر وغیرہ میں خرچ کیا گیا ہے ،وہ دریافت کر کے اس کے مطابق لین دین کرلیا جاوے ۔

اس حکم پر مسلمانوں نے تو خوشی سے عمل کیا ،کہ احکام قران کی پابندی ان کے نزدیک فرض ہے ،اس لئے جتنی عورتیں ہجرت کر کے آئیں سب کے مہر وغیرہ ان کے کافر شوہروں کو واپس بھیج دئے مگر کفار مکہ کا قرآن پر ایمان نہیں تھا ، انہوں نے عمل نہ کیا اس پر اگلی آیت نازل ہوئی ۔(رواہ البغوی بسند الزھری)

" وان فـاتـكـم شـئ مـن ازواجـكـم الى الكفار فعاقبتم "عاقبتم معاقبہ سے مشتق ہے جس کے ایک معنی انتقام اور بدلہ لینے کے بھی ہیں ،یعنی یہاں یہ معنی بھی مراد ہوسکتے ہیں ،کـمـاروى عـن قتـادـة و مـجـاهد ،قرطبی ،اس صورت میں مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ مسلمانوں کی کچھ عورتیں اگر کفار کے قبضے میں آ جائیں تو شرط صلح کے ماتحت اوروں پر لازم تھا کہ ان کے مسلمان شوہروں کو ان کا دیا ہوا مہر وغیرہ واپس کریں ،جیسا کہ مسلمانوں کی طرف سے مہاجرات کے کافر شوہروں کو ان کا مہر واپس کیا گیا ،لیکن جب کفار نے ایسا نہ کیا اور مسلمان عورتوں کے مہر ان کو ادا نہ کئے تو ان کے اس عمل کا اگر تم انتقام اور بدلہ لیلو اس طرح کہ کفار مکہ کو جو رقم مہاجرات کے مہر کی ادا کرنا تھی تم بھی وہ اپنے حق کے مطابق روک لو ،تو اس کا حکم یہ ہے کہ فـاتـو الذين ذهبت ازواجهم مثل ماانفقوا یعنی تم اس رقم میں سے جو مہاجرات کے مہر کی روک لی گئی ہے ان مسلمان شوہروں کے خرچ کئے ہوئے مہر وغیرہ ادا کر دو جن کی عورتیں کفار مکہ کے قبضے میں آ گئی ہیں ،دوسرے معنی عاقبتم ،عقبّتم ، اعقبتم کے جنگ میں مال غنیمت حاصل کرنے کے بھی ہے اور اس آیت میں لفظ عاقبتم یہ تینوں قرأتیں مختلف قراء سے منقول ہیں ،اور قتادہ اور مجاہد سے ان تین لفظوں کے معنی غنیمت کے بھی منقول ہیں ،اس صورت میں معنی آیت کے یہ ہونگے کہ جن مسلمان شوہروں کی عورتیں کفار مکہ کے قبضے میں چلی گئیں اور شرط صلح کے مطابق کفار نے ان کے مہر مسلمان شوہروں کو ادا نہیں کیا پھر مسلمانوں کو مال غنیمت حاصل ہوا تو ان شوہروں کا حق مال غنیمت سے ان کو ادا کر دیا جائے ۔قرطبی ۔

وَإِنۡ فَاتَكُمۡ شَيۡءٌ مِّنۡ أَزۡوَاجِكُمۡ إِلَى الۡكُفَّارِ فَعَاقَبۡتُمۡ فَآتُوا الَّذِيۡنَ ذَهَبَتۡ

اور اگر تمہاری عورتوں میں سے کوئی عورت تمہارے ہاتھ سے نکل کر کافروں کے پاس چلی جائے۔ پھر تم ان سے جنگ کرو تو جن کی عورتیں چلی گئی ہیں

أَزۡوَاجُهُمۡ مِّثۡلَ مَا أَنۡفَقُوۡا وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيۡ أَنۡتُمۡ بِهٖ مُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۱﴾

ان کو (اس مال میں سے) اتنا دیدو جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا اور اللہ سے جس پر تم ایمان لائے ہو ڈرو

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَآءَكَ الۡمُؤۡمِنَاتُ يُبَايِعۡنَكَ عَلٰى أَنۡ لَّا يُشۡرِكۡنَ بِاللّٰهِ

اے پیغمبر جب تمہارے پاس مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ اللہ کے ساتھ نہ تو شرک کریں گی

شَيۡئًا وَلَا يَسۡرِقۡنَ وَلَا يَزۡنِيۡنَ وَلَا يَقۡتُلۡنَ أَوۡلَادَهُنَّ وَلَا يَأۡتِيۡنَ بِبُهۡتَانٍ

نہ چوری کریں گی نہ بدکاری کریں گی نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی نہ اپنے ہاتھ پاؤں میں کوئی بہتان باندھ لائیں گی

يَّفۡتَرِيۡنَهٗ بَيۡنَ أَيۡدِيۡهِنَّ وَأَرۡجُلِهِنَّ وَلَا يَعۡصِيۡنَكَ فِيۡ مَعۡرُوۡفٍ

اور نہ نیک کاموں میں تمہاری نافرمانی کریں گی

فَبَايِعۡهُنَّ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُنَّ اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۲﴾

تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے لئے اللہ سے بخشش مانگو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

يٰأَيُّهَا الَّذِيۡنَ آمَنُوۡا لَا تَتَوَلَّوۡا قَوۡمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ

مومنو! ان لوگوں سے جن پر اللہ غصے ہوا ہے دوستی نہ کرو (کیونکہ) جس طرح کافروں کو مُردوں (کے جی اٹھنے) کی امید

قَدۡ يَئِسُوۡا مِنَ الۡآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الۡكُفَّارُ مِنۡ أَصۡحَابِ الۡقُبُوۡرِ ﴿۱۳﴾

نہیں اسی طرح ان لوگوں کو بھی آخرت (کے آنے) کی امید نہیں۔

سورة الصف (مدنية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

سَبَّـحَ لِـلّٰـهِ مَا فِی السَّمَاوَاتِ وَمَا فِی الۡأَرۡضِ وَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۱﴾

جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے سب اللہ کی تنزیہ بیان کرتی ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے

یَـــا أَیُّهَـــا الَّـــذِیۡـــنَ آمَـــنُـــوۡا لِـــمَ تَـــقُـــوۡلُـــوۡنَ مَـــا لَا تَـفۡـعَـلُـوۡنَ ﴿۲﴾

مومنو! تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جو کیا نہیں کرتے؟

کَبُـــرَ مَــقۡتًـــا عِـــنۡـــدَ الـــلّٰـــهِ أَنۡ تَـقُـــوۡلُـــوۡا مَـــا لَا تَـفۡـعَـلُـوۡنَ ﴿۳﴾

اللہ اس بات سے سخت بیزار ہے کہ ایسی بات کہو جو کرتے نہیں۔

إِنَّ الـلّٰـهَ یُحِبُّ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِهٖ صَفًّا کَأَنَّهُمۡ بُنۡیَانٌ مَّرۡصُوۡصٌ ﴿۴﴾

جولوگ اللہ کی راہ میں (ایسے طور پر) پرے جما کر لڑتے ہیں کہ گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں وہ بیشک محبوبِ رحمٰن ہیں

وَإِذۡ قَـــالَ مُـــوۡسٰـی لِـقَـوۡمِـــهٖ یَـا قَـوۡمِ لِـمَ تُـؤۡذُوۡنَـنِـیۡ وَقَـد تَّـعۡـلَـمُـوۡنَ

اور وہ وقت یاد کرنے کے لائق ہے جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے قوم! تم مجھے کیوں ایذا دیتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو

أَنِّـــیۡ رَسُـــوۡلُ الـــلّٰـــهِ إِلَیۡـــکُـمۡ فَـلَـمَّـــا زَاغُـوۡا أَزَاغَ الـلّٰـــهُ قُـلُـوۡبَهُـمۡ

کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں تو جب ان لوگوں نے کجروی کی اللہ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے

وَالـلّٰـــهُ لَا یَهۡـدِی الۡـقَـوۡمَ الۡـفَـاسِقِیۡنَ ﴿۵﴾ وَإِذۡ قَـــالَ عِیۡسَـی ابۡـنُ مَرۡیَمَ

اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا

يَا بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ
کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں (اور) جو (کتاب) مجھ سے پہلے آ چکی ہے (یعنی) تورات
وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَأْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ
اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا ان کی بشارت سناتا ہوں (پھر)
قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٦﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ
جب وہ ان لوگوں کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ اور اس سے ظالم کون کہ بلایا تو جائے اسلام کی طرف
وَهُوَ يُدْعٰى إِلَى الْإِسْلَامِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ ﴿٧﴾
اور وہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا
يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِؤُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ ﴿٨﴾
یہ چاہتے ہیں کہ اللہ (کے چراغ) کی روشنی کو منہ سے بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا خواہ کافر ناخوش ہی ہوں
هُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ
وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اسے اور سب دینوں پر غالب کرے
وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿٩﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ
خواہ مشرکوں کو برا ہی لگے۔ مومنو! میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں
تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ ﴿١٠﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَتُجَاهِدُوْنَ
جو تمہیں عذابِ الیم سے مخلصی دے؟ (وہ یہ کہ) اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١١﴾
سے جہاد کرو اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو باغہائے جنت میں جن میں نہریں بہہ رہی ہیں اور پاکیزہ مکانات میں جو بہشت ہائے

وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۱۲﴾

جاودانی میں (تیار) ہیں داخل کرے گا یہ بڑی کامیابی ہے

وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا نَصْرٌ مِنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۳﴾

اور ایک اور چیز جس کو تم بہت چاہتے ہو اللہ کی طرف سے مدد (نصیب ہوگی) اور فتح قریب اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ

مومنو! اللہ کے (دین) مددگار بن جاؤ جیسے عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا

لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ

کہ (بھلا) کون ہیں جو اللہ کی طرف (بلانے میں) میرے مددگار ہوں حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے (دین) مددگار ہیں

فَآمَنَتْ طَائِفَةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَتْ طَائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ

تو بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ تو ایمان لے آیا اور ایک گروہ کافر رہا آخر کار ہم نے

آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ﴿۱۴﴾

ایمان لانے والوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد دی اور وہ غالب ہو گئے۔

سورة الجمعة (مدنية)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمَاوَاتِ وَمَا فِی الْأَرْضِ الْمَلِکِ الْقُدُّوسِ الْعَزِیْزِ

جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح کرتی ہے جو بادشاہ حقیقی پاک ذات زبردست

الْحَکِیْمِ ﴿۱﴾ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْأُمِّیِّیْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ آیَاتِهٖ

حکمت والا ہے۔ وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے پیغمبر بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے

وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَإِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ

اور ان کو پاک کرتے اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے

﴿۲﴾ وَآخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ﴿۳﴾

اوران میں سے اورلوگوں کی طرف بھی (ان کو بھیجا ہے) جوابھی ان (مسلمانوں سے) نہیں ملے اوروہ غالب حکمت والا ہے[1]

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۴﴾

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ

جن لوگوں (کے سر) پر تورات لدوائی گئی پھر انہوں نے اس (کے بارِ تعمیل) کو نہ اٹھایا ان کی مثال گدھے کی سی ہے

یَحْمِلُ أَسْفَارًا ط بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِآیَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی

جس پر بڑی بڑی کتابیں لدی ہوئی ہوں جولوگ اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں ان کی مثال بُری ہے اوراللہ ظالم لوگوں کو

الْقَوْمَ الظَّالِمِیْنَ ﴿۵﴾ قُلْ یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّکُمْ أَوْلِیَاءُ لِلّٰهِ

ہدایت نہیں دیتا۔ کہہ دو کہ اے یہود! اگر تم کو یہ دعویٰ ہو کہ تم ہی اللہ کے دوست ہو

---

[1] عن ابی اهریرة قال کناجلوساعند النبی ﷺ اذنزلت سورة الجمعة، فلمانزلت "وَآخَرِیْنَ

مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ " قالوا من هؤلاء يارسول الله؟قال وفينا سلمان الفارسی قال فوضع النبیﷺ يده علی سلمان ثم قال لو كان الايمان عند الثريا لناله رجال من هؤلاء.متفق عليه.(خ:۴۸۹۷م:۲۵۴۶)

ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبیﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک سورۂ جمعہ نازل ہوئی اور جب یہ آیت آئی تو صحابہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ وہ کون لوگ ہیں جو ابھی آ کر نہیں ملے ہیں؟ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ اس وقت ہمارے درمیان سلمان فارسیؓ بھی تھے، نبی کریمﷺ نے صحابہ کا یہ سوال سنکر اپنا ہاتھ سلمانؓ پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی ہوتا تو بلا شبہ ان لوگوں میں کتنے ہی اس کو پا لیتے اور حاصل کرتے۔

اس آیت میں امی یعنی ناخواندہ لوگوں سے مراد اہل عرب ہیں، اور اشارہ صحابہ کرام کی طرف ہے جنہوں نے گمراہی و جہالت کا راستہ چھوڑ کر نبی آخر الزمان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا، ''آخرین'' دوسرے لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو نزول قران کے وقت موجود نہیں تھے بلکہ بعد کے زمانہ میں یعنی صحابہ کے وقت اسلام لانے والوں میں شامل ہوئے، گویا تابعین کی طرف اشارہ ہے اور تابعین بھی خاص طور پر وہ جن کا تعلق غیر عرب یعنی عجم سے ہے، چنانچہ تابعین کی اکثر تعداد عجمیوں ہی پر مشتمل ہے جیسا کہ چند کو چھوڑ کر باقی سب صحابہ عرب سے ہیں بہرحال نبیﷺ نے اس حدیث میں گویا سلمانؓ کی تعریف کی جو غیر عرب یعنی عجمی ہیں اور ان کی نسبت سے واضح فرمایا کہ آیت میں ''آخرین'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس وقت تو دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہیں یا تو اس وجہ سے کہ وہ ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے ہیں، اور یا اس وجہ سے کہ ان تک ابھی دعوت اسلام نہیں پہنچی ہے، لیکن بعد میں وہ تمہارے پاس آئیں گے، دائرہ اسلام میں داخل ہونگے اور ان میں سے اکثر عجمی ہونگے وہ لوگ دین اور علم کے ایسا جو یا ہوں گے کہ اگر دین وایمان اور علم کا سرمایہ ثریا کی بلندی پر پہنچ جائے تو وہ اس کو وہاں سے بھی حاصل کریں گے۔

چنانچہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان تابعین نے جس جستجو ومحنت سے دین وایمان حاصل کیا اور علم واجتہاد کے میدان میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ صحابہ کے بعد صرف انہی کا وصف ہے۔

مِـنْ دُوْنِ الـنَّـاسِ فَتَـمَـنَّـوُا الْـمَـوْتَ إِنْ كُـنْتُـمْ صَـادِقِيْـنَ ﴿٦﴾
اور اَور لوگ نہیں تو اگر تم سچے ہو تو (ذرا) موت کی آرزو تو کرو۔
وَلَا يَتَـمَـنَّـوْنَـهُ أَبَـدًا بِـمَـا قَـدَّمَـتْ أَيْـدِيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظَّالِمِيْنَ ﴿٧﴾
اور یہ ان (اعمال) کے سبب جو کر چکے ہیں ہرگز اس کی آرزو نہیں کریں گے اور اللہ ظالموں سے خوب واقف ہے۔
قُلْ إِنَّ الْـمَـوْتَ الَّـذِىْ تَـفِـرُّوْنَ مِـنْـهُ فَـإِنَّـهُ مُلَاقِيْـكُـمْ ثُمَّ تُـرَدُّوْنَ
کہہ دو کہ موت جس سے تم گریز کرتے ہو وہ تو تمہارے سامنے آ کر رہے گی پھر تم پوشیدہ
إِلٰى عَـالِـمِ الْـغَيْـبِ وَالشَّهَـادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٨﴾
اور ظاہر کے جاننے والے (اللہ) کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر جو کچھ تم کرتے رہے ہو وہ سب تمہیں بتائے گا۔
يَـا أَيُّهَـا الَّـذِيْـنَ آمَـنُـوْا إِذَا نُوْدِىَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى
مومنو! جب جمعے کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد (خطبہ) کے لئے جلدی کرو
ذِكْـرِ الـلّٰـهِ وَذَرُوا الْبَيْـعَ ذٰلِـكُـمْ خَيْـرٌ لَّـكُـمْ إِنْ كُـنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٩﴾
اور (خرید و) فروخت ترک کر دو اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔
فَـإِذَا قُـضِيَـتِ الـصَّـلَاةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ
پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اور اللہ کا فضل تلاش کرو
وَاذْكُـرُوا الـلّٰـهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٠﴾ وَإِذَا رَأَوْا تِـجَارَةً أَوْ لَهْوًا
اور اللہ کو بہت بہت یاد کرتے رہو تاکہ نجات پاؤ۔ اور جب یہ لوگ سودا بکتا یا تماشا ہوتا دیکھتے ہیں
انْـفَـضُّـوْا إِلَيْهَـا وَتَـرَكُـوْكَ قَـائِـمًـا قُلْ مَـا عِـنْـدَ الـلّٰـهِ
تو ادھر بھاگ جاتے ہیں اور تمہیں (کھڑے کا) کھڑا چھوڑ جاتے ہیں کہہ دو کہ جو چیز اللہ کے ہاں ہے

خَيْــرٌ مِّـنَ الـلَّهْـوِ وَمِـنَ التِّـــــجَـارَةِ وَاللّٰـهُ خَيْـرُ الـرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱﴾

وہ تماشے اور سودے سے کہیں بہتر ہے اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔[2]

---

[2] نماز جمعہ ہر مسلمان پر فرض ہے

ان نصوص کے عموم سے جو اس کے بارے میں وارد ہوئے ہیں۔سب سے پہلے قرآن کریم کی یہ آیت. اس کی تفسیر میں مفسر قرطبی فرماتے ہیں:خـاطـب الـلـه المؤمنين بالجمعةدون الكافرين تشريفالهم وتكريما فقال يـاايهـاالـذيـن الاية.ثـم خـصــه بـالـنـداء وان كـان قـد دخـل فـى عموم قولـه تعالىٰ واذاناديتم الىٰ الصلاة(الاية)ليدل علىٰ وجوبه وتاكيد فرضه .

وقـال ابـوبـكـر ابـن الـمـنـذر! أوجـب الله علىٰ الخلق اتباع كتابه وسنن نبيه ﷺقال الله عــزوجــل﴿ أطيـعــوا الـلــه واطيعـوا الـرسـول واولـى الامـر مـنـكـم فـأن تـنـازعتـم فـى شـىء﴾ الاية(الـنسـآء ۵۹)وقـال الـله عزوجل﴿ ياايهاالذين آمنوااذانودى للصلوٰة من يوم الجمعةفاسعوا الىٰ ذكـرالله﴾(الـجمعة ۹).فاتباع ظاهر كتاب الله عزوجل يجب، ولا يجوز أن يستثنىٰ من ظاهر الكتاب جـمـاعة دون عـددجماعةبغير حجة. ولو كان لله فى عدددون عددمرادلبين ذالک فى كتابه اوعلىٰ لسـان نبيـهﷺ، فـلـمـاعـم ولم يخص كانت الجمعةعلىٰ كل جماعةفى داراقامةعلىٰ ظاهر الكتاب ،وليـس لأحـدمـع عموم الكتاب أن يخرج قومامن جملته بغير حجة يفزع اليها،وهذايلزم من مذهبه القول بعموم الكتاب وان لايحال ظاهرمنه الى باطن ولاعام الى خاص الابكتاب اوسنةاواتفاق، وقد اختـلف الـروايـات فـى هـذا الباب عن عمر بن عبدالعزيزوقد ذكرناها،ولولم تختلف الروايات عنه مـاوجـب الأستثـنـاء مـن ظاهرالكتاب بقوله، وليس لاحتجاج من احتج بقصةاسعد فى أن لاتجزىء جـمـعة بـأقل من اربعين حجة، اذليس فى شىء من الاخبار أن رسول اللهﷺأمرهم اذاكان عددهم كـذاأن يـصـلـوا، اوأن نقصوامن ذالک العددلم يصلوا،انماكتب أن يصلى بمن معه، ولوورد كتاب الـنبـىﷺوعـددهـم أقـل مـن اربعين فترک أن يصلى بهم لكان تاركالما أمره به، ودفع بعض اهل

العلم قول من زعم أن الجمعة انماتصلیٰ فی مصر او مدینةتکون فیهاقاضی ینفذالأحکام ویقیم الحدود، بأن بعض أصحابه قد صلیٰ بالمدینةالجمعةولیس فیهامنبر ولاقاضی ولاکانت الحدودتقام بهافی ذالک الوقت. الاوسط لابن المنذر ۴/ ۲۹، ۳۰.

اللہ تعالی نے مومنین ہی کوشرافت اورکرامت کی وجہ سے ان کو جمعہ کے نماز کے لئے مخاطب کیا ہے کہ: اے مومنو،الخ،اگر چہ یہ عام خطاب میں داخل تھے جیسے کہ اللہ تعالی کا یہ قول اذانـادیتـم الـی الـصلوۃ، الایة، تا کہ یہ خطاب جمعہ کی فرضیت پر دلالت کرے۔ابوبکرؒ بن منذر نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے مخلوق پر اپنی اور نبی کی تابعداری فرض کی ہے جیسے کہ فرمایا ہے:اطیعوا اللہ والرسول الایة، اوراسی طرح اس قول میں کہ اے مومنو!جب تمہیں جمعہ کے نماز کا اذان ہوجائے ،تو ظاہرا کتاب اللہ کی تابعداری واجب ہے۔اوراس سے بغیر کسی دلیل کے جماعت دون جماعت کا استثنی جائز نہیں۔اوراگر اللہ تعالی کا کسی عدد یا دون عدد مراد ہوتا تو نبی کے زبان سے اپنی کتاب میں بیان کردیتا،تب جبکہ خطاب عام فرمایا ہے تو ظاہر کتاب اللہ کی وجہ سے جمعہ ہر ایک جماعت پر فرض ہے۔بغیر حجت کے کسی کو جائز نہیں کہ کتاب اللہ کے عموم سے ایک قوم کو خارج کرے۔اوراس باب میں عمر بن عبدالعزیز سے مختلف روایات ہیں جسے ہم نے پہلے بیان کیا،اوراگر یہ نہ ہوتے تو تب بھی کتاب اللہ سے استثناء کی کوئی ضرورت نہیں۔اور جو حدیث ہے تو ان کے لئے اس میں کوئی دلیل نہیں۔اس لئے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ سے عدد معین کا کوئی ثبوت نہیں۔کہ اتنے عدد کی موجودگی میں جمعہ ہوسکتا ہے اور کم سے نہیں،اس میں صرف یہی ہے کہ اپنے ساتھیوں سمیت نماز جمعہ ادا کیا۔بالفرض اگر ان کا عدد چالیس سے کم ہونے کی صورت میں جمعہ نہ پڑھتے تو تارک سنت ہوتے ،ان کے اس اعتراض سے کہ جمعہ ایسے شہر میں ادا ہوسکتی ہے کہ جہاں قاضی ہواور احکام حدود وغیرہ نافذ کرتا ہو،تو اس کا علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ جب مدینہ منورہ میں جب نماز جمعہ کا اہتمام ہوا تو نہ قاضی تھا اور نہ امیر اور نہ ہی احکام حدود کا نفاذ ہوا تھا۔

احادیث اس باب میں زیادہ ھیں اور اکثر عام ھیں

جس کا ذکر ذیل میں بطوراختصار کرتے ہیں:

(۱) عن حفصةؓ عن النبیﷺ قال علیٰ کل محتلم رواح، وعلیٰ کل من راح الی الجمعة الغسل.(رواہ ابو داؤدمع المنهل ۴/ ۲۰۲.والنسائی فی سننه الکبری. ۲/ ۲۶۰،ابن حبان. ۴/ ۲۲ . اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں فرمایا ہے۔ وقال ابو حاتم فی هذاالخبرأن اتیان الجمعة

فرض علیٰ کل محتلم الخ. ابن خزیمة. رقم ۱۷۲۱ ؛ ۱۷۲۱ ؛ابن الجارود فی المنتقیٰ ص. ۲۸۷ ؛طحاوی شرح معانی الاثار ۱/۱۱۶ ؛طبرانی فی الکبریٰ. ۱۹۵/۲۳ ؛بیھقی فی سنن الکبریٰ. ۱۷۲/۳، ۱۸۷ . حفصہؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ہر بالغ کے لئے سویرے مسجد جانا لازم ہے بروز جمعہ، اور ہر اُس شخص پر غسل لازم ہے جو جمعہ کے لئے جاتا ہے، ابوحاتم فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر بالغ پر جمعہ کے لئے جانا لازم ہے۔

(۲) عن ابن عمروابن عباس رضی الله عنهما انهماسمعارسول الله ﷺ یقول علیٰ اعواد منبره، لینتهن اقوام عن ودعهم الجمعات اولیختمن اللّٰہ علیٰ قلوبهم ثم لیکونن من الغافلین .سنن الکبریٰ. ۲۶۰/۲ ؛مسند احمد. ۳۷/۴؛ ۱۴۲ ؛وابن خزیمة رقم ۱۸۵۵ .؛البغوی رقم ۱۰۵۴ .وابن ابی شیبة. ۱۵۴/۲ ،ومسلم مع النووی .۴۱۷/۳ ؛ ۱۶۵ ،ابن ماجة. رقم ۷۹۴وابن حبان .۲۵/۷ .وطیالسی رقم ۲۷۳۵، ومشکل الاثار رقم ۳۱۸۳.

عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ان دونوں نے نبی کریم ﷺ سے منبر پر فرماتے ہوئےسنا: کہ بعض لوگ جمعہ کو ترک کرنے سے باز آجائے ورنہ اللہ تعالی ان کے دلوں پر مہر ثبت کرے گا۔اوروہ غافلین میں سے شمار ہوں گے۔

(۳)عن ابی الجعد الضمری وکانت له صحبة عن النبی ﷺ قال من ترک ثلاثةجمع تهاونا بها طبع اللـه علیٰ قلبه .السنن الکبریٰ ۲۶۹/۲ .ومسند احمد. ۲۵۵/۲۴؛ ابوداؤد. ۳۹۶/۱ .وابن حبان۲۶/۷ .وابن خزیمة رقم ۱۸۵۸ ؛الحاکم . ۲۸۰/۱ ؛وابن ابی شیبة۱۵۴/۲ ؛ الترمذی رقم ۵۰۰ ؛ابن ماجة رقم ۱۱۲۵ . ابوجعدؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص تین جمعے چھوڑ دے گا، سستی سے تو اللہ تعالی اس کے دل پر مہر ثبت کردے گا۔

(۴) ... عن جابربن عبداللہؓ أن رسول اللہ ﷺ قال من ترک الجمعة ثلاثامن غیر ضرورة طبع اللـه علیٰ قلبه .مشکل الاثار للطحاوی رقم ۳۱۸۳؛ ۳۱۸۴ ؛وابن ماجة. رقم ۱۱۲۶ ؛ابن خزیمة رقم ۱۸۵۶ .؛وطبرانی فی الاوسط .۲۸۵ .؛مستدرک . ۲۹۲/۱ .؛بیهقی .۲۴۷/۳ .؛ابو یعلیٰ.رقم ۲۱۹۸ . جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جس نے تین جمعے بغیر عذر کے

چھوڑ دیئے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر ثبت کر دے گا۔

(۵)...أن ابا سعيد الخدری حدثه أنه سمع رسول الله ﷺ يقول خمس من عملهن فی يوم كتبه الله من اهل الجنة، من عاد مريضا، وشهد جنازة، وصام يوما ،وراح يوم الجمعة، وأعتق رقبة .ابو يعلىٰ .رقم ۱۰۴۴ . ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دن میں پانچ کام کئے، تو اللہ تعالیٰ ان کو جنت والوں میں سے لکھے گا۔ جس نے کسی مریض کی عیادت کی، اور جنازہ کو حاضر ہوا، اور ایک دن روزہ رکھا، اور نماز جمعہ کو پڑھنے گیا، اور غلام آزاد کیا۔

(۶).عن سمرة بن جندبؓ أن رسول الله ﷺ قال من فاتته الجمعة فليتصدق بدينار ،فأن لم يجد فبنصف دينار .ابو داؤد رقم ۱۰۵۳ ؛ابن ماجة رقم ۱۱۲۸ ؛ومشكل الاثار للطحاوی رقم ۲۷۸۸ ؛ ۲۷۸۹ . سمرۃ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بغیر کسی عذر کے جمعہ ترک کرے تو ایک دینار صدقہ دے۔ اگر دینار نہ ہو تو نصف دینار صدقہ دے۔

(۷) ...عن ابن عباسؓ قال أن اول جمعة جمعت فی الاسلام بعد جمعة جمعت فی مسجد رسول الله ﷺ بالمدينة لجمعة جمعت بجواثا،قرية من قرى البحرين، قال عثمانؓ قرية من قرى عبد القيس .البخاری مع الفتح .۳۶/۳ ،وابی داؤد مع المنهل ۲۱۵/۶ ؛وقال فی معجم البلدان جواثا بالضم وبين الألفين ثاء مثلثة يمد ويقصر وهو علم مرتجل حصن لعبدالقيس بالبحرين فتحه العلاء الحضرمی فی ايام ابی بكر الصديقؓ عنوة سنہ ۱۲ھ ، ۱۷۴/۲ . ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ پہلا جمعہ جو پڑھایا گیا اسلام میں اس جمعہ کے بعد جو مسجد نبوی میں پڑھایا گیا وہ جمعہ ہے جو جواثا میں پڑھایا گیا، جواثا بحرین کے گاؤں میں سے ایک گاؤں ہے، عثمان نے کہا وہ عبدالقیس کے گاؤں میں سے ہے۔

(۸)..عن ابی هريرةؓ قال أن اول جمعةجمعت بعد جمعة جمعت مع رسول الله ﷺ بمكة جمعت بجوا ثا بالبحرين قرية لعبد القيس. سنن كبرىٰ للنسائی ۲۵۸/۲ . ابوہریرہؓ سے روایت ہے پہلا جمعہ جس کا مکہ کے بعد اہتمام کیا گیا وہ جواثا مقام میں تھا جو کہ بحرین میں واقع تھا۔

(۹)...عن جابرؓ أن رسول الله ﷺ قال من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فعليه الجمعة يوم الجمعةالا مريض او مسافر اوامرأة اوصبی اومملوک، فمن استغنى بلهواوتجارة استغنى الله عنه، والله غنی

حمید .سنن دار قطنی . ۲/۷ ۱۰ .واخرجه ابن عدی فی الکامل . ۴۳۲/۶؛۴۳۳.والبیھقی فی الکبری ۱۸۴/۳ ؛شعب الایمان . ۲۷۹/۶.رقم ۳۰۱۳. جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ لازم ہے، سوائے مریض، غلام، مسافر، زنانہ اور نابالغ ان پر لازم نہیں۔ اور جو کوئی جمعہ سے لھولعب یا تجارت میں مشغول ہوا تو اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ بے حاجت اور تعریف کیا ہوا ذات ہے۔

(۱۰)عن طارق بن شھابؓ عن النبی ﷺقال الجمعة واجبة فی جماعة الاعلیٰ اربعة، عبد مملوک او صبی او مریض اوأمرأة.سنن دار قطنی . ۱۰۸/۲ .وعند البخاری فی التاریخ ۳۳۵/۲؛الطبرانی فی المعجم الکبیر ۵۱/۲، والبیھقی فی الکبری ۱۸۳/۳ ؛ابن ابی حاتم ۲۱۲/۱ . طارق بن شھاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ ہر مسلمان پر جماعت سے فرض ہے مگر چار پر، ایک غلام پر دوسرے عورت پر تیسرے لڑکے پر چوتھے بیمار پر۔

(۱۱)...وعن ام عبد الله الدوسیه قالت قال رسول الله ﷺالجمعة واجبة علیٰ کل قریة فیھا امام وإن لم یکونوا الا اربعة .دار قطنی ۱۱۸/۲ ؛وابن عدی ۴۸۲/۲؛البیھقی ۱۷۹/۳ . ام عبداللہ الدوسیہؓ سے روایت ہے کہ رسول للہ ﷺ نے فرمایا ہے جمعہ ہر اس گاؤں والوں پر لازم ہے۔ جبکہ اس میں امام ہو اگر چہ وہ چار آدمی کیوں نہ ہو۔

(۱۲).عن عبدالله بن کعب بن مالکؓ وکان قائد ابیه بعد ماذھب بصرہ عن ابیه کعب بن مالکؓ أنه کان اذاسمع النداء یوم الجمعة ترحم لأسعد بن زرارةؓ فقلت له اذاسمعت النداء ترحمت لأسعد بن زرارة؟ قال لأنه اول من جمع بنا فی ھزم النبیت من حرةبنی بیاضة فی نقیع یقال له نقیع الخضمات ، قلت کم انتم یومئذ؟قال اربعون .دار قطنی ۱۱۴/۲ ؛ابو داؤد. ۲۸۰/۱ ؛البیھقی فی سننه ۱۷۷/۳ ؛ ابن ماجة . ۳۴۳/۱؛ابن حبان فی صحیحه . ۱۵/۴۷۷. عبدالرحمن بن کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ کعب بن مالکؓ جب جمعہ کے دن آذان سنتے تو اسعد بن زرارۃ کے واسطے دعا مانگتے، عبدالرحمن نے کہا کیا وجہ ہے جب تم آذان سنتے ہو تو اسعد بن زرارۃؓ کے واسطے دعا مانگتے ہو؟ انہوں نے کہا اس واسطے کہ پہلے جمعہ جو انہوں نے قائم کیا ہزم النبیت میں (ایک موضع ہے بنی بیاضہ کی زمینوں میں سے) ایک جگہ میں جس کا نام نقیع الخضمات ہے تھا،

میں نے پوچھا اس دن تم کتنے آدمی تھے؟ انہوں نے کہا چالیس۔

(۱۳)..أن صالح بن سعد المکی کان مع عمر بن عبد العزیز وھو متبدّی بالسوید اء، وھو فی امارته علیٰ الحجاز ، قال فحضرت الجمعة فھیؤا له مجلسامن البطحاء ثم أذن المؤذن للصلوٰة، فخرج الیھم فجلس علیٰ ذالک المجلس ، ثم أذنوا أذاناآخر، ثم خطبھم ثم أقیمت الصلاة فصلیٰ بھم رکعتین، وأعلن فیھا بالقرأة، ثم قال لھم حین فرغ من صلاته ان الامام یجمع حیث کان ..عبد الرزاق ۳/ ۱۶۱ . صالح بن سعد، عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ سویدآء مقام کو نکلے تھے، صالح کہتے ہیں جمعہ کا دن تھا تو لوگوں نے عمر بن عبدالعزیز کیلئے پتھریلی زمین پر نماز کے لئے جگہ (منبر) تیار کیا تو پھر مؤذن نے نماز کے لئے آذان دیا، تو عمر بن عبدالعزیز نکل کر اس جگہ پر بیٹھ گئے پھر دوسرا آذان ہوا تو انہوں نے خطبہ پڑھ کر دو رکعت نماز ادا کیا، جو کہ اس نماز میں جہر فرمایا، نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ امام جدھر بھی ہو جمعہ ادا کرے گا۔

(۱۴)..قال الزھریؒ أن مسلمة بن عبد الملک کتب الیه أنی فی قریة فیھااموال کثیر واھل وناس أفأجمع بھم، ولست بأمیر فکتب الیه أن مصعب بن عمیرؓ استأذن رسول الله ﷺ بأن یجمع بأھل المدینة، فأذن لھم فجمع وھم یومئذ قلیل ..عبد الرزاق .۳/ ۱۶۱ . زہری نے فرمایا ہے کہ مسلم بن عبدالملک نے ان کو خط لکھا کہ میں ایک ایسے گاؤں میں ہوں جس میں اموال اور اھل اور بہت سے لوگ ہیں، آیا میں ان کے لئے جمعہ ادا کیا کروں؟ حالانکہ میں ان پر حاکم نہیں ہوں، تو زہری نے ان کو لکھا کہ مصعب بن عمیرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے مدینہ والوں کے لئے جمعہ ادا کرنے کی اجازت طلب کی تو نبی ﷺ نے اجازت دے دی تو انہوں نے جمعہ ادا کیا حالانکہ اس وقت وہ کم لوگ تھے۔

(۱۵)..قال ابن جریج بلغنی أن رسول الله ﷺ جمع باصحابه رضوان الله علیھم اجمعین فی سفر، وخطبھم متوکاعلیٰ قوس ..عبدالرزاق..۳/ ۱۵۹ . ابن جریج نے کہا ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو سفر میں جمعہ پڑھایا، اور قوس کو پکڑے ہوے خطبہ فرمایا۔

(۱۶) .قال محمدبن مسلم سمعت عمرودیناریقول اذاکان المسجد یجمع فیه صلاة فلتصل فیه الجمعة .عبدالرزاق..۳/ ۱۷۰ محمد بن مسلم فرماتا ہے کہ میں نے عمرو بن دینار سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کسی مسجد میں باجماعت نماز ادا ہوتی ہو تو اس میں جمعہ کا اہتمام بھی کیا جائے۔

(۱۷) .عن نافع قال كان ابن عمرؓ يرىٰ أهل المياه بين مكة والمدينةيجمعون فلايعيب عليهم .عبد الرزاق .۳/۱۷۰ ؛الاوسط ۲۶/۴ ؛فتح البارى ۲۸۰/۲ . نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ ان لوگوں کو جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان پانی (حوض) کے کنارے ٹھرے ہوئے جمعہ ادا کرتے دیکھتے، اور وہ ان پر رد نہ کرتے۔

(۱۸) .قال ابو حازم مولى لآل الزبير قال رسول الله ﷺ الجمعة واجبةعلىٰ كل حالم الااربعة الصبى والعبد والمرأة والمريض :ابن ابى شيبة .۱۰۹/۲ ؛البيهقى ۱۸۴/۳ . ابوحازم نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر بالغ پر جمعہ فرض ہے مگر چار آدمیوں پر، نابالغ لڑکے، غلام، عورت، اور بیمار پر فرض نہیں۔

(۱۹). عن محمد بن كعب القرظى أنه سمع رجلا من بنى وائل قال قال رسول الله ﷺ من كان يؤمن بالله واليوم الأخرفعليه الجمعة يوم الجمعة الا علىٰ امرأة اوصبى اومملوك اومريض .ابن ابى شيبة .۱۰۹/۲ .والسنن الكبرىٰ۱۷۳/۳ ؛معرفة السنن .۴۶۰/۲ ؛معالم التنزيل. ۸۶/۵ ؛كتاب الام. ۱۸۹/۱ . محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے کہ انہوں نے بنو وائل قبیلہ کی ایک آدمی سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالی اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تو ان پر جمعہ لازم ہے لیکن عورت، نابالغ، غلام اور مریض پر لازم نہیں۔

(۲۰) .عن ابى هريرةؓ أنهم كتبوا الىٰ عمرؓ يسألونه عن الجمعة فكتب أن جمعواحيث كنتم ..ابن ابى شيبة؛ ۱۰۱/۲ ؛ الاسط. ۳۲/۴ .وصححه ابن خزيمة . ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے عمرؓ کو خط لکھا جو کہ جمعہ کے بارے میں تھا؟ عمرؓ نے جواب میں لکھا کہ جمعہ ادا کیا کرو جہاں بھی ہوں۔

(۲۱) عن جعفربن برقان قال كتب عمر بن عبد العزيز الىٰ عدى بن عدى ايما أهل قرى ليسوابأهل عمود ينتقلون فأمّرعليهم أميرايجمع بهم .ابن ابى شيبة ۱۰۲/۲ ؛البيهقى ۱۷۹/۳ . جعفر بن برقانؒ نے فرمایا ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے عدی بن عدیؒ کو خط لکھا کہ جن گاؤں والے جو کہ گھروں والے نہ ہو تو ان پر امیر مقرر کرے کہ ان کو جمعہ ادا کرے۔

(۲۲)..عن عطاءؒ قال اذاكانت قرية لازقةبعضها ببعض جمعوا .ابن ابى شيبة. ۱۰۲/۲ ؛البيهقى ۱۷۸/۳ . عطاءؒ نے فرمایا ہے کہ جب گاؤں کی آبادی ایک دوسرے سے لگی ہوئی ہوں تو وہ جمعہ ادا کیا کریں۔

(٢٣)عن مالک قال کان اصحاب محمد ﷺفی هذه المیاه بین مکة و المدینة یجمعون. ابن ابی شیبة. . ٢/ ١٠٢ . امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ نبی ﷺ کے صحابہ کرامؓ مکہ اور مدینہ کے درمیان پانی (حوض) کے کنارے رہتے تو جمعہ ادا کرتے۔

(٢٤). . کتب عمرؓ أیما قریة اجتمع فیها خمسون رجلا فلیؤمهم رجل منهم ولیخطب علیهم ولیصل بهم الجمعة. الاوسط. ٤/ ٢٨.؛البیهقی ٣/ ١٧٨ ؛والمعرفة. ٢/ ٤٦٦؛والمدونة. ١/ ١٥٢ . عمرؓ نے لکھا تھا کہ جس گاؤں کی آبادی پچاس نفوس پر مشتمل ہوں تو ان میں سے ایک امامت کرے اور خطبہ پڑھ کر جمعہ ادا کرے۔

(٢٥). . عن جابرؓ مضت السنة أن فی کل أربعین فما فوق ذالک جمعة وفطر واضحیٰ. . کتاب المعرفة ٢/ ٤٦٨؛البیهقی. ٣/ ١٧٧ . جابرؓ سے روایت ہے کہ یہ سنت ماضیہ ہے کہ ہر چالیس یا اس سے زیادہ لوگوں پر مشتمل آبادی میں جمعہ اور عیدین ادا کرنا لازم ہے۔

(٢٦) وقال البغوی فی تفسیره: ٥/ ٨٤:اول جمعة جمعها النبی ﷺ بأصحابه لما قدم المدینةمهاجرا، نزل بقباء علیٰ بنی عمرو بن عوف وذالک یوم الاثنین لثنتی عشرة لیلة خلت من شهر ربیع الاول حین امتدالضحیٰ فأقام بقبایوم الأثنین والثلثاء والأربعاء ویوم الخمیس واسس مسجدهم ثم خرج من بین اظهرهم یوم الجمعة عامد االمدینة فأدرکته صلوٰةالجمعة فی بنی سالم بن عوف فی بطن وادلهم وقد اتخذوافی ذالک الموضع مسجدافجمع هناک وخطب . . دلائل النبوة ٢/ ٥١٢؛سیرة ابن هشام ٢/ ١٠٨ ؛معجم البلدان ٣/ ١٩ ؛ابن سعد ١/ ١١٤ ؛والطبری ٢/ ٧؛تاریخ الاسلام ١/ ٣٣٥.

امام بغویؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ پہلا جمعہ جو کہ نبی ﷺ نے اپنے اصحابؓ کو ادا فرمایا وہ یہ کہ جب نبی ﷺ نے مدینہ کو ہجرت فرمایا، تو بنی عمرو بن عوف کے ہاں قباء میں قیام فرمایا جو کہ بارہ [١٢] ربیع الاول بروز پیر چاشت کا وقت تھا تو نبی ﷺ پیر کے دن سے جمعرات تک قبا میں ٹھہرے اور یہاں مسجد کی بنیاد رکھی، پھر وہاں سے جمعہ کے دن مدینہ کو جانے کے ارادے سے روانہ ہوا، تو بنو سالم کی وادی میں جمعہ کی نماز کا وقت ہوا تو بنو سالم کی پہلے سے تعمیر شدہ مسجد میں خطبہ پڑھ کر جمعہ ادا کیا۔

(٢٧). . عن عبد الله بن عتبةؓ قال کل قریة فیها اربعون رجلافعلیهم الجمعة . بیهقی. ٣/ ١٧٨ . عبداللہ

بن عتبہؓ نے فرمایا ہے کہ ہر وہ گاؤں جو کہ چالیس نفوس پر مشتمل ہو اُن پر جمع لازم ہے۔

(۲۸)..حدثنی مولی لآل سعید بن العاص أنه سأل عبدالله بن عمرؓ عن القرىٰ اللتی بین مكةوالمدینة ماترىٰ فی الجمعة؟ قال نعم اذاكان علیهم امیرفلیجمع..بیهقی.۱۷۸/۳. مولی سعید بن العاص نے عبداللہ بن عمرؓ سے اُن لوگوں کے بارے میں پوچھا جو کہ مکہ اور مدینہ کے وسط میں واقع ہے کہ جمعہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ ہاں اگر اُن کے لئے امیر مقرر ہو تو اُن پر جمعہ لازم ہے۔

(۲۹)..عن تمیم الداریؓ عن النبی ﷺ قال الجمعة واجبة الاعلیٰ صبی اومملوک اومسافر.سنن كبریٰ للبیهقی :۱۸۴/۳. تمیم داریؓ نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہر شخص پر جمعہ لازم ہے مگر نابالغ، غلام، اور مسافر پر لازم نہیں۔

(۳۰)..عن ابن عمرؓ قال سمعت رسول اللهﷺ یقول الجمعة واجبة الاعلیٰ ماملكت ایمانكم اوذی علة.بیهقی..۱۸۴/۳. عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جمعہ ہر شخص پر لازم ہے مگر غلام اور بیمار پر لازم نہیں۔

(۳۱)..عن ابن عباسؓ قال من ترک اربع جمع متوالیات فقد نبذ الاسلام وراء ظهره .التمهید..۲۷۸/۲؛ ۲۷۹. ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جس نے پے در پے چار جمعے چھوڑ دیئے تو یقیناً انہوں نے اسلام کو پس پشت ڈال دیا۔اور ایسے ہی الفاظ ابوقتادۃ؛ جابر اور ابوھریرۃ رضی اللہ عنہم سے بھی نقل ہیں.

(۳۲)وعن مجاهدؒ قال أن رجلاسأل ابن عباسؓ شهراكل یوم یسأله ماتقول فی رجل یصوم بالنهار ویقوم اللیل ولایحضرصلاة الجمعة ولاالجماعة؟ فكل ذالک یقول له ابن عباسؓ صاحبک فی النار..التمهید. ۲۷۹/۲. مجاہد سے روایت ہے کہ ایک آدمی عبداللہ بن عباسؓ سے ایک مہینے تک روزانہ پوچھتے رہے، کہ اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے کہ وہ دن کو روزے سے ہو اور رات کو تہجد پڑھتا رہے لیکن جمعہ اور باجماعت نماز کو حاضر نہیں ہوتے؟ تو عبداللہ بن عباسؓ اُن کو بار بار کہتے رہے کہ یہ آدمی جہنمی ہے۔

(۳۳)عن ابن عمرؓ قال سمعت رسول اللهﷺ یقول كلكم راع، وزاد اللیث قال یونس كتب رزیق بن حكیم الیٰ ابن شهاب وانا معه یومئذبوادالقری هل تریٰ أن اجمع ورزیق عامل علیٰ ارض یعملهاوفیهاجماعة من السودان وغیرهم ورزیق یومئذعلیٰ ایلة فكتب ابن شهاب وانااسمع یأمره ان

یجمع. . بخاری مع الفتح. ۳/ ۳۶ . عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا ہے آپ میں سے ہر ایک ذمہ وار ہے، اورلیث نے مزید فرمایا ہے کہ یونس نے کہا ہے کہ رزیق بن حکم نے ابن شہاب کو لکھا تھا جبکہ میں وادی قریٰ میں اُن کے ساتھ موجود تھا اور رزیق ایلہ مقام پر حاکم تھے، جبکہ وہاں سوڈانیوں اور اُن کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی آباد تھے، کہ ایا آپ کی رائے ہے کہ ہم یہاں جمعہ ادا کرے؟ تو ابن شہاب نے لکھا اور میں سن رہا تھا کہ اُن کو حکم کرتے رہے کہ جمعہ ادا کیا کرو۔

(۳۴). . وعن انسؓ أنه یکون فی قصره فأحیانایجمع واحیانالایجمع وهوبالزاویةعلیٰ فرسخین من البصرة، بخاری مع الفتح . ۳/ ۴۳. انسؓ سے روایت ہے کہ وہ زاویہ مقام جو کہ بصرہ سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع اپنے گھر میں موجود تھا، تو کبھی جمعہ پڑھتے اور کبھی چھوڑتے۔ اور اس کا سند تعلیق التغلیق میں مذکور ہے.

اور یہی شرط نماز عیدین میں بھی بعض لوگ لگاتے ہیں. اور حال یہ ہے کہ بعض صحابہء کرامؓ سے منقول ہیں. کہ انہوں نے نماز عید سفر اور گاؤں میں ادا کی ہے۔ جیسا کہ تعلیق التغلیق ۲/ ۳۸۶. میں ہے کہ:

(۳۵) کان انسؓ اذافاتته صلاة العید مع الامام جمع اهله فصلیٰ بهم مثل صلاة الامام فی العید . اور بیھقی نے اس کے ساتھ بڑھایا ویذکر عن انس ابن مالکؓ أنه کان اذاکان بمنزله بزاویة فلم یشهدالعید بالبصرة جمع موالیه وولده ثم یأمر مولاه عبدالله بن ابی عتبة فیصلی بهم کصلاة اهل المصرر کعتین ویکبر بهم کتکبیرهم .سنن کبریٰ للبیهقی . ۳/ ۳۰۵.

انسؓ سے جب کبھی عید کی نماز فوت ہوتی تو اپنے گھر والے جمع کر کے اُن کو نماز پڑھاتے، اور انسؓ سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ جب وہ زاویہ مقام پر اپنے گھر میں موجود ہوتے اور بصرہ میں نماز عید کے لئے حاضر نہ ہو سکے تو اپنے غلام اور اولاد کو جمع کر کے اپنے غلام عبداللہ بن عتبہ کو حکم دیتے تو وہ اُن کو نماز عید کے دو رکعت نماز پڑھاتے۔

اور یہی روایت امام بخاریؒ نے بھی بغیر سند ''ابواب العید'' کے آخر میں ذکر کیا ہے :۱/ ۱۳۴۔ اور اسی طرح ابن ابی شیبہؒ نے ذکر کی ہے. أن انساؓ کان ربماجمع اهله وحشمه یوم العیدین فصلیٰ بهم عبد الله بن ابی عتبةؓ رکعتین .مصنف ابن ابی شیبة ۲/ ۱۸۳؛تعلیق التغلیق ۲/ ۳۸۶.

کہ انسؓ بسا اوقات عید کے دن اپنے اہل، عیال اور خدمت گاروں کو جمع کرتے تو عبداللہ بن ابی عتبہؓ اُن کے لئے دو رکعت نماز پڑھاتے۔

اوراسی طرح تعلیق التغلیق میں ابن حجر اپنی سند سے انسؓ کے ایک مولیٰ سے نقل کرتا ہے: قال کان مولیٰ لأنسؓ علیٰ رستاق من رساتیق البصرة فأمره انسؓ ان یجمع بھم الأضحیٰ والفطر .تعلیق التعلیق ۳۸۷/۲.

اوراسی طرح اس کتاب کے صفحہ ۳۸۷، پر عکرمہؓ سے بھی روایت ہے. عن عكرمةؓ أنه قال فی القوم یکونون فی السواد فی السفر فی یوم عید فطر او اضحیٰ قال یجتمعون فیصلون فیؤمھم احدھم . اوریہی روایت ابن ابی شیبہؒ کے ۱۹۱/۲، میں بھی مذکور ہے۔

اورابن ابی شیبہؒ نے عمر بن عبدالعزیزؒ سے نقل کی ہے کہ. کتب عمر بن عبد العزیزؒ الیٰ اھل القریٰ یأمرھم ان یصلوا الفطر والأضحیٰ وان یجمّعوا .مصنف ابن ابی شیبة. ۱۹۲/۲ .

اوراس احادیث کے مقابلے میں صرف ایک حدیث ہے وہ علیؓ سے مروی ہے، لیکن اس سے جواب الاوسط نے ذکر کیا ہے حدیث علیؓ اس طرح ہے. عن النبی ﷺ قال لا جمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحیٰ الا فی مصر جامع، تو اوسط والا جواب میں کہتے ہیں کہ اعمش لم یسمع من سعد .الاوسط ۳۱/۴. اورصاحب نصب الرایۃ کہتے ہیں کہ. غریب مرفوعا وانما وجدناه موقوفا علیٰ علیؓ. ۱۹۵/۳ .اوراعلاء السنن والا نے ذکر کیا ہے کہ. ولکن المرفوع لایثبته المحدثون : ۶/۸ .

بعض علماء حدیث علیؓ سے استدلال کرتے ہیں اوراتنے عام اورخاص احادیث اس پر منسوخ کرتے ہیں اورحال یہ ہے کہ یہ انکے اپنے اصولوں کے خلاف ہیں. جس طرح صاحب التحقیقات العلی نے فرمایا ہے:

والعجب ومقام التحیر من الاحناف کیف یسوغ لھم باشتراط ھذه الشروط والتقید بھذه القیود مع أن کتب اصولھم لأئمتھم الکبار مملؤة أنه لایجوز تخصیص نص القرآن ولا ا لزیادة علیه بالاخبار الاحاد ،کما فی التلویح، وانمایرد خبر الواحد فی معارضة الکتاب لأن الکتاب مقدم لکونه قطعیا متواتر النظم لاشبھة فی متنه ولا فی سنده .وجاء فیه ایضا :لایجوز تخصیص الکتاب بخبر الواحد لأن خبر الواحد دون الکتاب، لأنه ظنی والکتاب قطعی فلایجوز تخصیصه ،لأن التخصیص تفسیر وتفسیر الشیء لایکون الابما یساویه اویکون فوقه .

احناف سے تعجب، تحیر کا مقام یہ ہے کہ اُن کے لئے جمعہ کو ان شروط سے مشروط کرنا کیسے جائز ہے؟ حالانکہ ان کی کتابیں اس قاعدہ سے مملوء ہیں کہ نص قرآنی کی تخصیص اوراس پر زیادت اخبار احاد سے جائز نہیں، جیسے کہ تلویح میں ہے

۔اور خبر واحد کو کتاب اللہ کے مقابلہ میں رد کیا جاتا ہے، کیونکہ کتاب اللہ ہر چیز پر مقدم ہے،اس لئے کہ کتاب اللہ قطعی،متواتر اور بے شک وشبہ ہے، کیونکہ تخصیص تفسیر ہوتا ہے اور تفسیر نہیں ہوسکتا ہے سوائے اُس پر جو کہ اس کے برابر ہو یا اس سے مرتبہ میں زیادہ ہو۔اور اسی طرح نور الانوار میں بھی ہے۔

باقی اس باب میں علماء اور فقھاء سے بہت اقوال منقول ہیں لیکن طوالت کی وجہ سے اس پر اکتفاء کیا اور سائل نے جس گاؤں کا ذکر کیا ہے اور اسکی کیفیت ذکر کی ہے تو اس کے بارے میں اکثر علماء احناف اور فقھاء جواز کے قائل ہے جس طرح درمختار جو شامی کا متن ہے وہ لکھتے ہیں، جب ایک گاؤں اس حد تک پہنچ جائے کہ جس کے لوگوں کے لئے ایک بڑی مسجد نا کافی ہو جائے تو اس گاؤں میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہے اور مصر کی تعریف میں لکھتے ہیں:المصر وھومالایسع اکبرمساجده اھله المکلفین بھا، وعلیه اکثر الفقھاء(مجتبی)لظھور التوانی فی الاحکام ..١/٥٣٦ .اور جو حدیث یہ لوگ المعجم الاوسط: ١/١٦٢ .طبرانی سے نقل کرتے ہیں کہ:

حدثنا احمد بن محمد بن الحجاج بن رشدین بن سعدالمصری قال حدثناابراھیم بن حماد بن ابی حازم المدینی قال حدثنا مالک بن انس عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ خمسة لا جمعة علیھم، المرأة والمسافروالعبد والصبی واھل البادیة:الحدیث من الزوائد .فقد ذکره الھیثمی فی مجمع الزوائد .کتاب الصلاةباب فرض الجمعة ومن لا تجب علیه ..٢/١٧٠ .وقال رواه الطبرانی فی الاوسط وفیه ابراھیم بن حماد ضعفه الدار قطنی، قال العبد الضعیف، رحمه الله الھیثمی فالحدیث فی اسناده من ھواسوأ حالا من ابراھیم بن حماد وھو احمد بن محمد بن الحجاج بن رشدین المصری شیخ الطبرانی، فقد ترجم له الذھبی فی المیزان ١/١٣٣ :فقال فیه قال ابن عدی کذبوه وانکرت علیه اشیآء ،ثم قال الذھبی قلت فمن اباطیله روایة الطبرانی وغیره منه..معجم الاوسط : ١/١٦١؛١٦٢ ،ھٰذاماعندی والله اعلم بالصواب .

ابو ہریرۃؓ نے فرمایا ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: کہ پانچ قسم کے لوگوں پر جمعہ نہیں عورت،مسافر،غلام، نابالغ،اور وہ لوگ جو شہر سے دور ہوں۔تو امام طبرانی نے کہا کہ حدیث کے سند میں ابراہیم بن حماد ہے اور وہ ضعیف ہے اور امام ہیثمیؒ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں احمد بن محمد بن حجاج بن رشدین ہے کہ یہ ابراہیم بن حماد سے زیادہ ضعیف ہے۔

سورة المنافقون (مدنية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

إِذَا جَآءَكَ الۡمُنَافِقُوۡنَ قَالُوۡا نَشۡهَدُ إِنَّكَ لَرَسُوۡلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ

جب منافق لوگ تمہارے پاس آتے ہیں تو (ازراہِ نفاق) کہتے ہیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں

إِنَّكَ لَرَسُوۡلُهٗ وَاللّٰهُ يَشۡهَدُ إِنَّ الۡمُنَافِقِيۡنَ لَكَاذِبُوۡنَ ﴿۱﴾

کہ آپ بیشک اللہ کے پیغمبر ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ درحقیقت تم اس کے پیغمبر ہو لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں

اِتَّخَذُوۡا أَيۡمَانَهُمۡ جُنَّةً فَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ إِنَّهُمۡ

انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے اور ان کے ذریعے سے (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روک رہے ہیں کچھ شک نہیں

سَآءَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲﴾ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمۡ آمَنُوۡا ثُمَّ كَفَرُوۡا فَطُبِعَ عَلٰى

کہ جو کام یہ کرتے ہیں بُرے ہیں۔ یہ اس لئے کہ یہ (پہلے تو) ایمان لائے پھر کافر ہو گئے تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی

قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا يَفۡقَهُوۡنَ ﴿۳﴾ وَإِذَا رَأَيۡتَهُمۡ تُعۡجِبُكَ أَجۡسَامُهُمۡ

سو اب یہ سمجھتے ہی نہیں۔ اور جب تم انکو دیکھتے ہو تو ان کے جسم تمہیں (کیا ہی) اچھے معلوم ہوتے

وَإِنۡ يَّقُوۡلُوۡا تَسۡمَعۡ لِقَوۡلِهِمۡ كَأَنَّهُمۡ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ يَحۡسَبُوۡنَ كُلَّ

ہیں اور جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو تم ان کی تقریر کو توجہ سے سنتے ہو گویا لکڑیاں ہیں جو دیوار سے

صَيۡحَةٍ عَلَيۡهِمۡ هُمُ الۡعَدُوُّ فَاحۡذَرۡهُمۡ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ ﴿۴﴾

لگائی گئی ہیں ہر زور کی آواز کو سمجھیں ان پر یہ دشمن ہیں ان سے بےخوف نہ رہنا اللہ ان کو ہلاک کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ
۔۴۔ اور جب ان سے کہا جائے کہ آ ؤ رسول اللہ تمہارے لئے مغفرت مانگیں تو سر ہلا دیتے ہیں اور تم ان کو دیکھو
يَصُدُّونَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُونَ ﴿۵﴾ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ
کہ تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔ تم ان کے لئے مغفرت مانگو یا نہ مانگو
تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿۶﴾
ان کے حق میں برابر ہے اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا بیشک اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔
هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوا
یہی ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس (رہتے) ہیں ان پر (کچھ) خرچ نہ کرو یہاں تک کہ یہ (خود بخود) بھاگ جائیں
وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ﴿۷﴾
حالانکہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے ہیں لیکن منافق نہیں سمجھتے۔
يَقُولُونَ لَئِنْ رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ
کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹ کر مدینے پہنچے تو عزت والے ذلیل لوگوں کو وہاں سے نکال باہر کریں گے حالانکہ عزت اللہ کی ہے
وَلِرَسُولِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۸﴾
اور اس کے رسول کی اور مومنوں کی لیکن منافق نہیں جانتے۔
يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ
مومنو! تمہارا مال اور اولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دے
وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿۹﴾
اور جو ایسا کرے گا تو وہ لوگ خسارا اٹھانے والے ہیں۔

وَأَنْفِقُوا مِنْ مَّا رَزَقْنَاكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ

اور جو ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اس سے پیشتر خرچ کرلو کہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے تو کہنے لگے کہ

رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِيْ إِلٰى أَجَلٍ قَرِيْبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِّنَ الصَّالِحِيْنَ ﴿۱۰﴾

اے میرے پروردگار! تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور کیوں نہ دی؟ تاکہ میں خیرات کرلیتا اور نیک لوگوں میں داخل ہو جاتا

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا إِذَا جَآءَ أَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱﴾

اور جب کسی کی موت آ جاتی ہے تو اللہ اس کو ہرگز مہلت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔ [۱]

سورة التغابن (مدنية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ

جو چیز آسمانوں میں اور جو چیز زمین میں ہے (سب) اللہ کی تسبیح کرتی ہے اس کی سچی بادشاہی ہے اور اسی کی تعریف

---

[۱] ابن کثیر نے بحوالہ ابن ابی حاتم ابوالدرداءؓ سے نقل کیا ہے: **ذكرنا عند رسول الله ﷺ الزيادة في العمر فقال: ان الله لايؤخر نفسا اذا جاء اجلها، وانما الزيادة في العمران يرزق الله العبدذرية صالحة يدعون له، فيلحقه دعاؤهم في قبره. رواه الطبراني في الاوسط: ۳۳۴۹، و الكبير: ۱۷۷۲ (قطعة من المفقود)** ۔یعنی ایک مرتبہ نبی ﷺ کے سامنے صحابہ کرام نے زیادتی عمر کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: جب اجل آ جائے پھر موخر نہیں ہوتی، زیادتی عمر صرف اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو نیک اولاد دے جو اس کے مرنے کے بعد اس کے لئے دعا کرتی رہے۔

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱﴾ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ

(لامتناہی) ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر کوئی تم میں کافر ہے اور کوئی مومن

مُّؤْمِنٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۲﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ

اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھتا ہے۔ اسی نے آسمانوں اورزمین کو مبنی برحکمت پیدا کیا

وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَإِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ﴿۳﴾

اور اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور صورتیں بھی پاکیزہ بنائیں اور اسی کی طرف (تمہیں) لوٹ کر جانا ہے۔

یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَیَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ

جو کچھ آسمانوں اورزمین میں ہے وہ سب جانتا ہے اور جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو کھلم کھلا کرتے ہو اس سے بھی آگاہ ہے

وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴﴾ أَلَمْ یَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ

اور اللہ دل کے بھیدوں سے واقف ہے۔ کیا تم کو ان لوگوں کے حال کی خبر نہیں پہنچی جو پہلے کافر ہوئے تھے

فَذَاقُوْا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِیْمٌ ﴿۵﴾ ذٰلِكَ بِأَنَّهُ كَانَتْ تَّأْتِیْهِمْ

تو انہوں نے اپنے کاموں کی سزا کا مزا چکھ لیا اور (ابھی) دکھ دینے والا عذاب (اور) ہونا ہے۔ یہ اس لئے کہ ان کے پاس

رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالُوْا أَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ

پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر آتے تو یہ کہتے کہ کیا آدمی ہمارے ہادی بنتے ہیں؟ تو انہوں نے (ان کو) نہ مانا اور منہ پھیر لیا

وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ﴿۶﴾ زَعَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا أَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا

اور اللہ نے بھی استغنا کی اور اللہ بے نیاز (اور) سزاوارِ حمد ہے۔ جو لوگ کافر ہیں ان کا اعتقاد ہے کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے

قُلْ بَلٰى وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ﴿۷﴾

کہہ دو کہ ہاں میرے پروردگار کی قسم! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر جو کام تم کرتے رہے ہو وہ تمہیں بتائے جائیں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے

فَـآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۸﴾

تو اللہ پر اور اس کے رسول پر اور نور (قرآن) پر جو ہم نے نازل فرمایا ہے ایمان لاؤ اور اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے

یَوْمَ یَجْمَعُکُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِکَ یَوْمُ التَّغَابُنِ وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ

جس دن وہ تم کو اکٹھا ہونے کے دن اکٹھا کرے گا وہ نقصان اٹھانے کا دن ہے[1] اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے

وَیَعْمَلْ صَالِحًا یُّکَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَیُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ

اور نیک عمل کرے وہ اس سے اس کی بُرائیاں دُور کر دے گا اور باغہائے بہشت میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں

---

[1] یوم الجمع اوریوم التغابن دونوں قیامت کے نام ہیں،یوم الجمع ہونااس دن کا تو ظاہر ہے کہ تمام مخلوق اولین واخرین کواس روزحساب کتاب اور جزاءوسزاء کے لئے جمع کیا جائے گا۔اوریوم التغابن اس لئے کہ تغابن غبن سے مشتق ہے جس کے معنی خسارے اورنقصان کے ہیں مالی نقصان اور خسارہ کو بھی غبن کہا جاتا ہےاوررائے اورعقل کے نقصان کوبھی،امام راغب اصفہانی نے مفردات القران میں فرمایا کہ مالی خسارے کے لئے یہ لفظ بصیغہ مجہول غُبِـن فـلان فهـو مـغبـون استعمال کیا جاتا ہےاورعقل ورائے کےنقصان کے لئے باب سمع سے غبن استعمال کیا جاتا ہےلفظ تغابن اصل کے اعتبار سے دوطرفہ کام کے لئے بولا جاتا ہے کہ ایک آدمی دوسرے کواور دوسرااس کونقصان پہنچائے ، یااس کے نقصان وخسارہ کوظاہر کرے، یہاں مراد یک طرفہ اظہارغبن ہے جیسا کہ یکطرفہ استعمال بھی اس لفظ کا معروف ومشہور ہے، قیامت کو یوم تغابن کہنے کی وجہ یہ ہے کہ احادیث صحیحہ میں ہے کہ حق تعالی نے ہرانسان کے لئے اخرت میں دوگھر پیدا کئے ہیں ایک جہنم میں دوسرا جنت میں،اہل جنت کو جنت میں داخل کرنے سے پہلے ان کا وہ مقام بھی دکھلایا جائے گا جوایمان اورعمل نہ ہونے کےصورت میں اس کے لئے مقرر تھا تا کہ اس کو دیکھنے کے بعد جنت کے مقام کی اور زیادہ قدراس کے دل میں پیداہو،اوراللہ تعالی کا مزید شکر گذار ہو۔اس طرح اہل جہنم کوجہنم میں داخل کرنے سے پہلے ان کو جنت کاوہ مقام دکھلایا جائے گا جوایمان اورعمل صالح کی صورت میں ان کے لئے مقرر تھا تا کہ ان کواور زیادہ حسرت ہو۔

ان روایات میں یہ بھی ہے کہ پھر جنت میں جومقامات اہل جہنم کے تھے وہ بھی اہل جنت کومل جائیں گے،اورجہنم میں جومقامات اہل جنت کے تھے وہ بھی اہل جہنم کے حصہ میں آجائیں گے۔یہ روایات صحیحین اوردوسری کتب حدیث میں

مختلف الفاظ سے مفصل آئی ہیں، اس وقت جبکہ کفار فجار اور اشقیاء کے جنتی مقامات بھی اہل جنت کے قبضہ میں آئیں گے تو ان کو اپنے غبن اور خسارے کا احساس ہوگا کہ کیا چھوڑا اور کیا پایا۔

صحیح مسلم اور ترمذی میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے سوال کیا کہ تم جانتے ہو کہ مفلس کون شخص ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ جس شخص کے پاس مال نہ ہو اس کو مفلس سمجھتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت میں اپنے اعمال صالحہ نماز، روزہ، زکواۃ وغیرہ کا ذخیرہ لے کر آئے گا مگر اس کا حال یہ ہوگا کہ دنیا میں کسی کو گالی دی، کسی پر بہتان باندھا کسی کو مارا یا قتل کیا کسی کا مال ناحق لے لیا (تو یہ سب جمع ہونگے اور اپنے حقوق کا مطالبہ کریں گے) کوئی اس کی نماز لے جائے گا کوئی روزہ کوئی زکواۃ اور دوسری حسنات اور جب حسنات ختم ہو جائیں گی تو مظلوموں کے گناہ اس ظالم پر ڈال کر بدلہ چکایا جائے گا۔ جس کا انجام یہ ہوگا کہ یہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ مسند احمد: رقم: ٦٨٦٧،

اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے ذمہ کسی کا کوئی حق ہو اس کو چاہئے کہ دنیا ہی میں اس کو ادا یا معاف کرا کر سبکدوش ہو جائے ورنہ قیامت کے دن درہم و دینار تو ہوں گے نہیں جس کا مطالبہ ہوگا اس کو اس شخص کے اعمال صالحہ دے کر بدلہ چکایا جائے گا، اعمال صالحہ ختم ہو جائیں گے تو بقدر اس کے حق کے مظلوم کا گناہ اس پر ڈال دیا جائے گا (مظہری)۔

ابن عباسؓ اور دوسرے ائمہ تفسیر نے قیامت کو یوم التغابن کہنے کی یہی وجہ بیان کی ہے اور بہت سے ائمہ تفسیر نے فرمایا کہ اس دن غبن اور خسارے کا احساس صرف کفار فجار اور اشقیاء ہی کو نہیں بلکہ صالحین مومنین کو بھی اس طرح ہوگا کہ کاش ہم عمل اور زیادہ کرتے تاکہ جنت کے مزید درجات حاصل کرتے اس روز ہر شخص کو اپنی عمر کے اوقات پر حسرت ہوگی جو فضول ضائع کئے جیسا کہ حدیث میں ہے: **من جلس مجلسا لم یذکر اللہ فیہ کان علیہ ترۃ یوم القیامۃ.** جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور پوری مجلس میں اللہ کا ذکر نہ کیا تو یہ مجلس قیامت کے روز اس کے لئے حسرت بنے گی۔ (سنن ابی داود: ۴۴۰۰)

قرطبی میں ہے کہ ہر مومن بھی اس روز احسان عمل میں اپنی کوتاہی پر اپنے غبن وخسارہ کا احساس کرے گا، قیامت کا نام **یوم التغابن** رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ سورۂ مریم: ۳۹، میں اس کا نام **یوم الحسرۃ** آیا ہے۔

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۹﴾

داخل کرے گا ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا أُولٰئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی اہلِ دوزخ ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۰﴾ مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ

اور وہ بُری جگہ ہے۔ کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی مگر اللہ کے حکم سے اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے

يَهْدِ قَلْبَهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ وَأَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

وہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔ اور اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو

فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۲﴾

اگر تم منہ پھیر لوگے تو ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کھول کر پہنچا دینا ہے۔

اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۳﴾

اللہ ہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ ہی پر ایمان داروں کو بھروسہ رکھنا چاہئے۔

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ

مومنو! تمہاری عورتوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن (بھی) ہیں سو ان سے بچتے رہو

وَإِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾

اور اگر معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بھی بخشنے والا مہربان ہے۔

إِنَّمَآ أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللّٰهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾

تمہارا مال اور تمہاری اولاد تو آزمائش ہے اور اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَأَطِيْعُوْا وَأَنْفِقُوْا
سو جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو اور (اس کے احکام کو) سنو اور (اس کے) فرمانبردار رہو اور (اس کی راہ میں) خرچ کرو

خَيْرًا لِّأَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾
(یہ) تمہارے حق میں بہتر ہے اور جو شخص طبیعت کے بخل سے بچایا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔

إِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ
اگر تم اللہ کو (اخلاص اور نیت) نیک (سے) قرض دو گے تو وہ تم کو اس کا دو چند (اجر) دے گا اور تمہارے گناہ بھی معاف کر دے گا

وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾
اور اللہ قدر شناس اور بردبار ہے۔ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا غالب اور حکمت والا ہے۔

سورة الطلاق (مدنية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ
اے پیغمبر! [1] جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کی عدت کے شروع میں طلاق دو اور عدت کا شمار

---

[1] مطلقہ کیلئے عدت کا اثبات۔ نداء سے نبی کریم ﷺ کو مختص کیا گیا، لیکن حکم کا خطاب ساری امت سے فرمایا کیونکہ آپ امت کے امام ہیں یا اصل عبارت اس طرح ہے یایھا النبی قل لامتک اذا طلقتم ، (روح) حنفیہ اور شافعیہ کا اس پر تو اتفاق ہے کہ طلاق طہر کی حالت میں دینی چاہیئے، البتہ اس میں ان کا اختلاف ہے کہ عدت کا شمار حیض سے ہوگا یا طہر سے۔ حنفیہ کے نزدیک عدت تین حیض ہے اور شافعیہ کے نزدیک تین طہر۔ اسی اختلاف کی بنا پر لعدتھن میں لام=

وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ

رکھواور اللہ سے جوتمہارا پروردگار ہے ڈرو (نہ توتم ہی) ان کو (ایام عدت میں) ان کے گھروں سے نکالواور نہ وہ (خود ہی)

إِلَّا أَنْ يَّأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ

نکلیں ہاں اگر وہ صریح بےحیائی کریں (تو نکال دینا چاہیئے) اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا

= کے مفہوم میں اختلاف ہے۔شافعیہ کی کے نزدیک لام توقیت کے لئے ہے: ای فی وقت عدتھن اور حنفیہ کے نزدیک لام بمعنی قبل ہے: ای قبل عدتھن لیکن شیخ حسین علی فرماتے ہیں کہ یہ لام عاقبت کا ہے جیسا کہ لیکون لھم عدوا وحزنا (قصص : ۸) میں ہے۔مطلب یہ ہوگا کہ جب تم ان کو طلاق دیدو تو طلاق عدت سے ملابس ہو، یعنی ان کو گھروں سے نہ نکالو، بلکہ عدت گذارنے کے لئے ان کو بٹھاؤ۔اور عدت کو باقاعدہ شمار کرواور اس کی مدت پوری کرو۔اور اللہ سے ڈرواور اپنے طرز عمل سے معتدہ کو ضرر نہ پہنچاؤ۔

"لاتخرجوھن" ۔عدت گذارنے والی عورتوں کو گھروں سے نکالنے کی ممانعت فرمائی، البتہ اگر وہ اپنی مرضی سے خود بخود نکل جائیں تو تم پر کوئی الزام نہیں۔فاحشة مبینة سے معتدات کا خود بخود گھروں سے نکل جانا مراد ہے۔ھی نفس الخروج قبل انقضاء العدة (روح المعانی) یہ تفسیر عبداللہ بن عمرؓ، سدی، ابن السائبؒ، نخعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں جو اس نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کی ہیں، جو شخص ان کو توڑتا ہے وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔

"لاتدری لعل اللہ"۔کسی کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ آئندہ کیسے حالات پیدا کرنے والا ہے، اس لئے طلاق، عدت اور سکنیٰ وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے احکام سے تجاوز نہ کرواور نہ عورتوں کو ظلم وتعدی کا نشانہ بناؤ، ممکن ہے طلاق دینے کے بعد تم پشیمان ہوجاؤ اور بیوی سے رجوع کا ارادہ ہوجائے تو آسانی سے مافات کی تلافی کرسکو، اگر تم نے بیوی کو مغلظہ طلاق دیدی یا طلاق کے بعد اس سے بدسلوکی کا برتاؤ کیا تو رجوع مشکل ہوجائے گا۔شیخ حسین علیؒ فرماتے ہیں یہ ماقبل کی علت ہے۔معتدہ کو گھر سے نکالنے کی ممانعت اس لئے کی گئی کہ ہوسکتا ہے کہ اس کے پیٹ میں اپنے خاوند کا حمل ہو اگر اسے گھر سے نکلنے کی اجازت دیدی جائے تو حمل ظاہر ہونے پر تہمت آنے کا اندیشہ ہے۔

فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِى لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا ﴿۱﴾

وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا (اے طلاق دینے والے!) تجھے کیا معلوم کہ شاید اللہ اس کے بعد کوئی (رجعت کی) سبیل پیدا کر دے

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ

پھر جب وہ اپنی میعاد کے قریب پہنچ جائیں[2] تو یا تو ان کو اچھی طرح سے رہنے دو یا

فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ

اچھی طرح سے علیحدہ کر دو اور اپنے میں سے دو منصف مردوں کو گواہ کر لو اور (گواہو!) اللہ کے لئے درست گواہی دینا

ذٰلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ

ان باتوں سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا

يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا ﴿۲﴾ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

وہ اس کے لئے نجات (کی صورت) پیدا کر دے گا۔ اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے (وہم و) گمان بھی نہ ہو

---

[2] "بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ" ای قاربن انقضاء العدة (قرطبی) جب ان کی عدۃ اختتام کے قریب ہو، تو اب بھی موقع ہے سوچ سمجھ کر آخری فیصلہ کر لو اگر رجوع کر کے اسے اپنے پاس رکھنا چاہو تو رکھ لو، مگر مقصد حسن معاشرت ہو نہ کہ اسے ایذاء دینا۔ اور اگر رجوع کرنے کا ارادہ نہ ہو تو بھی اسے اچھے برتاؤ کے ساتھ عدۃ گذارنے کا موقع دو، تاکہ انقضاء عدۃ کے بعد وہ اپنی مرضی سے جہاں چاہے نکاح کر لے۔ اس وقت جو بھی فیصلہ کرلو رجعت کا یا فرقت کا، دو قابل اعتماد آدمیوں کو اس پر گواہ بنالو اور ان کو اپنے فیصلے سے آگاہ کر دو تاکہ تمہارا فیصلہ شک وریب سے بالاتر ہو جائے اور بعد نزاع کا اندیشہ نہ رہے۔ واقیموا الشهادة لله یہ گواہوں کو حکم ہے کہ جب ان کی گواہی کی ضرورت پڑے تو وہ کسی دباؤ یا لالچ کے تحت گواہی کو نہ چھپائیں، بلکہ محض اللہ کی رضا کے لئے صحیح گواہی ادا کریں۔ یہ نصیحت اس شخص کے لئے ہے جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو، کیونکہ اس سے فائدہ وہی اُٹھائے گا۔

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ

اور جو اللہ پر بھروسا رکھے گا تو وہ اس کو کفایت کرے گا اللہ اپنے کام کو (جو وہ کرنا چاہتا ہے) پورا کر دیتا ہے اللہ نے ہر چیز کا

شَيْءٍ قَدْرًا ﴿۳﴾ وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ

اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔[3] اور تمہاری عورتیں جو حیض سے ناامید ہو چکی ہوں اگر تم کو شبہ ہو

فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ

تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور جن کو ابھی حیض نہیں آنے لگا (ان کی عدت بھی یہی ہے) اور حمل والی عورتوں کی عدت

يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ﴿۴﴾ ذٰلِكَ أَمْرُ

وضع حمل (یعنی بچہ جننے) تک ہے اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے کام میں سہولت پیدا کر دے گا۔ یہ اللہ کے حکم ہیں

اللّٰهِ أَنْزَلَهُ إِلَيْكُمْ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا ﴿۵﴾

جو اللہ نے تم پر نازل کئے ہیں اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس سے اس کے گناہ دُور کر دے گا اور اسے اجرِ عظیم بخشے گا

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا

(مطلقہ) عورتوں کو (ایام عدت میں) اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو جہاں خود رہتے ہو اور ان کو تنگ کرنے کے لئے

عَلَيْهِنَّ وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ

تکلیف نہ دو اور اگر وہ حمل سے ہوں تو بچہ جننے تک ان کا خرچ دیتے رہو پھر اگر وہ بچے کو تمہارے کہنے سے دودھ پلائیں

فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ

تو ان کو ان کی اجرت دو اور (بچے کے بارے میں) پسندیدہ طریق سے موافقت رکھو

---

[3] عن ابی ذر ان رسول اللہ ﷺ قال: انی لاعلم آیۃ لو آخذ الناس بھا لکفتھم ﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ

يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا۔ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾. مسنداحمد: ١٧٨/٥ وابن ماجة: ٤٢٢٠.

ابوذرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں کہ اگر لوگ محض اسی آیت پر عمل کریں تو ان کے حق میں وہی ایک آیت کافی ہوجائے، وہ آیت یہ ہے: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ﴿٢﴾ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ، یعنی جو شخص اللہ سے ڈرے تو اللہ اس کے لئے دنیا اور آخرت کے غموں سے نجات کا راستہ پیدا کردیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے تعب ومشقت اور فکر وتردد کے بغیر روزی دیتا ہے جہاں وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔ پس ” ومن يتق الله“ سے ”حيث لايحتسب “تک میں تو اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالی اس شخص کے لئے دنیا وآخرت کے اس کے ان تمام امور ومعاملات میں کافی ہوجاتا ہے جن سے وہ ڈرتا ہے، اور جو اس کے نزدیک ناپسندیدہ ہوتے ہیں بایں طور کہ اس کو ایسی تمام چیزوں سے محفوظ ومامون رکھا جاتا ہے۔

اور ”ومن يتوكل على الله“ سے اس طرف اشارہ ہے کہ وہ شخص اگر اللہ تعالی پر اعتماد وبھروسہ کرکے دنیاواخرت کی نعمتوں کا طلبگار ومتلاشی ہوتا ہے تو اللہ تعالی اس کے لئے کافی ہوجاتا ہے بایں طور یکہ اس کو وہ نعمتیں عطا فرماتا ہے۔

توکل کا حق یہ ہے کہ اول تو اس بات پر پورا یقین واعتقاد ہو، کہ کسی بھی چیز کو وجود میں لانے والا اللہ تعالی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے، اور ہر موجود کو خواہ وہ جاندار یا غیر جاندار مخلوق ہو، کسی چیز کا ملنا ہو یا نہ ملنا ہو، ضرر ہو یا نفع ہو، غربت وافلاس ہو یا ثروت ومالداری ہو، مرض ہو یا صحت ہو، اور موت ہو یا حیات، غرضیکہ کوئی بھی چیز ہو سب کا مالک اللہ تعالی ہے اور سب چیزیں اسی کی طرف سے ہیں، پھر اس امر کا پختہ اعتقاد ہو کہ رزق کا ضامن بلاشک وشبہ اللہ تعالی ہے اور پھر اس یقین واعتقاد کے ساتھ حصول معاش کی سعی وجہد میں اچھے طور طریقوں سے، اور مناسب ومعقول صورت میں مشغول ہو، یعنی کسب وکمائی میں زیادہ تعب ومشقت برداشت نہ کرے، حرص ولالچ میں مبتلا نہ ہو، ضرورت سے زیادہ حاصل کرنے کی جدوجہد نہ کرے، اور کمانے کی دھن میں غرق نہ ہوجائے کہ حلال وحرام کی تمیز بھی نہ کرسکے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا گمان یہ ہو کہ ”توکل“ نام ہے کسب وعمل کے ترک کردینے کا اور ہاتھ وپاؤں کو معطل کردینے، اور پاہج بن کر پڑے رہنے کا کہ جس طرح کسی کپڑے کو زمین پر ڈال دیا جائے تو وہ شخص نرا جاہل ہے۔

اور امام قشیریؒ کا قول یہ ہے کہ توکل کا اصل مقام قلب ہے اور حصول معاش کے لئے حرکت وعمل ایک ظاہری فعل

ہے جوتوکل کے منافی نہیں ہے، بشرطیکہ اصل اعتماد اپنے کسب عمل کے بجائے محض اللہ تعالی پر ہو۔لہٰذا حدیث میں ہے کہ: **عن عمر بن الخطابؓ قال سمعت رسول اللهﷺ يقول لو انكم تتوكلون على اللهحق توكله لرزقكم كمايرزق الطير تغدوخماصا وتروح بطانا.ترمذی: ٢٢٦٦** ۔اس حدیث میں پرندہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور وہ اگر چہ اپنی روزی کے تلاش میں نکلتا ہے،اورسارے جہاں میں مارا مارا پھرتا ہے،لیکن اس کا اصل اعتماد اللہ تعالی ہی پر ہوتا ہے، نہ کہ اپنی طلب اور جد جہد اور اپنی تدبیر وقوت پر،لہٰذا اس سے واضح ہوا کہ انسان کا حصول معاش کے لئے معقول اور مناسب طریقہ پر جہد وجہد اور سعی کرنا اللہ تعالی پھر اعتماد وبھروسہ کرنے کے منافی نہیں ہے،جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿**وكاين من دابة لاتحمل رزقها الله يرزقها واياكم**﴾ (عنکبوت:٦٠) یعنی کوئی جانور اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتا، بلکہ اللہ تعالی ہی اس کو بھی اور تمہیں بھی رزق عطا کرتا ہے۔

حاصل یہ کہ حدیث کا مفہوم اس امر سے آگاہ کرنا ہے کہ سعی وجد جہد اور کسب وعمل حقیقت میں رزق پہنچانے والا نہیں ہے، بلکہ رزق پہنچانے والا صرف اللہ تعالی ہے،اسی طرح حدیث کا مطلب بھی یہ نہیں ہے کہ انسان کو اپنی روزی کمانے کے لئے حرکت وعمل سے باز رکھا جائے کیونکہ اللہ تعالی پر توکل واعتماد کا تعلق دل سے ہے جو اعضاء ظاہری کی حرکت وعمل کے مطلقا منافی نہیں ہے،گو بسااوقات اعضاء وجوارح کی حرکت اور کسی کسب وعمل کے بغیر بھی اللہ تعالی رزق پہنچاتا ہے، بلکہ توکل کی برکت تو یہاں تک ہوتی ہے کہ متوکل کو اپنا رزق لینے کے لئے حرکت بھی کرنا نہیں پڑتی بلکہ دوسرے حرکت کرکے اس تک اللہ تعالی کیطرف سے رزق پہنچاتے ہیں جیسا کہ اس ارشاد ربانی کے عموم مفہوم سے واضح ہوتا ہے: **ومامن دابة فى الارض الاعلى الله رزقها**"(هود:٦) کہ جب کوئے کے بچے انڈے سے باہر آتے ہیں تو بالکل سفید ہوتے ہیں اور کوّا ان بچوں کو دیکھتا ہے تو وہ اسے بہت برے لگتے ہیں، چنانچہ ان بچوں کو چھوڑ کر کوّا چلا جاتا ہے اور وہ تنہا پڑے رہ جاتے ہیں،تب اللہ تعالی ان کے پاس مکھی اور چونٹیاں بھیجتا ہے جن کو وہ بچے چن چن کر کھاتے ہیں اور پرورش پاتے رہتے ہے، یہاں تک کہ جب وہ بڑے ہوجاتے ہیں تو اپنا رنگ بدل دیتے ہیں اور بالکل سیاہ ہوجاتے ہیں، پھر جب کچھ عرصہ کے بعد کوّا ان بچوں کے پاس آتا ہے اور ان کو سیاہ رنگ کا دیکھتا ہے تو ان کو لیکر بیٹھ جاتا ہے اور ان کی پرورش کرنے لگتا ہے اس سے واضح ہوا کہ اللہ تعالی بغیر حرکت وسعی کے بھی کسی طرح رزق پہنچاتا ہے۔

"**ان الله بالغ امره**" سے مراد یہ ہے کہ وہ قادر مطلق اپنے احکام اور فیصلوں کو جاری اور نافذ کرنے والا ہے،یعنی اس کو ہر طرح کا حکم وفیصلہ جاری کرنے کا کلی اختیار بھی حاصل ہے،اور وہ اپنے ہر حکم وفیصلہ کو نافذ=

وَّإِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرٰى ﴿٦﴾ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ

اور اگر باہم ضد کرو گے تو بچے کو اس کے کہنے سے کوئی اور عورت دودھ پلائے گی صاحبِ وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیئے

وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا

اور جس کے رزق میں تنگی ہو وہ جتنا اللہ نے اس کو دیا ہے اس کے موافق خرچ کرے اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر

مَا آتَاهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ﴿٧﴾ وَكَأَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ

اسی کے مطابق جو اس کو دیا ہے اور اللہ عنقریب تنگی کے بعد کشادگی بخشے گا۔ اور بہت سی بستیوں (کے رہنے والوں) نے اپنے

عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيْدًا وَّعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨﴾

پروردگار اور اس کے پیغمبروں کے احکام کی سرکشی کی تو ہم نے ان کو سخت حساب میں پکڑ لیا اور ان پر عذاب نازل کیا جو نہ دیکھا تھا نہ سنا

= کرنے کی پوری طاقت وقدرت بھی رکھتا ہے، کیونکہ جب یہ جان لیا گیا کہ ہرقسم رزق اور اس کے مانند ہر چیز تقدیرِ الٰہی اور توفیق الٰہی سے تعلق رکھتی ہے، کہ انسان جس چیز کی بھی خواہش وطلب رکھتا ہے وہ اس کے حکم وفیصلہ کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی، تو اس کے علاوہ اور کوئی چارہٴ کار نہیں رہ جاتا کہ انسان قضاوقدر کے آگے سرِ تسلیم خم کرے، اور اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر توکل واعتماد کرے۔

اور اس آیت میں عدت کی دو میعادوں کا بیان ہے۔ ایک تین ماہ اور دوم وضع حمل، ہر میعاد دو دوقسم کی عورتوں کے لئے پہلی میعاد ان دو عورتوں کے لئے (۱) آئیسہ یعنی وہ عورت جس کو بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو (۲) وہ عورت جس کو ابھی تک حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو، خواہ صغیرہ ہو یا مراہقہ یا بالغہ بالسن، اسی طرح دوسری میعاد یعنی وضع حمل ان دو عورتوں کے لئے (۱) وہ حاملہ جس کو حالت حمل میں طلاق ہوگئی (۲) وہ حاملہ جس کا خاوند فوت ہوگیا ہو۔ ان ارتبتم ای فی مقدار عدتھن واللّٰی مبتداء ہے اور فعدتھن الخ اس کی خبر ہے یعنی اگر ان کی مقدار عدت میں تمہیں شک ہوا ور والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثة قروء سے تم ان کی عدت نہیں سمجھ سکے ہو تو سن لو ان کی عدت تین ماہ ہے۔

فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ﴿٩﴾ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا

سوانہوں نے اپنے کاموں کی سزا کا مزہ چکھ لیا اور ان کا انجام نقصان ہی تو تھا۔ اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب

شَدِيْدًا فَاتَّقُوا اللّٰهَ يَا أُوْلِي الْأَلْبَابِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا قَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا

تیار کر رکھا ہے تو اے اربابِ دانش جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اللہ نے تمہارے پاس نصیحت (کی کتاب) بھیجی ہے۔

﴿١٠﴾ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ آيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا

پیغمبر (بھی بھیجے ہیں) جو تمہارے سامنے اللہ کی واضح المطالب آیتیں پڑھتے ہیں[5] تاکہ جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ

اور عملِ نیک کرتے رہے ہیں ان کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے آئے اور جو شخص ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے

صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا

گا وہ ان کو باغہائے بہشت میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ابدالآباد ان میں رہیں گے

---

[5] اس آیت کی آسان توجیہ یہ ہے کہ یہاں لفظ ارسل محذوف مانا جائے تو معنی یہ ہونگے کہ نازل کیا ذکر یعنی قران کو اور بھیجا رسول کو۔ بعض مفسرین نے دوسری توجیہات بھی لکھی ہیں، مثلاً یہ کہ ذکر سے مراد خود رسول ہوں، کہ ذکر اللہ کی کثرت کے سبب ان کا وجود گویا خود ذکر اللہ بن گیا۔ یا رسول بمعنی رسالت ہو اس سورت میں بغیر تاویل کے رسولا بدل صریح ہو جائے گا، یا اس کو منصوب علی الاغراء کہا جائے، ای اتبعوا والزموا رسولا.

قَدۡ أَحۡسَنَ اللّٰهُ لَهُ رِزۡقًا ﴿۱۱﴾ اللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ

اللہ نے ان کو خوب رزق دیا ہے۔ اللہ ہی تو ہے[6] جس نے سات آسمان پیدا کئے

وَّمِنَ الۡأَرۡضِ مِثۡلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الۡأَمۡرُ بَيۡنَهُنَّ لِتَعۡلَمُوۡا

اور ویسی ہی زمینیں ان میں (اللہ کے) حکم اترتے رہتے ہیں تاکہ تم لوگ جان لو

أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ وَّأَنَّ اللّٰهَ قَدۡ أَحَاطَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عِلۡمًا ﴿۱۲﴾

کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ اللہ اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہیں۔

---

[6] "اللہ الذی خلق" الایۃ، یہ توحید پر عقلی دلیل ہے اس سورت کے اخر میں توحید کا بیان آ گیا تاکہ دیگر احکام کے ساتھ ساتھ توحید کی طرف بھی توجہ باقی رہے کیونکہ اصل مقصود یہی ہے زمین واسمان وساری کائنات کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور زمین واسمان کے درمیان وہی متصرف ومختار ہے۔ اور اسی کا حکم چلتا ہے۔

"لتعلموا" کا متعلق مقدر ہے ای اخبرتکم او اعلمتکم بذلک لتعلموا (روح المعانی) یعنی میں نے تمہیں یہ اس لئے بتایا ہے تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ حق تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اور اس کا علم کائنات کے ذرے ذرے پر حاوی ہے لہٰذا وہی سب کا کارساز اور حاجت روا ہے۔

ومن الارض مثلھن جیسے آسمان سات ہیں اسی طرح زمینیں بھی سات ہیں لیکن سات اسمان تو تہ بہ تہ ہیں کیونکہ اسمانوں کے لئے قرآن میں طباقا وارد ہے لیکن زمینیں اسی طرح نہیں ہیں بلکہ اس سے روئے زمین کے سات حصے مراد ہیں مثلاً ایشیا، یورپ، شمالی افریقہ، جنوبی افریقہ، امریکا، نیوزیلینڈ، اور اسٹریلیا سات (براعظم) منبسط زمینوں کا مراد ہونا، ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابوصالح سے مروی ہے۔ قال ابو صالح ھی فی کونھا سبعا لا غیر فی سبع ارضین منبسطۃ لیس بعضھا فوق بعض یفرق بینھا البحار ویظل جمیعھا السماء وروی بذلک عن ابن عباس رضی اللہ عنہ (روح المعانی)۔

ضحاک کی رائے ہے کہ یہ سب زمینیں پیاز کی چلکوں کی طرح ایک دوسرے سے متصل ہیں، اور بعض=

سورة التحريم (مدنية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ‌ۚ تَبۡتَغِىۡ مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِكَ‌ؕ

اے پیغمبر! جو چیز اللہ نے تمہارے لئے جائز کی ہے تم اس سے کنارہ کشی کیوں کرتے ہو؟ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہو؟

وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱﴾ قَدۡ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمۡ تَحِلَّةَ اَيۡمَانِكُمۡ‌ۚ وَاللّٰهُ مَوۡلٰٮكُمۡ‌ۚ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اللہ نے تم لوگوں کے لئے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے اور اللہ ہی تمہارا کارساز ہے

وَهُوَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۲﴾ وَاِذۡ اَسَرَّ النَّبِىُّ اِلٰى بَعۡضِ اَزۡوَاجِهٖ حَدِيۡثًا‌ۚ

اور وہ دانا (اور) حکمت والا ہے۔[1] اور (یاد کرو) جب پیغمبر نے اپنی ایک بیوی سے ایک بھید کی بات کہی

فَلَمَّا نَبَّاَتۡ بِهٖ وَاَظۡهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيۡهِ عَرَّفَ بَعۡضَهٗ وَاَعۡرَضَ عَنۡۢ بَعۡضٍ‌ۚ

تو جب اس نے اس کو افشا کیا اور اللہ نے اس (حال) سے پیغمبر کو آگاہ کر دیا تو پیغمبر نے کچھ تو بتائی اور کچھ نہ بتائی

= کی رائے ہے کہ ساتوں زمینیں طبقات کی صورت میں ہیں، یہ بھی احتمال ہے کہ ان زمینوں سے مراد وہ کواکب ہیں جن کو آجکل مریخ وغیرہ کہا جاتا ہے، جیسا کہ سائنسدانوں کا گمان ہے کہ اس میں پہاڑ، دریا، آبادیاں ہیں، اور ابن عباسؓ وغیرہ کی روایت کہ ،سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم کآدمکم ،الخ ،تو روح المعانی وغیرہ نے ان احادیث کو موضوع شمار کیا ہے، اس لئے اہل علم کے لئے بھی زیبا نہیں کہ وہ اس کو حدیث منوانے میں عوام پر زور دیں۔

[1] صحیح بخاری وغیرہ میں عائشہؓ وغیرہ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ کا معمول تھا کہ عصر کے بعد کھڑے کھڑے =

فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ﴿٣﴾

توجب وہ ان کو جتائی تو پوچھنے لگیں کہ آپ کو یہ کس نے بتایا؟ انہوں نے کہا کہ مجھے اس نے بتایا ہے جو جاننے والا خبردار ہے

إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ

اگر تم دونوں اللہ کے آگے توبہ کرو (تو بہتر ہے کیونکہ) تمہارے دل مائل ہوگئے ہیں اور اگر پیغمبر پر باہم اعانت کروگی تو اللہ

=سب بیبیوں کے پاس (خبرگری کے لئے) تشریف لاتے تھے، ایک روز معمول سے زیادہ زینبؓ کے پاس ٹھیرے اور شہد پیا تو مجھ کو رشک آیا اور میں نے حفصہؓ سے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس تشریف لاویں وہ یوں کہے کہ آپ نے مغافیر نوش فرمایا ہے، معافیر ایک خاص قسم کا گھوند ہے جس میں کچھ بدبو ہوتی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ نے فرمایا کہ میں نے تو شہد پیا ہے، ان بی بی نے کہا کہ شاید کوئی مکھی معافیر کے درخت پر بیٹھی ہو اور اس کا رس چوسا ہو، اسی وجہ سے شہد میں بھی بدبو آنے لگی، رسول ﷺ بدبو کی چیزوں سے بہت پرہیز فرماتے تھے، اس لئے آپؐ نے قسم کھالی کہ پھر میں شہد نہ پیئوں گا اور اس خیال سے کہ زینب کا جی بُرا نہ ہو اس کے اخفاء کی تاکید فرمائی، مگر ان بی بی نے دوسری سے کہہ دیا، اور بعض روایات میں ہے کہ حفصہ شہد پلانے والی ہیں، اور عائشہؓ وسودہؓ وصفیہ صلاح مشورہ کرنے والی اور بعض روایات میں یہ قصہ دوسری طرح بھی آیا ہے، ممکن ہے کہ کئی واقعے ہوں اور ان سب کے بعد یہ آیتیں نازل ہوئی ہوں (بخاری: فی التفسیر ومسلم کتاب الطلاق، اور نسائی کتاب الطلاق)۔

خلاصہ ان آیات کا یہ ہے کہ اس واقعہ میں جو رسول ﷺ نے ایک حلال چیز یعنی شہد کو بذریعہ قسم اپنے اوپر حرام کرلیا تھا یہ فعل جبکہ کسی ضرورت ومصلحت سے ہو تو جائز ہے، گناہ نہیں، مگر اس واقعہ میں ضرورت ایسی نہ تھی کہ اس کی وجہ سے آپ خود کوئی تکلیف اٹھاویں اور ایک حلال چیز کو چھوڑ دیں، کیونکہ نبی ﷺ نے یہ کام ازواج مطہرات کو راضی کرنے کے لئے کیا تھا، اور ایسے معاملے میں ان کا راضی کرنا آپکے ذمہ لازم نہ تھا اس لئے اللہ تعالی نے ازروئے شفقت وعنایت فرمایا۔ '' يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ''.

مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ﴿۴﴾

اور جبریل اور نیک کردار مسلمان ان کے حامی (اور دوستدار) ہیں اور ان کے علاوہ (اور) فرشتے بھی مددگار ہیں۔[2]

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ

اگر پیغمبر تم کو طلاق دیدیں تو عجب نہیں ان کا پروردگار تمہارے بدلے ان کو تم سے بہتر بیویاں دیدے مسلمان صاحبِ ایمان

قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ﴿۵﴾

فرمانبردار توبہ کرنے والایاں عبادت گزار روزہ رکھنے والیاں بن شوہر اورکنواریاں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ

مومنو! اپنے آپ کو اپنے اہل و عیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی

وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ

اور پتھر ہیں اور جس پر تندخو اور سخت مزاج فرشتے (مقرر) ہیں جو ارشاد اللہ ان کو فرماتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے

وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ

اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجا لاتے ہیں۔ کافرو! آج بہانے مت بناؤ جو عمل تم کیا کرتے تھے

---

[2] یعنی جبکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی کسی بی بی سے ایک راز کی بات کہی، وہ راز کی بات صحیح اور اکثر روایات کے رو سے یہی تھی کہ اپ نے زینبؓ کے پاس شہد پیا اور دوسری ازواج کو بھاری معلوم ہوا، آپ نے ان کو راضی کرنے کے لئے شہد پینے کی قسم کھالی مگر یہ فرمایا کہ اس کی کسی کو خبر نہ ہو، تاکہ زینب کو رنج نہ پہنچے، مگر اس بی بی نے یہ راز دوسری پر ظاہر کردیا، جسکا ذکر اگلی آیت میں ہے، اس راز کی بات کے متعلق دوسری روایات میں اور بھی چند چیزیں منقول ہیں مگر اکثر اور صحیح روایات میں یہی ہے جو لکھا گیا۔

فلما نبأت بہ واظھرہ اللہ علیہ عرف بعضہ واعرض عن بعض، یعنی جب اس بی بی نے وہ راز کی

بات دوسری بی بی سے کہہ ڈالی، اور اللہ تعالی نے رسول ﷺ کو اس کی خبر کردی، کہ اس نے آپ کا راز پاش کردیا، تو آپ نے اس بی بی سے افشاء راز کا شکوہ تو کیا، مگر پوری بات نہیں کھولی، یہ نبی ﷺ کا کرم اور حسن خلق تھا، کہ پوری بات کھولنے سے ان کو زیادہ خجالت اور شرمندگی ہوگی، جس بی بی سے راز کی بات کہی گئی تھی وہ کون تھیں اور جس پر راز ظاہر کردیا وہ کون؟ قرآن کریم نے اس کو بیان نہیں کیا، اکثر روایات حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ راز کی بات حفصہؓ سے کہی گئی تھی انہوں نے عائشہؓ سے ذکر کردیا، جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث میں ابن عباسؓ سے اس کا بیان آگے آئے گا۔ بعض روایات حدیث میں ہے کہ حفصہؓ سے راز پاش کرنے پر نبی ﷺ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا، مگر اللہ نے جبرئیل امین کو بھیج کر انکی طلاق سے روک دیا، اور فرمایا کہ بہت نماز گذار اور بکثرت روزے رکھنے والی ہیں اور ان کا نام جنت میں اپ کی بیویوں میں لکھا ہوا ہے.

''إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا'' ازواج مطہرات میں سے جن دو کا اجمالی ذکر اوپر آیا ہے کہ انہوں نے باہم مشورہ کرکے نبی ﷺ کے شہد پینے پر ایسا طرز اختیار کیا جس سے آپ نے شہد پینے سے قسم کھالی اور پھر آپ نے اس کے اخفاء کے لئے فرمایا تھا وہ اخفا نہیں کیا، بلکہ ایک نے دوسری پر بات کھولدی، یہ دو کون ہیں، ان کے متعلق صحیح بخاری (کتاب التفسیر) میں ابن عباسؓ سے ایک طویل روایت ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ عرصہ تک میرے دل میں یہ خواہش تھی کہ میں ان دو عورتوں کے متعلق عمر بن الخطابؓ سے دریافت کروں، جن کے متعلق قرآن میں آیا ہے: (ان تتوبا الی اللہ) یہاں تک کہ ایک موقعہ آیا کہ عمر بن الخطابؓ حج کے لئے نکلے اور میں بھی شریک سفر ہوگیا، دوران سفر میں ایک روز عمر بن الخطابؓ قضائے حاجت کے لئے جنگل کیطرف تشریف لے گئے اور واپس آئے تو میں نے وضوء کے لئے پانی کا انتظام کر رکھا تھا میں نے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالا اور وضوء کراتے ہوئے میں نے سوال کیا کہ یہ دو عورتیں جن کے متعلق قران میں ان تتوبا آیا ہے کون ہیں؟ عمرؓ نے فرمایا آپ سے تعجب ہے کہ آپ کو خبر نہیں کہ یہ دونوں عورتیں حفصہ اور عائشہؓ ہیں، اس کے بعد عمرؓ نے اپنا ایک طویل قصہ اس واقعہ سے متعلق ذکر فرمایا جس میں اس واقعہ سے پیش آنے سے پہلے کے کچھ حالات بھی بیان فرمایا، جن کی پوری تفصیل مظہری میں ہے۔

آیت مذکورہ میں ان دونوں ازواج مطہرات کو مستقل خطاب کرکے ارشاد فرمایا کہ اگر تم توبہ کرو جیسا کہ اس واقعہ کا تقاضا ہے کہ تمہارے دل حق کو مائل ہوگئے کیونکہ رسول ﷺ کی محبت اور آپ کی رضاجوئی ہر مومن کا فرض ہے مگر تم دونوں نے باہم مشورہ کرکے ایسی صورت اختیار کی جس سے آپ کو تکلیف پہنچی یہ ایسا گناہ ہے کہ اس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔

إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٧﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ

انہی کا تم کو بدلا دیا جائے گا۔ مومنو! اللہ کے آگے

تَوْبَةً نَّصُوحًا ۖ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ

صاف دل سے توبہ کرو ،[3]یقین ہے کہ وہ تمہارے گناہ تم سے دُور کر دے گا اور تم کو باغہائے بہشت میں

---

[3] توبہ کے لفظی معنی لوٹنے اور رجوع کرنے کے ہیں مراد گناہوں سے لوٹنا ہے اور اصطلاح قرآن وسنت میں توبہ اس کا نام ہے کہ آدمی اپنے پچھلے گناہ پر نادم ہو اور آئندہ اس کے پاس نہ جانے کا پختہ عزم کرے اور نصوح کو اگر مصدر نصح اور نصیحت سے لیا جائے تو اس کے معنی خالص کرنے کے ہیں اور مصدر نصاحت سے قرار دیں تو اس کے معنی کپڑے کو سینے اور جوڑ لگانے کے ہیں، پہلے معنی کے اعتبار سے نصوح کے معنی یہ ہونگے کہ وہ ریا اور نمود سے خالص ہو، محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور خوف عذاب سے گناہ پر نادم ہو کر اس کو چھوڑ دے اور دوسرے معنی کے اعتبار سے نصوح اس مطلب کے لئے ہوگا کہ اعمال صالحہ کا لباس جو گناہ کی وجہ سے پھٹ گیا ہے تو یہ اس کے ہر خرق یعنی پھٹن کو جوڑنے والی ہے۔

حسن بصریؒ نے فرمایا کہ توبہ نصوح یہ ہے کہ آدمی اپنے گذشتہ عمل پر نادم ہو اور پھر اس کی طرف نہ لوٹنے کا پختہ ارادہ اور عزم رکھتا ہو۔ اور کلبی نے فرمایا کہ توبہ نصوح یہ ہے کہ زبان سے استغفار کرے اور دل میں نادم اور اپنے بدن اور اعضاء کو آئندہ اس گناہ سے روکے۔

اور علیؓ سے سوال کیا گیا کہ توبہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا جس میں چھ چیزیں جمع ہوں۔(۱) اپنے گزشتہ برے عمل پر ندامت (۲) جو فرائض واجبات اللہ تعالیٰ کے چھوٹے ہیں اُن کی قضاء (۳) کسی کا مال وغیرہ ظلمًا لیا تھا تو اس کی واپسی (۴) کسی کو ہاتھ یا زبان سے ستایا اور تکلیف پہنچائی تھی تو اس سے معافی (آئندہ اس گناہ کے پاس نہ جانے کا پختہ عزم وارادہ (۶) اور یہ کہ جس طرح اس نے اپنے نفس کو اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے دیکھا ہے اب وہ اطاعت کرتے ہوئے دیکھ لے (مظہری)۔ علی کرم اللہ وجہہ نے جو شرائط توبہ بیان فرمائی ہیں وہ سبھی کے نزدیک مسلم ہیں۔ بعض نے مختصر اور بعض نے مفصل بیان کر دیا ہے۔ (بیضاوی)۔

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا مَعَهُ

جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا اس دن اللہ پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں

نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ أَیْدِیْهِمْ وَبِأَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا

رسوا نہیں کرے گا (بلکہ) ان کا نورِ ایمان ان کے آگے اور داہنی طرف (روشنی کرتا ہوا) چل رہا ہو گا

وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿٨﴾

اور وہ اللہ سے التجا کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارا نور ہمارے لئے پورا کر دے اور ہمیں معاف فرما بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے

یٰٓأَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ وَمَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ

اے پیغمبر! کافروں اور منافقوں سے لڑو اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے

وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿٩﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوا امْرَأَةَ نُوْحٍ

اور وہ بہت بُری جگہ ہے۔ اللہ نے کافروں کے لئے نوح کی بیوی

وَّامْرَأَةَ لُوْطٍ ؕ کَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتَاهُمَا

اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے گھر میں تھیں اور دونوں نے ان کی خیانت کی

فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا وَّقِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِیْنَ ﴿١٠﴾

تو وہ اللہ کے مقابلے میں ان عورتوں کے کچھ بھی کام نہ آئے اور ان کو حکم دیا گیا کہ داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی دوزخ میں داخل ہو جاؤ

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ آمَنُوا امْرَأَةَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ

اور مومنوں کے لئے (ایک) مثال (تو) فرعون کی بیوی کی بیان فرمائی کہ اس نے اللہ سے التجا کی کہ اے پروردگار![4]

---

[4]وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ آمَنُوْا امْرَأَةَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ =

ابْـنِ لِـیْ عِنْدَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ

میرے لئے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اوراس کے اعمال سے نجات بخش

الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا

اور ظالم لوگوں کے ہاتھ سے مجھ کو نجات عطا فرما۔ اور (دوسری) عمران کی بیٹی مریم جنہوں نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا تو ہم نے

فِیْـهِ مِـنْ رُّوْحِـنَـا وَصَـدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ ﴿۱۲﴾

اس میں اپنی روح پھونک دی اور وہ اپنے پروردگار کے کلام اوراس کی کتابوں کو برحق سمجھتی تھیں اور فرمانبرداروں میں سے تھیں

= یہ مثال فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم کی ہے جس وقت موسٰی علیہ السلام جادوگروں کے مقابلے میں کامیاب ہوئے اور جادوگر مسلمان ہوگئے تو اس بی بی نے اپنے ایمان کا اظہار کر دیا فرعون نے ان کو سخت سزا دینا تجویز کیا، بعض روایات میں ہے کہ ان کو چومیخہ کر کے سینے پر بھاری پتھر رکھ دیا یعنی چاروں ہاتھوں پیروں میں میخیں گاڑ دیں کہ حرکت نہ کرسکیں۔ اس حالت میں انہوں نے اللہ تعالی سے یہ دعا کی جو اس آیت میں مذکور ہے اور بعض روایات میں ہے کہ یہ تجویز کیا کہ اوپر سے بہت بھاری پھتر ان کے سر پر ڈال دیا جائے ابھی ڈالنے نہیں پائے تھے کہ انہوں نے دعا کی اور اللہ تعالی نے ان کی روح قبض کر لی، پھتر جسم بے جان پر گرا اور دعا میں یہ فرمایا میرے رب جنت میں اپنے پاس گھر بنا دے اللہ تعالی نے دنیا ہی میں ان کو جنت کا گھر دکھلا دیا (مظہری)۔

''وصـدقـت بـكـلـمات ربهاو كتبه'' کلمات رب سے مراد اللہ کے نازل کردہ صحیفے ہیں جو انبیاء پر اترتے ہیں اور کتب سے مراد معروف اسمانی کتابیں انجیل، زبور، تورات ہیں: وكانت من القانتين ،قانت ،کی جمع ہے جس کے معنی عابد کے ہیں جو اپنی عبادت وطاعت پر مداومت کرتا ہے یہ مریمؑ کی صفت ہے۔ ابوموسٰی کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مردوں میں سے بہت لوگ کامل ومکمل ہوئے ہیں مگر عورتوں میں سے صرف آسیہ فرعون کی بیوی اور مریم بنت عمران کامل ہوئیں (بخاری کتاب بدء الخلق: ۷/۱۹۳، ومسلم کتاب الفضائل: ۷/۱۳۲)۔

سورة الملک (مکیة)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِىۡ بِيَدِهِ الۡمُلۡكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرُ ۝۱

وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے بڑی برکت والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

الَّذِىۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَيٰوةَ لِيَبۡلُوَكُمۡ اَيُّكُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ

اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے اور وہ زبردست

الۡغَفُوۡرُ ۝۲ الَّذِىۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰى فِىۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ

(اور) بخشنے والا ہے۔ اس نے سات آسمان اوپر نیچے بنائے (اے دیکھنے والے!) کیا تو (اللہ) الرحمٰن کی آفرینش

مِنۡ تَفٰوُتٍ ؕ فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ ۙ هَلۡ تَرٰى مِنۡ فُطُوۡرٍ ۝۳

میں کچھ نقص دیکھتا ہے؟ ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھ بھلا تجھ کو (آسمان میں) کوئی شگاف نظر آتا ہے؟

ثُمَّ ارۡجِعِ الۡبَصَرَ كَرَّتَيۡنِ يَنۡقَلِبۡ اِلَيۡكَ الۡبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيۡرٌ ۝۴

پھر دوبارہ (سہ بارہ) نظر کر۔ تو نظر (ہر بار) تیرے پاس ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی۔

وَلَقَدۡ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡيَا بِمَصَابِيۡحَ وَجَعَلۡنٰهَا رُجُوۡمًا لِّلشَّيٰطِيۡنِ

ہم نے قریب کے آسمان کو (تاروں کے) چراغوں سے زینت دی اور ان کو شیطان کے مارنے کا آلہ بنایا

وَاَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابَ السَّعِيۡرِ ۝۵ وَلِلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ عَذَابُ جَهَنَّمَ

اور ان کے لئے دہکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جن لوگوں نے اپنے پروردگار سے انکار کیا ان کے لئے جہنم کا

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٦﴾ إِذَا أُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَهِيَ تَفُوْرُ ﴿٧﴾

عذاب ہے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔ جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے تو اُس (جہنم) کا چیخنا چلانا سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی

تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا

گویا مارے جوش کے پھٹ پڑے گی۔ جب اس میں ان کی کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کے داروغہ ان سے پوچھیں

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيْرٌ ﴿٨﴾ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ

گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ہدایت کرنے والا نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے کہ کیوں نہیں ضرور ہمارے پاس ہدایت کرنے والا آیا

فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِيْ ضَلَالٍ كَبِيْرٍ ﴿٩﴾

تھا لیکن ہم نے اس کو جھٹلا دیا اور کہا کہ اللہ نے تو کوئی چیز نازل ہی نہیں کی تم تو بڑی غلطی میں (پڑے ہوئے) ہو۔

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ أَصْحَابِ السَّعِيْرِ ﴿١٠﴾

اور کہیں گے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے

فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْبِهِمْ فَسُحْقًا لِّأَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿١١﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ

پس وہ اپنے گناہ کا اقرار کریں گے سو دوزخیوں کے لئے (رحمتِ الٰہی سے) دُوری ہے۔ (اور) جو لوگ

يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّأَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿١٢﴾

بن دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے لئے بخشش اور اجرِ عظیم ہے

وَأَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ إِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿١٣﴾

اور تم (لوگ) بات پوشیدہ کہو یا ظاہر وہ (یعنی اللہ تو) دل کے بھیدوں تک سے واقف ہے

أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ط وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿١٤﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ

بھلا جس نے پیدا کیا وہ بے خبر ہے؟ وہ تو پوشیدہ باتوں کا جاننے والا اور (ہر چیز سے) آگاہ ہے۔ وہی تو ہے جس نے

الْأَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ ﴿۱۵﴾

تمہارے لئے زمین کو نرم کیا تو اس کی راہوں میں چلو پھرو اور اللہ کا (دیا ہوا) رزق کھاؤ اور (تم کو) اسی کے پاس نکل کر جانا ہے

ءَ أَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ أَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾

کیا تم اس (یعنی اللہ) سے جو آسمان پر ہے بے خوف ہو؟ کہ تم کو زمین میں دھنسا دے اور وہ اس وقت حرکت کرنے لگے

أَمْ أَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ أَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ

کیا تم اس سے جو آسمان پر ہے نڈر ہو کہ تم پر کنکر بھری ہوا چھوڑ دے سو تم عنقریب جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے۔

﴿۱۷﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۱۸﴾

اور جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے بھی جھٹلایا تھا سو (دیکھ لو کہ) میرا عذاب کیسا ہے؟

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ

کیا انہوں نے اپنے سروں پر اڑتے پرندوں کو نہیں دیکھا جو پروں کو پھیلاتے رہتے ہیں اور ان کو سکیڑ بھی لیتے ہیں

مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمٰنُ إِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ﴿۱۹﴾ أَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ

اللہ کے سوا انہیں کوئی تھام نہیں سکتا بیشک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ بھلا ایسا کون ہے جو

جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ إِنِ الْكٰفِرُوْنَ إِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾

تمہاری فوج ہو کر اللہ کے سوا تمہاری مدد کر سکے؟ کافر تو دھوکے میں ہیں۔

أَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهٗ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾

بھلا اگر وہ اپنا رزق بند کر لے تو کون ہے جو تم کو رزق دے؟ لیکن یہ سرکشی اور نفرت میں پھنسے ہوئے ہیں۔

أَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ أَهْدٰىٓ أَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ

بھلا جو شخص چلتا ہوا منہ کے بل گر گر پڑتا ہو وہ سیدھے رستے پر ہے یا وہ جو سیدھے رستے پر برابر

مُّسْتَقِيمٍ ﴿۲۲﴾ قُلْ هُوَ الَّذِيْ أَنْشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ
چل رہا ہو۔ کہو وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے کان اور آنکھیں
وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿۲۳﴾ قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ
اور دل بنائے (مگر) تم کم احسان مانتے ہو۔کہہ دوکہ وہی ہے جس نے تم کوزمین میں پھیلایا
وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۲۴﴾ وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ
اور اسی کے روبرو تم جمع کئے جاؤ گے۔اور کافر کہتے ہیں کہ اگرتم سچے ہو تو یہ وعید کب (پورا) ہو گا؟
﴿۲۵﴾ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۶﴾
کہہ دو کہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے اور میں تو کھول کھول کر ڈر سنانے والا ہوں۔
فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُونَ
سو جب وہ دیکھ لیں گے کہ وہ قریب آ گیا تو کافروں کے منہ بُرے ہو جائیں گے اور کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جس کے تم خواستگار تھے
﴿۲۷﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ أَوْ رَحِمَنَا
کہو کہ بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر مہربانی کرے
فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ آمَنَّا بِهٖ
تو کون ہے جو کافروں کو دکھ دینے والے عذاب سے پناہ دے؟ کہہ دو کہ وہ (جو اللہ) الرحمٰن (ہے) ہم اسی پر ایمان لائے
وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾
اور اسی پر بھروسا رکھتے ہیں تم کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ صریح گمراہی میں کون پڑ رہا تھا
قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّأْتِيْكُمْ بِمَاءٍ مَّعِيْنٍ ﴿۳۰﴾
کہو کہ بھلا دیکھو تو اگر تمہارا پانی خشک ہو جائے تو (اللہ کے سوا) کون ہے جو تمہارے لئے شیریں پانی کا چشمہ بہا لائے؟

سورۃ القلم (مکیۃ)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

نٓ وَالۡقَلَمِ وَمَا يَسۡطُرُوۡنَ ﴿۱﴾ مَاۤ أَنۡتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّکَ بِمَجۡنُوۡنٍ ﴿۲﴾

ن ۔قلم کی اور جو (اہلِ قلم) لکھتے ہیں اس کی قسم ۔کہ (اے محمد ﷺ!) تم اپنے پروردگار کے فضل سے دیوانے نہیں ہو۔

وَإِنَّ لَکَ لَأَجۡرًا غَيۡرَ مَمۡنُوۡنٍ ﴿۳﴾ وَإِنَّکَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ ﴿۴﴾

اور تمہارے لئے بے انتہا اجر ہے۔اوراخلاق تمہارے بہت (عالی) ہیں

فَسَتُبۡصِرُ وَيُبۡصِرُوۡنَ ﴿۵﴾ بِأَيِّکُمُ الۡمَفۡتُوۡنُ ﴿۶﴾

سو عنقریب تم بھی دیکھ لو گے اور یہ (کافر) بھی دیکھ لیں گے۔ کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے

إِنَّ رَبَّکَ هُوَ أَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ وَهُوَ أَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ ﴿۷﴾

تمہارا پروردگار اس کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کے رستے سے بھٹک گیا اور ان کو بھی خوب جانتا ہے جو سیدھے رستے پر چل رہے ہیں

فَلَا تُطِعِ الۡمُکَذِّبِيۡنَ ﴿۸﴾ وَدُّوۡا لَوۡ تُدۡهِنُ فَيُدۡهِنُوۡنَ ﴿۹﴾

توتم جھٹلانے والوں کا کہا نہ ماننا۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم نرمی ختیار کرو تو یہ بھی نرم ہو جائیں۔

وَلَا تُطِعۡ کُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيۡنٍ ﴿۱۰﴾ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيۡمٍ ﴿۱۱﴾

اور کسی ایسے شخص کے کہے میں نہ آجانا جو بہت قسمیں کھانے والا ذلیل الاوقات ہے۔طعن آمیز اشارتیں کرنے والا چغلیاں لئے پھرنے والا

مَنَّاعٍ لِّلۡخَيۡرِ مُعۡتَدٍ أَثِيۡمٍ ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّۭ بَعۡدَ ذٰلِکَ زَنِيۡمٍ ﴿۱۳﴾

مال میں بخل کرنے والا حد سے بڑھا ہوا بدکار۔ سخت خو اور اس کے علاوہ بدذات ہے۔

أَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۴﴾ إِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ أٰيٰتُنَا قَالَ أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾

اس لئے کہ مال اور بیٹے رکھتا ہے۔ جب اس کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلے لوگوں کے افسانے ہیں

سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾ إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ

ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگائیں گے۔ ہم نے ان لوگوں کی اسی طرح آزمائش کی ہے جس طرح باغ والوں کی

إِذْ أَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿۱۸﴾

آزمائش کی تھی جب انہوں نے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ صبح ہوتے ہوتے ہم اس کا میوہ توڑ ڈالیں گے۔ اور انشاء اللہ نہ کہا

فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۱۹﴾ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿۲۰﴾

سو وہ ابھی سو ہی رہے تھے کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے (راتوں رات) اس پر ایک آفت پھر گئی۔

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ أَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَارِمِيْنَ ﴿۲۲﴾

تو وہ ایسا ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی۔ جب صبح ہوئی تو وہ لوگ ایک دوسرے کو پکارنے لگے۔ کہ اگر تم کو کاٹنا ہے تو اپنی کھیتی پر سویرے ہی جا پہنچو

فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿۲۳﴾ أَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿۲۴﴾

تو وہ چل پڑے اور آپس میں چپکے چپکے کہتے جاتے تھے۔ کہ آج یہاں تمہارے پاس کوئی فقیر نہ آنے پائے

وَغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قَادِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوْٓا إِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾

اور کوشش کے ساتھ سویرے ہی جا پہنچے (گویا کھیتی پر) قادر ہیں۔ جب باغ کو دیکھا تو (ویران) کہنے لگے کہ ہم رستہ بھول گئے ہیں

بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾

نہیں بلکہ ہم بے نصیب ہیں۔ ایک جوان میں فرزانہ تھا بولا کہ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟

قَالُوْا سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ

(تب) وہ کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار! پاک ہے بیشک ہم ہی قصوروار تھے۔ پھر لگے ایک دوسرے کو رُدررُو ملامت کرنے۔

﴿۳۰﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا طَاغِيْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰى رَبُّنَآ أَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا

کہنے لگے کہ ہائے شامت ہم ہی حد سے بڑھ گئے تھے۔ امید ہے کہ ہمارا پروردگار اس کے بدلے میں ہمیں اس سے بہتر

إِنَّآ إِلٰى رَبِّنَا رَاغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ أَكْبَرُ

باغ عنایت کرے ہم اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (دیکھو) عذاب یوں ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب اس

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ إِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۳۴﴾

سے کہیں بڑھ کر ہے اگر یہ لوگ جانتے ہوتے۔ پرہیزگاروں کے لئے ان کے پروردگار کے ہاں نعمت کے باغ ہیں

أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾

کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کی طرح (نعمتوں سے محروم) کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے کیسی تجویزیں کرتے ہو؟

أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ إِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾

کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں (یہ) پڑھتے ہو؟ کہ جو چیز تم پسند کرو گے وہ تم کو ضرور ملے گی۔

أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾

یا تم نے ہم سے قسمیں لے رکھی ہیں جو قیامت کے دن تک چلی جائیں گے کہ جس چیز کا تم حکم کرو گے وہ تمہارے لئے حاضر ہوگی

سَلْهُمْ أَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿۴۰﴾ أَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ فَلْيَأْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ إِنْ

ان سے پوچھو کہ ان میں سے اس کا کون ذمہ لیتا ہے؟۔ کیا (اس قول میں) ان کی اور بھی شریک ہیں؟ اگر یہ سچے ہیں تو

كَانُوْا صَادِقِيْنَ ﴿۴۱﴾ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ

اپنے شریکوں کو لا سامنے کریں۔ جس دن پنڈلی سے کپڑا اٹھا دیا جائے گا اور کفار سجدے کے لئے بلائے جائیں گے

فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۴۲﴾ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ

تو سجدہ نہ کر سکیں گے۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھا رہی ہوگی حالانکہ پہلے سجدے کے لئے بلائے گئے

إِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سَالِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَذَرْنِیْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ

تو سجدہ نہ کرتے وہ صحیح سال تھے پس مجھے اوراس کلام کوجھٹلانے والے کوچھوڑدے

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَأُمْلِیْ لَهُمْ إِنَّ كَيْدِیْ مَتِيْنٌ ﴿۴۵﴾

ہم ان کوآہستہ آہستہ ایسے طریق سے پکڑیں گے کہ ان کوخبر بھی نہ ہو۔اور میں ان کومہلت دیئے جاتا ہوں میری تدبیر قوی ہے

أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ

کیاتم ان سے کچھ صلہ مانگتے ہوکہ ان پرتاوان کابوجھ پڑرہاہے؟ یاان کے پاس غیب کی خبر ہے کہ(اسے) لکھتے جاتے ہیں

يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ

تو اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں صبر کئے رہو اور مچھلی (کا لقمہ ہونے) والے (یونس) کی طرح نہ ہونا

إِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿۴۸﴾ لَوْلَا أَنْ تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ

کہ انہوں نے (اللہ کو) پکارا اور وہ غصے سے بھرے ہوئے تھے۔اگرتمہارے پروردگار کی مہربانی ان کی یاوری نہ کرتی

لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِيْنَ ﴿۵۰﴾

تو چٹیل میدان میں ڈال دیئے جاتے اوران کا حال ابتر ہوجاتا۔پھر پروردگار نے ان کو برگزیدہ کرکے نیکوکاروں میں کرلیا

وَإِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ

اور کافر جب (یہ) نصیحت (کی کتاب) سنتے ہیں تو یوں لگتا ہیں کہ تم کو اپنی نگاہوں سے پھسلا دیں گے

وَيَقُوْلُوْنَ إِنَّهُ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِيْنَ ﴿۵۲﴾

اور کہتے ہیں کہ یہ تو دیوانہ ہے۔اور (لوگو!) یہ (قرآن) اہلِ عالم کے لئے نصیحت ہے۔

سورة الحاقة (مکیة)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

اَلۡحَآقَّةُ ﴿۱﴾ مَا الۡحَآقَّةُ ﴿۲﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا الۡحَآقَّةُ ﴿۳﴾

سچ مچ ہونے والی ۔وہ سچ مچ ہونے والی کیا ہے؟ ۔اور تم کو کیا معلوم ہے کہ وہ سچ مچ ہونے والی کیا ہے؟

كَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ وَعَادٌ ۢ بِالۡقَارِعَةِ ﴿۴﴾ فَاَمَّا ثَمُوۡدُ فَاُهۡلِكُوۡا بِالطَّاغِيَةِ ﴿۵﴾

(وہی) کھڑکھڑانیوالی (جس) کو ثمود اور عاد (دونوں) نے جھٹلایا۔سوثمود تو کڑک سے ہلاک کر دیئے گئے۔

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهۡلِكُوۡا بِرِيۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِيَةٍ ﴿۶﴾ سَخَّرَهَا عَلَيۡهِمۡ سَبۡعَ لَيَالٍ

رہے عاد تو ان کا نہایت تیز آندھی سے ستیاناس کر دیا گیا۔اللہ نے اس کو سات رات

وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوۡمًا ۙ فَتَرَى الۡقَوۡمَ فِيۡهَا صَرۡعٰى ۙ كَاَنَّهُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ

اور آٹھ دن لگا تار ان پر چلائے رکھا تو (اے مخاطب!) تو لوگوں کو اس میں (اس طرح) ڈھئے (اور مرے) پڑے دیکھے

خَاوِيَةٍ ﴿۷﴾ فَهَلۡ تَرٰى لَهُمۡ مِّنۡۢ بَاقِيَةٍ ﴿۸﴾ وَجَآءَ فِرۡعَوۡنُ وَمَنۡ قَبۡلَهٗ

جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے۔ بھلا تو ان میں سے کسی کو بھی باقی دیکھتا ہے؟اور فرعون اور جو لوگ اس سے پہلے تھے

وَالۡمُؤۡتَفِكٰتُ بِالۡخَاطِئَةِ ﴿۹﴾ فَعَصَوۡا رَسُوۡلَ رَبِّهِمۡ فَاَخَذَهُمۡ اَخۡذَةً رَّابِيَةً

اور وہ جو الٹی بستیوں میں رہتے تھے سب گناہ کے کام کرتے تھے۔انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغمبر کی نافرمانی کی تو اللہ

﴿۱۰﴾ اِنَّا لَمَّا طَغَا الۡمَآءُ حَمَلۡنٰكُمۡ فِى الۡجَارِيَةِ ﴿۱۱﴾ لِنَجۡعَلَهَا لَكُمۡ

نے بھی ان کو بڑا سخت پکڑا۔ جب پانی طغیانی پر آیا تو ہم نے تم (لوگوں) کو کشتی میں سوار کر لیا۔ تا کہ اس کو تمہارے لئے

تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَا أُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿١٢﴾ فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ

یادگار بنائیں اور یاد رکھنے والے کان اُسے یاد رکھیں۔ تو جب صُور میں ایک (بار) پھونک مار دی جائے گی۔

﴿١٣﴾ وَّحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿١٤﴾

اور زمین اور پہاڑ دونوں اٹھا لئے جائیں گے پھر ایک بارگی توڑ پھوڑ کر برابر کر دیئے جائیں گے۔

فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١٥﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿١٦﴾

تو اس روز ہو پڑنے والی (یعنی قیامت) ہو پڑے گی۔ اور آسمان پھٹ جائے گا تو وہ اس دن کمزور ہو گا

وَالْمَلَكُ عَلٰى أَرْجَآئِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ ﴿١٧﴾

اور فرشتے اس کے کناروں پر اور تمہارے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اپنے سروں پر اٹھائے ہوں گے

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿١٨﴾

اس روز تم (سب لوگوں کے سامنے) پیش کئے جاؤ گے اور تمہاری کوئی پوشیدہ بات چھپی نہ رہے گی۔

فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِيْنِهِ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَؤُا كِتَابِيَهْ ﴿١٩﴾

تو جس کا (اعمال) نامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ (دوسروں سے) کہے گا کہ لیجئے میرا اعمال نامہ پڑھئے

إِنِّيْ ظَنَنْتُ أَنِّيْ مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ ﴿٢٠﴾ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٢١﴾

مجھے یقین تھا کہ مجھ کو میرا حساب (کتاب) ضرور ملے گا۔ پس وہ (شخص) من مانے عیش میں ہو گا

فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿٢٢﴾ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿٢٣﴾

(یعنی) اونچے (اونچے محلوں کے) باغ میں۔ جن کے میوے جھکے ہوئے ہوں گے ۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿٢٤﴾

جو (عمل) تم ایام گزشتہ میں آگے بھیج چکے ہو اس کے صلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔

وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ أُوْتَ كِتَابِيَهْ ﴿۲۵﴾

اور جس کا نامہ (اعمال) اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا اے کاش مجھ کو میرا (اعمال) نامہ نہ دیا جاتا۔

وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿۲۶﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿۲۷﴾

اور مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے؟ اے کاش موت (ابد الآباد کے لئے میرا کام) تمام کر چکی ہوتی

مَا أَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطَانِيَهْ ﴿۲۹﴾

(آج) میرا مال میرا کچھ بھی کام نہ آیا۔(ہائے) میری دلیل خاک میں مل گئی۔

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا

(حکم ہو گا کہ) اسے پکڑ لو اور طوق پہنا دو۔ پھر دوزخ کی آگ میں جھونک ۔پھر زنجیر سے جس کی ناپ

سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾ إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۳﴾

ستر گز ہے جکڑ دو ۔[1] یہ نہ تو اللہ جل شانہ پر ایمان لاتا تھا۔

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۳۴﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿۳۵﴾

اور نہ فقیر کے کھانا کھلانے پر آمادہ کرتا تھا۔ سو آج اس کا بھی یہاں کوئی دوستدار نہیں

وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿۳۶﴾ لَّا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ﴿۳۷﴾

اور نہ پیپ کے سوا (اس کے لئے) کھانا ہے۔ جس کو گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھائے گا۔

---

[1] عن عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: لو ان رضراضة مثل هذه" واشار الى مثل الجمجمة" ارسلت من السماء الى الارض وهى مسيرة خمسمائة سنة لبلغت الارض قبل الليل، ولو انها ارسلت من رأس السلسلة لسارت اربعين خريفا، الليل و النهار قبل ان تبلغ

اصلھااوقعرھا.(ترمذی:۲۵۸۸ واحمد:۲/۱۹۷،وحاکم:۲/۴۳۸)۔

عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اگر سیسہ (رانگے) کا ایک گولہ جو اس جیسا ہو اور آپؐ نے سر کی طرف اشارہ کیا کہ کوپڑی جیسا ہو (یعنی سیسے کا وہ گولہ جو کوپڑی کی طرح گول اور بھاری ہونے کی وجہ سے نہایت سرعت کے ساتھ لڑھکنے والا ہو) آسمان سے زمین کی طرف پھینکا جائے، جس کا درمیانی فاصلہ پانچ سو برس کی مسافت کے برابر ہے، تو یقیناً وہ گولہ ایک رات گذرنے سے پہلے یعنی بہت مختصر مدت میں زمین پر پہنچ جائے، لیکن اگر وہ گولہ زنجیر کے سرے سے چھوڑا جائے تو چالیس سال تک مسلسل دن ورات لڑھکنے کے باوجود اس زنجیر کی جڑ یعنی اس کے آخری سرے تک یا یہ فرمایا کہ اس کی تہہ تک نہ پہنچے گا۔اس زنجیر کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں ہے۔

اس موقع پر اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن کی رو سے اس زنجیر کی لمبائی ستر گز ہوگی تو وہ اس قدر مسافت کے برابر کیسے ہوسکتی ہے جس کا ذکر حدیث میں کیا گیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ستر گز سے مخصوص عدد اور زنجیر کی متعین لمبائی مراد نہیں ہے بلکہ اس عدد سے کثرت ومبالغہ مراد ہے۔

دوسرے یہ کہ اس جہاں کے گز کو اس دنیا کی گز پر قیاس نہ کرنا چاہئے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔کہ وہاں کا گز کتنا لمبا ہوگا اور اس کی کیا صورت ہوگی ،اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے ،آخرت کے قیراط کو احد پہاڑ کے برابر فرمایا گیا ہے۔ایک عالم نوف بکالیؒ سے منقول ہے، کہ انہوں نے کہا ستر گز اس طرح کے ہونگے کہ ہر گز دو ہتوں کے برابر ہوگا، اور ہر دو ہت اس فاصلے کے برابر لمبا ہوگا جو اس جگہ (کوفہ) اور مکہ کے درمیان ہے۔

حسن بصری نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ اس گز کی مقدار کیا ہوگی۔ بہر حال حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جس زنجیر میں کافر، دوزخی کو جکڑا جائے گا اگر اس کی لمبائی کا اندازہ لگانا چاہو تو اس سے لگاؤ کہ اگر ایک سیسے کا گولہ آسمان سے چھوڑا جائے اور باوجودیکہ زمین وآسمان کے درمیان پانچ سو برس کی مسافت کے برابر فاصلہ ہے وہ گولہ بہت تھوڑی سی دیر میں زمین پر پہنچ جائے گا۔ کیونکہ گول اور بھاری چیز اوپر سے نیچے کو بہت جلد آتی ہے لیکن اگر وہی گولہ اس زنجیر کے ایک سرے سے لڑھکایا جائے اور آسمان سے زمین پر آنے والی اسی تیز رفتاری کے ساتھ چالیس سال تک لڑھکتا رہے تب بھی اس زنجیر کے دوسرے سرے تک پہنچ نہیں پائے گا۔

فَلَآ أُقۡسِمُ بِمَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۳۹﴾

تو ہم کو ان چیزوں کی قسم جو تم کو نظر آتی ہیں۔اورجو تم کو نظر نہیں آتیں۔

إِنَّهُ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ﴿۴۰﴾ وَمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَاعِرٍ قَلِيۡلًا مَّا تُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۴۱﴾

کہ یہ (قرآن) فرشتہ عالی مقام کی زبان کا پیغام ہے۔اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں لیکن تم لوگ بہت ہی کم ایمان لاتے ہو

وَلَا بِقَوۡلِ كَاهِنٍ قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۴۲﴾ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعَالَمِيۡنَ ﴿۴۳﴾

اور نہ کسی کاہن کے مزخرفات ہیں لیکن تم لوگ بہت کم فکر کرتے ہو۔(یہ تو) پروردگار عالم کا اتارا (ہوا) ہے

وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَيۡنَا بَعۡضَ الۡأَقَاوِيۡلِ ﴿۴۴﴾ لَأَخَذۡنَا مِنۡهُ بِالۡيَمِيۡنِ ﴿۴۵﴾

اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنا لاتے۔تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے۔

ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡهُ الۡوَتِيۡنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنۡكُمۡ مِّنۡ أَحَدٍ عَنۡهُ حَاجِزِيۡنَ ﴿۴۷﴾

پھر ان کی رگِ گردن کاٹ ڈالتے۔پھر تم میں سے کوئی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔

وَإِنَّهُ لَتَذۡكِرَةٌ لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۴۸﴾ وَإِنَّا لَنَعۡلَمُ أَنَّ مِنۡكُمۡ مُّكَذِّبِيۡنَ ﴿۴۹﴾

اور یہ (کتاب) تو پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے۔اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض اس کو جھٹلاتے ہیں

وَإِنَّهُ لَحَسۡرَةٌ عَلَى الۡكَافِرِيۡنَ ﴿۵۰﴾ وَإِنَّهُ لَحَقُّ الۡيَقِيۡنِ ﴿۵۱﴾

نیز یہ کافروں کے لئے (موجب) حسرت ہے۔اور کچھ شک نہیں کہ یہ برحق قابلِ یقین ہے۔

فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ ﴿۵۲﴾

سوتم اپنے پروردگار کے نام کی تنزیہ کرتے رہو۔

سورة المعارج (مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ﴿۱﴾ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ لَيۡسَ لَهٗ دَافِعٌ ﴿۲﴾

ایک طلب کرنے والے نے عذاب طلب کیا جو نازل ہوکر رہے گا۔ (یعنی) کافروں پر (اور) کوئی اس کو ٹال نہ سکے گا

مِّنَ اللّٰهِ ذِى الۡمَعَارِجِ ﴿۳﴾ تَعۡرُجُ الۡمَلٰۤئِكَةُ وَالرُّوۡحُ اِلَيۡهِ

(اور وہ) اللہ صاحب درجات کی طرف سے (نازل ہوگا)۔[1] جس کی طرف روح (الامین) اور فرشتے چڑھتے ہیں

---

[1] حافظ ابن کثیر ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں انہوں نے معارج کی تفسیر میں درجات کا مفہوم ذکر کیا کہ پروردگار عالم فضائل اور بلندیوں والا ہے، مجاہد نے معارج سے آسمانوں کے مدارج مراد لئے ہیں، روح سے جنس روح، اور مراد مومنین کی روحیں ہیں، جیسا کہ ابوداود ونسائی، واحمد، کی ایک روایت میں ہے، براء بن عاذبؓ مومن کی قبض روح کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں: فلايزال يصعدبهامن السماء الى السماء حتى ينتهى به الى السماء السابعة، (مسند احمد: ١٧٨٠٣) یعنی جب مومن کی روح قبض کر لی جائے گی تو اس کو چڑھایا جائے گا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک، یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک پہنچا دیا جائے گا، اور بعض مفسرین کی رائے ہیں کہ روح سے روح الامین یعنی جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔

''فِىۡ يَوۡمٍ كَانَ مِقۡدَارُهٗ خَمۡسِيۡنَ اَلۡفَ سَنَةٍ'' کی مراد میں حافظ ابن کثیر نے چار اقوال نقل کئے ایک یہ کہ اس سے مراد اسفل سافلین سے لیکر عرش تک کی مسافت ہے، جو ساتوں زمینوں کا مستقر ہے، چنانچہ اس قسم کا مضمون ابن ابی شیبہ نے کتاب صفۃ العرش میں بیان کیا ہے۔

دوسرا قول یہ کہ یہ مدت بقاء دنیا ہے کہ جب سے اللہ تعالی نے دنیا پیدا کیا اس وقت سے قیامت تک کی یہ مدت ہے۔ چنانچہ مجاہد اس آیت کی تفسیر میں کہا کرتے تھے، عمرها خمسون الف سنة.

تیسرا قول یہ کہ وہ وقت فاصل ہے دنیا واخرت کے درمیان، مگر اس قول کو مفسرین نے غریب وشاذ کہا ہے۔

چوتھا قول: یہ ہے کہ یہ روز قیامت کی مدت ہے جو دنیا کے ایام کے لحاظ سے پچاس ہزار برس کے بقدر ہوگی، چنانچہ عکرمہ ابن عباسؓ سے باسناد صحیح نقل کرتے ہیں "ھو یوم القیامۃ" اور ایک روایت میں ہے کہ حق تعالی نے اس دن کو کافروں کے واسطے ایک ہزار سال کے برابر بنایا ہے، نبی کریم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی جبکہ سننے والوں نے کہا، اللہ اکبـــــــــر یہ کس قدر طویل دن ہوگا، تو آپ نے ارشاد فرمایا یہ کافر کے لئے ہوگا لیکن مومن کے لئے اللہ تعالی اس دن کو اتنا آسان فرمادے گا جتنا وقت کہ وہ فرض نماز کے لئے دنیا میں آسانی سے گزار دیتا ہے، مال کی زکوۃ نہ دینے والوں کی وعید میں جو حدیث ہے کہ وہ مال اس شخص پر جہنم کی آگ بنا کر داغ دیا جاتا رہے گا اس دن میں کہ جس کی مقدار پچاس پچاس ہزار برس ہے، مسلم: ۱٦٤٧، اس کی تائید کرتی ہے، (ابن کثیر)۔

بعض مفسرین کی رائے ہے کہ پچاس ہزار برس کی مدت ظاہری اور حقیقی معنی کے لحاظ سے نہیں ہے بلکہ وہ غم اور کرب ہے جس کے باعث یہ دن اس قدر طویل ہوگا اسی وجہ سے مومنین کے لئے نماز کے وقت کا بقدر ہلکا فرمایا گیا، اور اس تقدیر پر سورۂ سجدہ کی آیت "مقدارہ الف سنۃ مماتعدون" جس میں ایک ہزار برس مقدار بیان کی گئی کوئی تعارض نہ رہے گا۔ (قرطبی)۔

بعض مفسرین کے کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ میدان حشر میں پچاس مؤقف ہوں گے اور ہر موقف اور حاضری کا مقام ایک ہزار برس کے بقدر ہوگا، تو اس لحاظ سے ایک ہزار برس نفس مجموعہ دن کی مدت ہوئی۔ اور اس کے پچاس مواطن کے اعتبار سے پچاس ہزار ہوگئے جس کو بیان فرمایا گیا (روح البیان)۔

"سـأل سـائل" کی تفسیر میں بعض مفسرین نے نضر بن حارث کا نام بیان کیا ہے، مگر اس لئے کہ یہ ذلیل اس قابل نہ تھا کہ قران کریم میں اس کا نام لیا جائے تو مبہم رکھا، نیز تعین نہ کرنے میں یہ خوبی ہے کہ اس سائل کے بعد جو بھی اس قسم کا سوال کرے گا اس پر آیہ منطبق ہوگی۔

بعض مفسرین کہتے ہیں سائل سے مراد نبی ﷺ ہیں، یہ اشارہ ہے اس دعا اور درخواست کی طرف، نبی ﷺ نے کفار مکہ کی سرکشی اور ان کے تمسخر سے رنجیدہ ہوکر بارگاہ الہی میں فرمائی تھی، کہ ان پر کوئی عذاب مسلط کیا جائے چنانچہ ان پر سات برس کا وہ جگر خراش قحط برسا کہ ہڈیاں اور مردار تک کھانے کی نوبت آ گئی۔ بہرکیف ان متعدد معانی پر ائمہ تفسیر نے ان کلمات کو محمول کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۴ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِیْلًا ۵
(اور) اس روز (نازل ہوگا) جس کا اندازہ پچاس ہزار برس کا ہوگا۔ (تو تم کافروں کی باتوں کو) قوت کے ساتھ برداشت
اِنَّهُمْ یَرَوْنَهٗ بَعِیْدًا ۶ وَّنَرٰىهُ قَرِیْبًا ۷ یَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۸
کرتے رہو۔ وہ ان لوگوں کی نگاہ میں دُور ہے۔ اور ہماری نظر میں نزدیک۔ جس دن آسمان ایسا ہو جائے گا جیسے پگھلا ہوا تانبا
وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۹ وَلَا یَسْـَٔلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا ۱۰
اور پہاڑ (ایسے) جیسے (دھنکی ہوئی) رنگین اون۔ اور کوئی دوست کسی دوست کا پرسان نہ کرے گا۔
یُّبَصَّرُوْنَهُمْ یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍ بِبَنِیْهِ ۱۱
ایک دوسرے کو سامنے دیکھ رہے ہوں گے گنہگار خواہش کرے گا کہ کسی طرح اس دن کے عذاب کے بدلے میں دیدے یعنی اپنے بیٹے
وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِیْهِ ۱۲ وَفَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ تُـْٔوِیْهِ ۱۳ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا
اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی۔اور اپنا خاندان جس میں وہ رہتا تھا۔اور جتنے آدمی زمین میں ہیں
ثُمَّ یُنْجِیْهِ ۱۴ كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ۱۵
پھر سب (کچھ دیدے) اور اپنے تئیں عذاب سے چھڑا لے۔ (لیکن) ایسا ہرگز نہ ہوگا وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔
نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۱۶ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ۱۷ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ۱۸
کھال ادھیڑ ڈالنے والی۔ ان لوگوں کو اپنی طرف بلائے گی جنہوں نے (دینِ حق سے) اعراض کیا۔ اور (مال) جمع کیا اور بند کر رکھا
اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۱۹ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۲۰
کچھ شک نہیں کہ انسان کم حوصلہ پیدا ہوا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے۔
وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَیْرُ مَنُوْعًا ۲۱ اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ ۲۲ الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى
اور جب آسائش حاصل ہوتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے۔ مگر نماز گزار۔ جو نماز کا التزام رکھتے

صَلَاتِهِمْ دَائِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَالَّذِيْنَ فِىْ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾

(اور بلاناغہ پڑھتے) ہیں۔اور جن کے مال میں حصہ مقرر ہے

لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۲۵﴾ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۲۶﴾

(یعنی) مانگنے والے کا اور نہ مانگنے والے کا۔ اور جو روزِ جزا کو سچ سمجھتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

اور جو اپنے پروردگار کے عذاب سے خوف رکھتے ہیں

إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ﴿۲۹﴾

بیشک ان کے پروردگار کا عذاب ہے ہی ایسا کہ اس سے بےخوف نہ ہوا جائے۔اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں

إِلَّا عَلٰىٓ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۳۰﴾

مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں سے کہ (ان کے پاس جانے پر) انہیں کچھ ملامت نہیں

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَأُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ ﴿۳۱﴾

اور جو لوگ ان کے سوا اور کے خواستگار ہوں وہ حد سے نکل جانے والے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ﴿۳۲﴾

اور جو اپنی امانتوں اور اقراروں کا پاس کرتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهَادَاتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾

اور جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں۔اور جو اپنی نماز کی خبر رکھتے ہیں

أُولٰئِکَ فِیۡ جَنّٰتٍ مُّکۡرَمُوۡنَ ﴿۳۵﴾ فَمَالِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا قِبَلَکَ مُهۡطِعِیۡنَ ﴿۳۶﴾

یہی لوگ باغہائے بہشت میں عزت واکرام سے ہوں گے۔تو ان کافروں کو کیا ہوا ہے کہ تمہاری طرف دوڑے چلے آتے ہیں

عَنِ الۡیَمِیۡنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِیۡنَ ﴿۳۷﴾ اَیَطۡمَعُ کُلُّ امۡرِیٴٍ مِّنۡهُمۡ

(اور) دائیں بائیں سے گروہ گروہ ہوکر (جمع ہوتے جاتے ہیں)۔کیا ان میں سے ہر شخص یہ توقع رکھتا ہے

اَنۡ یُّدۡخَلَ جَنَّةَ نَعِیۡمٍ ﴿۳۸﴾ کَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقۡنٰهُمۡ مِّمَّا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۹﴾

کہ نعمت کے باغ میں داخل کیا جائے گا؟ ہرگز نہیں ہم نے ان کو اس چیز سے پیدا کیا ہے جسے وہ جانتے ہیں

فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِرَبِّ الۡمَشٰرِقِ وَالۡمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوۡنَ ﴿۴۰﴾

ہمیں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی قسم! کہ ہم طاقت رکھتے ہیں۔

عَلٰۤی اَنۡ نُّبَدِّلَ خَیۡرًا مِّنۡهُمۡ ۙ وَمَا نَحۡنُ بِمَسۡبُوۡقِیۡنَ ﴿۴۱﴾

(یعنی) اس بات پر (قادر ہیں) کہ ان سے بہتر لوگ بدل لائیں اور ہم عاجز نہیں ہیں۔

فَذَرۡهُمۡ یَخُوۡضُوۡا وَیَلۡعَبُوۡا حَتّٰی یُلٰقُوۡا یَوۡمَهُمُ الَّذِیۡ یُوۡعَدُوۡنَ ﴿۴۲﴾

تو ان کو باطل میں پڑے رہنے اور کھیل لینے دو یہاں تک کہ جس دن کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ان کے سامنے آ موجود ہو

یَوۡمَ یَخۡرُجُوۡنَ مِنَ الۡاَجۡدَاثِ سِرَاعًا کَاَنَّهُمۡ اِلٰی نُصُبٍ یُّوۡفِضُوۡنَ ﴿۴۳﴾

اس دن یہ قبر سے نکل کر (اس طرح) دوڑیں گے جیسے (شکاری) شکار کے جال کی طرف دوڑتے ہیں۔

خَاشِعَةً اَبۡصَارُهُمۡ تَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِکَ الۡیَوۡمُ الَّذِیۡ کَانُوۡا یُوۡعَدُوۡنَ ﴿۴۴﴾

ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی اور ذلت ان پر چھا رہی ہوگی یہی وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

سورة نوح (مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

إِنَّآ أَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا إِلٰى قَوۡمِهٖۤ أَنۡ أَنۡذِرۡ قَوۡمَكَ مِنۡ قَبۡلِ أَنۡ يَّأۡتِيَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيۡمٌ ﴿۱﴾

ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ پیشتر اس کے کہ اس پر درد دینے والا عذاب واقع ہو اپنی قوم کو ہدایت دو

قَالَ يَا قَوۡمِ إِنِّيۡ لَكُمۡ نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۲﴾ أَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوۡهُ وَأَطِيۡعُوۡنِ ﴿۳﴾

انہوں نے کہا کہ اے قوم! میں تم کو کھلے طور پر نصیحت کرتا ہوں۔ کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہا مانو

يَغۡفِرۡ لَكُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِكُمۡ وَيُؤَخِّرۡكُمۡ إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى إِنَّ أَجَلَ اللّٰهِ

وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور (موت کے) وقت مقرر تک تم کو مہلت عطا کرے گا جب اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آ جاتا

إِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ لَوۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّيۡ دَعَوۡتُ

ہے تو تاخیر نہیں ہوتی اگر تم جانتے ہوتے۔ جب لوگوں نے نہ مانا تو (نوح نے) اللہ سے عرض کی کہ پروردگار! میں اپنی

قَوۡمِيۡ لَيۡلًا وَّنَهَارًا ﴿۵﴾ فَلَمۡ يَزِدۡهُمۡ دُعَآئِيۡۤ إِلَّا فِرَارًا ﴿۶﴾

قوم کو رات دن بلاتا رہا۔ لیکن میرے بلانے سے وہ اور زیادہ گریز کرتے رہے۔

وَإِنِّيۡ كُلَّمَا دَعَوۡتُهُمۡ لِتَغۡفِرَ لَهُمۡ جَعَلُوۡٓا أَصَابِعَهُمۡ فِيۡۤ أٰذَانِهِمۡ

جب جب میں نے ان کو بلایا کہ (توبہ کریں اور) تو ان کو معاف فرمائے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں

وَاسۡتَغۡشَوۡا ثِيَابَهُمۡ وَأَصَرُّوۡا وَاسۡتَكۡبَرُوا اسۡتِكۡبَارًا ﴿۷﴾ ثُمَّ إِنِّيۡ دَعَوۡتُهُمۡ

اور کپڑے اوڑھ لئے اور اڑ گئے اور اکڑ بیٹھے۔ پھر میں ان کو کھلے

جِهَارًا ﴿٨﴾ ثُمَّ إِنِّيٓ أَعْلَنتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ﴿٩﴾

طور پر بھی بلاتا رہا۔ اور ظاہر اور پوشیدہ ہر طرح سمجھاتا رہا۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ﴿١١﴾

اور کہا کہ اپنے پروردگار سے معافی مانگو کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے لگا تار مینہ برسائے گا

وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَّبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَّيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَارًا

اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں باغ عطا کرے گا اور (ان میں) تمہارے لئے نہریں بہا دے گا۔

﴿١٢﴾ مَّا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿١٣﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ﴿١٤﴾

تم کو کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کا اعتقاد نہیں رکھتے۔ حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح (کی حالتوں) کا پیدا کیا ہے۔

أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿١٥﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے سات آسمان کیسے اوپر تلے بنائے ہیں۔اور چاند کو ان میں

فِيهِنَّ نُورًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿١٦﴾ وَاللّٰهُ أَنبَتَكُم مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ﴿١٧﴾

نُور بنایا ہے اور سورج کو چراغ ٹھہرایا ہے۔ اور اللہ ہی نے تم کو زمین سے پیدا کیا ہے۔

ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ﴿١٨﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا ﴿١٩﴾

پھر اسی میں تمہیں لوٹائے گا اور (اسی سے) تم کو نکال کھڑا کرے گا۔ اور اللہ ہی نے زمین کو تمہارے لئے فرش بنایا۔

لِتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿٢٠﴾ قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ

تا کہ اس کے بڑے بڑے کشادہ رستوں میں چلو پھرو۔ (اس کے بعد) نوح نے عرض کی کہ میرے پروردگار! یہ لوگ

عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾

میرے کہنے پر نہیں چلے اور ایسوں کے تابع ہوئے ہیں جن کو ان کے مال اور اولاد نے نقصان کے سوا کچھ فائدہ نہیں دیا۔

وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا

اور وہ بڑی بڑی چالیں چلے۔ اور کہنے لگے کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور وَدّ

وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿۲۳﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا

اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو کبھی ترک نہ کرنا۔[1] (پروردگار!) انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے

وَّلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا

تو تُو ان کو اور گمراہ کر دے۔ (آخر) وہ اپنے گناہوں کے سبب ہی غرقاب کر دیئے گئے پھر آگ میں ڈال دیئے گئے

فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ

تو انہوں نے اللہ کے سوا کسی کو اپنا مددگار نہ پایا۔ اور (پھر) نوح نے (یہ) دعا کی کہ میرے پروردگار

لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا

کسی کافر کو زمین پر بسا نہ رہنے دے۔ اگر تو ان کو رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے

عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ

اور ان سے جو اولاد ہو گی وہ بھی بدکار اور ناشکر گزار ہو گی۔ اے میرے پروردگار! مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو

دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾

ایمان لا کر میرے گھر میں آئے اس کو اور تمام ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو معاف فرما اور ظالم لوگوں کے لئے اور زیادہ تباہی بڑھا

---

[1] ''وقالوا لاتذرن'' ان مشرکین نے میری دعوت قبول کرنے کے بجائے فیصلہ کیا ہے کہ وہ اپنے تمام معبودوں=

سورة الجن(مكية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ﴿١﴾

کہہ دو کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے سنا تو کہنے لگے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا[1]

يَهْدِيْ إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ﴿٢﴾

جو بھلائی کا رستہ بتاتا ہے سو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے

وَأَنَّهُ تَعَالٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ﴿٣﴾

اور یہ کہ ہمارے پروردگار کی عظمت (شان) بہت بڑی ہے وہ نہ بیوی رکھتا ہے نہ اولاد

= کی عبادت ہرگز نہ چھوڑیں خصوصا ان پانچ بڑے معبودوں کو تو کسی قیمت پر نہ چھوڑیں یعنی ود، سواع، یغوث، یعوق، اور نسر، یہ پانچوں نوح علیہ السلام کی قوم کے بڑے معبود تھے، جنہیں وہ اپنی حاجتوں اور مصیبتوں میں پکارتے تھے، عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے: اسماء رجال صالحين من قوم نوح عليه السلام(بخاری: فی التفسیر)۔ یہ پانچوں نوح علیہ السلام کی قوم میں اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندے تھے، جب وہ فوت ہوگئے تو ان کے متعلقین اور معتقدین نے بہت غم کیا، ابلیس انسانی شکل میں ان کے پاس پہنچا اور خیرخواہی کے رنگ میں کہنے لگا تم غم نہ کرو میں تمہاری تسلی کا سامان کر دیتا ہوں، چنانچہ وہ ان کی شکلوں پر ان بزرگوں کے بت بنا کر ان کے پاس لے آیا، اور کہنے لگا ان بتوں کو ان بزرگوں کے عبادت خانوں میں نصب کر دو، اور وقتاً فوقتاً ان کی زیارت کر کے دلوں کو تسلی دے لیا کرنا، اس کے بعد رفتہ رفتہ ان کی عبادت ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو دعوت توحید دے کر مبعوث فرمایا(قرطبی، البدايه والنهاية)۔

[1] "نفر من الجن" لفظ نفر تین سے دس تک عدد کے لئے بولا جاتا ہے جن جنات کا یہاں ذکر ہے روایت یہ ہے

کہ یہ نوافراد تھے نصیبین کے رہنے والے۔جن مخلوقات الٰہیہ میں ایک ایسی مخلوق کا نام ہے جو ذی اجسام بھی ہیں ذی روح بھی اور انسان کی طرح عقل وشعور والے بھی مگر لوگوں کی نظروں سے مخفی ہیں۔اسی لئے ان کا نام جن رکھا گیا کہ جن کے لفظی معنی مخفی کے ہیں ان کی تخلیق کا غالب مادہ آگ ہے جیسے انسان کا غالب مادہ مٹی ہے۔اس نوع میں بھی انسان کی طرح نر و مادہ یعنی مرد وعورت ہیں اور انسان ہی کی طرح ان میں توالد وتناسل کا سلسلہ بھی ہے۔اور ظاہر یہ ہے کہ قرآن میں جن کو شیاطین کہا گیا ہے وہ بھی جنات ہی میں سے شریر لوگوں کا نام ہے۔ جنات اور فرشتوں کا وجود قران وسنت کی قطعی دلائل سے ثابت ہے جس کا انکار کفر ہے۔(تفسیر مظہری)۔

قل اوحی الیَّ : سے معلوم ہوا کہ جنات کے جس واقعہ کا یہاں ذکر ہے اس میں آپ نے قرآن سننے والے جنات کو دیکھا نہیں تھا اللہ تعالی نے بذریعہ وحی آپ کو اطلاع دی۔صحیح بخاری، مسلم وترمذی وغیرہ میں ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ اس واقعہ میں رسول اللہ ﷺ نے جنات کو قرآن بالقصد سنایا نہیں بلکہ ان کو دیکھا بھی نہیں بلکہ واقعہ یہ پیش آیا کہ آپؐ اپنے کچھ صحابہ کے ساتھ بازار عکاظ کی طرف جارہے تھے اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ شیاطین کو آسمان کی خبریں سننے سے شہاب ثاقب کے ذریعہ روک دیا گیا تھا۔اور جنات نے باہم مشورہ کیا کہ یہ حادثہ جو ہم پر آسمانی خبروں سے ممنوع ہوجانے کا پیش آیا ہے یہ کوئی اتفاقی بات معلوم نہیں ہوتی، دنیا میں کوئی نئی چیز پیش آئی ہے، جو اس کا سبب ہوئی اور یہ طے کیا کہ زمین کے مشرق ومغرب اور ہر طرف میں جنات کے وفود جائیں اور اس کی تحقیق کر کے آویں کہ یہ نئی چیز کیا پیش آئی ہے، ان کا جو وفد تہامہ حجاز کی طرف بھیجا گیا تھا وہ مقام نخلہ پر پہنچے تو وہاں رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ صبح کی نماز جماعت سے ادا کررہے تھے۔جنات کے اس وفد نے جب قران سنا تو قسمیں کھا کر آپس میں کہنے لگے کہ واللہ یہی کلام ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل اور مانع بنا ہے۔یہ لوگ یہاں سے لوٹے اور جا کر اپنی قوم سے یہ قصہ بیان کیا جس کا ذکر ان ایات میں ہے: اناسمعنا قرانا عجبا......الایۃ)۔(بخاری، رقم:۴۹۲۱،ترمذی فی التفسیر)۔

وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا ، مساجد جمع مسجد ہے یہاں اس کے معروف مشہور معنی بھی لئے جاسکتے ہیں یعنی وہ عبادت گاہیں جو نماز کے لئے وقف کی جاتی ہیں اور مسجد کہلاتی ہیں، اس صورت میں معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ جب سب مساجد صرف اللہ کی عبادت کے لئے بنائی گئی ہیں تو تم مسجدوں میں جا کر اللہ کے سوا کسی اور کو مدد کے لئے نہ پکارو جس طرح یہود ونصاری اپنی عبادتگاہوں میں اس شرک کا ارتکاب کرتے ہیں حاصل اس کا مساجد کو عقائد فاسدہ اور اعمال باطلہ سے پاک رکھنا ہے۔اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مساجد مسجَد بفتح الجیم کی جمع ہو جو مصدر میمی بمعنی سجدہ آتا ہے تو معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ سب سجدے صرف اللہ کے لئے مخصوص ہیں اور جو شخص غیر اللہ کو اعانت کے لئے پکارتا ہے گویا وہ اس کو سجدہ کرتا ہے غیر اللہ کی سجدہ سے اجتناب کرو۔

وَأَنَّهُ كَانَ يَقُولُ سَفِيهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ﴿۴﴾

اور یہ کہ ہم میں سے بعض بیوقوف اللہ کے بارے میں جھوٹ افتراء کرتا ہے۔

وَأَنَّا ظَنَنَّا أَنْ لَّنْ تَقُولَ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۵﴾

اور ہمارا (یہ) خیال تھا کہ انسان اور جن اللہ کی نسبت جھوٹ نہیں بولتے[2]

وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنْسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا

اور یہ کہ بعض بنی آدم بعض جنات کی پناہ پکڑا کرتے تھے (اس سے) ان کی سرکشی اور بڑھ گئی تھی۔

﴿۶﴾ وَأَنَّهُمْ ظَنُّوا كَمَا ظَنَنْتُمْ أَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ أَحَدًا ﴿۷﴾

اور یہ کہ ان کا بھی یہی اعتقاد تھا جس طرح تمہارا تھا کہ اللہ کسی کو نہیں جلائے گا۔

وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَّشُهُبًا ﴿۸﴾

اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اس کو مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھرا ہوا پایا۔

---

[2] واعظین جنّ اپنی طرف سے معذرت پیش کرتے ہیں کہ وہ اب تک کیوں ان نادانوں کی بات مان کر گمراہی اور شرک میں پھنسے رہے، انہوں نے کہا ہم تو اب تک اس خوش فہمی اور حسن ظن میں مبتلا رہے ہیں کہ جن وانس اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی جھوٹی اور غلط بات منسوب نہیں کر سکتے، اس لئے ہم یہی سمجھتے رہے کہ ہمارے یہ رہنما جو اللہ کے لئے شریک اور نائب تجویز کرر ہے ہیں وہ درست اور حق پر ہے، مگر اب قران سننے سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ وہ جھوٹے اور مفتری ہیں اور اللہ تعالیٰ شریک سے پاک ہے۔

معنی الاية ،انا انما اخذنا قول الغير ،لاناظنناانه لايقال الكذب على الله فلماسمعناالقرآن علمناانهم قديكذبون وهذا منهم اقرار بانهم انما وقعوا فى تلك الجهالات بسبب التقليد ،وانهم انما تخلصوا عن تلك الظلمات ببركة الاستدلال والاحتجاج۔ (کبیر)۔

وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَّصَدًا ﴿٩﴾
اور یہ کہ پہلے ہم وہاں بہت سے مقامات میں سننے کے لئے بیٹھا کرتے تھے اب کوئی سننا چاہے تو اپنے لئے انگارا تیار پائے
وَأَنَّا لَا نَدْرِي أَشَرٌّ أُرِيدَ بِمَنْ فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿١٠﴾
ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کیساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب کا ارادہ ان کے ساتھ بھلائی کا ہے
وَأَنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَٰلِكَ كُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا ﴿١١﴾
اور یہ کہ ہم میں کوئی نیک ہیں اور کوئی اور طرح کے ہمارے کئی طرح کے مذہب ہیں۔
وَأَنَّا ظَنَنَّا أَنْ لَنْ نُعْجِزَ اللَّهَ فِي الْأَرْضِ وَلَنْ نُعْجِزَهُ هَرَبًا ﴿١٢﴾
اور یہ کہ ہم نے یقین کر لیا ہے کہ ہم زمین میں (خواہ کہیں ہوں) اللہ کو ہرا نہیں سکتے اور نہ بھاگ کر اس کو تھکا سکتے ہیں
وَأَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ آمَنَّا بِهِ فَمَنْ يُؤْمِنْ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا
اور جب ہم نے ہدایت سنی اس پر ایمان لے آئے تو جو شخص اپنے پروردگار پر ایمان لاتا ہے اس کو نہ نقصان کا خوف ہے نہ ظلم کا
﴿١٣﴾ وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ
اور یہ کہ ہم میں فرمانبردار ہیں اور بعض (نافرمان) گنہگار ہیں تو جو فرمانبردار ہوئے وہ
تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿١٤﴾ وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿١٥﴾
سیدھے رستے پر چلے۔ اور جو گنہگار ہوئے وہ دوزخ کا ایندھن بنے
وَأَنْ لَوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُمْ مَاءً غَدَقًا ﴿١٦﴾
اور (اے پیغمبر!) یہ (بھی ان سے کہہ دو) کہ اگر یہ لوگ سیدھے رستے پر رہتے تو ہم ان کے پینے کو بہت سا پانی دیتے
لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿١٧﴾
تا کہ اس سے ان کی آزمائش کریں اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے منہ پھیرے گا وہ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا

وَأَنَّ الْـمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا ﴿۱۸﴾ وَأَنَّـهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ

اور یہ کہ مسجدیں اللہ کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ اور جب اللہ کے بندے اس کی عبادت کو کھڑے ہوئے

يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوْ رَبِّيْ وَلَا أُشْرِكُ بِهٖ

تو کافران کے گرد ہجوم لینے کو تھے۔ کہہ دو کہ میں تو اپنے پروردگار ہی کی عبادت کرتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں بناتا

أَحَـدًا ﴿۲۰﴾ قُـلْ إِنِّـيْ لَا أَمْـلِكُ لَـكُـمْ ضَـرًّا وَلَا رَشَـدًا ﴿۲۱﴾

یہ بھی کہہ دو کہ میں تمہارے حق میں نقصان اور نفع کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔

قُـلْ إِنِّـيْ لَنْ يُّـجِيْـرَنِـيْ مِـنَ اللّٰهِ أَحَدٌ وَّلَنْ أَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾

(یہ بھی) کہہ دو کہ اللہ (کے عذاب) سے مجھے کوئی پناہ نہیں دے سکتا اور میں اس کے سوا کہیں جائے پناہ نہیں دیکھتا۔

إِلَّا بَلٰغًـا مِّـنَ الـلّٰـهِ وَرِسٰـلٰتِـهٖ وَمَـنْ يَّعْـصِ الـلّٰـهَ وَرَسُـوْلَـهُ

ہاں اللہ کی طرف سے احکام کا اور اس کے پیغاموں کا پہنچا دینا میرے ذمے ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر کی نافرمانی

فَإِنَّ لَـهُ نَـارَ جَهَـنَّـمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا ﴿۲۳﴾ حَتّٰى إِذَا رَأَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ

کرے گا تو ایسوں کے لئے جہنم کی آگ ہے ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ یہاں تک کہ جب یہ لوگ وہ (دن) دیکھ لیں

فَسَيَـعْـلَـمُـوْنَ مَـنْ أَضْـعَفُ نَـاصِـرًا وَّأَقَـلُّ عَـدَدًا ﴿۲۴﴾

گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہیں تب ان کو معلوم ہو جائے گا کہ مددگار کس کے کمزور اور شمار کن کا تھوڑا ہے۔

قُـلْ إِنْ أَدْرِيْٓ أَقَـرِيْـبٌ مَّـا تُـوْعَـدُوْنَ أَمْ يَـجْـعَلُ لَـهُ رَبِّـيْٓ أَمَدًا ﴿۲۵﴾

کہہ دو کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے میں نہیں جانتا کہ وہ قریب ہے یا میرے پروردگار نے اس کی مدت دراز کر دی ہے

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ أَحَدًا ﴿٢٦﴾ إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُولٍ

(وہی) غیب (کی بات) جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا۔[3] ہاں جس پیغمبر کو پسند فرمائے

فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿٢٧﴾ لِيَعْلَمَ أَنْ قَدْ أَبْلَغُوا

تو اس (کو غیب کی باتیں بتا دیتا ہے اور اس) کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے۔ تاکہ معلوم فرمائے کہ انہوں نے

رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿٢٨﴾

اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیئے ہیں؟ اور اس نے ان کی سب چیزوں کو ہر طرف سے قابو کر رکھا ہے اور ایک ایک چیز گن رکھی ہے

---

[3] قرآن کریم کی متعدد آیات واضح طور پر اس امر کو بیان کر رہی ہیں کہ "لایعلم الغیب الا الله" علم غیب اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی ذات میں یکتا ہے وہ اپنی صفات میں بھی یکتا ہے، امنت بالله کماھو باسمائه و صفاته، کا یہی مفہوم ہے۔ بالخصوص اس آیت میں اس امر کو نہایت ہی وضاحت سے ظاہر کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے جن احوال کی خبر دی، اور بظاہر ان سے یہ گمان کیا گیا کہ یہ غیب کی خبر ہے حقیقت میں وہ غیب کا علم نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر کو مطلع کیا گیا ہے اور اس پر یہ ظاہر کیا گیا، اسی چیز کو ان کلمات میں فرمایا جا رہا ہے: "فلا یظھر علی غیبه احدا الامن ارتضی" یعنی یہ اظہار و اخبار ہر ایک کو نہیں ہوتا، بلکہ جس کو اللہ پسند کرے اس پر ہوتا ہے خواہ اس نوعیت سے کہ وہ فرشتہ ہے اور اس کے ذریعے یہ وحی اللہ تعالیٰ کو اپنے رسول پر اتارنی ہے یا وہ رسول ہی ہے جس کو بتایا جائے گا، تو اس کو کسی طرح بھی غیب کا علم نہیں کہا جا سکتا، تو یہ ایسا ہی ہوا جیسے ہم نے ان باتوں کو نبی ﷺ کے ذریعہ سے معلوم کر لیا کہ آخرت میں یہ ہوگا، اس طرح جنت و جہنم ہے، اس طرح قیامت آئے گی، دجال ظاہر ہوگا، عیسیٰ بن مریمؑ آسمان سے نزول فرمائیں گے، تو یہ امور نبی ﷺ کے بتانے کی وجہ سے ہم جانتے ہیں اور ان چیزوں کو جان کر ہم علم غیب رکھنے والے نہیں ہو گئے، تو اسی طرح ان باتوں کو انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے بتانے اور ظاہر کرنے سے جانتے تھے، تو ایسی ہی جو چیزیں بھی غیب کی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے وحی الٰہی سے معلوم کر کے بتائیں تو وہ علم غیب نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر ان کا اظہار کیا، ان باتوں کی خبر دی ہے، تو علم غیب تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور اس میں سے جو چاہا اپنے پیغمبر کو بتا دیا، پھر یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ اگر بالفرض "الامن ارتضی من رسول" کا استثنیٰ اس امر پر دلالت کرتا ہے اور معنی یہ ہیں کہ عالم الغیب اللہ ہے، اور اللہ کے سوا کوئی نہیں ہوتا، مگر جس رسول کو اللہ چاہے وہ عالم الغیب ہو جاتا ہے،

سورةالمزمل(مكية)[۱]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الۡمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّيۡلَ اِلَّا قَلِيۡلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصۡفَهٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡهُ قَلِيۡلًا ۙ﴿۳﴾

اے (محمد ﷺ) جو کپڑے میں لپٹ رہے ہو۔ رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی رات۔

اَوۡ زِدۡ عَلَيۡهِ وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِيۡلًا ؕ﴿۴﴾ اِنَّا سَنُلۡقِىۡ عَلَيۡكَ قَوۡلًا ثَقِيۡلًا ﴿۵﴾

آدھی رات یا اس سے کچھ کم۔ یا کچھ زیادہ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔ ہم عنقریب تم پر ایک بھاری فرمان نازل کریں گے

=تو پھر اس فرمانے کا مطلب کیا ہوگا " قـــل ان ادری" کہ کہہ دیجئے میں نہیں جانتا کہ وہ عذاب جس کا وعدہ کیا گیا ہے، وہ قریب ہے یا ابھی اس کی مدت باقی ہے؟ تو ایسے مفروضہ رکھنے والے سے (یعنی جو یہ دعوی کرنے والے سے الامـن ارتـضـی کے استثنائے وہ رسول مراد ہے جو علم رکھتا ہوگا، پوچھا جائے گا کہ جب وہ رسول مستثنی بھی اس استثنٰی کے باعث صاحب علم غیب ہوگیا، اور اس وجہ سے اس کو ما کان وما یکون کا علم حاصل ہوگیا تو پھر اس کا یہ اعلان کیونکر درست ہوا کہ میں نہیں جانتا، الخ، جس پیغمبر کو اس اعلان کا مامور فرمایا جا رہا ہو کہ وہ یہ کہہ دے: میں نہیں جانتا......

اسی کو ان الفاظ کی ناقابل تصور اور بعید از قیاس تاویلات کر کے علم الغیب ثابت کرنا مضحکہ خیز بات ہے پھر جبکہ قران وحدیث کی سینکڑوں نصوص اور واقعات بڑی صراحت سے یہ ثابت کر رہے ہوں کہ اللہ تعالی کے پیغمبر غیب کا علم رکھنے والے نہیں ہوتے، بلکہ جس چیز کی ان کو وحی کردی گئی وہ انہوں نے بتائی ہے، اور ظاہر ہے کہ اس کو علم غیب نہیں کہا جاتا تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس آیت میں سے نبی ﷺ کے واسطے غیب کا علم مانا جائے۔

[1] " الـمـزمل" اصل میں الـمتـزمل تھا "فاء" تفعل کی جگہ "زا" آ گئی اس لئے ،تا، کو، زاء، سے بدل کر، زاء، میں ادغام کردیا گیا الـــمـــزمـل کپڑوں کو اپنے اوپر خوب لپیٹنے والا، نبی کریم ﷺ کپڑے لپیٹ کر رات کو سور ہے تھے کہ اللہ تعالی نے آپ کو اسی ہیئت سے خطاب فرما کر قیام الیل کا حکم دیا: کان الـنـبـی ﷺ نـائـمـا بالليل متزملا فی ثيابه فامر بالقيام للصلوة .(مدارک)=

إِنَّ نَـاشِئَةَ الَّيْـلِ هِىَ أَشَدُّ وَطْـأً وَّأَقْوَمُ قِيْلًا ﴿٦﴾ إِنَّ لَكَ فِى النَّهَارِ

کچھ شک نہیں کہ رات کا اٹھنا سخت پامال کرتا ہے اور اس وقت ذکر بھی خوب درست ہوتا ہے۔ دن کے وقت

سَبْـحًـا طَوِيْلًا ﴿٧﴾ وَاذْكُـرِ اسْـمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّـلْ إِلَيْـهِ تَبْتِيْلًا ﴿٨﴾

تو تمہیں اور بہت سے شغل ہوتے ہیں۔تو اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو اور ہر طرف سے بے تعلق ہوکر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ

=ابن عباسؓ اور عائشہؓ کے نزدیک پہلے قیام اللیل سب پر فرض تھا اس کے بعد اس کی فرضیت منسوخ کردی گئی بعض کے نزدیک نبی ﷺ پر فرض تھا امت پر فرض نہیں تھا بعد میں آپ پر سے بھی اس کی فرضیت منسوخ کردی گئی اور بعض علماء کے نزدیک شروع ہی سے حکم استحبابی تھا البتہ بعد میں اس میں مزید تخفیف کردی گئی۔قم اللیل :لفظ قلیل محاورہ میں نصف سے کم پر بولا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ لـفـلان علی الف درهم الا قليلا میں قليلا سے مراد پانچ سو سے کم ہوں گے۔اب اگر نـصفه کو قليلا سے بدل بنایا جائے تو یہ ترکیب قليلا کے مذکور استعمال کے خلاف ہوگی؟ صاحب مدارک نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔(۱) نصف کو کـل اللیل (تمام رات) کے اعتبار سے قلیل کہا گیا ہے، اس اعتبار سے تینوں صورتیں قـلیلا میں داخل ہو جائیں گی،نصف،نصف سے کم اور نصف سے زائد۔(۲) نـصفه مستثنیٰ منہ مؤخر ہے اور اللیل سے بدل ہے ۔اور قليلا مستثنیٰ مقدم ہے اصل میں یوں تھا قم نصف الليل الاقليلا من نصف الليل مگر اس صورت میں تکرار لازم آتا ہے، کیونکہ قم نصف الليل الا قليلا اور او انقص منه (من النصف) قليلا کا مفہوم ایک ہی ہے صاحب مدارک نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اصل میں تو نصف رات سے کم قیام کا حکم دیا گیا پھر اس میں کچھ وقت بڑھانے میں تخییر فرمادی ۔امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ قليلا سے مراد ثلث ہے جسے اللیل سے مستثنیٰ کیا گیا لہٰذا مقصد یہ ہے کہ رات کے دوثلث قیام کرو اور نصفه ، کسی لفظ سے بدل نہیں، بلکہ مستقل فعل مقدر کا مفعول ہے:المراد بالقليل فى قوله تعالىٰ قم الليل الاقليلا، هو الثلث فاذًا قوله(قم الليل الا قليلا)معناه قم ثلثى الليل ثم قال نصفه والمعنى اوقم نصفه(کبیر).

شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ 'الا قليلا' کا مطلب یہ ہے کہ کسی رات کو نہ اٹھو اور نـصفه الليل سے بدل ہے 'نـصفه او انـقـص ، الاية، جـمـلـه ماقبل کی تفسیر ہے۔اور مطلب یہ ہے کہ نصف رات قیام کرو، یا اس سے کچھ کم یا اس سے کچھ زیادہ۔شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک یہ توجیہ پسندیدہ ہے کیونکہ اس سے مذکورہ بالا اشکال بھی ختم ہو جاتا اور کسی تکلف کے ارتکاب کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی۔

"انا سنلقی" ۔قول ثقیل سے مراد قرآن ہے اسے ثقیل (کھٹن ،مشکل، بھاری) اس لئے فرمایا کہ اس کے مضامین توحید، حشر نشر وغیرہ مشرکین پر نہایت مشکل ہیں یا اس کے احکام وفرائض اور شرائع اور حدود پر عمل کرنا بہت مشکل ہے (قرطبی)۔

"ان ناشئة اللیل" ۔یہ قم اللیل کی علت ہے ناشئة نشأ بمعنی قام کا مصدر ہے جیسا کہ عافیۃ ہے اس سے مراد قیام اللیل ہے وطأ مواطاۃ موافقت (قیلا) سے قرأۃ قران مراد ہے (روح ،قرطبی) آپ کو رات کو اٹھکر نماز پڑھنے اور تلاوت قرآن کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ رات سکون واطمینان کا وقت ہوتا ہے شور وشغب نہیں ہوتا اس لئے آدمی جو کچھ زبان سے پڑھتا ہے دل پورے سکون کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اس طرح دن کی نسبت رات کی وقت دل اور زبان میں زیادہ موافقت کا موقع فراہم ہوجاتا ہے، نیز یکسوئی اور سکون کیوجہ سے تلاوت بہت زیادہ درست اور صحیح ادا ہوتی ہے۔اور ابن کثیر نے یہاں ایک روایت نقل کرکے اس سے جواب دیا ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے تبتل سے منع فرمایا یعنی بال بچے اور دنیا کو چھوڑ دینے سے، یہاں مطلب یہ ہے کہ علائق دنیوی سے کٹ کر اللہ تعالی کی عبادت میں توجہ اور انہماک کا وقت بھی ضرور نکالا کرو۔

عن عبداللہ بن عمرو عن النبی ﷺ قال یقال (یعنی) لصاحب القرآن اقرأ وارتق ورتل کما کنت ترتل فی الدنیا فان منزلک عند آخر آیة تقرأ بھا ۔ترمذی:۲۹۱۴۔ابوداؤد:۱۴۶۴۔ابن عمرؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (قیامت کے دن) صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور (بہشت کے درجوں) پر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا، پس تیری منزل اس آخری آیت پر ہوگی جسے تو پڑھے گا۔"صاحب قرآن" سے وہ شخص مراد ہے جو قران کریم کی ہمیشہ تلاوت بھی کرتا رہے اور اس پر عمل پیرا بھی ہو، وہ شخص مراد نہیں ہے جو تلاوت تو کرتا ہے مگر اس پر عمل نہ کرے بلکہ پہلے بتایا بھی جاچکا کہ ایسا شخص کسی جزاء اور انعام کا مستحق تو کیا ہوگا الٹا قرآن کی لعنت میں گرفتار ہوگا کیونکہ جو شخص قرآن پڑھتا ہے، مگر اس پر عمل نہیں کرتا قران اس پر لعنت کرتا ہے۔" پڑھتا جا اور چڑھتا جا" یعنی قرآن کریم پڑھتا جا اور پڑھی ہوئی آیتوں کے بقدر جنت کے درجات پر چڑھتا جا، جتنی آیتیں تو پڑھے گا اتنے ہی درجات تک تیری رسائی ہوگی، ایک روایت میں منقول ہے کہ قرآن کریم کی جتنی آیتیں ہیں جنت کے اتنے ہی درجات ہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص پورا قرآن پڑھے گا تو وہ جنت کے سب سے اونچے درجات میں سے اس درجہ پر پہنچے گا جس کا وہ اہل اور جو اس کے لائق ہوگا۔یہ بات پہلے

ہی بتائی جاچکی ہے کہ آداب تلاوت قران کریم میں سے ایک سب سے اعلی ادب یہ بھی ہے کہ قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ یعنی ٹھہر ٹھہر کر اور لب ولہجہ کے پورے سکون وقار کے ساتھ پڑھا جائے، چنانچہ اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو حافظ قرآن کریم ترتیل کے ساتھ پڑھتے ہیں جنت میں ان کا بڑا مرتبہ ہوگا۔قرآن کریم کی آیتوں کی تعداد کوفیوں کے اصول کے اعتبار سے جن کا فن قرأت اور اصول ہمارے اطراف میں مروج ہے چھ ہزار دوسینتیس (۶۲۳۷) ہے،اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں،مزید تفصیل ووضاحت کے لئے تجوید وقرأت کی کتابوں سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔ اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

ان النبیﷺ قال:یجئ صاحب القرآن یوم القیامة، فیقول: یارب حله،فیلبس تاج الکرامةثم یقول:یارب زده، فیلبس حلة الکرامة، ثم یقول یارب،ارض عنه، فیرضی عنه، فیقال له: اقرأوارق،ویزادبکل آیة حسنة ۔ترمذی:۲۹۱۵۔نبیﷺ نے فرمایا: کہ آئے گا صاحب قرآن قیامت کے دن پھر کہے گا قران، کہ اے رب میرے! اس کو جوڑا پہنا، پس اسے پہنایا جاوے گا،تاج کرامت کا، پھر کہے گا قران عظیم الشان اے رب زیادہ دے اس کو، تو پہنایا جاوے گا اس کو جوڑا کرامت کا، پھر کہے گا اے رب راضی ہو اس سے،سو راضی ہوگا اس سے پروردگار، پھر کہا جاوے گا اسے کہ پڑھ تو،اور چڑھ،اور زیادہ کی جاوے گی ہر آیت کے بدلے ایک نیکی۔

ترتیل قران سے مروجہ قرأت مراد نہیں۔ترتیل کے لفظی معنی کلمہ کو سہولت اور استقامت کے ساتھ منہ سے نکالنے کے ہیں (مفردات امام راغب) مطلب ایت کا یہ ہے کہ تلاوت قران میں جلدی نہ کرے بلکہ ترتیل وتسہیل کے ساتھ ادا کریں اور ساتھ ہی اس کے معانی میں تدبر وغور کریں (قرطبی) ورتل کا عطف **قم اللیل** پر ہے اور اس میں اس کا بیان ہے کہ رات کے قیام میں کیا کرنا ہے اس سے معلوم ہوا کہ نماز تہجد اگرچہ قرأت وتسبیح ،رکوع،سجود سبھی اجزائے نماز پر مشتمل ہے مگر اس میں اصل مقصود قرأت قرآنی ہے اسی لئے احادیث صحیحہ اس پر شاہد ہیں کہ رسول اللہﷺ تہجد کی نماز بہت طویل ادا فرماتے تھے۔یہی عادت صحابہ وتابعین میں معروف رہی ہے۔

مسئلہ:اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قران صرف پڑھنا مطلوب نہیں بلکہ ترتیل مطلوب ہے جس میں ہر ہر کلمہ صاف صاف اور صحیح ادا ہو۔نبی کریمﷺ اسی طرح ترتیل فرماتے تھے۔ام سلمہؓ سے بعض لوگوں نے رات کی نماز میں آپ کی تلاوت کی کیفیت دریافت کی تو انہوں نے نقل کر کے بتلایا جس میں ایک ایک حرف واضح تھا (ترمذی:۲۹۲۳،ابوداوٗد:۱۴۶۶)۔

مسئلہ: ترتیل میں تحسین صوت یعنی بقدر اختیار خوش آوازی سے پڑھنا بھی شامل ہے۔ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی قرأت وتلاوت کو ایسا نہیں سنتا جیسا اس نبی کی تلاوت سنتا ہے جو خوش آوازی کیساتھ جہرا تلاوت کرے (بخاری: ۵۰۲۳، مسلم، ۷۹۲، ترمذی: ۲۹۱۱، ابوداؤد: ۱۴۷۳)۔

علقمہ نے ایک شخص کو حسن صوت کے ساتھ تلاوت کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا **لقد رتل القران فداه ابی وامی** ۔یعنی اس شخص نے قران کی ترتیل کی ہے میرے ماں باپ اس پر قربان ہوں (قرطبی) اور اصل ترتیل وہی ہے کہ حروف والفاظ کی دائیگی بھی صحیح اور صاف ہو اور پڑھنے والا اس کے معانی پر غور کرکے اس سے متاثر بھی ہو رہا ہو جیسا کہ حسن بصری سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گذر ایک شخص پر ہوا جو قران کی ایک ایت پڑھ رہا تھا اور رورہا تھا۔آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سنا ہے **ورتل القران ترتیلا** بس یہی ترتیل ہے جو یہ شخص کررہا ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۹/۸، ۲۲۶/۷)۔محمد بن قاسم البقری غنیۃ الطالبین: ۳۴، میں فرماتے ہیں: **فالترتیل هو التأنی فی القراء ة مع تدبرها والتفکیر فی معانیها** ۔اور عبیدۃ الملیکی سے روایت ہے **قال رسول الله ﷺ یااهل القرآن لاتتوسدوا القرآن واتلوه حق تلاوته من اناء اللیل والنهار وافشوه وتغنوه وتدبروامافیه لعلکم تفلحون ولاتعجلوا ثوابه فان له ثوابا** ۔شعب الایمان: ۲۰۰۷، والبخاری فی التاریخ: ۸۳/۶۔

عبیدہ ملیکی جو نبی ﷺ کے ایک صحابی تھے راوی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اے اہل قرآن! قران سے تکیہ نہ کرو اور رات ودن میں پڑھتے رہا کرو، جیسا کہ اس کو پڑھنے کا حق ہے قران کو ظاہر کرو اسے خوش آوازی کے ساتھ پڑھو جو کچھ اس میں مذکور ہے اس میں غور وفکر کرو، تاکہ تمہارا مطلوب حاصل ہو، اور اس کا ثواب حاصل ہونے میں جلد بازی نہ کرو، کیونکہ آخرت میں اس کا بڑا اجر ہے۔

''قران سے تکیہ نہ کرو'' کا مطلب یہ ہے کہ قران پڑھنے اور اس کے حقوق کی ادائیگی سے غفلت نہ برتو، بلکہ برابر قران پڑھتے رہا کرو اور اس کا حق بھی ادا کرو بایں طور کہ اس کے حروف اچھی طرح ادا کرو اور اس کے معانی سمجھو اور اس پر عمل کرو، ابن حجر فرماتے ہیں کہ قرآن پر تکیہ لگانا یعنی اس پر سہارا دیکر بیٹھنا یا لیٹنا، اس کی طرف پاؤں پھیلانا، اس پر کوئی چیز رکھنا، اس کی طرف پیٹھ کرنا، اس کو روندنا، اور اس کو پھینکنا یہ سب چیزیں حرام ہیں، قرآن سے فال نکالنا مکروہ ہیں بلکہ بعض مالکیہ کی نزدیک یہ بھی حرام ہے۔'جیسا کہ اس کو پڑھنے کا حق ہے'' قرآن کریم پڑھتے وقت چار باتوں کا خاص خیال رکھنا چاہئے، اول تو یہ کہ الفاظ کو درست اور صحیح ادا کیا جائے، دوسری بات یہ کہ مفہوم ومعانی سمجھنا چاہئے، تیسری بات یہ کہ مفہوم ومعانی کا مقصد سمجھنا چاہئے، اور چوتھی بات یہ کہ جو کچھ پڑھا جائے اس پر عمل کیا جائے۔(مظاہر حق: ۴۳۷/۲)۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ﴿۹﴾

(وہی) مشرق اور مغرب کا مالک (ہے اور) اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بناؤ

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ﴿۱۰﴾

اور جو جو (دل آزار) باتیں یہ لوگ کہتے ہیں ان کو سہتے رہو اور اچھے طریق سے ان سے کنارہ کش رہو۔

وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ﴿۱۱﴾

اور مجھے ان جھٹلانے والوں سے جو دولتمند ہیں سمجھ لینے دو اور ان کو تھوڑی سی مہلت دے دو۔

إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَّجَحِيمًا ﴿۱۲﴾ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا أَلِيمًا ﴿۱۳﴾

کچھ شک نہیں کہ ہمارے پاس بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے۔ اور گلو گیر کھانا ہے اور درد دینے والا عذاب (بھی) ہے۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ﴿۱۴﴾

جس دن زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں اور پہاڑ ایسے بھربھرے (گویا) ریت کے ٹیلے ہو جائیں۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُولًا

جس طرح ہم نے فرعون کے پاس (موسیٰ کو) پیغمبر بھیجا تھا (اسی طرح) تمہارے پاس رسول بھیجے ہیں جو تمہارے مقابلے میں گواہ ہوں گے

﴿۱۵﴾ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنٰهُ أَخْذًا وَّبِيلًا ﴿۱۶﴾

سو فرعون نے (ہمارے) پیغمبر کا کہنا نہ مانا تو ہم نے اس کو بڑے وبال میں پکڑ لیا۔

فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ﴿۱۷﴾

اگر تم بھی (ان پیغمبر کو) نہ مانو گے تو اس دن سے کیونکر بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔

السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ﴿۱۸﴾

(اور) جس سے آسمان پھٹ جائے گا یہ اس کا وعدہ (پورا) ہو کر رہے گا۔

إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿١٩﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ
یہ (قرآن) تو نصیحت ہے سو جو چاہے اپنے پروردگار تک (پہنچنے کا) رستہ اختیار کرے۔ تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے
أَنَّكَ تَقُوْمُ أَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ
کہ تم اور تمہارے ساتھ کے لوگ (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات قیام کیا
وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ أَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ
کرتے ہو اور اللہ تو رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے اس نے معلوم کیا کہ تم اس کو نباہ نہ سکو گے تو اس نے تم پر مہربانی کی
فَاقْرَؤُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ عَلِمَ أَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى
پس جتنا آسانی سے ہو سکے (اتنا) قرآن پڑھ لیا کرو اس نے جانا کہ تم میں بعض بیمار بھی ہوتے ہیں
وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ
اور بعض اللہ کے فضل (یعنی معاش) کی تلاش میں ملک میں سفر کرتے ہیں اور بعض اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَؤُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَأَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَاٰتُوا الزَّكَاةَ
تو جتنا آسانی سے ہوسکے اتنا پڑھ لیا کرو اور نماز پڑھتے رہو اور زکو ادا کرتے رہو اور اللہ کو نیک
وَأَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِأَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ
(اور خلوص نیت سے) قرض دیتے رہو اور جو نیک عمل تم اپنے لئے آگے بھیجو گے
تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّأَعْظَمَ أَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٠﴾
اس کو اللہ کے ہاں بہتر اور صلے میں بزرگ تر پاؤ گے اور اللہ سے بخشش مانگتے رہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے



سورة المدّثر (مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الۡمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمۡ فَاَنۡذِرۡ ۙ﴿۲﴾ وَرَبَّكَ فَكَبِّرۡ ۙ﴿۳﴾ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرۡ ۙ﴿۴﴾

اے (محمد ﷺ) جو کپڑے لپیٹے پڑے ہو۔ اٹھو اور ہدایت کرو۔ اور اپنے پروردگار کی بڑائی کرو۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو

وَالرُّجۡزَ فَاهۡجُرۡ ۙ﴿۵﴾ وَلَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَكۡثِرُ ۙ﴿۶﴾ وَلِرَبِّكَ فَاصۡبِرۡ ؕ﴿۷﴾

اور ناپاکی سے دُور رہو۔ اور (اس نیت سے) احسان نہ کرو کہ اس سے زیادہ کے طالب ہو۔ اور اپنے رب کے لئے صبر کرو۔

فَاِذَا نُقِرَ فِى النَّاقُوۡرِ ۙ﴿۸﴾ فَذٰلِكَ يَوۡمَئِذٍ يَّوۡمٌ عَسِيۡرٌ ۙ﴿۹﴾

جب صُور پھونکا جائے گا۔ [1] وہ دن مشکل کا دن ہو گا۔

عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ غَيۡرُ يَسِيۡرٍ ﴿۱۰﴾ ذَرۡنِىۡ وَمَنۡ خَلَقۡتُ وَحِيۡدًا ۙ﴿۱۱﴾

(یعنی) کافروں پر آسان نہ ہوگا۔ ہمیں اس شخص سے سمجھ لینے دو جس کو ہم نے اکیلا پیدا کیا

وَّجَعَلۡتُ لَهٗ مَالًا مَّمۡدُوۡدًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّبَنِيۡنَ شُهُوۡدًا ۙ﴿۱۳﴾ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمۡهِيۡدًا ۙ﴿۱۴﴾

اور مال کثیر دیا۔ اور (ہر وقت اس کے پاس) حاضر رہنے والے بیٹے دیئے۔ اور ہر طرح کے سامان میں وسعت دی

ثُمَّ يَطۡمَعُ اَنۡ اَزِيۡدَ ۙ﴿۱۵﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيۡدًا ؕ﴿۱۶﴾ سَاُرۡهِقُهٗ صَعُوۡدًا ؕ﴿۱۷﴾

ابھی خواہش رکھتا ہے کہ اور زیادہ دیں۔ ایسا ہر گز نہیں ہوگا یہ ہماری آیتوں کا دشمن رہا ہے۔ ہم اسے صعود پر چڑھائیں گے۔

اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۙ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَيۡفَ قَدَّرَ ۙ﴿۱۹﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيۡفَ قَدَّرَ ۙ﴿۲۰﴾

اس نے فکر کیا اور تجویز کی۔ یہ مارا جائے اس نے کیسی تجویز کی۔ پھر یہ مارا جائے اس نے کیسی تجویز کی

---

[1] عن ابن عباسؓ قال: فی قوله تعالی: فاذانقر فی الناقور، الصور، قال، و الراجفة، النفخة الاولیٰ، و الرادفة، الثانیة، اس کو امام بخاری نے: ١١/٧٦٣، ترجمۃ الباب میں معلق اور تفسیر طبری نے متصل ذکر کیا ہے، یعنی ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اللہ تعالی کے ارشاد، فاذانقر فی الناقور، کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: کہ ناقور سے مراد صور ہے، اور انہوں نے اس آیت: یوم ترجف الراجفة، تتبعها الرادفة، (نازعات: ٦، ٧) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا کہ راجفہ سے مراد پہلا صور پھونکا جانا، اور رادفة سے مراد دوسرا پھونکا جانا ہے۔

ثُمَّ نَظَرَ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿۲۳﴾
پھر تامل کیا۔ پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑ لیا۔ پھر پشت پھیر کر چلا اور (قبولِ حق سے) غرور کیا
فَقَالَ إِنْ هٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾ إِنْ هٰذَآ إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾
پھر کہنے لگا یہ تو جادو ہے جو (اگلوں سے) منتقل ہوتا آیا ہے۔ (پھر بولا) یہ (اللہ کا کلام نہیں بلکہ) بشر کا کلام ہے۔
سَأُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ وَمَآ أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾
ہم عنقریب اس کو سقر میں داخل کریں گے۔ اور تم کیا سمجھے کہ سقر کیا ہے؟ (وہ آگ ہے کہ) نہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی
لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾ وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ
اور بدن کو جھلس کر سیاہ کر دے گی۔ اس پر انیس داروغہ ہیں۔ اور ہم نے دوزخ کے داروغہ فرشتے بنائے ہیں
إِلَّا مَلٰٓئِكَةً ص وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيَسْتَيْقِنَ
اور ان کا شمار کافروں کی آزمائش کے لئے مقرر کیا ہے (اور) اس لئے
الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا
کہ اہلِ کتاب یقین کریں اور مومنوں کا ایمان اور زیادہ ہو اور اہلِ کتاب اور مومن شک نہ لائیں
الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِم مَّرَضٌ وَّالْكَافِرُوْنَ مَاذَا
اور اس لئے کہ جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے اور (جو) کافر (ہیں) کہیں کہ اس مثال (کے بیان کرنے)
أَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ص كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ
سے اللہ کا مقصود کیا ہے؟ اسی طرح اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے
وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾
اور تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ تو بنی آدم کے لئے نصیحت ہے۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾ وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ﴿٣٣﴾ وَالصُّبْحِ إِذَآ أَسْفَرَ ﴿٣٤﴾

ہاں (ہمیں) چاند کی قسم۔ اور رات کی جب پیٹھ پھیرنے لگے۔ اور صبح کی جب روشن ہو۔

إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنكُمْ أَنْ يَّتَقَدَّمَ

کہ وہ (آگ) ایک بہت بڑی (آفت) ہے۔ (اور) بنی آدم کے لئے موجبِ خوف۔ جو تم میں سے آگے بڑھنا چاہے

أَوْ يَتَأَخَّرَ ﴿٣٧﴾ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّآ أَصْحَابَ الْيَمِينِ ﴿٣٩﴾

یا پیچھے رہنا چاہے۔ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے گروی ہے۔ مگر داہنی طرف والے (نیک لوگ)

فِي جَنَّاتٍ يَتَسَآءَلُونَ ﴿٤٠﴾ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ﴿٤١﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿٤٢﴾

وہ باغہائے بہشت میں (ہوں گے اور) پوچھتے ہوں گے۔ (یعنی آگ میں جلنے والے) گنہگاروں سے۔ کہ تم دوزخ میں کیوں پڑے؟

قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿٤٣﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ﴿٤٤﴾

وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اور نہ فقیروں کو کھانا کھلاتے تھے۔

وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَآئِضِينَ ﴿٤٥﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٤٦﴾

اور اہلِ باطل کے ساتھ مل کر (حق سے) انکار کرتے تھے۔ اور روزِ جزا کو جھٹلاتے تھے۔

حَتّٰى أَتَانَا الْيَقِينُ ﴿٤٧﴾ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ﴿٤٨﴾

یہاں تک کہ ہمیں موت آ گئی۔ تو (اس حال میں) سفارش کرنے والوں کی سفارش ان کے حق میں کچھ فائدہ نہ دے گی۔

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ﴿٤٩﴾ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ﴿٥٠﴾

ان کو کیا ہوا ہے کہ نصیحت سے روگرداں ہو رہے ہیں۔ گویا گدھے ہیں کہ بدک جاتے ہیں

فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَنْ يُؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾

شیر سے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس کھلی ہوئی کتاب آئے

كَلَّا بَلْ لَا يَخَافُوْنَ الْآخِرَةَ ﴿53﴾ كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ﴿54﴾

ایسا ہرگز نہیں ہوگا حقیقت یہ ہے کہ ان کو آخرت کا خوف ہی نہیں ۔کچھ شک نہیں کہ یہ نصیحت ہے۔

فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهُ ﴿55﴾ وَمَا يَذْكُرُوْنَ إِلَّا أَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ

تو جو چاہے اسے یاد رکھے۔ اور یاد بھی تب ہی رکھیں گے جب اللہ چاہے

هُوَ أَهْلُ التَّقْوٰى وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿56﴾

وہی ڈرنے کے لائق اور بخشش کا مالک ہے[2]

سورة القيامة(مكية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

---

[2] عن انس بن مالكؓ ان رسول اللهﷺ قرأ،هذه الاية، ﴿هو اهل التقوى واهل المغفرة﴾ فقال: قال الله عزوجل: انا اهل ان اُتقى،فلايُجعل معى اله آخرُ،فمن اتقى ان يجعل معى الها آخرفانا اهل ان اغفرله.ابن ماجة: ۴۲۹۹.

انس بن مالکؓ سے روایت ہے نبی کریمﷺ نے یہ آیت پڑھی "هو اهل التقوى واهل المغفرة" پھر فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں لائق ہوں اس کے کہ بچو اس سے کہ میرے ساتھ کوئی دوسرا اله مانا جاوے، پھر جو کوئی بچے اس سے کہ میرے ساتھ کوئی دوسرا الہ مانے، میں لائق ہوں اس کے کہ اس کو بخش دوں۔(اس میں تمام اہل توحید کو نجات کی خوشخبری ہے)۔

لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ ﴿۱﴾ وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴿۲﴾

ہم کو روزِ قیامت کی قسم۔ اور نفس لوامہ کی (کہ سب لوگ اٹھا کر) کھڑے کئے جائیں گے۔

أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَلَّن نَّجْمَعَ عِظَامَهُ ﴿۳﴾ بَلٰى قَادِرِيْنَ

کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی (بکھری ہوئی) ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے؟ ضرور کریں گے ہم اس بات پر قادر ہیں

عَلٰى أَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهُ ﴿۴﴾ بَلْ يُرِيْدُ الْإِنْسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ ﴿۵﴾

کہ اس کی پور پور تک درست کریں۔ مگر انسان چاہتا ہے کہ آگے کو خودسری کرتا جائے

يَسْأَلُ أَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ ﴿۶﴾ فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ﴿۷﴾ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ﴿۸﴾

پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہو گا؟ جب آنکھیں چندھیا جائیں۔ اور چاند گہنا جائے۔

وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ﴿۹﴾ يَقُوْلُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ ﴿۱۰﴾

اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں۔ اس دن انسان کہے گا کہ (اب) کہاں بھاگ جاؤں؟

كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿۱۱﴾ إِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ﴿۱۲﴾ يُنَبَّؤُا الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ

بیشک کہیں پناہ نہیں۔ اس روز تیرے پروردگار ہی کے پاس ٹھکانہ ہے۔ اس دن انسان کو

بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ﴿۱۳﴾ بَلِ الْإِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ﴿۱۴﴾

جو (عمل) اس نے آگے بھیجے اور جو پیچھے چھوڑے ہوں گے سب بتا دیئے جائیں گے۔ بلکہ انسان آپ اپنا گواہ ہے

وَلَوْ أَلْقٰى مَعَاذِيْرَهُ ﴿۱۵﴾ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾

اگرچہ عذر ومعذرت کرتا رہے۔ اور (اے محمد ﷺ!) وحی کے پڑھنے کے لئے اپنی زبان نہ چلایا کرو کہ اس کو جلد یاد کرلو۔

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ﴿۱۷﴾ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ﴿۱۸﴾

اس کا جمع کرنا اور پڑھوانا ہمارے ذمے ہے۔ جب ہم وحی پڑھا کریں تو تم (اس کو سنا کرو اور) پھر اسی طرح پڑھا کرو۔

ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ﴿۱۹﴾ كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ ﴿۲۱﴾

پھراس (کے معانی) کا بیان بھی ہمارے ذمے ہے۔ مگر (لوگو!) تم دنیا کو دوست رکھتے ہو۔ اور آخرت کو ترک کئے دیتے ہو

وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَوُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾

اس روز بہت سے منہ رونق دار ہوں گے۔ (اور) اپنے پروردگار کے محوِ دیدار ہوں گے۔ اور بہت سے منہ اس دن اداس ہوں گے

تَظُنُّ أَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾ كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾ وَقِيلَ

خیال کریں گے کہ ان پر مصیبت واقع ہونے کو ہے۔ دیکھو جب جان گلے تک پہنچ جائے۔ اور لوگ کہنے لگیں (اس وقت)

مَنْ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾

کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے۔ اور اس نے سمجھا کہ اب سب سے جدائی ہے۔ اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے

إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ ﴿۳۱﴾

اس دن تجھ کو اپنے پروردگار کی طرف چلنا ہے۔ تو اس (ناعاقبت) اندیش نے نہ تو (کلامِ الٰہی کی) تصدیق کی نہ نماز پڑھی۔

وَلَٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿۳۲﴾ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّىٰ ﴿۳۳﴾

بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔ پھر اپنے گھر والوں کے پاس اکڑتا ہوا چل دیا۔

أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ﴿۳۵﴾ أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ

ہلاکت ہے تیرے لئے پر پھر ہلاکت ہے۔ پھر ہلاکت ہے تیرے لئے پھر ہلاکت ہے۔ کیا انسان خیال کرتا ہے

أَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿۳۶﴾ أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنَىٰ ﴿۳۷﴾

کہ یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا جو رحم میں ڈالی جاتی ہے ایک قطرہ نہ تھا؟

ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ ﴿۳۹﴾

پھر لوتھڑا ہوا پھر (اللہ نے) اس کو بنایا پھر (اس کے اعضاء کو) درست کیا۔ پھر اس کی دو قسمیں بنائیں مرد اور عورت

أَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلٰى أَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى ﴿۴۰﴾

کیا اس خالق کو اس بات پر قدرت نہیں کہ مُردوں کو جلا اٹھائے؟ [۱]

سورة الدهر (مدنية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

هَلْ أَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ﴿۱﴾

بیشک انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے کہ وہ کوئی چیز قابل ذکر نہ تھا۔

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۲﴾

ہم نے انسان کو نطفۂ مخلوط سے پیدا کیا تاکہ اسے آزمائیں تو ہم نے اس کو سنتا دیکھتا بنایا۔

---

[۱] ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من قرأ منكم بالتين و الزيتون فانتهى الى آخرها ﴿اليس الله باحكم الحاكمين﴾ فليقل بلى وانا على ذٰلك من الشاهدين، ومن قرأ لاقسم بيوم القيامة فانتهى الى ﴿ اليس ذلك بقادر على ان يحى الموتى﴾ فليقل بلى، ومن قرأ و المرسلات فبلغ ﴿فباى حديث بعده يومنون﴾ فليقل امنا بالله۔ (سنن ابی داود کتاب الصلوٰۃ، والترمذی، کتاب التفسیر)۔

جو شخص تم میں سے سورۂ والتین کی آخری آیت اليس الله باحكم الحاكمين پڑھے وہ "بلى وانا على ذٰلك من الشاهدين کہے یعنی ہاں اور میں بھی اس پر گواہ ہوں، اور جو شخص سورۂ قیامۃ کی آخری آیت: ﴿اليس ذٰلك بقادر على ان يحى الموتى﴾ پڑھے، تو وہ کہے: ﴿بلىٰ﴾ اور جو شخص سورۂ المرسلات کی آخری ایت ﴿فباى حديث بعده يومنون﴾ پڑھے تو وہ ﴿امنا بالله﴾ کہے۔

إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَّإِمَّا كَفُورًا ﴿۳﴾ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ
(اور) اسے رستہ بھی دکھا دیا (اب) خواہ شکرگزار ہو خواہ ناشکرا۔ ہم نے کافروں کے لئے
سَلَاسِلاً وَّأَغْلَالًا وَّسَعِيرًا ﴿۴﴾ إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِنْ كَأْسٍ كَانَ
زنجیریں اور طوق اور دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔ جو نیکوکار ہیں وہ ایسی شراب نوش جان کریں گے جس میں
مِزَاجُهَا كَافُورًا ﴿۵﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا
کافور کی آمیزش ہوگی۔ یہ ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے بندے پئیں گے اور اس میں سے نہریں نکال لیں گے
﴿۶﴾ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ﴿۷﴾
یہ لوگ نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے جس کی سختی پھیل رہی ہو گی خوف رکھتے ہیں
وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِينًا وَّيَتِيمًا وَّأَسِيرًا ﴿۸﴾
اور باوجودیکہ ان کو خود طعام کی محبت (اور حاجت) ہے فقیروں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں۔
إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَّلَا شُكُورًا ﴿۹﴾
(اور کہتے ہیں) کہ ہم تم کو خالص اللہ کے لئے کھلاتے ہیں نہ تم سے عوض کے خواستگار ہیں نہ شکرگزاری کے (طلبگار)
إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ﴿۱۰﴾
ہم کو اپنے پروردگار سے اس دن کا ڈر لگتا ہے جو (چہروں کو) کریہہ المنظر اور (دلوں کو) سخت (مضطر کر دینے والا) ہے
فَوَقَاهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُورًا ﴿۱۱﴾ وَجَزَاهُمْ
تو اللہ ان کو اس دن کی سختی سے بچا لے گا اور تازگی اور خوشدلی عنایت فرمائے گا۔ اور ان کے صبر کے بدلے
بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَّحَرِيرًا ﴿۱۲﴾ مُّتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ
ان کو بہشت (کے باغات) اور ریشم (کے ملبوسات) عطا کرے گا۔ ان میں وہ تختوں پر تکئے لگائے بیٹھے ہوں گے

لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيرًا ﴿۱۳﴾ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا
وہاں نہ دھوپ (کی حدت) دیکھیں گے نہ سردی کی شدت۔ ان سے (ثمر دار شاخیں اور) ان کے سائے قریب ہوں گے
وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ﴿۱۴﴾ وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ
اور میووں کے گچھے جھکے ہوئے لٹک رہے ہوں گے۔ (خدام) چاندی کے باسن لئے ہوئے ان کے اردگرد پھریں گے
كَانَتْ قَوَارِيرَا ﴿۱۵﴾ قَوَارِيرَ مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ﴿۱۶﴾
اور شیشے کے (نہایت شفاف) گلاس۔ اور شیشے بھی چاندی کی جو ٹھیک اندازے کے مطابق بنائے گئے ہیں۔
وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا ﴿۱۷﴾ عَيْنًا فِيهَا
اور وہاں ان کو ایسی شراب (بھی) پلائی جائے گی جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ یہ بہشت میں ایک چشمہ ہے
تُسَمَّىٰ سَلْسَبِيلًا ﴿۱۸﴾ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ
جس کا نام سلسبیل ہے۔ اور ان کے پاس لڑکے آتے جاتے ہوں گے جو ہمیشہ (ایک ہی حالت پر) رہیں گے
إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ﴿۱۹﴾ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا
جب تم ان پر نگاہ ڈالو تو خیال کرو کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ اور بہشت میں (جہاں) آنکھ اٹھاؤ گے کثرت سے نعمت
وَمُلْكًا كَبِيرًا ﴿۲۰﴾ عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ
اور عظیم (الشان) سلطنت دیکھو گے۔ ان (کے بدنوں) پر دیبا ج کے سبز اور اطلس کے کپڑے ہوں گے۔
وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ﴿۲۱﴾
اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا پروردگار ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔
إِنَّ هَٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُم مَّشْكُورًا ﴿۲۲﴾
یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری کوشش (اللہ کے ہاں) مقبول ہوئی۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ﴿۲۳﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ

(اے محمد ﷺ!) ہم نے تم پر قرآن آہستہ آہستہ نازل کیا ہے۔ تو اپنے پروردگار کے حکم کے مطابق صبر کئے رہو

وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ﴿۲۴﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿۲۵﴾

اور ان لوگوں میں سے کسی بدعمل اور ناشکرے کا کہا نہ مانو۔ اور صبح و شام اپنے پروردگار کا نام لیتے رہو۔

وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ﴿۲۶﴾

اور رات کو بڑی رات تک سجدے کرو اور اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔

إِنَّ هٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ﴿۲۷﴾

یہ لوگ دنیا کو دوست رکھتے ہیں اور (قیامت کے) بھاری دن کو پس پشت چھوڑے دیتے ہیں۔

نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا ﴿۲۸﴾

ہم نے ان کو پیدا کیا اور ان کے مفاصل کو مضبوط بنایا اور اگر ہم چاہیں تو ان کے بدلے انہی کی طرح اور لوگ لے آئیں۔

إِنَّ هٰذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿۲۹﴾

یہ تو نصیحت ہے سو جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف پہنچنے کا رستہ اختیار کرے

وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۳۰﴾

اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر جو اللہ کو منظور ہو بیشک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۳۱﴾

جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور ظالموں کے لئے اس نے دکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے

سورة المرسلات(مكية)[1]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

وَالۡمُرۡسَلَاتِ عُرۡفًا ﴿۱﴾ فَالۡعَاصِفَاتِ عَصۡفًا ﴿۲﴾ وَّالنَّاشِرَاتِ نَشۡرًا ﴿۳﴾

ہواؤں کی قسم جو نرم نرم چلتی ہیں۔ پھر زور پکڑ کر جھکڑ ہو جاتی ہیں۔ اور (بادلوں کو) پھاڑ کر پھیلا دیتی ہیں۔

فَالۡفَارِقَاتِ فَرۡقًا ﴿۴﴾ فَالۡمُلۡقِيَاتِ ذِكۡرًا ﴿۵﴾ عُذۡرًا اَوۡ نُذۡرًا ﴿۶﴾

پھر ان کو پھاڑ کر جدا جدا کر دیتی ہیں۔ پھر فرشتوں کی قسم جو وحی لاتے ہیں۔[2] کہ عذر کر دیا جائے یا ڈر سنا دیا جائے۔

---

[1] عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم منی کے ایک غار میں تھے جب یہ سورت اتری رسول اللہ ﷺ اس کی تلاوت کر رہے تھے اور میں آپ ﷺ سے سن کر یاد کر رہا تھا، کہ اچانک ایک سانپ ہم پر کودا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسے مارو۔ ہم گو جھپٹے لیکن وہ نکل گیا، تو آپ نے فرمایا تمہاری شر سے وہ بچ گیا، جیسے تم اس کی برائی سے محفوظ رہے (بخاری فی التفسیر و مسلم کتاب قتل الحیات: ۷/۴۰)۔

عبدابن عباسؓ کی والدہ صاحبہ ام الفضلؓ فرماتیں ہیں: کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو مغرب کی نماز میں اس سورت کی قرات کرتے ہوئے سنا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ عبداللہؓ کو اس سورت کو پڑھتے ہوئے سن کر ام فضلؓ نے فرمایا: پیارے بچے آج تو تم نے یاددلایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے اس سورت کو مغرب کی نماز میں پڑھتے ہوئے آخری مرتبہ سنا ہے(بحوالہ مسنداحمد: ۳۳۸/۶، وبخاری کتاب الاذان باب القراۃ فی المغرب و مسلم باب القراۃ فی الصبح)۔

[2] اس صورت میں حق تعالی نے چند چیزوں کی قسمیں کھا کر قیامت کے یقنی طور پر آنے کا ذکر فرمایا ہے ان چیزوں کی نام قران میں بیان نہیں کیا گیا۔ البتہ ان کی اس جگہ پانچ صفتیں بیان فرمائی ہیں: مرسلات، عاصفات، ناشرات، فارقات، ملقیات الذکر ۔ کسی حدیث مرفوع میں اس کی پوری تعین نہیں آئی کہ ان صفات کے موصوفات کیا ہیں؟ اس

لئے صحابہ وتابعین کی تفسیریں اس معاملے میں مختلف ہوگئیں۔

بعض علماء نے ان پانچوں صفتوں کا موصوف فرشتے قرار دیا ہے، اور یہ کہ ہوسکتا ہے کہ فرشتوں کی مختلف جماعتیں ان مختلف صفات کی حامل ہوں۔بعض علماء نے ان صفات کا موصوف ہواؤں کو قرار دیا ہے وہ بھی مختلف اقسام اور نوعیت کی ہوتی ہیں، اس لئے یہ صفات مختلفہ ان میں ہوسکتی ہیں۔بعض علماء نے ان کا موصوف خود انبیاء ورسل کو قرار دیا ہے۔ابن جریر طبری نے اسی لئے اس معاملے میں توقف اور سکوت کو اسلم قرار دیا کہ احتمال دونوں کا ہیں ہم اپنی طرف سے کسی کو متعین نہیں کرتے۔

اور اس میں شبہ نہیں کہ جو پانچ صفات اس جگہ ذکر کی گئی ہیں ان میں سے بعض تو ملائکۃ اللہ پر زیادہ چسپاں اور ان کے مناسب ہیں، ان کو ریاح کی صفت بنائیں تو کھینچ تان اور تاویل کرنا پڑھتی ہے۔اور بعض صفات ایسی ہیں جو ریاح یعنی ہواؤں پر زیادہ چسپاں اور واضح ہیں ان کو فرشتوں کی صفت بنائیں تو تاویل کی بغیر نہیں بنتی۔اس لئے اس مقام میں بہتر فیصلہ ابن کثیر کا معلوم ہوتا ہے، انہوں نے فرمایا کہ شروع کی تین صفات ہواؤں کی صفتیں ہیں، ان تین میں ریاح اور ہواؤں کی قسم ہوگئی باقی اخری دو صفتیں یہ فرشتوں کی صفات ہیں تو یہ فرشتوں کی قسم ہوگئی۔

ابن کثیر کے اختیار کے مطابق معنی ان آیتوں کے یہ ہوگئے کہ قسم ہے ان ہواؤں کی جو بھیجی جاتی ہیں۔عــرفــا: یہاں عـــرفـــا کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جود وسخا اور نفع رسانی جو ہوائیں بارش لیکر آتی ہیں ان کی جود وسخا اور نفع رسانی ظاہر ہے۔اور دوسرے معنی عـرفـا کے متتابع یعنی پے درپے کے بھی آتے ہیں۔یہ معنی لئے جاویں تو مراد وہ ہوائیں ہونگی جو بادل اور بارش کو لئے ہوئے مسلسل اور متتابع چلتی ہیں۔اور عــاصــفــات عـصـف سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی ہوا کے تیز چلنے کے ہیں اس سے مراد وہ اندھیاں اور تیز ہوائیں ہیں جو بعض اوقات دنیا میں آیا کرتی ہیں۔

اور ناشرات سے مراد وہ ہوائیں ہیں جو بارش ختم ہونے کے بعد بادل کو پھاڑ کر منتشر کردیتی ہیں۔اور فارقات یہ صفت فرشتوں کی ہے جو وحی الٰہی نازل کرکے حق وباطل میں فرق واضح کرتے ہیں اور مــلــقــیــات ذکــرا بھی فرشتوں کی صفت ہے اور ذکر سے مراد قرآن یا مطلق وحی ہے۔اور مطلب یہ ہے کہ قسم ہے ان فرشتوں کی جو بذریعہ وحی حق وباطل میں فرق وامتیاز واضح کردیتے ہیں اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو انبیاء علیہم السلام پر ذکر یعنی وحی اور قران کا القا کرتے ہیں اس طرح کسی صفت میں تاویل اور کھینچ تان کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

رہا یہ سوال کہ اس تفسیر کی بناء پر پہلے ہواؤں کی مختلف اقسام کی قسم کھائی گئی پھر فرشتوں کی، ان دونوں میں =

إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ فَإِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ ﴿۸﴾
کہ جس بات کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ہو کر رہے گی۔ جب تاروں کی چمک جاتی رہے
وَإِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ﴿۹﴾ وَإِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿۱۰﴾ وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِّتَتْ ﴿۱۱﴾
اور جب آسمان پھٹ جائے۔ اور جب پہاڑ اُڑے پھریں۔ اور جب رسولوں کووقت مقررہ پرلایاجائے گا۔
لِأَيِّ يَوْمٍ أُجِّلَتْ ﴿۱۲﴾ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ﴿۱۳﴾ وَمَآ أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ﴿۱۴﴾
بھلا (ان اُمور میں) تاخیر کس دن کے لئے کی گئی؟ فیصلے کے دن کے لئے۔ اور تمہیں کیا خبر کہ فیصلے کا دن کیا ہے؟
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۵﴾ أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۶﴾
اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔کیا ہم نے پہلے لوگوں کو ہلاک نہیں کر ڈالا؟
ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِينَ ﴿۱۷﴾ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ﴿۱۸﴾
پھر ان پچھلوں کو بھی ان کے پیچھے بھیج دیتے ہیں۔ ہم گنہگاروں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۹﴾ أَلَمْ نَخْلُقكُّم مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ﴿۲۰﴾
اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔کیا ہم نے تم کو حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟
فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿۲۱﴾ إِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ﴿۲۲﴾ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَادِرُونَ ﴿۲۳﴾
اس کوایک محفوظ جگہ میں رکھا۔ ایک معین وقت تک۔ پھر اندازہ مقرر کیا اور ہم کیا ہی خوب اندازہ مقرر کرنے والے ہیں

= ربط اور جوڑ کیا ہے؟ سوکلام الٰہی کی حکمتوں کا احاطہ تو کوئی کرنہیں سکتا ، یہ مناسبت بھی ہوسکتی ہے کہ ہواؤں کی دونوں قسمیں بارش والی نفع بخش اور سخت آندھیاں مضرت رساں یہ سب محسوسات میں سے ہیں ہر شخص ان کو پہچانتا ہے پہلے غور وفکر کے لئے انسان کے سامنے ان کو لایا گیا،اس کے بعد فرشتوں اور وحی کو پیش کیا گیا جو محسوس نہیں مگر ذرا سے غور وفکر کرنے پر ان کا یقین ہوسکتا ہے۔

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۲۴﴾ أَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡأَرۡضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾
اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔ کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا؟
أَحۡيَاءً وَّأَمۡوَاتًا ﴿۲۶﴾ وَّجَعَلۡنَا فِيۡهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّأَسۡقَيۡنَاكُمۡ مَّاءً فُرَاتًا
(یعنی) زندوں اور مُردوں کو ۔ اور اس پر اونچے اونچے پہاڑ رکھ دیئے اور تم لوگوں کو میٹھا پانی پلایا۔
﴿۲۷﴾ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۲۸﴾ اِنۡطَلِقُوۡا إِلٰى مَا كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ ﴿۲۹﴾
اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔جس چیز کو تم جھٹلایا کرتے تھے (اب) اس کی طرف چلو۔
اِنۡطَلِقُوۡا إِلٰى ظِلٍّ ذِيۡ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾ لَا ظَلِيۡلٍ وَّلَا يُغۡنِيۡ مِنَ اللَّهَبِ
(یعنی) اس سائے کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں۔ نہ ٹھنڈی چھاؤں اور نہ لپٹ سے بچاؤ۔
﴿۳۱﴾ إِنَّهَا تَرۡمِيۡ بِشَرَرٍ كَالۡقَصۡرِ ﴿۳۲﴾ كَأَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفۡرٌ ﴿۳۳﴾
اس کے (آگ کی اتنی اتنی بڑی) چنگاریاں اڑتی ہیں جیسے محل۔گویا زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔
وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۳۴﴾ هٰذَا يَوۡمُ لَا يَنۡطِقُوۡنَ ﴿۳۵﴾
اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔ یہ وہ دن ہے کہ (لوگ) لب تک نہ ہلا سکیں گے۔
وَلَا يُؤۡذَنُ لَهُمۡ فَيَعۡتَذِرُوۡنَ ﴿۳۶﴾ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۳۷﴾
اور نہ ان کو اجازت دی جائے گی کہ عذر کر سکیں۔اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔
هٰذَا يَوۡمُ الۡفَصۡلِ جَمَعۡنٰكُمۡ وَالۡأَوَّلِيۡنَ ﴿۳۸﴾ فَإِنۡ كَانَ لَكُمۡ كَيۡدٌ فَكِيۡدُوۡنِ ﴿۳۹﴾
یہی فیصلے کا دن ہے (جس میں) ہم نے تم کو اور پہلے لوگوں کو جمع کیا ہے۔ اگر تم کو کوئی داؤ آتا ہو تو مجھ سے کر لو
وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۴۰﴾ إِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِيۡ ظِلٰلٍ وَّعُيُوۡنٍ ﴿۴۱﴾
اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔بیشک پرہیزگار سایوں اور چشموں میں ہوں گے۔

وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

اور میووں میں جو ان کو مرغوب ہوں۔ جو عمل تم کرتے رہے تھے ان کے بدلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۵﴾

ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں۔اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔

كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۷﴾

(اے جھٹلانے والے!) تم کسی قدر کھا لو اور فائدے اٹھا لو تم بیشک گنہگار ہو۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾

اور جب ان سے رکوع (نماز) کرنے کا کہا جائے تو رکوع نہیں کرتے۔اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔ [3]

فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾

اب اس کے بعد یہ کونسی بات پر ایمان لائیں گے؟

---

[3] اس سورۃ میں یہ آیہ مبارکہ ”وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ “دس جگہ ارشاد فرمائی گئی،تکرار ایات قرانیہ کی حکمت سورۃ الرحمٰن میں فبائی الاء ربکما تکذبان میں بیان کردی گئی وہ تو ہر جگہ اور جو بھی آیات قران میں بار بار ہیں،ان پر منطبق ہوتی ہے، یہاں یہ آیت دس بار مکرر ہے بعض عارفین کے کلام سے یہاں اس کے تکرار کی مزید ایک خاص حکمت بھی معلوم ہوتی ہے۔

اس سورۃ میں اصل خطاب منکرین قیامت سے ہے اسی ضمن میں دس مرتبہ ویل یومئذ للمکذبین کا اعادہ کر کے یہ ظاہر کرنا بظاہر مقصود ہے کہ منکرین قیامت دس وجوہ سے ہلاکت و بربادی میں ہیں،تو ہر وجہ کے پیش نظر ہلاکت و بربادی کی یہ وعید بیان فرمادی گئی،جس کی تفصیل اس طرح سمجھ لی جائے کہ انسان میں قدرت الٰہی کی طرف سے تین قوتیں رکھی گئی ہیں جن کی اصلاح سے سعادت اور فلاح کا ترتب ہوتا ہے۔اور ان کے فساد سے شقاوت و بدبختی اور =

سورة النبا(مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

عَمَّ يَتَسَآءَ لُوۡنَ ﴿۱﴾ عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِيۡمِ ﴿۲﴾ الَّذِىۡ هُمۡ فِيۡهِ مُخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۳﴾

یہ لوگ کس چیز کی نسبت پوچھتے ہیں؟ (کیا) بڑی خبر کی نسبت؟ جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں

كَلَّا سَيَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵﴾ اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ مِهٰدًا ﴿۶﴾

دیکھو یہ عنقریب جان لیں گے۔ پھر دیکھو یہ عنقریب جان لیں گے۔کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا؟

-

=ہلاکت وبربادی ہے، اول قوت نظریہ جس پر ادراک صحیح اور اعتقادات کا دارومدار ہے، کافروں اور منکرین قیامت نے اس کو بگاڑ رکھا تھا متعدد وجوہ سے اول ذات الٰہی کا شرک کر کے۔ دوم صفات الٰہی میں بیہودہ اور لغوہ خیالات اور منگھڑت تصورات باطلہ قائم کر کے۔ سوم فرشتوں کے بارہ میں یہ عقیدہ رکھنے کی وجہ سے وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں، ہمارے کاروبار کے وہی مالک ومختار ہیں، چہارم یہ کہ انسان کی زندگی بس دنیا ہی تک محدود ہے نہ حشر ہے نہ بعث بعد الموت، پنجم قضاوقدر کا انکار اور مخلوقات کی اس میں شرکت، ششم انبیاء علیہم السلام اور کتب سماویہ کا انکار اور ان کے اوامر وہدایات سے سرتابی، تو یہ چھ قسم کی خرابیاں تو منکرین قیامت میں قوت نظریہ کے فساد کی وجہ سے پائی جاتی ہیں، دوسری قوت شہوانیہ جس کی خرابی افراط وتفریط ہے، افراط کے باعث انسان بہائم کی حد تک پہنچ جاتا ہے، اور تفریط کی وجہ سے حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے، تو یہ دونوں عیب منکرین قیامت میں تھے، تیسری قوت غضبیہ ہے اس میں بھی افراط انسان کو بہائم اور درندوں سے بڑھا دیتا ہے، اور اس کی وجہ سے ظلم وتعدی کی کوئی حد نہیں رہتی، اور تفریط انسان میں سے حمیت وغیرت کا وصف ختم کر دیتی ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ محارم الٰہیہ کی بےحرمتی اور گستاخی پر غصہ تو درکنار کان پر جوں تک نہیں رینگتی، تو دو خرابیاں یہ ہوئیں، اس طرح ظاہر ہوا کہ منکرین قیامت اور ایسے مجرمین ان دس خرابیوں میں مبتلا تھے تو ہر ایک خرابی کے بالمقابل ایک بار فرمادیا گیا، ''وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ'' واللہ اعلم. (از کبیر بتصرف).

وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا ﴿٧﴾ وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا ﴿٨﴾ وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴿٩﴾

اور پہاڑوں کو (اس کی) میخیں (نہیں ٹھہرائیں)؟ اور تم کو جوڑا جوڑا بھی پیدا کیا۔ اور نیند کو تمہارے لئے آرام بنایا

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا ﴿١٠﴾ وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿١١﴾ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿١٢﴾

اور رات کو پردہ مقرر کیا۔ اور دن کو معاش (کا وقت) قرار دیا۔ اور تمہارے اوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے۔

وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿١٣﴾ وَأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا ﴿١٤﴾

اور (آفتاب کا) روشن چراغ بنایا۔ اور نچڑتے بادلوں سے موسلا دھار مینہ برسایا۔

لِنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ﴿١٥﴾ وَجَنَّاتٍ أَلْفَافًا ﴿١٦﴾ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴿١٧﴾

تاکہ اس سے اناج اور سبزہ پیدا کریں۔ اور گھنے گھنے باغ۔ بیشک فیصلے کا دن مقرر ہے۔

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ أَفْوَاجًا ﴿١٨﴾ وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ﴿١٩﴾

جس دن صُور پھونکا جائے گا تو تم لوگ گروہ درگروہ آموجود ہوں گے۔ اور آسمان کھول جائے گا تو (اس میں) دروازے ہوجائیں گے

وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿٢٠﴾ إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾

اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ ریت ہو کر رہ جائیں گے۔ بیشک دوزخ گھات میں ہے۔

لِلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ﴿٢٢﴾ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَا أَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا

(یعنی) سرکشوں کا وہی ٹھکانہ ہے۔ اس میں وہ مدتوں پڑے رہیں گے۔ وہاں نہ ٹھنڈک کا مزا چکھیں گے نہ (کچھ) پینا۔

﴿٢٤﴾ إِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿٢٦﴾

مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔ (یہ) بدلا ہے پورے کا پورا۔

إِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَّكَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾

یہ لوگ حسابِ (آخرت) کی امید ہی نہیں رکھتے تھے۔ اور ہماری آیتوں کو جھوٹ سمجھ کر جھٹلاتے رہتے تھے۔

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنٰهُ كِتَابًا ﴿۲۹﴾ فَذُوقُوا فَلَنْ نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾

اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر ضبط کر رکھا ہے۔سو (اب) مزا چکھو ہم تم پر عذاب ہی بڑھاتے جائیں گے۔

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَأَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ وَّكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ﴿۳۳﴾

بیشک پرہیزگاروں کے لئے کامیابی ہے۔(یعنی) باغ اور انگور۔اور ہم عمر نوجوان عورتیں ۔

وَّكَأْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾

اور شراب کے چھلکتے ہوئے گلاس۔وہاں نہ بیہودہ بات سنیں گے نہ جھوٹ (خرافات) ۔

جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے صِلہ ہے انعامِ کثیر۔وہ جو آسمانوں اور زمین

وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾

اور جو ان دونوں میں ہے سب کا مالک بڑا مہربان کسی کو اس سے بات کرنے کا طاقت نہ ہو گا۔

يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ

جس دن روح (الامین) اور (اَور) فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے تو کوئی بول نہ سکے گا مگر جس کو

أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ

(اللہ) الرحمٰن اجازت بخشے اور اس نے بات بھی درست کہی ہو۔یہ دن برحق ہے

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهِ مَآبًا ﴿۳۹﴾ إِنَّا أَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا

پس جو شخص چاہے اپنے پروردگار کے پاس ٹھکانہ بنائے۔ہم نے تم کو عذاب سے جو عنقریب آنے والا ہے آگاہ کر دیا ہے

يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا ﴿۴۰﴾

جس دن ہر شخص ان (اعمال) کو جو اس نے آگے بھیجے ہوں گے دیکھ لے گا اور کافر کہے گا کہ اے کاش! میں مٹی ہوتا

سورة النازعات(مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرۡقًا ۙ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشۡطًا ۙ﴿۲﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبۡحًا ۙ﴿۳﴾

ان کی قسم جو ڈوب کر کھینچ لیتے ہیں۔[1] اور ان کی جو آسانی سے کھول دیتے ہیں۔اور ان کی جو تیرتے پھرتے ہیں

---

[1] وَالنَّازِعَاتِ غَرۡقًا : یہ شواہد ہیں اوراخروی ثواب وعقاب کانمونہ ہے جس طرح دنیامیں فرشتے قبض روح کے وقت مومنوں کے ساتھ نرمی کاسلوک اور کافروں کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرتے ہیں اسی طرح اخرت میں ہوگا،غرقا ، النازعات، کامفعول مطلق ہے من غیرلفظہ اوراس کے معنی ہیں سختی اور شدت کے ساتھ کھینچنا،یقال اغرق النازع فی القوس ای استوفی مدھابقوۃ وشدۃ (مظھری) ۔اغراق سخت کشیدن کمان (صراح)اس سے کافروں کی روحیں قبض کرنے والے فرشتے مراد ہیں جوشدت کے ساتھ ان کی روحیں کھینچتے ہیں۔

" نشط" کے معنی ہیں آسانی اورنرمی سے نکالنا،جس طرح ڈول آسانی کے ساتھ کنوئیں سے نکال لیاجاتا ہے اس سے مومنوں کی روحیں قبض کرنے والے فرشتے مراد ہیں المراد الملائکۃ الذین یخرجون ارواح المومنین برفق من نشط الدلواذااخرج بلاکرہ (مظھری) یااس کے معنی ہیں شادمانی اورخوشی کے۔ نشطا باشادمانی شدن(صراح)مطلب یہ ہوگا کہ وہ مومنوں کی روحیں نہایت خوشی اورشادمانی سے قبض کرتے ہیں۔

"و السّٰبحٰت"،فضاءآسمانی میں تیرنے والےسرعت سیر کوتیرنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

"فالسّٰبقٰت"اپنے اپنے فرائض کی انجام دہی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے والے۔

"فالمدبرات" اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے تدبیریں سوچنے والے: التی تصیخ فی مضیھاای تصرع فتسبق الی ماامروابہ فتدبرامرامن امورعبادمہایصلحھم فی دینھم کمارسم لھم (مدارک)یہ قیامت کے حق ہونے پرقسمیں اورشواہد ہیں اور جواب قسم محذوف ہے اقسم سبحانہ بھذہ=

فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا ﴿۵﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴿۶﴾

پھر لپک کر آگے بڑھتے ہیں۔ پھر کاموں کا انتظام کرتے ہیں۔ (کہ وہ دن آ کر رہے گا) جس دن زمین کو بھونچال آئیگا

تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿۷﴾ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ﴿۸﴾ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ﴿۹﴾

پھر اس کے پیچھے اور (بھونچال) آئے گا۔ اس دن (لوگوں) کے دل خائف ہو رہے ہوں گے۔ اور آنکھیں جھکی ہوئی

يَقُوْلُوْنَ أَئِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ﴿۱۰﴾ أَءِ ذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿۱۱﴾

(کافر) کہتے ہیں کیا ہم الٹے پاؤں پھر لوٹیں گے؟ بھلا جب ہم کھوکھلی ہڈیاں ہو جائیں گے (تو پھر زندہ کئے جائیں گے)؟

قَالُوْا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿۱۲﴾ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾

کہتے ہیں کہ یہ لوٹنا تو (موجبِ) زیاں ہے۔ وہ تو صرف ایک آواز ہو گی۔

فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿۱۴﴾ هَلْ أَتَاكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾

اس وقت وہ (سب) میدانِ (حشر) میں آ جمع ہوں گے۔ بھلا تم کو موسیٰ کی خبر پہنچی ہے؟

إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾ اِذْهَبْ إِلٰى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغٰى ﴿۱۷﴾

جب ان کے پروردگار نے ان کو پاک میدان (یعنی) طُویٰ میں پکارا۔ (اور حکم دیا) کہ فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو رہا ہے

= الاشياء التي ذكرها على ان القيامة حق (قرطبی). وجواب القسم محذوف ای لتبعثن ولتحاسبن (مظهری) یالتسلطن عليكم الملائكة يوم القيامة كمافی الدنيا (شیخ ؒ)۔

حاصل یہ کہ یہ امور اس پر شاہد ہیں کہ قیامت ضرور آئے گی تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ تمہارا حساب کتاب ہوگا اور تم پر فرشتے مسلط کیے جائیں گے جو بڑی شان سے مومنوں کو جنت میں داخل کریں گے۔ کچھ جنت میں ان کا استقبال کریں گے اور ان کو سلام کا تحفہ پیش کریں گے۔ اور کچھ کفار اور مشرکین کو سختی سے گھسیٹ کر دوزخ میں داخل کریں گے اور ان کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں گے۔

فَقُلْ هَلْ لَّكَ إِلٰى أَنْ تَزَكّٰى ﴿١٨﴾ وَأَهْدِيَكَ إِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿١٩﴾

اور (اس سے) کہو کیا تو چاہتا ہے کہ پاک ہو جائے؟ اور میں تجھے تیرے پروردگار کا رستہ بتاؤں تاکہ تجھ کو خوف (پیدا) ہو؟

فَأَرَاهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿٢٠﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿٢١﴾ ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿٢٢﴾

پس انہوں نے اس کو بڑی نشانی دکھائی۔ اس نے جھٹلایا اور نہ مانا۔ پھر لوٹ گیا اور تدبیریں کرنے لگا۔

فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿٢٣﴾ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى ﴿٢٤﴾ فَأَخَذَهُ اللّٰهُ

اور (لوگوں کو) اکٹھا کیا اور پکارا۔ کہنے لگا کہ تمہارا سب سے بڑا مالک میں ہوں۔ تو اللہ نے اس کو دنیا اور آخرت

نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْأُولٰى ﴿٢٥﴾ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿٢٦﴾

(دونوں) کے عذاب میں پکڑ لیا۔ جو شخص (اللہ سے) ڈر رکھتا ہے اس کے لئے اس (قصے) میں عبرت ہے۔

ءَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا ﴿٢٧﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا ﴿٢٨﴾

بھلا تمہارا بنانا آسان ہے یا آسمان کا؟ اسی نے اس کو بنایا۔ اس کی چھت کو اونچا کیا پھر اسے برابر کر دیا۔

وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحٰهَا ﴿٢٩﴾ وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ﴿٣٠﴾

اور اسی نے رات کو تاریک بنایا اور (دن کو) دُھوپ نکالی۔ اور اس کے ساتھ زمین کو پھیلا دیا۔

أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعٰهَا ﴿٣١﴾ وَالْجِبَالَ أَرْسٰهَا ﴿٣٢﴾

اسی نے اس میں سے پانی نکالا اور چارا اگایا۔ اور اس پر پہاڑوں کا بوجھ رکھ دیا۔

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٣٣﴾ فَإِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿٣٤﴾

یہ سب کچھ تمہارے اور تمہارے چوپائیوں کے فائدے کے لئے (کیا) تو جب بڑی آفت آئے گی۔

يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿٣٥﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿٣٦﴾

اس دن انسان اپنے کاموں کو یاد کرے گا۔ اور دوزخ دیکھنے والے کے سامنے نکال کر رکھ دی جائے گی۔

فَأَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوٰى ﴿۳۹﴾

تو جس نے سرکشی کی۔ اور دنیا کی زندگی کو مقدم سمجھا ۔ اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾

اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا اور جی کو خواہشوں سے روکتا رہا۔

فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى ﴿۴۱﴾ يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسٰهَا ﴿۴۲﴾

اس کا ٹھکانہ بہشت ہے۔(اے پیغمبر! لوگ) تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟

فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ﴿۴۳﴾ إِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ﴿۴۴﴾

تم اس کے ذکر سے کس فکر میں ہو؟ اس کا منتہا (یعنی واقع ہونے کا وقت) تمہارے پروردگار ہی کو معلوم ہے

إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَخْشٰهَا ﴿۴۵﴾ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا

جو شخص اس سے ڈر رکھتا ہے تم تو اسی کو ڈر سنانے والے ہو۔ جب وہ اس کو دیکھیں گے

لَمْ يَلْبَثُوٓا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحٰهَا ﴿۴۶﴾

(تو ایسا خیال کریں گے) کہ گویا (دنیا میں صرف) ایک شام یا صبح رہے تھے۔

سورة عبس (مكية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰى ﴿۱﴾ أَنْ جَآءَهُ الْأَعْمٰى ﴿۲﴾ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى ﴿۳﴾

(محمد مصطفیٰ ﷺ) ترش رُو ہوئے اور منہ پھیر بیٹھے۔ کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا۔ اور تم کو کیا خبر یقین وہ پاکیزگی حاصل کرتا

أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ﴿۴﴾ أَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ﴿۵﴾ فَأَنْتَ لَهُ تَصَدّٰى ﴿۶﴾

یا سوچتا تو سمجھانا اسے فائدہ دیتا۔ جو پروا نہیں کرتا۔ اس کی طرف تو تم توجہ کرتے ہو۔

وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكّٰى ﴿۷﴾ وَأَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ﴿۸﴾ وَهُوَ يَخْشٰى ﴿۹﴾

حالانکہ اگر وہ نہ سنورے تو تم پر کچھ (الزام نہیں) ہیں۔ اور جو تمہارے پاس دوڑتا ہوا آیا۔ اور (اللہ سے) ڈرتا ہے

فَأَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ﴿۱۰﴾ كَلَّآ إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿۱۱﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهُ ﴿۱۲﴾

اس سے تم بے رخی کرتے ہو۔[1] دیکھو یہ (قرآن) نصیحت ہے۔ پس جو چاہے اسے یاد رکھے۔

---

[1] تنبیہ برائے نبی کریم ﷺ۔ ایک دفعہ رسول پاک ﷺ کے پاس صنادید قریش عتبہ، شیبہ، ابوجہل، امیہ، اور ولید وغیرہم بیٹھے تھے، آپ ان کو سمجھا رہے تھے اور اسلام کی دعوت دے رہے تھے، آپ کو امید تھی کہ اگر یہ لوگ اسلام لے آئے تو ان کی وجہ سے بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ اسی اثناء میں عبداللہ بن ام مکتومؓ جو ایک نابینا صحابی تھے اور خدیجہؓ کے ماموں زاد بھائی تھے آپ کے پاس آئے وہ چونکہ نابینا تھے، اس لئے آپ کی اس نہایت ہی اہم مصروفیت کا اندازہ نہ کر سکے اور نبی ﷺ سے قرآن پڑھانے کی بار بار درخواست کرنے لگے، نبی کریم ﷺ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی بلکہ ان کی اس حرکت کو ناپسند فرمایا اور چہرے سے ایک مخصوص کیفیت سے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور ان کی طرف سے رخ موڑ لیا۔

مگر حق تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ ہوئی اور آپ کو تنبیہ فرمائی، ضمائر غائب نبی کریم ﷺ سے کنایہ ہیں، ترش روئی کی اور منہ پھیر لیا۔ اس لئے کہ آپ ؐ کے پاس ایک نابینا آ گیا، اس نابینا سے آپ کے اعراض میں بھی رضائے الٰہی کا جذبہ مضمر تھا، اور یہ اعراض کبر و نفرت کی وجہ سے نہ تھا آپ نے خیال فرمایا کہ یہ نابینا تو مخلص مومن ہے اور اسے ذرا ٹھہر کر بھی پڑھایا جا سکتا ہے، لیکن صنادید قریش کو شاید اس طرح سمجھانے کا موقع پھر ہاتھ نہ لگ سکے، نیز اگر وہ سمجھ گئے تو ان کی وجہ سے ہزاروں لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔ اور ابن ام مکتومؓ سے جو آداب مجلس کے خلاف بات سرزد ہوئی ان کا عذر قرآن میں ''اعمی'' کہہ کر بتلا دیا، کہ وہ نابینا تھے اس لئے اس کو نہ دیکھ سکتے تھے، کہ آپ اس وقت کس شغل میں ہیں؟ کن لوگوں سے گفتگو چل رہی ہے؟ اس لئے وہ معذور تھے۔=

فِیۡ صُحُفٍ مُّکَرَّمَةٍ ﴿۱۳﴾ مَّرۡفُوۡعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿۱۴﴾ بِاَيۡدِیۡ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾

قابلِ ادب ورقوں میں (لکھا ہوا)۔ جو بلند مقام پر رکھے ہوئے (اور) پاک ہیں۔ (ایسے) لکھنے والے کے ہاتھوں میں

كِرَامٍۢ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾ قُتِلَ الۡاِنۡسَانُ مَاۤ اَكۡفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ مِنۡ اَىِّ شَىۡءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾

جو معزز اور نیکوکار ہیں۔ انسان ہلاک ہو جائے کیسا ناشکرا ہے۔ اسے (اللہ نے) کس چیز سے بنایا؟

مِنۡ نُّطۡفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِيۡلَ يَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقۡبَرَهٗ ﴿۲۱﴾

نطفے سے بنایا پھر اس کا اندازہ مقرر کیا۔ پھر اس کے لئے رستہ آسان کر دیا۔ پھر اس کو موت دی پھر قبر میں دفن کرایا۔ پھر

= "ومایدریک" آپ کو کیا معلوم وہ نابینا شاید آپ سے قران سنکر ہی پاک ہو جاتا اور (یذکر) یا نصیحت سنکر اس میں غور و فکر کرتا اور اس طرح اس سے فائدہ اٹھاتا "یزکی" میں قبول کا اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے یعنی سنتے ہی اس سے متاثر ہو کر برائیوں سے پاک ہو جاتا۔ دونوں جملے بحرف تردید یعنی "او" کے ساتھ استعمال کئے گئے، کہ ان دونوں میں کوئی ایک حال ضرور حاصل ہوتا، اس میں اصطلاحی مانعۃ الخلو ہے، یعنی احتمال یہ بھی ہے کہ دونوں نفع جمع ہو جائیں، کہ ابتداءً تذکّر ہو اور اس کے بعد تزکیہ، مانعۃ الجمع نہیں کہ دونوں جمع نہ ہو سکیں۔

"امامن استغنی" جو ایمان سے اور آپ کی دعوت و تبلیغ سے مستغنی اور بے نیاز ہیں آپ ان کے درپے ہیں اور غور سے ان کی باتیں سنتے ہیں۔ اگر وہ ایمان نہ لائیں اور کفر و شرک سے پاک نہ ہو تو اس سے آپ پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ آپ کا کام بتانا اور سمجھانا ہے منوانا آپ کا کام نہیں۔ اس سے مراد صنادید قریش ہیں جو آپ کی دعوت و تبلیغ میں کوئی حقیقی دلچسپی نہیں لیتے تھے۔

"وامامن جاءک" لیکن جو شخص یعنی ابن ام مکتومؓ بڑے شوق سے دوڑتا ہوا آپ کے پاس آتا ہے اور وہ اللہ سے ڈرتا بھی ہے ہدایت کا متمنی اور راہ حق کا طلبگار بھی ہے آپ اس سے اعراض کرتے اور اس سے غفلت کا برتاؤ فرماتے ہیں۔

ثُمَّ إِذَا شَآءَ أَنْشَرَهُ ﴿٢٢﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ أَمَرَهُ ﴿٢٣﴾

جب چاہے گا اسے اٹھا کھڑا کرے گا۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ نے اسے جو حکم دیا اس نے اس پر عمل نہ کیا۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلٰى طَعَامِهٖ ﴿٢٤﴾ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾

تو انسان کو چاہیئے کہ ا پنے کھانے کی طرف نظر کرے۔ بیشک ہم ہی نے پانی برسایا۔

ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾ وَعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿٢٨﴾

پھر ہم ہی نے زمین کو چیرا پھاڑا۔ پھر ہم ہی نے اس میں اناج اگایا۔ اور انگور اور ترکاری۔

وَزَيْتُونًا وَّنَخْلًا ﴿٢٩﴾ وَحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَفَاكِهَةً وَّأَبًّا ﴿٣١﴾

اور زیتون اور کھجوریں۔اور گھنے باغ۔اور میوے اور چارا۔

مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾ فَإِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿٣٣﴾

(یہ سب کچھ) تمہارے اور تمہارے چارپایوں کے لئے پیدا کیا۔ تو جب (قیامت کا) غل مچے گا۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهٖ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾

اس دن بھائی اپنے بھائی سے دُور بھاگے گا۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے۔ اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ ﴿٣٧﴾ وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾

ہر شخص اس روز ایک فکر میں ہوگا جو اسے (مصروفیت کے لئے) بس کرے گا۔ اور کتنے منہ اس روز چمک رہے ہوں گے۔

ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَوُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾

خنداں و شاداں (یہ مومنانِ نیکوکار ہیں)۔ اور کتنے منہ ہوں گے جن پر گرد پڑ رہی ہو گی۔

تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾

(اور) سیاہی چڑھ رہی ہوگی۔ یہ کفار بدکردار ہیں۔

سورة التكوير (مكية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿۱﴾ وَإِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ﴿۲﴾

جب سورج لپیٹ لیا جائے گا۔ اور جب تارے بے نُور ہو جائیں گے۔

وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴿۳﴾ وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ﴿۴﴾

اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔ اور جب بیانے والی اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی۔

وَإِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ﴿۵﴾ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿۶﴾

اور جب وحشی جانور اکٹھے ہو جائیں گے۔ اور جب سمندر آگ ہو جائیں گے۔

وَإِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ﴿۷﴾ وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ ﴿۸﴾ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ﴿۹﴾

اور جب رُوحیں (بدنوں سے) ملادی جائیں گی۔ اور جب اس لڑکی سے جو زندہ دفنادی گئی پوچھا جائے گا۔ کہ وہ کس گناہ پر ماری گئی؟

وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿۱۰﴾ وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ﴿۱۱﴾ وَإِذَا الْجَحِيْمُ

اور جب اعمال کے دفتر کھولے جائیں گے۔ اور جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے گی۔ اور جب دوزخ (کی آگ)

سُعِّرَتْ ﴿۱۲﴾ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾

بھڑکائی جائے گی۔ اور جب بہشت قریب لائی جائے گی۔ تب ہر شخص معلوم کر لے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔

فَلَآ أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾

ہم کو ان ستاروں کی قسم جو پیچھے ہٹ جاتے ہیں جو سیر کرتے اور غائب ہو جاتے ہیں۔ اور رات کی قسم جب ختم ہونے لگتی ہے

وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي

اور صبح کی قسم جب نمودار ہوتی ہے۔ کہ بیشک یہ (قرآن) فرشتہ عالی مقام کی زبان کا پیغام ہے۔ جو صاحبِ قوت مالک عرش کے ہاں

الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿۲۰﴾ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾

اونچے درجے والا۔ سردار (اور) امانتدار ہے۔ اور (مکے والو!) تمہارے رفیق (یعنی محمد ﷺ) دیوانے نہیں ہیں۔

وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾

بیشک انہوں نے اس کو (آسمان کے کھلے یعنی) کنارے پر دیکھا ہے اور وہ پوشیدہ باتوں کے ظاہر کرنے میں بخیل نہیں

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيْمٍ ﴿۲۵﴾ فَأَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور یہ شیطان مردود کا کلام نہیں۔ پھر تم کدھر جا رہے ہو؟

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾

یہ تو جہان کے لوگوں کے لئے نصیحت ہے۔ (یعنی اس کیلئے) جو تم میں سے سیدھی چال چلنا چاہے۔

وَمَا تَشَاءُوْنَ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ ﴿۲۹﴾

اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر وہی جو اللہ رب العالمین چاہے۔

سورۃ الإنفطار (مکیۃ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ﴿۱﴾ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ﴿۲﴾

جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور جب تارے جھڑ پڑیں گے۔

وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ﴿٣﴾ وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ﴿٤﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ
اور جب دریا بہہ (کر ایک دوسرے میں مل) جائیں گے۔ اور جب قبریں اکھیڑ دی جائیں گی۔ تب ہر شخص معلوم کر لے گا
مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ ﴿٥﴾ يَٰٓأَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ﴿٦﴾
کہ اس نے آگے کیا بھیجا تھا اور پیچھے کیا چھوڑا تھا۔ اے انسان تجھ کو اپنے پروردگار کریم کے بارے میں کس چیز نے دھوکا دیا؟
الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ ﴿٧﴾ فِيٓ أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ﴿٨﴾
(وہی تو ہے) جس نے تجھے بنایا اور ٹھیک کیا اور (تیرے قامت کو) معتدل رکھا۔ اور جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا
كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالدِّينِ ﴿٩﴾ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ﴿١٠﴾ كِرَامًا كَاتِبِينَ ﴿١١﴾
مگر تم لوگ جزا کو جھٹلاتے ہو۔ حالانکہ تم پر نگہبان مقرر ہیں۔ عالی قدر (تمہاری باتوں کے) لکھنے والے۔
يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ﴿١٢﴾ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿١٣﴾
جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے جانتے ہیں۔ بیشک نیکوکار نعمتوں (کی بہشت) میں ہوں گے۔
وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ﴿١٤﴾ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ﴿١٥﴾ وَمَا هُمْ عَنْهَا
اور بدکردار دوزخ میں۔ (یعنی) جزا کے دن اس میں داخل ہوں گے۔ اور اس سے
بِغَائِبِينَ ﴿١٦﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿١٧﴾ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿١٨﴾
چھپ نہیں سکیں گے۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ جزا کا دن کیسا ہے؟ پھر تمہیں کیا معلوم کہ جزا کا دن کیسا ہے؟
يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَّالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ ﴿١٩﴾
جس روز کوئی کسی کا کچھ بھلا نہ کر سکے گا اور حکم اس روز صرف اللہ ہی کا ہو گا

سورة المطففين (مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ ﴿۱﴾ الَّذِيۡنَ إِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ ﴿۲﴾

ناپ اورتول میں کمی کرنے والوں کے لئے خرابی ہے۔ جولوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا کریں۔

وَإِذَا كَالُوۡهُمۡ أَوۡ وَّزَنُوۡهُمۡ يُخۡسِرُوۡنَ ﴿۳﴾ أَلَا يَظُنُّ أُوۡلٰٓئِكَ أَنَّهُمۡ

اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں۔ کیا یہ لوگ نہیں جانتے

مَّبۡعُوۡثُوۡنَ ﴿۴﴾ لِيَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ﴿۵﴾ يَوۡمَ يَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ ﴿۶﴾

کہ اٹھائے بھی جائیں گے؟ ایک بڑے (سخت) دن میں۔ جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے [1]

---

[1] ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ: انه اتى رسول اللهﷺ فقال اخبرني من يقوى على القيام يوم القيامة ،الذى قال الله عزوجل ﴿يوم يقوم الناس لرب العالمين﴾ فقال يخفف على المؤمن حتى يكون عليه كا لصلوٰة المكتوبة .(شعب الايمان: ۱/ ۳۲۴،۳۶۲) ۔یعنی ابوسعید خدریؓ رسول اللہﷺ سے سوال کرتے ہوئے قران کے جن الفاظ کا حوالہ دیا، وہ اس سورۃ میں قیامت کے دن کے احوال اوراس دن اعمال کی جزاوسزا دیئے جانے کا ذکر ہے، اور چونکہ وہ دن اللہ کے عدل وانصاف کے اظہار کا دن ہوگا، اس مناسبت سے اس سورت میں خاص طور سے بعض ان اعمال پر وعید مذکور ہے جو حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہیں، اور سماجی زندگی میں نہایت قابل نفرین سمجھتے ہیں، جیسے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو ان الفاظ میں تہدید کی گئی ہے، کہ: أَلَا يَظُنُّ أُولٰٓئِكَ أَنَّهُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَ ﴿۴﴾ لِيَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ﴿۵﴾ يَوۡمَ يَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ ﴿۶﴾ اس حدیث میں ابوسعید خدریؓ کے سوال کا حاصل یہ تھا، کہ ایک تو قیامت کا دن خود اپنے اندر ہول ودہشت اور خوف و پریشانی کے صد ہزار عالم لئے ہوگا، اوراس

پر اپنے اعمال کا کچا چٹھا لے کر اللہ ذوالجلال کی پر ہیبت بارگاہ میں پیش ہونا ہوگا، اس کے عدل وانصاف کی ہیبت اور اس کے لئے اس کی عدالت میں، اس کی پر جلال بارگاہ میں کھڑا ہو سکے؟ لہٰذا نبی کریم ﷺ نے یہ بشارت عطاء فرمائی کہ مسلمانوں کو بہر حال اطمینان رکھنا چاہئے کہ وہ دن اپنی تمام ہولناکیوں کے باوجود ان کے حق میں ایک آسان دن ہوگا، وہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل وکرم کے سائے میں رہیں گے۔ اس لئے قیامت کا وہ پورا دن بس اتنے عرصہ میں گزر جائے گا جتنے عرصہ میں کوئی شخص فرض نماز پڑھ لیتا ہے۔

پس اس سلسلے میں ایک بات تو یہ ذہن میں رہنی چاہئے کہ ''مسلمان'' سے مراد کامل مسلمان ہے یعنی عقیدہ وفکر کے اعتبار سے پختہ وصالح، اعمال وکردار کے اعتبار سے پاکباز ومتقی اور پروردگار کی اطاعت وعبادت میں کامل! اسی طرح فرض نماز کے بقدر سے مراد وہ عرصہ ہے جس میں فرض نماز کہ جس کی نہایت چار رکعتیں ہیں، ادا کی جاتی ہیں، یا یہ کہ فرض نماز کا پورا وقت مراد ہے۔

یعنی جتنی دیر تک ایک فرض نماز ادا کرنے کا وقت رہتا ہے، اتنی دیر میں قیامت کا پورا دن گزر جائے گا، رہی یہ بات کہ مسلمانوں کے حق میں قیامت کے دن کا فرض نماز کی ادائیگی کے وقت کے بقدر ہونے سے کیا یہ مراد ہے کہ ان کے حق میں قیامت کا دن واقعتاً اتنے مختصر سے عرصہ پر محیط ہوگا۔ یا یہ مراد ہے کہ وہ دن ہوگا تو بہت زیادہ لمبا وطویل لیکن مسلمانوں کو وہ اتنا بڑا دن بس ایسا محسوس ہوگا جیسے ایک فرض نماز کے وقت کے بقدر ہو کر گزر گیا ہو؟ تو اس سلسلہ میں یہی دوسرا پہلو مراد ہے، یعنی وہ دن اپنی اتنی طوالت اور اتنی شدت وسختیوں کے باوجود مسلمانوں کے لئے اتنا ہلکا بنا دیا جائے گا کہ ان کو وہ پورا دن ایک فرض نماز کے مختصر ترین عرصہ کے بقدر گزرتا ہوا معلوم ہوگا، جب کہ کافروں کے حق میں اس کے برعکس ہوگا، چنانچہ یہ تو اس دنیا میں بھی عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ وقت اور مقدار کے اعتبار سے شب وروز کی گردش ہر شخص کے لئے یکساں ہوتی ہے، لیکن جو لوگ عیش وراحت اور خوشحالی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ان کے لئے چوبیس گھنٹوں کے وہی دن رات، لمحوں کے برابر گزرتے محسوس ہوتے ہیں، جو مصائب وآلام اور پریشان حالی میں مبتلا لوگوں کے لئے سالوں کے برابر گزرتے معلوم ہوتے ہیں۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ قیامت کے دن کا مسلمانوں کے حق میں آسان وہلکا ہونا یکساں نوعیت نہیں رکھے گا، بلکہ ہر مسلمان کے عقیدہ وعمل کے مراتب کے اعتبار سے الگ الگ نوعیت رکھے گا۔ کہ جو شخص دنیا میں اپنے عقیدہ وعمل کے اعتبار سے زیادہ کامل رہا ہوگا، وہ اس دن کو اور وہاں کے احوال کو اتنا ہی زیادہ آسان وہلکا محسوس کرے گا، اور دنیا میں

جس شخص کا عقیدہ وعمل جتنا زیادہ کمزور رہا ہوگا، وہ اس دن کو اتنا ہی کم آسان وہلکا محسوس کرے گا یہاں تک کہ کفار کو وہ دن پچاس ہزار سال کے برابر معلوم ہوگا۔ چنانچہ قرآن کریم کے ان الفاظ میں اسی طرف اشارہ ہے: **تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ ﴿۴﴾ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا ﴿۵﴾ إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ﴿۶﴾ وَنَرَاهُ قَرِيبًا ﴿۷﴾** (المعارج)۔

چنانچہ اس آیت میں اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے، جو اپنی درازی اور سختی کے اعتبار سے کافر کو اتنا لمبا معلوم ہوگا، اور جس طرح ایمان کے مراتب میں تفاوت ہونے کی وجہ سے وہ ان اہل ایمان میں سے کچھ کو بہت آسان اور ہلکا معلوم ہوگا، اور کچھ کو کم آسان وہلکا معلوم ہوگا، اسی اعتبار سے ایک آیت میں اس دن کو ایک ہزار سال کے برابر فرمایا گیا ہے، پس بعض کافروں کو ہزار سال کے برابر اور بعض کو پچاس ہزار سال کے برابر معلوم ہوگا۔ نیز باری تعالی کے اس ارشاد سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے: **فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ﴿۸﴾ فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ﴿۹﴾ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ ﴿۱۰﴾** (المدثر)۔

دوسرے لفظوں میں اس کا مفہوم یہ ہوگا، کہ اہل ایمان پر وہ دن بہت ہلکا اور آسان ہوگا، اور وہ ہلکا وآسان ہونا ان کے ایمان وعمل کے اعتبار سے تفاوت رکھے گا۔ بہر حال اس حدیث میں مسلمانوں کے لئے واضح طور پر یہ ہدایت ہے کہ اگر وہ قیامت کے دن کو اپنے حق میں زیادہ سے زیادہ آسان وہلکا اور جلد گزر جانے والا بنانا چاہتے ہیں، تو ان کو چاہئے کہ وہ اپنے ایمان وعقیدہ کو زیادہ سے زیادہ پختہ بنائیں اور اپنی عملی زندگی کو زیادہ سے زیادہ طاعت وعبادت اور رضاء الٰہی کے کاموں سے مامور کریں۔

جبکہ ابوسعید خدریؓ سے ایک اور روایت بھی ہے کہ: **قال سئل رسول اللہ ﷺ عن یوم کان مقدارہ خمیسن الف سنة ،ماطول ھذہ الیوم ؟فقال والذی نفسی بیدہ انہ لیخفف علی المؤمن حتی یکون اھون علیہ من الصلواة المکتوبة یصلیھافی الدنیا. (بیھقی فی شعب الایمان: ۱/۳۳۴)۔**

یہ حدیث بھی پہلی حدیث کی طرح اہل ایمان کے حق میں بشارت ہے کہ اگر وہ ایمان کامل کے حامل ہیں، اور ان کی دنیاوی زندگی اعمال صالحہ سے معمور ہے تو انہیں قیامت کے دن کی طوالت اور سختی سے مضطرب ہونے کی ضرورت نہیں، وہ اللہ تعالی کی بے پایاں رحمتوں کے سائے میں ہوں گے، اور وہ دن تمام درازی وسختی کے باوجود ان کے حق میں اس طرح گزر جائے گا جیسے انہوں نے کوئی فرض نماز پڑھ لی ہو۔ اس آیت کے متعلق شاہ ولی اللہ کا ایک عبارت نقل کرتے ہیں جو کہ انہوں نے=

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ ﴿۷﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سِجِّينٌ ﴿۸﴾
سن رکھو کہ بدکاروں کے اعمال سجین میں ہیں۔ اور تم کیا جانتے ہو کہ سجین کیا چیز ہے؟
كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ﴿۹﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۰﴾ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿۱۱﴾
ایک دفتر ہے لکھا ہوا۔اس دن جھٹلانے والوں کی تباہی ہے۔(یعنی) جو جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں
وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴿۱۲﴾ إِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ
اور اس کو جھٹلاتا وہی ہے جو حد سے نکل جانے والا گنہگار ہے۔ جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ تو اگلے
الْأَوَّلِينَ ﴿۱۳﴾ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوبِهِمْ مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۱۴﴾
لوگوں کے افسانے ہیں دیکھو یہ جو (اعمالِ بد) کرتے ہیں ان کا ان کے دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے۔
كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ ﴿۱۶﴾
بیشک یہ لوگ اس روز اپنے پروردگار (کے دیدار) سے محروم ہوں گے۔پھر دوزخ میں جا داخل ہوں گے
ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُونَ ﴿۱۷﴾ كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي
پھر ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ (یہ بھی) سن رکھو کہ نیکوکاروں کے اعمال علّیّین
عِلِّيِّينَ ﴿۱۸﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ ﴿۱۹﴾ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ﴿۲۰﴾
میں ہیں۔ اور تم کو کیا معلوم کہ علّیّین کیا چیز ہے؟ ایک دفتر ہے لکھا ہوا۔

=حجۃ اللہ البالغہ:۱/۱۵۶، میں نقل کی ہے، فان بلغنا حديث من الرسول المعصوم الذى فرض الله علينا طاعته بسند صالح يدل على خلاف مذهبه وتركنا حديثه واتبعنا ذلك التخمين فمن اظلم منا وماعذرنا يوم يقوم الناس لرب العالمين. یعنی اگر ہمیں رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث معلوم ہوجائے،اوراس کے باوجود ہم ایک شیخ یا ایک امام کے قول کے پیچھے جائیں،اور حدیث پر کان نہ دھریں،تو ہمارا کیا حال ہوگا؟ جب ہم اللہ تعالی کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ﴿٢١﴾ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿٢٢﴾

جس کے پاس مقرب (فرشتے) حاضر رہتے ہیں۔ بیشک نیک لوگ چین میں ہوں گے۔

عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ ﴿٢٣﴾ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ﴿٢٤﴾

تختوں پر بیٹھے ہوئے نظارے کریں گے۔تم ان کے چہروں ہی سے راحت کی تازگی معلوم کر لو گے۔

يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَخْتُومٍ ﴿٢٥﴾ خِتَامُهُ مِسْكٌ ط وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ

ان کو خالص شراب سر بمہر پلائی جائے گی۔ جس کی خلط مشک کی ہو گی تو (نعمتوں کے) شائقین کو چاہئیے

الْمُتَنَافِسُونَ ﴿٢٦﴾ وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ ﴿٢٧﴾ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ﴿٢٨﴾

کہ اسی سے رغبت کریں۔اوراس میں تسنیم (کے پانی) کی آمیزش ہوگی۔وہ ایک چشمہ ہے جس میں سے مقرب پئیں گے

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ﴿٢٩﴾

جو گنہگار (یعنی کفار) ہیں وہ (دنیا میں) مومنوں سے ہنسی کیا کرتے تھے۔

وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ﴿٣٠﴾ وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ﴿٣١﴾

اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو حقارت سے اشارے کرتے۔اور جب اپنے گھر کولوٹتے تو اِتراتے ہوئے لوٹتے

وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ﴿٣٢﴾ وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ ﴿٣٣﴾

اور جب ان (مومنوں) کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ تو گمراہ ہیں۔ حالانکہ وہ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔

فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ﴿٣٤﴾

تو آج مومن کافروں سے ہنسی کریں گے ۔

عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ ﴿٣٥﴾ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٣٦﴾

(اور) تختوں پر (بیٹھے ہوئے ان کا حال) دیکھ رہے ہوں گے۔تو کافروں کوان کے اعمال کا (پورا پورا) بدلا مل گیا۔

سورة الانشقاق(مكية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴿۱﴾ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿۲﴾ وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ﴿۳﴾

جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور اپنے پروردگار کا فرمان بجالائیگا اور لائق بھی یہی ہے۔ اور جب زمین ہموار کردی جائیگی

وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ﴿۴﴾ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿۵﴾

اور جو کچھ اس میں ہے اسے نکال کر باہر ڈال دے گی اور خالی ہو جائے گی۔ اور اپنے پروردگار کی ارشاد کی تعمیل کرے گی اور اس کو لازم بھی یہی ہے

يٰٓأَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ ﴿۶﴾

اے انسان! تو اپنے پروردگار کی طرف (پہنچنے میں) خوب کوشش کرتا ہے سو اس سے جا ملے گا

فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ﴿۷﴾ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ﴿۸﴾

تو جس کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اس سے حساب آسان لیا جائے گا۔ [1]

---

[1] عائشہؓ کہتی ہیں، کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو بعض نماز میں یہ دعا مانگتے سنا کہ: اللھم حاسبنی حسابا یسیرا، یا اللہ میرے اعمال کا آسان حساب لیجیو! عائشہؓ کہتی ہیں، کہ میں نے یہ سنا تو عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ آسان حساب کا کیا مطلب ہے اور اس کی کیا صورت ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا آسان حساب کی یہ صورت ہوگی کہ بندہ اپنے اعمالنامے کو دیکھ لے گا، اور پھر اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرما دے گا اور اے عائشہؓ! حقیقت یہ کہ اس دن جس شخص کے حساب میں مناقشہ یعنی کروکاوش کی گئی تو (بس سمجھ لو کہ) وہ برباد ہوگیا، یعنی وہ مستوجب عذاب ہونے سے بچ نہیں سکتا۔ (احمد: ۶/۴۸)۔

مناقشہ کے معنی ہیں: جانچ کر حساب لینا، کوڑی کوڑی کا جھگڑا کرنا، پس حساب میں مناقشہ کرنا یہ ہے، ایک ایک

عمل اور ہر عمل کے ایک ایک جزء کی پوری پوری چھان بین ہو، ہر فعل کی اچھی طرح جانچ پڑتال ہو، اور رتی رتی کا حساب لیا جائے، ظاہر ہے کہ اصل حساب یہی ہے اور اس حساب میں کوئی بھی بندہ پورا نہیں اتر سکتا، جو بھی شخص اس وقت اللہ تعالی کے فضل وکرم سے محروم رہا، اور اس کو آسان حساب کے بجائے اس سخت حساب سے دوچار کیا گیا تو وہ عذاب میں مبتلا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور جو بندہ اللہ تعالی کے فضل وکرم کے سائے میں ہوں گے ان کے ساتھ حساب کی صورت یہ ہوگی کہ ان کے سامنے ان کے اعمال نامے کھول کر ڈال دیے جائیں گے، اور اس کو دکھا دیا جائے گا، کہ دیکھ تو نے یہ فلاں فلاں گناہ کا ارتکاب کیا، بندہ ندامت وشرمندگی کے ساتھ گناہوں کا اعتراف واقرار کرے گا۔ اور تب اللہ تعالی اس کے تمام گناہوں سے درگزر فرمادے گا، اور اس کو اپنی عنایت سے بخشش ومغفرت کا پروانہ عطا فرمادے گا۔

اور متفق علیہ کی روایت میں ہے کہ **ان النبی ﷺ قال: لیس احدیحاسب یوم القیامة الاھلک ، قلت اولیس یقول اللہ﴿ سوف یحاسب حسابایسیرا ﴾ فقال انماذالک العرض ،ولکن من نوقش فی الحساب یھلک (بخاری:٦٥٣٧ ،مسلم: ٢٨٧٦).**

نبی علیہ السلام نے مذکورہ بالا حدیث میں جو کچھ فرمایا ہے وہ اس کلیہ کو ظاہر کرتا ہے کہ جو بھی شخص حساب کے مرحلہ سے گزرے گا وہ یقیناً عذاب میں مبتلا ہوگا، لیکن قرآن کی مذکورہ آیت میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حساب کے مرحلہ سے گزرنے والوں میں سے بعض لوگوں کو عذاب میں مبتلا نہیں کیا جائے گا، اس طرح سے گویا قرآن کی آیت اور نبی کریم ﷺ کے مذکورہ بالا ارشاد گرامی میں بظاہر تضاد نظر آتا ہے؟ لہٰذا اس ظاہری تضاد کو رفع کرنے کے لئے خود نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس آیت کریمہ میں ''حساب'' سے مراد صرف عرض ہے یعنی ان لوگوں کے سامنے (کہ جن کو نجات یافتہ قرار دینا مقصود ہوگا) ان کے اعمال کی فہرست کھول کر رکھ دی جائے گی۔

چنانچہ انہوں نے جو برے اعمال کئے ہوں گے وہ ان کا اعتراف واقرار کریں گے۔ اور حق تعالی اپنا فضل وکرم ظاہر کرتے ہوئے ان کے ساتھ درگزر کا معاملہ فرمائے گا۔ اس کے برخلاف حدیث میں ''حساب'' سے مراد واقعی محاسبہ ومواخذہ اور وارد گیر ہے جس کو حساب میں مناقشہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس محاسبہ وارد گیر کی بنیاد اظہار عدل ہوگا۔

سنن کبری: ٢٣٥/١٠، میں امام بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: **ثلاث من کن فیه حاسبه اللہ حسابایسیرا ،وادخله الجنة برحمته ،قالوا ماھی یارسول اللہ؟قال:تعطی من حرمک ، وتعفوعمن ظلمک ، وتصل من قطعک ،قال (ابوھریرةؓ)فاذافعلت ذلک فمالی یارسول اللہ؟=**

وَيَنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا ﴿٩﴾ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ ﴿١٠﴾
اور وہ اپنے گھر والوں میں خوش خوش آئے گا۔ اور جس کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔
فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُورًا ﴿١١﴾ وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا ﴿١٢﴾ إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا ﴿١٣﴾
وہ موت کو پکارے گا۔ اور دوزخ میں داخل ہو گا۔ یہ اپنے اہل (وعیال) میں مست رہتا تھا۔
إِنَّهُ ظَنَّ أَنْ لَنْ يَحُورَ ﴿١٤﴾ بَلَىٰ إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا ﴿١٥﴾
اور خیال کرتا تھا کہ (اللہ کی طرف) پھر کر نہ جائے گا۔ ہاں ہاں اس کا پروردگار اس کو دیکھ رہا تھا۔
فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿١٦﴾ وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿١٧﴾ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ﴿١٨﴾
ہمیں شام کی سرخی کی قسم! اور رات کی اور جن چیزوں کو وہ اکٹھا کر لیتی ہے ان کی ۔ اور چاند کی جب کامل ہو جائے۔
لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿١٩﴾ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠﴾ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ
کہ تم درجہ بدرجہ چڑھو گے۔ تو ان لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ ایمان نہیں لاتے؟ اور جب ان کے سامنے قرآن

=قال ان تحاسب حسابایسیرا، ویدخلک اللہ الجنة برحمته ۔ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: جس میں تین خوبیاں ہونگی اللہ جل شانہ اس سے بہت آسان حساب لیکر اپنی رحمت سے اس کو جنت میں بھیج دیں گے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، وہ کیا خوبیاں ہیں؟ ارشاد فرمایا: (پہلی یہ ہے کہ) جو تم سے روکے اس کو دو، اور (دوسری یہ ہے کہ) جو تم سے توڑے تم اس سے جوڑو (تیسری خوبی یہ ہے کہ) جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کرو، ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا یارسول اللہ جب میں ان تین خوبیوں کو اختیار کرلوں گا تو مجھے کیا ملے گا؟ ارشاد فرمایا! تمہارا حساب آسان ہوگا، اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے جنت میں بھیج دیں گے، بزار رقم: ۸۶۳۵، طبرانی فی الاوسط رقم: ۹۰۹، حاکم: ۳۹۱۲، وقال صحیح الاسناد۔

الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ﴿٢١﴾ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ ﴿٢٢﴾

پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے۔ بلکہ کافر جھٹلاتے ہیں۔

وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ﴿٢٣﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٤﴾

اور اللہ ان باتوں کو جو یہ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں خوب جانتا ہے۔ تو ان کو دکھ دینے والے عذاب کی خبر سنا دو

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿٢٥﴾

ہاں جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لئے بے انتہا اجر ہے۔

سورة البروج (مكيه)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ ﴿١﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ ﴿٢﴾ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُودٍ

آسمان کی قسم جس میں بُرج ہیں۔ اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے۔ اور حاضر ہونے والے کی اور جو اس کے پاس حاضر کیا جائے اس کی

﴿٣﴾ قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ ﴿٤﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ ﴿٥﴾

کہ خندقوں (کے کھودنے) والے ہلاک کر دیئے گئے (یعنی آگ کی خندقیں) [1] جس میں ایندھن (جھونک رکھا) تھا۔

---

[1] مسند: ۶/۱۷، احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگلے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا اس کے ہاں جادوگر تھا، جب جادوگر بوڑھا ہوا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری موت کا وقت آ رہا ہے مجھے کسی بچے کو سونپ دو تو میں اسے جادو سکھا دوں۔ چنانچہ ایک ذہین لڑکے کو وہ تعلیم دینے لگا۔ لڑکا اس کے پاس جاتا تو راستہ میں ایک راہب کا گھر پڑتا، جہاں وہ عبادت میں اور کبھی وعظ میں مشغول ہوتا۔ یہ بھی کھڑا ہو جاتا اس کے طریق عبادت کو

دیکھتا اور وعظ سنتا۔ آتے جاتے یہاں رک جایا کرتا تھا۔ جادوگر بھی مارتا اور ماں باپ بھی۔ کیونکہ وہاں بھی دیر میں پہنچتا اور یہاں بھی دیر میں آتا۔

ایک دن اس بچے نے راہب کے سامنے اپنی یہ شکایت بیان کی۔ راہب نے کہا کہ جب جادوگر تجھ سے پوچھے کہ کیوں دیر لگ گئی؟ تو کہہ دینا کہ گھر والوں نے روک لیا تھا۔ اور گھر والے بگڑیں تو کہہ دینا کہ جادوگر نے روک لیا تھا، یونہی ایک زمانہ گزر گیا کہ ایک طرف تو وہ جادو سیکھتا تھا دوسری جانب کلام اللہ اور دین اللہ سیکھتا تھا۔ ایک دن یہ دیکھتا ہے کہ راستہ میں زبردست ہیبت ناک جانور پڑا ہوا ہے، لوگوں کی آمد ورفت بند کر رکھی ہے۔ اِدھر والے اُدھر اور اُدھر والے اِدھر نہیں آسکتے اور سب لوگ اِدھر اُدھر حیران و پریشان کھڑے ہیں۔ اس نے اپنے دل میں سوچا کہ آج موقعہ ہے کہ میں امتحان کرلوں کہ راہب کا دین اللہ کو پسند ہے یا جادوگر کا۔

اس نے ایک پتھر اٹھایا اور یہ کہہ کر اس پر پھینکا کہ اے اللہ! اگر تیرے نزدیک راہب کا دین اور اس کی تعلیم جادوگر کے امر سے زیادہ محبوب ہے تو تو اس جانور کو اس پتھر سے ہلاک کردے، تاکہ لوگوں کو اس بلا سے نجات ملے۔ پتھر کے لگتے ہی وہ جانور مر گیا اور لوگوں کا آنا جانا شروع ہو گیا۔ پھر جا کر راہب کو خبر دی اس نے کہا پیارے بچے! تو مجھ سے افضل ہے۔ اب اللہ کی طرف سے تیری آزمائش ہوگی اگر ایسا ہو تو تو کسی کو میری خبر نہ کرنا۔ اب اس بچے کے پاس حاجت مند لوگوں کا تانتا لگ گیا۔ اور اس کی دعا سے مادرزاد اندھے، کوڑھی، جذامی، اور ہر قسم کے بیمار اچھے ہونے لگے۔ بادشاہ کے ایک نابینا وزیر کے کان میں بھی یہ آواز پڑی، وہ بڑے تحفے تحائف لے کر حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا کہ اگر تو مجھے شفا دے دے تو یہ سب میں تجھے دیدوں گا۔ اس نے کہا کہ شفا میرے ہاتھ میں نہیں۔ میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا۔ شفا دینے والا تو اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے۔ اگر تو اس پر ایمان لانے کا وعدہ کرے تو میں اس سے دعا کروں۔ اس نے اقرار کیا۔ بچے نے اس کے لئے دعا کی اللہ تعالیٰ نے اسے شفا دے دی وہ بادشاہ کے دربار میں آیا اور جس طرح اندھا ہونے سے پہلے کام کرتا تھا کرنے لگا اور آنکھیں بالکل روشن تھیں۔

بادشاہ نے متعجب ہو کر پوچھا کہ تجھے آنکھیں کس نے دیں؟ اس نے کہا میرے رب نے۔ بادشاہ نے کہا ہاں یعنی میں نے۔ وزیر نے کہا نہیں میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ بادشا نے کہا اچھا تو کیا میرے سوا تیرا کوئی اور رب بھی ہے؟ وزیر نے کہا ہاں میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ اب اس نے اسکی مار پیٹ شروع کر دی اور طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں پہنچانے لگا اور پوچھنے لگا تجھے یہ تعلیم کس نے دی؟ آخر اس نے بتا دیا کہ اس بچے کے ہاتھ پر میں نے

اسلام قبول کیا۔اس نے اسے بلوایا،اور کہا اب تو تم جادو میں خوب کامل ہو گئے ہو کہ اندھوں کو دکھانا اور بیماروں کو تندرست کرنے لگ گئے۔اس نے کہا غلط ہے،نہ میں کسی کو شفا دے سکتا ہوں نہ جادو۔شفا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ کہنے لگا ہاں یعنی میرے ہاتھ میں ہے کیونکہ اللہ تو میں ہی ہوں۔اس نے کہا ہرگز نہیں۔کہا پھر کیا تو میرے سوا کسی اور کو رب مانتا ہے۔تو وہ کہنے لگا ہاں میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔اس نے اب اسے بھی طرح طرح کی سزائیں دینی شروع کیں یہاں تک کہ راہب کا پتہ لگا لیا۔

راہب کو بلا کر اس سے کہا کہ تو اسلام کو چھوڑ دے اور اس دین سے پلٹ جا۔اس نے انکار کیا تو بادشاہ نے آرے سے اسے چیر دیا اور ٹھیک دو ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔پھر اس نوجوان سے کہا کہ تو بھی دین سے پھر جا۔اس نے بھی انکار کیا۔تو بادشاہ نے حکم دیا کہ ہمارے سپاہی اسے فلاں فلاں پہاڑ پر لے جائیں اور اس کی بلند چوٹی پر پہنچ کر پھر اسے اس کے دین چھوڑ دینے کو کہیں۔اگر مان لے تو اچھا ورنہ وہیں سے اسے لڑھکا دیں۔چنانچہ یہ لوگ اسے لے گئے جب وہاں سے دھکا دینا چاہا تو اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کی:اللهم اكفنيهم بماشئت :اے اللہ جس طرح چاہ مجھے ان سے نجات دے۔

اس دعا کے ساتھ ہی پہاڑ ہلا اور وہ سب سپاہی لڑھک گئے صرف وہ بچہ ہی بچا رہا وہاں سے وہ اترا اور ہنسی خوشی پھر اس ظالم بادشاہ کے پاس آ گیا بادشاہ نے کہا کہ یہ کیا ہوا؟ میرے سپاہی کہا ہیں؟ فرمایا میرے اللہ نے مجھے بچا لیا ان سے،اس نے کچھ اور سپاہی بلوائے اور ان سے کہا کہ اسے کشتی میں بٹھا کر لے جاؤ اور بیچوں بیچ سمندر میں ڈبو کر چلے آؤ۔یہ اسے لے کر چلے اور بیچ میں پہنچ کر جب سمندر میں پھینکنا چاہا تو اس نے پھر وہی دعا کی کہ یا اللہ! جس طرح چاہ مجھے ان سے بچا۔موج اٹھی اور وہ سپاہی سارے کے سارے سمندر میں ڈوب گئے صرف وہ بچہ ہی باقی رہ گیا،یہ پھر بادشاہ کے پاس آیا اور کہا میرے رب نے مجھے ان سے بھی بچا لیا،اے بادشاہ! تو چاہے تمام تدبیریں کر ڈال لیکن مجھے ہلاک نہیں کر سکتا۔ہاں جس طرح میں کہوں اس طرح اگر کرے تو البتہ میری جان نکل جائیگی۔

اس نے کہا کیا کروں؟ فرمایا لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر پھر کھجور کے تنے پر سولی چڑھا اور میرے تیر کش میں سے ایک تیر نکال کر میری کمان پر چڑھا اور بسم اللہ رب هذا الغلام یعنی اس اللہ تعالیٰ کے نام سے جو اس بچے کا رب ہے کہہ کر وہ تیر میری طرف پھینک وہ مجھے لگے گا اور اس سے میں مروں گا چنانچہ بادشاہ نے یہی کیا،تیر بچے کے کنپٹی میں لگا اس نے اپنا ہاتھ اس جگہ رکھ لیا اور شہید ہو گیا،اس کے اس طرح شہید ہوتے ہی لوگوں کو اس کے دین کی سچائی کا=

إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ﴿٦﴾ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ﴿٧﴾

جبکہ وہ ان (کے کناروں) پر بیٹھے ہوئے تھے۔اور جو (سختیاں) اہلِ ایمان پر کر رہے تھے ان کو سامنے دیکھ رہے تھے۔

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿٨﴾

ان کو مومنوں کی یہی بات بُری لگتی تھی کہ وہ اللہ پر ایمان لائے ہوئے تھے جو غالب (اور) قابلِ ستائش ہے۔

الَّذِىْ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ ﴿٩﴾

وہی جس کی آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور اللہ ہرچیز سے واقف ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ

جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیفیں دیں اور توبہ نہ کی ان کو دوزخ کا عذاب بھی ہو گا

وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ﴿١٠﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ

اور جلنے کاعذاب بھی ہو گا۔ (اور) جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کے لئے

=یقین آ گیا، چوطرف سے یہ آوازیں اٹھنے لگیں کہ ہم سب اس بچے کے رب پر ایمان لا چکے۔

یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے ساتھی بڑے گھبرائے اور بادشاہ سے کہنے لگے اس لڑکے کی ترکیب ہم تو سمجھے ہی نہیں دیکھئے اس کا یہ اثر پڑا، کہ یہ تمام لوگ اس کے مذہب پر ہو گئے ،ہم نے تو اسی لئے اسے قتل کرنا تھا کہ کہیں یہ مذہب پھیل نہ پڑے لیکن وہ ڈر تو سامنے ہی آ گیا، اور سب مسلمان ہو گئے ، بادشاہ نے کہا اچھا یہ کرو کہ تمام محلوں اور راستوں میں خندقیں کھدواؤ، ان میں لکڑیاں بھرواوران میں آگ لگادو، جو اس دین سے پھر جائے اسے چھوڑ دواور جو نہ مانے اسے اس آگ میں ڈال دو۔ان مسلمانوں نے صبر وسہار کے ساتھ آگ میں جلنا منظور کرلیا اور اس میں کود کود کر گرنے لگے۔البتہ ایک عورت جس کی گود میں دودھ پیتا چھوٹا سا بچہ تھا وہ ذرا جھجکی تو اس بچہ کو اللہ تعالی نے بولنے کی طاقت دی اس نے کہا اماں! کیا کر رہی ہو؟ تم تو حق پر ہو، صبر کرو اور اس میں کود پڑو۔(مسلم: کتاب الزھد والرقائق: ۸/۲۲۹، واحمد: ۶/۱۶، و الترمذی فی التفسیر)

جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ ﴿١١﴾

باغات ہیں ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ ﴿١٢﴾ إِنَّهُ هُوَ یُبْدِئُ وَیُعِیْدُ ﴿١٣﴾

بیشک تمہارے پروردگار کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ (زندہ) کرے گا۔

وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿١٤﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ ﴿١٥﴾ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ﴿١٦﴾

اور وہ بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔عرش کا مالک بڑی شان والا۔جوچاہتا ہے کر دیتا ہے۔

هَلْ أَتٰكَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ ﴿١٧﴾ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ﴿١٨﴾ بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

بھلاتم کولشکروں کا حال معلوم ہوا ہے؟(یعنی) فرعون اورثمود کا۔لیکن کافر (جان بوجھ کر) تکذیب میں (گرفتار)

فِیْ تَكْذِیْبٍ ﴿١٩﴾ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِیْطٌ ﴿٢٠﴾

ہیں۔ اور اللہ ان کو گرداگرد سے گھیرے ہوئے ہے۔

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِیْدٌ ﴿٢١﴾ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿٢٢﴾

(یہ کتاب ہزل و بطلان نہیں) بلکہ یہ قرآنِ عظیم الشان ہے۔لوحِ محفوظ میں (لکھا ہوا)۔

سورة الطارق(مکیة)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ﴿١﴾ وَمَآ أَدْرٰكَ مَا الطَّارِقُ ﴿٢﴾ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ﴿٣﴾

آسمان اوررات کے وقت آنے والے کی قسم! اورتم کو کیا معلوم کہ رات کو آنے والا کیا ہے؟ وہ تارا ہے چمکنے والا۔

إِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴿٤﴾ فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴿٥﴾

کوئی متنفس نہیں جس پر نگہبان مقرر نہیں۔ تو انسان کو دیکھنا چاہئیے کہ وہ کس چیز سے پیدا ہوا ہے۔

خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ ﴿٦﴾ يَخْرُجُ مِن بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ﴿٧﴾

وہ اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے۔ جو پیٹھ اور سینے کے بیچ میں سے نکلتا ہے۔

إِنَّهُ عَلَىٰ رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ﴿٨﴾ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ﴿٩﴾

بیشک اللہ اس کے اعادے (یعنی پھر پیدا کرنے) پر قادر ہے۔جس دن دلوں کے بھید جانچے جائیں گے۔

فَمَا لَهُ مِن قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ﴿١٠﴾ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿١١﴾

تو انسان کی کچھ پیش نہ چل سکے گی اور نہ کوئی اس کا مددگار ہوگا۔ آسمان کی قسم جو مینہ برساتا ہے۔

وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿١٢﴾ إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿١٣﴾

اورزمین کی قسم جو پھٹ جاتی ہے۔ کہ یہ کلام (حق کو باطل سے) جدا کرنے والا ہے۔

وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿١٤﴾ إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ﴿١٥﴾

اور بیہودہ بات نہیں۔ یہ لوگ تو اپنی تدبیروں میں لگ رہے ہیں۔

وَأَكِيدُ كَيْدًا ﴿١٦﴾ فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿١٧﴾

اور ہم اپنی تدبیر کرر ہے ہیں۔ تو تم کافروں کومہلت دو بس چند روز ہی مہلت دو۔ [1]

---

[1] اس سورت میں حق تعالی نے آسمان اورستاروں کی قسم کھا کر یہ ارشادفرمایاہے کہ ہرانسان پرایک محافظ نگران ہے جواس کے تمام افعال واعمال وحرکات وسکنات کودیکھتا جانتا ہےاس کا تقاضائے عقلی یہ ہے کہ انسان اپنے انجام پرغورکرے کہ دنیا میں وہ جوکچھ کرر ہاہے وہ اللہ کے یہاں محفوظ ہےاور یہ محفوظ رکھنا حساب کے لئے ہے جوقیامت میں ہوگا اس لئے کسی وقت اخرت اورقیامت کی فکر سے غافل نہ ہو،اس کے بعداس شبہ کا جواب ہے جوشیطان لوگوں کے دلوں میں

ڈالتا ہے کہ مر کر مٹی اور ذرّہ ہو جانے کے بعد پھر سب اجزاء کا جمع ہونا اور اس میں زندگی پیدا ہونا ایک موہوم خیال بلکہ عوام کے نظر میں محال و ناممکن ہے۔

جواب میں انسان کی ابتدائی تخلیق پر غور کرنے کی ہدایت ہے کہ وہ کس طرح مختلف ذرّات اور مختلف مواد سے ہوتی ہے جیسے ابتدائی تخلیق میں دنیا بھر کے مختلف ذرّات کو جمع کر کے ایک زندہ سمیع وبصیر انسان بنا دیا، اس کو اس پر بھی قدرت کیوں نہ ہوگی کہ پھر اس کو اس طرح لوٹا دے، اس کے بعد کچھ حال قیامت کا بیان فرما کر دوسری قسم زمین اور آسمان کی کھا کر غافل انسان کو جتلایا کہ جو کچھ اس کو فکر آخرت کی تلقین کی گئی ہے اس کو مذاق و دل لگی نہ سمجھے یہ ایک حقیقت ہے جو سامنے آ کر رہے گی آخر میں کفار کے اس شبہ کا جواب دیا گیا کہ کفر و شرک اور معاصی اگر اللہ تعالی کو پسند نہیں تو پھر دنیا ہی میں ان پر عذاب کیوں نہیں آجاتا اس پر سورت ختم کی گئی ہے۔

پہلی قسم میں آسمان کے ساتھ طارق کی قسم ہے، طارق کے معنی رات کو آنے والے کے ہیں ستارے چونکہ دن کو چھپے رہتے ہیں اس لئے ستارہ کو طارق فرمایا اور خود قران نے اس کی تفسیر کردی۔ **و ما ادراک ما الطارق** یعنی تمہیں کیا خبر کہ طارق کیا چیز ہے، پھر فرمایا **النجم الثاقب** یعنی ستارہ روشن، نجم کے معنی ستارہ کے ہیں، قرآن نے کوئی ستارہ متعین نہیں کیا اس لئے ہر ستارہ اس کا مصداق ہوسکتا ہے۔ بعض مفسرین نے نجم سے خاص ستارہ ثریا یا زحل مراد لیا ہے اور کلام عرب سے لفظ نجم کا اس پر اطلاق ثابت کیا ہے ثاقب کے معنی روشن چمکدار کے ہیں۔

"**ان کل نفس لما علیھا حافظ**" یہ جواب قسم ہے اس میں شروع کا حرف "ان" نافیہ ہے اور حرف "لما" بتشدید میم بمعنی "الا" ہے جو قبیلہ ہذیل کے لغت میں استثنی کے معنی دیتا ہے اور معنی ایت کے یہ ہیں کہ کوئی نفس ایسا نہیں جس پر حافظ نہ ہو، حافظ کے معنے نگراں کی بھی آتے ہیں جو کسی کے اعمال کو نظر میں رکھے تا کہ ان کا حساب لے اور حافظ بمعنی محافظ بھی آتا ہے جس کے معنے مصائب وآفات سے حفاظت کرنے والے کے ہیں پہلے معنی کے اعتبار سے حافظ سے مراد فرشتہ کاتب اعمال ہے، اور یہاں اگرچہ اس کو بلفظ مفرد بمعنے جنس بیان کیا ہے مگران کا متعدد ہونا دوسری ایت سے ثابت ہے **ان علیکم لحافظین کراما کاتبین**(انفطار: ١٠) اور دوسرے معنی کے اعتبار سے وہ فرشتے مراد ہیں جو حق تعالی نے ہر انسان کی حفاظت کے لئے مقرر کیے ہیں وہ دن رات تمام آفات و مصائب سے انسان کی حفاظت کرتے ہیں بجز اس مصیبت وآفت کے جو اللہ تعالی نے اس کے لئے مقدر کر دی ہے جیسا کہ ایک دوسری ایت میں اس کا صراحتًا بیان آیا ہے "**لہ معقبٰت من بین یدیہ و من خلفہ یحفظونہ من امر اللہ**" (رعد:۱۱) یعنی انسان کے لئے

نوبت بہ نوبت آنے والے محافظ فرشتے مقرر ہیں جو اس کے آگے اور پیچھے سے اس کی حفاظت بامر الٰہی کرتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر مومن پر اللہ تعالی کیطرف سے تین سو ساٹھ فرشتے اس کی حفاظت کے لئے مقرر ہیں جو انسان کے ہر ہر عضو کی حفاظت کرتے ہیں، ان میں سات فرشتے انسان کی آنکھ کی حفاظت کے لئے مقرر ہیں یہ فرشتے انسان سے ہر بلا و مصیبت جو اس کے لئے مقرر نہیں اس طرح انسان سے دفع کرتے ہیں جیسے شہد میں رکھے ہوئے برتن پر آنے والی مکھیوں کو پنکھے وغیرہ سے دفاع کی جاتا ہے، اور اگر انسان پر یہ حفاظتی پہرہ نہ ہو تو شیطان اس کو اچک لے۔ (قرطبی)۔

''خـلـق مـن مـاء دافـق ''یعنی انسان پیدا کیا گیا ہے ایک اچلنے والے پانی سے جو نکلتا ہے پشت اور سینے کی ہڈیوں کی درمیان سے، عام طور سے مفسرین نے اس کا یہ مفہوم قرار دیا ہے کہ نطفہ مرد کی پشت اور عورت کے سینے سے نکلتا ہے مگر اعضاء انسانی کے ماہر اطباء کی تحقیق اور تجربہ یہ ہے کہ نطفہ درحقیت انسان کے ہر ہر عضو سے نکلتا ہے اور بچے کا ہر عضو اس جز نطفہ سے بنتا ہے جو مرد و عورت کے اسی عضو سے نکلا ہو البتہ دماغ کو اس معاملے میں سب سے زیادہ دخل ہے اسی لئے مشاہدہ ہوتا ہے کہ جماع کی کثرت کرنے والے اکثر ضعف دماغ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اسی کے ساتھ ان کی تحقیق یہ بھی ہے کہ نطفہ تمام اعضاء سے منفصل ہو کر نخاع کے ذریعہ خصیتین میں جمع ہوتا ہے اور پھر وہاں سے نکلتا ہے اگر یہ تحقیق صحیح ہے تو مفسرین نے جو نطفہ کا خروج مرد کی پشت اور عورت کے سینے کے متعلق قرار دیا ہے اس کی توجیہ بھی کچھ بعید نہیں کیونکہ اس پر اطباء کا اتفاق ہے کہ نفطہ کی تولید میں سب سے بڑا دخل دماغ کو ہے اور دماغ کا خلیفہ وقائم مقام نخاع ہے جو ریڑھ کی ہڈی کے اندر دماغ سے پشت اور پھر خصیتین تک آیا ہوا ہے اسی کے کچھ شعبے سینے کے ہڈیوں میں آئے ہوئے ہیں، ہوسکتا ہے کہ عورت کے نطفہ میں سینے کی ہڈیوں سے آنے والے نطفہ کا اور مرد کے نطفہ میں پشت سے آنے والا نطفہ کا دخل زیادہ ہو۔ (بیضاوی)۔

اور اگر قران کے الفاظ پر غور کیا جائے تو ان میں مرد و عورت کی کوئی تخصیص نہیں صرف اتنا ہے کہ نطفہ پشت اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے اس کا یہ مطلب بے تکلف ہوسکتا ہے کہ نطفہ مرد اور عورت دونوں کے سارے بدن سے نکلتا ہے اور سارے بدن کی تعبیر آگے پیچھے کے اہم اعضاء سے کر دی گئی سامنے کے حصہ میں سینہ اور پیچھے کے حصہ میں پشت سب سے اہم اعضاء ہے ان دونوں کے اندر سے نکلنے کا مطلب یہ لیا جائے کہ سارے بدن سے نکلتا ہے۔

''انه علی رجعه لقادر'' رجع کے معنی لوٹا دینے کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جس خالق کائنات نے=

سورۃ الاعلی (مکیۃ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی ﴿۱﴾ الَّذِیۡ خَلَقَ فَسَوّٰی ﴿۲﴾

(اے پیغمبر!) اپنے پروردگار جلیل الشان کے نام کی تسبیح کرو۔ جس نے (انسان کو) بنایا پھر (اس کے اعضاء کو) درست کیا۔

=اول انسان کو نطفہ سے پیدا کیا ہے وہ اس کو دوبارہ لوٹا دینے یعنی مرنے کے بعد زندہ کر دینے پر بدرجہ اولی قادر ہے۔

''یوم تبلی السرائر ''تبلی کے لفظی معنی امتحان لینے اور آزمانے کے ہیں، اور سرائر کے معنی ہیں مخفی امور، مطلب یہ ہے قیامت کے روز انسان کے تمام عقائد وخیالات اور نیت وعزم جو دل میں پوشیدہ تھے دنیا میں اس کو کوئی نہ جانتا تھا، اسی طرح وہ اعمال وافعال جو اس نے چھپ کر کئے، دنیا میں کسی کو ان کی خبر نہیں۔ محشر میں سب کا امتحان لیا جائے گا یعنی سب کو ظاہر کر دیا جائے گا۔ عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالی قیامت کے روز انسان کے ہر مخفی راز کو کھول دیگا، ہر اچھے برے عقیدے اور عمل کی علامت انسان کے چہرے پر، یا زینت ہو کر یا ظلمت وسیاہی کی صورت میں ظاہر کر دی جائی گی۔ (قرطبی)۔

''و السماء ذات الرجع ''رجع کے معنی اس بارش کے ہیں جو پے در پے ہو کہ ایک مرتبہ بارش ہو کر ختم ہو جائے اور پھر لوٹے۔

''انہ لقول فصل ''یعنی قران کریم ایک فیصلہ کن قول ہے جو حق و باطل میں فیصلہ کرتا ہے اور اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا ہے کہ قران کے متعلق فرمایا: ''کتاب فیہ خبر ماقبلکم وحکم مابعدکم وھو الفصل لیس بالھزل'' یعنی یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں تم سے پہلی امتوں کے حالات واخبار ہیں اور تمہارے بعد آنے والوں کے لئے احکام ہیں، وہ فیصلہ کن قول ہے ہنسی مزاق نہیں۔ ترمذی۔

وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ﴿۳﴾ وَالَّذِیْ أَخْرَجَ الْمَرْعٰی ﴿۴﴾ فَجَعَلَهُ غُثَآءً أَحْوٰی ﴿۵﴾

اور جس نے (اس کا) اندازہ ٹھہرایا (پھر اس کو) رستہ بتایا۔ اور جس نے چارہ اگایا پھر اس کو سیاہ رنگ کا کوڑا کر دیا۔

سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰی ﴿۶﴾ إِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ إِنَّهُ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا یَخْفٰی ﴿۷﴾

ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم فراموش نہ کرو گے۔ مگر جو اللہ چاہے وہ کھلی بات کو بھی جانتا ہے اور چھپی کو بھی۔

وَنُیَسِّرُکَ لِلْیُسْرٰی ﴿۸﴾ فَذَکِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّکْرٰی ﴿۹﴾

ہم تم کو آسان طریقے کی توفیق دیں گے۔ سو جہاں تک نصیحت (کے) نافع (ہونے کی امید) ہو نصیحت کرتے رہو۔

سَیَذَّکَّرُ مَنْ یَّخْشٰی ﴿۱۰﴾ وَیَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقٰی ﴿۱۱﴾

جو خوف رکھتا ہے وہ تو نصیحت پکڑے گا۔ اور (بے خوف) بدبخت پہلوتہی کرے گا۔

الَّذِیْ یَصْلَی النَّارَ الْکُبْرٰی ﴿۱۲﴾ ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی ﴿۱۳﴾

جو (قیامت کو) بڑی (تیز) آگ میں داخل ہو گا۔ پھر وہاں نہ مرے گا اور نہ جئے گا۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ﴿۱۴﴾ وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی ﴿۱۵﴾

بیشک وہ مُراد کو پہنچ گیا جو پاک ہوا۔ اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴿۱۶﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّأَبْقٰی ﴿۱۷﴾

مگر تم لوگ تو دنیا کی زندگی کو اختیار کرتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہت بہتر اور پائندہ تر ہے۔

إِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْأُوْلٰی ﴿۱۸﴾ صُحُفِ إِبْرَاهِیْمَ وَمُوْسٰی ﴿۱۹﴾

یہی بات پہلے صحیفوں میں (مرقوم) ہے۔ (یعنی) ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

سورۃ الغاشیۃ (مکیۃ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

هَلۡ أَتٰکَ حَدِیۡثُ الۡغَاشِیَةِ ﴿۱﴾ وُجُوۡهٌ یَّوۡمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ﴿۲﴾

بھلا تم کو ڈھانپ لینے والی (یعنی قیامت کا) حال معلوم ہوا ہے؟ اس روز بہت سے منہ (والے) ذلیل ہوں گے۔

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿۳﴾ تَصۡلٰی نَارًا حَامِیَةً ﴿۴﴾ تُسۡقٰی مِنۡ عَیۡنٍ آنِیَةٍ ﴿۵﴾

سخت محنت کرنے والے تھکے ماندے۔ دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔ ایک کھولتے ہوئے چشمے کا ان کو پانی پلایا جائے گا۔

لَّیۡسَ لَهُمۡ طَعَامٌ إِلَّا مِنۡ ضَرِیۡعٍ ﴿۶﴾ لَّا یُسۡمِنُ وَلَا یُغۡنِیۡ مِنۡ جُوۡعٍ ﴿۷﴾

اور خاردار جھاڑ کے سوا ان کے لئے کوئی کھانا نہیں (ہوگا)۔ جو نہ فربہی لائے نہ بھوک میں کچھ کام آئے۔

وُجُوۡهٌ یَوۡمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿۸﴾ لِّسَعۡیِهَا رَاضِیَةٌ ﴿۹﴾ فِیۡ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ﴿۱۰﴾

اور بہت سے منہ (والے) اس روز شادماں ہوں گے۔ اپنے اعمال (کی جزا) سے خوشدل۔ بہشتِ بریں میں۔

لَّا تَسۡمَعُ فِیۡهَا لَاغِیَةً ﴿۱۱﴾ فِیۡهَا عَیۡنٌ جَارِیَةٌ ﴿۱۲﴾ فِیۡهَا سُرُرٌ مَّرۡفُوۡعَةٌ ﴿۱۳﴾

وہاں کسی طرح کی بکواس نہیں سنیں گے۔ اس میں چشمے بہہ رہے ہوں گے۔ وہاں تخت ہوں گے اونچے بچھے ہوئے۔

وَّأَکۡوَابٌ مَّوۡضُوۡعَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّنَمَارِقُ مَصۡفُوۡفَةٌ ﴿۱۵﴾ وَّزَرَابِیُّ مَبۡثُوۡثَةٌ ﴿۱۶﴾

اور آبخورے (قرینے سے) رکھے ہوئے۔ اور تکئے کی قطار لگے ہوئے۔ اورنفیس مسندیں بچھی ہوئی۔

أَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ إِلَی الۡإِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ ﴿۱۷﴾ وَإِلَی السَّمَاءِ کَیۡفَ رُفِعَتۡ ﴿۱۸﴾

کیا یہ لوگ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے (عجیب) پیدا کئے گئے ہیں؟ اور آسمان کی طرف کہ کیسا بلند کیا گیا ہے؟

وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾
اور پہاڑوں کی طرف کہ کس طرح کھڑے کئے گئے ہیں۔اور زمین کی طرف کہ کس طرح بچھائی گئی ہے

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ لَسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾
تو تم نصیحت کرتے رہو کہ تم نصیحت کرنے والے ہی ہو۔ تم ان پر داروغہ نہیں ہو۔

إِلَّا مَنْ تَوَلَّى وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ﴿٢٤﴾
ہاں جس نے منہ پھیرا اور نہ مانا۔ تو اللہ اس کو بڑا عذاب دے گا۔

إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿٢٦﴾
بیشک ان کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے۔ پھر ہم ہی کو ان سے حساب لینا ہے۔

سورة الفجر (مكية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

وَالْفَجْرِ ﴿١﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿٢﴾ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿٣﴾ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ﴿٤﴾
فجر کی قسم! اور دس راتوں کی ۔اور جفت اور طاق کی(نماز)۔ اور رات کی جب جانے لگے۔ [۱]

---

[۱] حافظ ابن کثیر قمطراز ہیں کہ: بعض لوگوں نے "فجر" سے عیدالاضحیٰ کی صبح اور دس راتوں سے مراد، ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں لیں ہیں، (ابن کثیر)۔

ایک موقوف روایت ہے کہ عشرے سے مراد عیدالاضحیٰ کے پہلے دس دن ہیں اور ''وتر'' سے مراد عرفے کا دن ہے، اور ''شفع'' سے مراد قربانی کا دن ہے۔(مسند احمد:۳۲۷/۳)۔=

هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝٥ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ
بیشک اس میں پوراحصہ ہے عقل والوں کے لئے ،کیاتم نے نہیں دیکھا
رَبُّكَ بِعَادٍ ۝٦ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝٧ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ
کہ تمہارے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا کیا؟ (جو) ارم (کہلاتے تھے اتنے) دراز قد۔ کہ تمام ملک میں
مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝٨ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝٩
ایسے پیدانہیں ہوئے تھے۔اورثمود کی ساتھ (کیا کیا) جو وادیٔ (قریٰ) میں پتھر تراشتے (اور گھر بناتے) تھے۔
وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۝١٠ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝١١
اور فرعون کے ساتھ کیا کیا جو میخیں رکھتا تھا۔ یہ لوگ ملکوں میں سرکش ہو رہے تھے۔

= ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ: ان دس دنوں سے مراد ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں۔(تفسیر البغوی)۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں، ان دنوں میں بنیادی عبادات ، جو کہ، نماز، روزہ، صدقہ اور حج ہیں۔وہ سب اکھٹی ہوجاتی ہیں، اور وہ ان کے علاوہ کسی دوسرے دنوں میں جمع نہیں ہوتیں، اس لئے یہ وجہ عشرۃ ذوالحجہ کی امتیازی شان کی معلوم ہوتی ہے۔(فتح الباری:٢/٤٦٠)۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ: نبی کریمﷺ نے فرمایا: کسی بھی دن میں (کیا ہوا) اچھا کام اللہ تعالیٰ کو ان دس دنوں میں (کئے جانے والے نیک) عمل سے زیادہ پیارا نہیں۔انہوں (صحابہ) نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (دوسرے دنوں میں کیا ہوا) جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ آپؐ نے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں، ہاں مگر وہ شخص جو اپنی مال و جان کے ساتھ (راہ جہاد میں) نکلے اور کچھ واپس لے کر نہ آئے۔(ابوداؤد:٢٤٣٤)۔

آپؐ نے ان دنوں کے متعلق فرمایا: فاکثروا فیھن من التھلیل و التکبیر و التحمید۔ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں میں کثرت کے ساتھ تکبیر و تہلیل اور حمد و ثناء بیان کرو۔(مسند احمد:٥٤٤٦)۔

فَأَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿۱۲﴾ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿۱۳﴾

اور ان میں بہت سی خرابیاں کرتے تھے۔تو تمہارے پروردگار نے ان پر عذاب کا کوڑا نازل کیا۔

إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾ فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهُ

بیشک تمہارا پروردگار تاک میں ہے۔مگر انسان (عجیب مخلوق ہے کہ) جب اس کا پروردگار اس کو آزماتا ہے

فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ أَكْرَمَنِ ﴿۱۵﴾

کہ اسے عزت دیتا اور نعمت بخشتا ہے تو کہتا ہے کہ (آہا) میرے پروردگار نے مجھے عزت بخشی۔

وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ أَهَانَنِ ﴿۱۶﴾

اور جب (دوسری طرح) آزماتا ہے کہ اس پر روزی تنگ کر دیتا ہے تو کہتا ہے کہ (ہائے) میرے پروردگار نے مجھے ذلیل کیا

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَحَآضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۱۸﴾

نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی خاطر نہیں کرتے۔ اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔

وَتَأْكُلُوْنَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾ وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾

اور میراث کے مال کو سمیٹ کرکھا جاتے ہو۔ اور مال کو بہت ہی عزیز رکھتے ہو۔

كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾ وَّجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾

تو جب زمین کی بلندی کوٹ کوٹ کر پست کر دی جائے گی۔اورتمہارا پروردگاراور فرشتے قطار باندھ کرآ موجود ہوں گے

وَجِآيْءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾

اور دوزخ اس دن حاضر کی جائے گی تو انسان اس دن متنبہ ہوگا مگر تنبہ (سے) اسے (فائدہ) کہاں (مل سکے گا)؟

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿۲۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ﴿۲۵﴾

کہے گا کاش میں نے اپنی زندگی (جاودانی کے لئے) کچھ آگے بھیجا ہوتا۔تو اس دن نہ کوئی اللہ کے عذاب کی طرح کا عذاب دے گا

وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ﴿٢٦﴾ يَأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَى
اور نہ کوئی ویسا جکڑنا جکڑے گا۔ اے اطمینان پانے والی روح! ۔اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل
رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴿٣٠﴾
تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔تو میرے (ممتاز) بندوں میں داخل ہو۔اور میری بہشت میں داخل ہو جا۔

سورة البلد(مكية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اورنہایت رحم والا ہے۔

لَا أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿١﴾ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿٢﴾ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ﴿٣﴾
ہمیں اس شہر (مکہ) کی قسم[1] اورتم اسی شہر میں تو رہتے ہو۔ اور باپ (یعنی آدم) اور اس کی اولاد کی قسم!

---

[1] حرف ' لا' اس جگہ زائد ہے اور قسموں میں یہ حرف زائد لانا عرب کے محاورہ میں معروف ہے،اورزیادہ اصح یہ ہے کہ یہ حرف مخاطب کے باطل خیال کی تردید کے لئے شروع قسم میں لایا جاتا ہے، جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ جو تم نے خیال باندھ رکھا ہے وہ نہیں، بلکہ ہم قسم کے ساتھ کہتے ہیں کہ حقیقت وہ ہے جو ہم بیان کرتے ہیں،اور ''البلد'' سے مکہ مکرمہ مراد ہے جیسا کہ '' و التين''میں بھی شہر مکہ کی قسم کھائی ہے،اوراس کے ساتھ اس کی صفت '' آمين''بھی بیان فرمائی ''وهذا البلدالامين''، شہر مکہ کی قسم کھانا اس شہر کی بہ نسبت دوسرے شہروں کے شرافت وافضلیت کو بتلانا ہے۔عبداللہ بن عدیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے ہجرت کے وقت شہر مکہ کو خطاب کر کے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ تو ساری زمین میں اللہ تعالی کے نزدیک سب سے زیادہ بہتر اور محبوب ہے،اوراگر مجھے یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کردیا جاتا تو میں تیری زمین سے نہ نکلتا (رواہ الترمذی، رقم:٣٩٢٦، وابن ماجہ۔وغیرہ)

''وانت حل بهذا البلد'' لفظ'' حل''میں دو احتمال ہیں،ایک یہ کہ حلول سے مشتق ہو جس کی معنی کسی شی کے

اندر سمانے اور رہنے اور اترنے کے آتے ہیں، اس اعتبار سے ' حل " کے معنی اترنے والے اور رہنے والے کے ہونگے۔

اور مراد آیت کی یہ ہوگی کہ شہر مکہ خود بھی مکرم اور محترم ہے، خصوصا جبکہ آپ بھی اس شہر میں رہتے ہیں، تو مکین کی فضیلت سے بھی مکان کی فضیلت بڑھ جاتی ہے، اسلئے شہر کی عظمت و حرمت آپ کے اس مقیم ہونے سے دوہری ہوگئی۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ لفظ " حـل " مـصـدر حلت سے مشتق ہو جس کے معنی کسی چیز کے حلال ہونے کے ہیں، اس اعتبار سے لفظ " حـــل " کے دو معنے ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ آپ کو کفار مکہ نے حلال سمجھ رکھا ہے کہ آپ کے قتل کے درپے ہیں حالانکہ وہ خود بھی شہر مکہ میں کسی شکار کو بھی حلال نہیں سمجھتے مگر ان کا ظلم وسرکشی اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ جس مقدس مقام پر کسی جانور کا قتل بھی جائز نہیں اور خود ان لوگوں کا بھی یہی عقیدہ ہے وہاں انہوں نے اللہ کے رسول کا قتل وخون حلال سمجھ لیا ہے دوسرے معنی " حـــل " کے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ آپ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کے لئے حرم مکہ میں قتال کفار حلال ہونے والا ہے، جیسا کہ فتح مکہ میں ایک روز کے لئے آپ سے احکام حرم اٹھا لئے گئے تھے۔

"ووالـد وماولد "والد سے مراد آدم علیہ السلام ہیں، جو سب انسانوں کے باپ ہیں، اور ماولد سے ان کی اولاد مراد ہے جو ابتدائے دنیا سے قیامت تک ہوگی۔ اس طرح اس لفظ میں آدم علیہ السلام اور تمام بنی آدم کی قسم ہوگئی۔ آگے جواب قسم مذکور ہے۔

"لـقـد خلقنا الانسان فی کبد" کبد کے لفظی معنی محنت ومشقت کے ہیں۔ معنے یہ ہیں کہ انسان اپنی فطرت سے ایسا پیدا کیا گیا ہے کہ اول عمر سے اخر تک محنتوں اور مشقتوں میں رہتا ہے۔

بعض علماء نے فرمایا: کہ کوئی مخلوق اتنی مشقتیں نہیں جھیلتی جتنی انسان برداشت کرتا ہے باوجودیکہ وہ جسم اور جثہ میں اکثر جانوروں کی نسبت ضعیف وکمزور ہے، ظاہر یہ ہے کہ انسان کی دماغی قوت سب سے زیادہ ہے اس لئے اس کی تخصیص کی گئی، مکہ مکرمہ اور آدم واولاد آدم علیہ السلام کی قسم کھا کر حق تعالی نے اس حقیقت کو بیان فرمایا کہ انسان کو ہم نے شدت ومحنت اور مشقت ہی میں اور اسی کے لئے پیدا کیا ہے جو اس کی دلیل ہے کہ انسان خود بخود پیدا نہیں ہوگیا، یا اس کو کسی دوسرے انسان نے جنم نہیں دیا بلکہ اس کا پیدا کرنے والا ایک قادر مختار ہے جس نے اپنی حکمت سے ہر مخلوق کو خاص خاص مزاج اور خاص اعمال وافعال کی استعداد دیکر پیدا کیا ہے، اگر انسان کی تخلیق میں خود انسان کو کچھ دخل ہوتا تو وہ اپنے لئے یہ محنتیں مشقتیں کبھی تجویز نہ کرتا۔ (قرطبی)

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ۝٤ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ۝٥

کہ ہم نے انسان کو تکلیف (کی حالت) میں (رہنے والا) بنایا ہے۔ کیا وہ گمان کرتا ہے کہ اس پر کوئی قابو نہ پائے گا؟

یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝٦ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ ۝٧

کہتا ہے کہ میں نے بہت سا مال برباد کیا۔ کیا اسے یہ گمان ہے کہ اس کو کسی نے نہیں دیکھا؟

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ۝٨ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ ۝٩

بھلا ہم نے اس کو دو آنکھیں نہیں دیں؟اور زبان اور دو ہونٹ (نہیں دیئے)؟

وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ۝١٠ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝١١

(یہ چیزیں بھی دیں) اور اس کو (خیر و شر کے) دونوں رستے بھی دکھا دیئے ۔مگر وہ گھاٹی پر سے ہو کر نہ گزرا۔

وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝١٢ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝١٣ اَوْ اِطْعٰمٌ

اور تم کیا سمجھے کہ گھاٹی کیا ہے؟ کسی (کی) گردن کا چھڑانا۔ یا بھوک کے دن

فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۝١٤ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝١٥ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝١٦

کھانا کھلانا۔ یتیم رشتہ دار کو۔ یا فقیر خاکسار کو

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝١٧

پھر ان لوگوں میں بھی (داخل) ہوا جو ایمان لائے اور صبر کی نصیحت کی اور (لوگوں پر) شفقت کرنے کی وصیت کرتے رہے

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ۝١٨ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا

یہی لوگ صاحبِ سعادت ہیں۔ اور جنھوں نے ہماری آیتوں کو نہ مانا

هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝١٩ عَلَیْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝٢٠

وہ بدبخت ہیں۔ یہ لوگ آگ میں بند کر دیئے جائیں گے۔

سورة الشمس (مکیة)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا ﴿١﴾ وَالۡقَمَرِ إِذَا تَلٰهَا ﴿٢﴾ وَالنَّهَارِ إِذَا جَلّٰهَا ﴿٣﴾

سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی[١] اور چاند کی جب اس کے پیچھے نکلے۔ اور دن کی جب اسے چمکا دے۔

وَالَّيۡلِ إِذَا يَغۡشٰهَا ﴿٤﴾ وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنٰهَا ﴿٥﴾ وَالۡأَرۡضِ وَمَا طَحٰهَا ﴿٦﴾

اور رات کی جب اسے چھپا لے۔ اور آسمان کی اور اس ذات کی جس نے اسے بنایا۔ اور زمین کی اور اس کی جس نے اسے پھیلایا

وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ﴿٧﴾ فَأَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰهَا ﴿٨﴾

اور انسان کی اور اس کی جس نے اس (کے اعضاء) کو برابر کیا۔ پھر اس کو بدکاری (سے بچنے)

قَدۡ أَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰهَا ﴿٩﴾ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰهَا ﴿١٠﴾

اور پرہیزگاری کرنے کی سمجھ دی۔ کہ جس نے (اپنے) نفس کو پاک رکھا وہ مُراد کو پہنچا۔ اور جس نے اسے خاک میں ملایا وہ خسارے میں رہا

كَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ بِطَغۡوٰهَا ﴿١١﴾ إِذِ انۡبَعَثَ أَشۡقٰهَا ﴿١٢﴾

(قوم) ثمود نے اپنی سرکشی کے سبب (پیغمبر کو) جھٹلایا۔ جب ان میں سے ایک نہایت بدبخت اٹھا۔

فَقَالَ لَهُمۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقۡيٰهَا ﴿١٣﴾ فَكَذَّبُوۡهُ

تو اللہ کے پیغمبر (صالح) نے ان سے کہا کہ اللہ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے کی باری سے حذر کرو۔ مگر انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا

فَعَقَرُوۡهَا فَدَمۡدَمَ عَلَيۡهِمۡ رَبُّهُمۡ بِذَنۡبِهِمۡ فَسَوّٰهَا ﴿١٤﴾ وَلَا يَخَافُ عُقۡبٰهَا ﴿١٥﴾

اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو اللہ نے ان کے گناہ کے سبب ان پر عذاب نازل کیا اور سب کو ہلاک کر کے برابر کر دیا۔ اور اس کو ان کے بدلا لینے کا کچھ بھی ڈر نہیں

---

[١] اس سورت کے شروع میں سات چیزوں کی قسم آئی ہے، اور ساتوں چیزوں کے ساتھ ان کی حالت کمال کے

اعتبار سے کچھ اوصاف اور قیود ذکر کئے گئے ہیں۔پہلی قسم ''و الشمس و ضحٰھا '' یہاں اگر چہ '' ضحا''کوواوعطف کے ساتھ ذکر کیا ہے مگر بقرینہ بعد کی اشیاء کے ضحاکا ذکر بطور وصف شمس کے ہے،یعنی قسم ہے افتاب کی جبکہ وہ وقت ضحیٰ میں ہو۔

ضحٰی اس وقت کو کہا جاتا ہے جب افتاب طلوع ہو کر کچھ بلند ہو جائے اور اس کی روشنی زمین پھر پھیل جائے ،اس وقت میں وہ انسان کو قریب نظر آتا ہے اور تمازت زیادہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کو پوری طرح دیکھ بھی سکتے ہیں۔

دوسری قسم ''و القمر اذاتلٰھا ''یعنی چاند کی قسم جبکہ وہ آفتاب کے پیچھے آئے ،اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب چاند غروب افتاب کے بعد طلوع ہو اور یہ مہینہ کے وسط میں ہوتا ہے۔جبکہ چاند تقریباً مکمل ہوتا ہے اور پیچھے آنے کا یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ جس طرح کہ ضحیٰ کے وقت میں آفتاب بکمال نظر آتا ہے اسی طرح جبکہ چانداس کے پیچھے آئے یعنی کامل ہونے میں آفتاب کے تابع ہو جائے۔

تیسری قسم ''و النھار اذاجلٰھا ،جلٰھا کی ضمیر زمین یا دنیا کی طرف بھی راجع ہوسکتی ہے،اگر چہ اس سے پہلے زمین اور دنیا کا ذکر نہیں آیا مگر محاورات عرب میں ایسی چند چیزیں جو عموماً انسانوں کے سامنے رہتی ہیں ان کی طرف بغیر ذکر ماسبق کے بھی ضمیر راجع کر دینا مشہور و معروف ہے،اورقران کریم میں بھی اس کی نظائر موجود ہیں،اس اعتبار سے معنی یہ ہوئے کہ قسم ہے دن کی اور دنیا کی یا زمین کی جس کو دن نے روشن کر دیا ہے،اس میں بھی اشارہ اس طرف ہے کہ دن کی قسم اس حالت کے اعتبار سے ہے جبکہ وہ پوری طرح روشن ہو جائے ،اور عبارت کے اعتبار سے ظاہر یہ ہے کہ یہ ضمیر افتاب کی طرف راجع ہو،اس صورت میں معنی یہ ہونگے کہ قسم ہے دن کی جبکہ وہ آفتاب کو روشن کر دے۔یہ اسناد مجازی ہوگی اور مطلب یہ ہوگا کہ جب دن نکل آنے کے سبب افتاب روشن نظر آنے لگے۔

چوتھی قسم ''و اللیل اذایغشٰھا ''یعنی قسم ہے رات کی جبکہ وہ آفتاب پر چھا جائے یعنی افتاب کی روشنی کو مستور کر دے۔

پانچویں قسم ''و السماء و مابنٰھا ''اس میں سیاق نظم کے اعتبار سے زیادہ واضح بات یہ ہے کہ مابنٰھا میں صرف ''ما'' کو مصدر یہ قرار دیکر معنی یہ لئے جاویں کہ قسم ہے آسمان اور اس کے بنانے کی جیسا کہ قران کریم میں ہے ''بماغفر لی ربی ''[یٰسٓ:٢٧]

اسی طرح چھٹی قسم ''و الارض و ماطحٰھا''میں ما بمعنی مصدر لیکر ترجمہ یہ ہوا کہ قسم ہے زمین اور اس کے بچھانے پھیلانے کی۔کیونکہ طحو مصدر کے معنی بچھانے اور پھیلانے کے آتے ہیں،اس میں آسمان کیساتھ بنانیکا اور زمین کے ساتھ بچھانے پھیلانے کا ذکر بھی اسی حالت کمال کو بتلانے کے لئے ہے کہ قسم ہے آسمان کی اس حالت میں جبکہ اس کی تخلیق

وتکوین مکمل ہوگئی اور قسم ہے زمین کی جبکہ اس کو پھیلا کر اس کی تخلیق مکمل کر دی گئی ۔قتادہؒ وغیرہ سے یہی تفسیر منقول ہے ۔ کشاف اور بیضاوی وقرطبی نے اسی کو اختیار کیا ہے،اور بعض مفسرین نے اس جگہ صرف ما کو بمعنی ''من'' لیکر اس کی مراد حق تعالیٰ کی ذات لی ہے کہ قسم آسمان کی اور اس کے بنانے والے کی ۔

اسی طرح ''و الارض وما طحٰها '' کا مفہوم یہ بیان کیا گیا کہ قسم ہے زمین اور اس کے پھیلانے والے کی،مگر یہاں جتنی قسمیں ابتک مذکور ہوئیں اور جو آگے آ رہی ہیں وہ سب مخلوقات کی قسمیں ہیں ،درمیان میں ذات حق کی قسم آ جانا نسق اور ترتیب سے بعید معلوم ہوتا ہے اور اس صورت میں جو اوپر لکھی گئی ہے یہ اشکال بھی نہیں لازم آتا کہ مخلوقات کی قسم کو ذات خالق پر مقدم کیوں بیان کیا گیا؟ واللہ اعلم ۔

ساتویں قسم'' ونفس وما سواها ''اس میں بھی ما کو مصدر یہ لیا جائے ،تو معنی یہ ہیں کہ قسم ہے انسانی جان کی اور اس کے درست ومتناسب کرنے کی ،اور اگر مـــــا کو بمعنی مـــن لیا جائے تو معنی یہ ہونگے کہ قسم ہے نفس کی اور اس کے برابر و درست کرنے والے کی،'تسویہ'یعنی درست اور برابر کرنے کا مفہوم اس سے پہلے سورت میں آ چکا ہے ۔

''فالهمها فجورها وتقواها ''الہام کے معنی دل میں ڈالنا فجور کے معنی کھلا گناہ اور تقوی کا مفہوم معروف ومشہور ہے یہ جملہ بھی ساتویں قَسَم کے ساتھ مربوط ہے ، یعنی اللہ تعالیٰ نے نفس انسانی کو بنایا، پھر اس کے دل میں فجور اور تقویٰ دونوں کا الہام کر دیا،مراد یہ ہے کہ نفس انسانی کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ نے گناہ اور طاعت دونوں کے مادے اور استعداد رکھدی ہے، پھر انسان کو ایک خاص قسم کا اختیار اور قدرت دے دی کہ وہ اپنے اختیار سے گناہ کی راہ اختیار کر لے یا طاعت کی ،جب وہ اپنے قصد واختیار سے ان میں سے کوئی راہ اختیار کرتا ہے تو اسی قصد واختیار پر اس کو ثواب یا عذاب ملتا ہے،اس تفسیر سے وہ شبہ رفع ہو گیا کہ گناہ اور طاعت جب خود انسان کی تخلیق میں رکھدی گئی،تو وہ اس کے کرنے پر مجبور ہوا،ایسی صورت میں وہ نہ کسی ثواب کا مستحق ہے نہ عذاب کا،اور یہ تفسیر ایک حدیث مرفوع سے مستفاد ہے جو صحیح مسلم میں عمران بن حصینؓ کی روایت سے آئی ہے کہ بعض لوگوں نے نبی ﷺ سے مسئلہ تقدیر کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے جواب میں یہ آیت تلاوت فرمائی ۔اس آیت سے مسئلہ تقدیر کے شبہ کا جواب اسی صورت میں ہوسکتا ہے جبکہ الہام، فجور وتقویٰ سے مراد یہ لیا جائے کہ دونوں کے مادے اور استعدادیں اللہ تعالیٰ نے نفس انسانی کے اندر رکھدیئے ہیں،اور اس کو ان میں سے کسی ایک پر مجبور کیا،مگر ایسا نہیں بلکہ اُس کو قدرت واختیار دیا کہ ان میں سے جس کو جی چاہے اختیار کر سکتا ہے ۔ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب یہ آیت تلاوت فرماتے تو بلند آواز سے یہ دعاء پڑھا کرتے تھے:اَللّٰهُمَّ اٰتِ =

سورة الليل(مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى ۝١ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝٢ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰٓى ۝٣

رات کی قسم جب (دن کو) چھپالے۔اور دن کی قسم جب چمک اٹھے۔اور اس (ذات) کی قسم جس نے نر اور مادہ پیدا کئے۔

اِنَّ سَعۡيَكُمۡ لَشَتّٰى ۝٤ فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰى وَاتَّقٰى ۝٥ وَصَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰى ۝٦

کہ تم لوگوں کی کوشش طرح طرح کی ہے۔تو جس نے (اللہ کے رستے میں مال) دیا اور پرہیزگاری کی۔اور نیک بات کو سچ جانا

=نَفۡسِىۡ تَقۡوٰهَا اَنۡتَ وَلِيُّهَا وَمَوۡلَاهَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ مَنۡ زَكّٰهَا :یعنی یااللہ میرے نفس کو تقویٰ کی توفیق عطا فرما، آپ ہی میرے نفس کے ولی اور مربی ہیں۔[مسند احمد ۲۰۹/۶] ان سات قسموں کے بعد جواب قسم میں فرمایا: **قدافلح من زکٰھا وقد خاب من دسٰھا**: یعنی بامراد ہو وہ شخص جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کرلیا، تزکیہ کے اصلی معنی باطنی پاکی کے ہیں، مراد یہ ہے کہ جس نے اللہ کی اطاعت کر کے اپنے ظاہر و باطن کو پاک کرلیا۔اور محروم ہوا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو گناہوں کی دلدل میں دھنسا دیا۔ **فدمدم علیھم ربھم بذنبھم فسوّٰھا** :لفظ **دمدمة** ایسے سخت عذاب کے لئے بولا جاتا ہے جو کسی شخص یا قوم پر بار بار آتا رہے یہاں تک کہ ان کو بالکل فنا کردے اور لفظ **فسوّٰھا** کا مطلب یہ ہے کہ یہ عذاب پوری قوم پر محیط ہوگیا جس میں مرد، عورت، بچہ، بوڑھا سب برابر ہوگئے۔آخر میں فرمایا: **ولا یخاف عقبٰھا** :یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب اور کسی قوم کو تباہ کردینے کے معاملے کو دنیا کے معاملات کی طرح نہ سمجھ کہ اس میں بڑے سے بڑا بادشاہ صاحب قوت وشوکت بھی جب کسی قوم کے ساتھ ایسا معاملہ کرتا ہے جس میں پوری قوم کی ہلاکت ہے، تو اس کو خود بھی یہ خطرہ رہتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اُن کے بقایا یا ان کے حامی لوگ ہم سے انتقام لیں اور بغاوت کرنے لگیں۔"واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم"

فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرٰى ﴿۷﴾ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ﴿۸﴾

اس کو ہم آسان طریقے کی توفیق دیں گے۔ اور جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا رہا۔

وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ﴿۹﴾ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرٰى ﴿۱۰﴾

اور نیک بات کو جھوٹ سمجھا۔ اسے سختی میں پہنچائیں گے۔

وَمَا يُغْنِىْ عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدّٰى ﴿۱۱﴾ إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ﴿۱۲﴾

اور جب وہ (دوزخ کے گڑھے میں) گرے گا تو اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔ ہمیں تو راہ دکھا دینا ہے۔

وَإِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْأُوْلٰى ﴿۱۳﴾ فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴿۱۴﴾

اور آخرت اور دنیا ہماری ہی چیزیں ہیں۔ سو میں نے تم کو بھڑکتی آگ سے متنبہ کر دیا۔

لَا يَصْلٰهَآ إِلَّا الْأَشْقَى ﴿۱۵﴾ الَّذِىْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۶﴾

اس میں وہی داخل ہو گا جو بڑا بدبخت ہے ۔جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ﴿۱۷﴾ الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهُ يَتَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ

اور جو بڑا پرہیزگار ہے وہ بچالیا جائے گا۔ جو اپنا مال دیتا ہے تا کہ پاک ہو۔ اور (اس لئے) نہیں کہ اس پر کسی کا احسان جس کا

نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ﴿۱۹﴾ إِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلٰى ﴿۲۰﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿۲۱﴾

وہ بدلا اتارتا ہے۔ بلکہ اپنے رب (الاعلیٰ) کی رضا مندی حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے۔ اور وہ عنقریب خوش ہو جائے گا۔

سورة الضحى (مكية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

وَالضُّحٰی ﴿۱﴾ وَاللَّیْلِ إِذَا سَجٰی ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ

آفتاب کی روشنی کی قسم[1]۔اور رات (کی تاریکی کی) جب چھا جائے۔کہ (اے محمد ﷺ!) تمہارے پروردگار نے نہ تو تم کو چھوڑ

وَمَا قَلٰی ﴿۳﴾ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْأُوْلٰی ﴿۴﴾

اور نہ (تم سے) ناراض ہوا۔ اور آخرت تمہارے لئے پہلی (حالت یعنی دنیا) سے کہیں بہتر ہے۔

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ﴿۵﴾ أَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَآوٰی ﴿۶﴾

اور تمہیں پروردگار عنقریب وہ کچھ عطا فرمائے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ بھلا اس نے تمہیں یتیم پا کر جگہ نہیں دی؟

وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰی ﴿۷﴾ وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَأَغْنٰی ﴿۸﴾

(بیشک دی) اور رستے سے ناواقف دیکھا تو سیدھا رستہ دکھایا۔ اور تنگدست پایا تو غنی کر دیا۔

فَأَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ﴿۹﴾ وَأَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿۱۰﴾

تو تم بھی یتیم پر ستم نہ کرنا ۔اور مانگنے والے کو جھڑکی نہ دینا۔

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾

اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کا بیان کرتے رہنا۔

---

[1] و الضحیٰ جمہور مفسرین نے لکھا ہے کہ کسی مصلحت سے چند دن جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر نہ آئے، تو مشرکین نے کہنا شروع کر دیا کہ محمد ﷺ کا رب اس سے ناراض ہو گیا ہے، اور اس نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی جس میں مشرکین کی خرافات کا جواب دیا گیا، اور نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی کہ اللہ تعالی نہ آپ سے ناراض ہو گیا ہے، اور نہ اس نے آپ کو چھوڑ ہی دیا ہے۔ (ابن کثیر) 'و الضحی' چاشت کا وقت دن کا اجالا۔

'سجی' ای غطی بظلامه (جلالین) ہر چیز کو اپنی تاریکی میں چھپا لے، روز روشن اور شب تاریک کی قسم کہ اللہ تعالی نے نہ آپ کو چھوڑ دیا ہے اور نہ وہ آپ سے ناراض ہو گیا ہے، جس طرح دن کا اجالا اور رات کی تاریکی یکساں نہیں

ہیں اسی طرح تمام حالات یکساں نہیں ہیں کبھی قبض اور کبھی بسط کسی وقت آسودگی اور کسی وقت تنگی ہوتی ہے، یہی حال وحی کا ہے کہ کبھی آتی ہے اور کبھی نہیں آتی۔

وللآخرۃ. اخرت کا حال بیان کر کے مزید تسلی فرمادی۔ دنیا میں تو مختلف احوال آتے ہی رہیں گے کبھی راحت اور کبھی مشقت، اگرچہ دنیا میں بھی سراسر بہتری ہی ہے لیکن آخرت آپ کے لئے دنیا کے مقابلے میں بہت ہی بہتر ہے کیونکہ آخرت میں سب سے اونچا اور عظیم مقام یعنی مقام محمود آپ کے لئے مخصوص ہے۔

''**الم یجدک**'' آپ کے ابتدائی حالات یاد دلا کر اور تین انعامات ذکر کر کے تسلی کے لئے شواہد بیان فرمادیئے، ہر لاحق انعام سابق کے بعد ہوا ہے۔ استفہام تقریری ہے آپ یتیم رہ گئے تو اللہ تعالی نے دوسروں کے ذریعے سے آپ کی پرورش کرائی۔ جب آپ جوان ہوئے تو دین کا راستہ نہیں جانتے تھے تو اللہ تعالی نے آپ پر قران نازل کر کے آپ کو شریعت سکھائی اور راستہ بتایا۔ پھر آپ فقیر اور تنگدست تھے تو اللہ تعالی نے آپ کو غنی کر دیا مکہ مکرمہ میں خدیجہؓ کے مال سے یا مدینہ میں غنائم وانفال سے **ای فاغناک بخدیجۃؓ وقیل اغناک بمافتح لک من الفتوح وافائہ علیک من اموال الکفار** (قرطبی) مگر دوسری توجیہ پر علامہ قشیری نے اعتراض کیا ہے کہ یہ سورت مکی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اغناء مکہ میں حاصل ہو چکا تھا لیکن غنائم وانفال اس کے بعد مدینہ میں حاصل ہوئے لہٰذا جس غنا کی طرف اس سورت میں اشارہ ہے اس سے مدینہ کا غنی مراد نہیں ہوسکتا۔

''**ضالا**'' اگرچہ اس کو بھی کہا جاسکتا ہے جو راہ راست پر آنے کے بعد گمراہ ہو جائے اور راہ راست سے ہٹ جائے لیکن یہ لفظ اس مفہوم کے ساتھ مختص نہیں۔ بلکہ یہ بے خبر اور غافل کے معنوں میں بھی آتا ہے، یعنی جس کو ابھی خبر ہی نہ ہو۔ یہاں یہی مراد ہے یعنی آپ کو اس کی خبر ہی نہ تھی کہ آپ کو نبوت دی جائی گی، اور آپ پر قران نازل کیا جائے گا۔ **ضالاعن معالم النبوۃ واحکام الشریعۃ غافلاعن کل مالاطریق الی درکہ الا السمع، فھدی ای فھداک الی معالم الدین** (مظھری) **ای غافلاعمایرادبک من امر النبوۃ فھداک ای ارشدک، والضلال ھنابمعنی الغفلۃ** (قرطبی) جیساکہ **وإن کنت من قبلہ لمن الغافلین** (یوسف: ۸) **وماکنت تدری ماالکتاب** (شوری: ۵۲)۔ **واما بنعمتک ربک فحدث،** یہ **ووجدک عائلافاغنی** پر متفرع ہے۔ اللہ تعالی نے آپ کو دولت عطا کی اس لئے اللہ تعالی کی اس نعمت کا شکر ادا کرو اور اس کا اقرار اور اعتراف کر کیونکہ جب تنگی کے بعد فراخی آتی ہے تو اس کا خوب اقرار ہوتا ہے۔

سورة الانشراح(مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿۱﴾ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ﴿۲﴾

(اے محمد ﷺ!) کیا ہم نے تمہارا سینہ کھول نہیں دیا؟ (بیشک کھول دیا)۔ اور تم پر سے بوجھ بھی اتار دیا

الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ ﴿۳﴾ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿۴﴾

جس نے تمہاری پیٹھ توڑ رکھی تھی۔اورہم نے تمہارا ذکر بلند کیا۔

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿۵﴾ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿۶﴾

ہاں ہاں مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے۔ (اور) بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ﴿۷﴾ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿۸﴾

تو جب فارغ ہوا کرو تو (عبادت میں) محنت کیا کرو۔ اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جایا کرو۔

سورة التين(مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ﴿۱﴾ وَطُورِ سِينِينَ ﴿۲﴾ وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ﴿۳﴾

انجیر کی قسم اور زیتون کی۔ اور طُورِ سنین کی۔ اور اس امن والے شہر کی۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴿٤﴾ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِيْنَ ﴿٥﴾

کہ ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔ پھر (رفتہ رفتہ) اس (کی حالت) کو پست سے پست کر دیا

إِلَّا الَّـذِيْـنَ آمَـنُـوْا وَعَـمِـلُـوا الـصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿٦﴾

مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لئے بے انتہا اجر ہے۔

فَـمَـا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ﴿٧﴾ أَلَيْـسَ الـلّٰـهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ ﴿٨﴾

تو (اے بنی آدم) پھر تو جزا کے دن کو کیوں جھٹلاتا ہے؟ کیا اللہ سب سے بڑا حاکم نہیں ہے؟ [1]

---

[1] ''و التین'' از قبیل ذکر مکان وارادہ مکین، یہ ابراہیم علیہ السلام سے دلیل نقلی کی طرف اشارہ ہے اور 'تین' (انجیر) سے منبت تین یعنی انجیر کے پیدا ہونے کی جگہ مراد ہے، اور وہ ملک شام ہے۔ جہاں انجیر بکثرت پیدا ہوتی ہے، اور ملک شام ابراہیم علیہ السلام کا مقام ہجرت ہے جہاں ان پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوئی تھی۔

''و الـزیتـون'' یہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے دلیل نقلی کی طرف اشارہ ہے اور اس سے بھی منبت زیتون یعنی بیت المقدس مراد ہے، جو عیسیٰ علیہ السلام کا مولد ہے الـمـرادمـن الکلام القسم بمنابت التین و منابت الزیتون (ابـن جـریر ،قرطبی)۔ ''وطور سینین'' یہ موسیٰ علیہ السلام سے دلیل نقلی ہے سینین وہی مشہور پہاڑ یعنی طور سینا ہے جس پر موسیٰ علیہ السلام کو رب جل جلالہ کے ساتھ ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔

''وهـذا البلد الامین'' اس سے مکہ مکرمہ مراد ہے اور یہ دلیل وحی کی طرف اشارہ ہے امین بمعنی امن ہے یعنی پر امن جیسا کہ دوسری جگہ اشارہ ہے اناجعلناحرماامنا(عنکبوت:٦٧)۔

''لـقدخلقنا''۔ یہ مذکورہ بالا قسموں کا جواب ہے، دمشق بیت المقدس طور سینا اور مکہ مکرمہ گواہ ہیں ان شہروں میں انبیاء علیہم السلام پر ہم نے جو وحی بھیجی وہ شاہد ہیں اور اس میں اس کا بیان ہے کہ ہم نے انسان کو اپنی ساری مخلوق میں سب سے زیادہ احسن اور اجمل پیدا کیا ہے ظاہری حسن و جمال کے اعتبار سے بھی اور باطنی خوبیوں کے لحاظ سے بھی۔ قـال ابـن العربی لیس للّٰہ تعالی خلق احسن من الانسان(قرطبی)۔=

سورة العلق(مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

اِقۡـرَاۡ بِـاسۡـمِ رَبِّکَ الَّـذِیۡ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَـلَـقَ الۡاِنۡسَـانَ مِـنۡ عَـلَقٍ ۚ﴿۲﴾

(اے محمد ﷺ!) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے (عالم کو) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا۔

اِقۡرَاۡ وَرَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَـلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ؕ﴿۵﴾

پڑھواور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا

= "ثـم رددنـاه" باغیوں اور سرکشوں کے لئے تخویف اخروی ہے انسان کو ہم نے ظاہری اور باطنی خوبیوں سے نوازا مگر جب اس نے عقل سے کام نہ لے کر ہماری اطاعت سے سرتابی کی، تو ہم نے اس کو جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں دھکیل دیا۔ یعنی ہم نے اس کے لئے اس سزا کا فیصلہ کر دیا۔

"الا الـــذیـن " یہ مومنوں کے لئے بشارت اخرویہ ہے جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک کام کئے ان کے لئے اخرت میں کبھی ختم نہ ہونے والا اجر وثواب ہے۔ جنت میں ان کو جو نعمتیں ملیں گی وہ کبھی ختم نہ ہونگی۔

"فـمــــا یـکـذبـک" یہ جواب قسم پر متفرع ہے مذکورہ بالا بیان کے بعد کونسی چیز تمہیں حشر ونشر وجزاوسزا کے انکار پر امادہ اور مجبور کرتی ہے؟ اللہ تعالی کا انسان کو احسن تقویم میں پیدا کرنا اور ایک قطرہ آب سے ایسے عظیم الشان اور خوبیوں میں ساری مخلوق سے اعلیٰ وارفع مخلوق پیدا کر لینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پھر بھی قادر ہے۔ اس لئے حشر ونشر وجزاوسزا کا انکار نہایت ہی قابل تعجب بات ہے۔

"الیــــس اللہ" یہ دلیل عقلی ہے اللہ تعالی تمام بادشاہوں میں سب سے بڑا بادشاہ ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اسکا یہ فیصلہ ہے کہ حشر ونشر اور جزاء وسزا حق ہے۔

كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ ﴿٦﴾ أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ ﴿٧﴾

مگر انسان سرکش ہو جاتا ہے۔[1] جب کہ اپنے تئیں غنی دیکھتا ہے۔

إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰ ﴿٨﴾ أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ﴿٩﴾

کچھ شک نہیں کہ (اس کو) تمہارے پروردگار ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے۔

عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ﴿١٠﴾ أَرَأَيْتَ إِن كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ ﴿١١﴾ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ ﴿١٢﴾

ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھنے لگتا ہے۔ بھلا دیکھو تو اگر یہ راہِ راست پر ہو۔ یا پرہیزگاری کا حکم کرے؟

أَرَأَيْتَ إِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١٣﴾ أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ﴿١٤﴾

اور دیکھ تو اگر اس نے دینِ حق کو جھٹلایا اور اس سے منہ موڑا (تو کیا ہوا)؟ کیا اس کو معلوم نہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے

كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿١٥﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿١٦﴾

دیکھو اگر وہ باز نہ آئے گا تو ہم (اس کی) پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ یعنی اس جھوٹے خطا کار کی پیشانی کے بال

فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ﴿١٧﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿١٨﴾ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِب ﴿١٩﴾

تو وہ اپنے یاروں کی مجلس کو بُلا لے۔ ہم بھی اپنے ملائک کو بلائیں گے۔ دیکھو اس کا کہا نہ ماننا اور قربِ حاصل کرتے رہنا۔

---

[1] صحیحین اور دوسری معتبر روایات سے ثابت اور جمہور سلف وخلف کا اس پر اتفاق ہے کہ وحی کی ابتداء سورۂ علق یعنی اقرأ سے ہوئی ہے، اور اس سورۃ کی ابتدائی پانچ آیتیں "مالم یعلم" تک سب سے پہلے نازل ہوئیں۔ بعض مفسرین نے سورۂ مدثر کو سب سے پہلی سورت قرار دیا ہے اور بعض نے سورۂ فاتحہ کو۔ امام بغوی نے فرمایا کہ جمہور سلف وخلف کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ سب سے پہلی سورۂ اقرأ کی پانچ آیتیں نازل ہوئیں۔ کذا روی عن ابن عباسؓ و الزھری وعمرو بن دینار (درمنثور)

اور جن لوگوں نے سورۂ مدثر کو پہلی سورت فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اقرأ کی پانچ آیتیں نازل ہونے کے

بعد نزول قرآن میں ایک مدت تک توقف رہا، جس کو زمانہ فترت کہا جاتا ہے، اور وحی کی تاخیر و توقف سے رسول اللہ ﷺ کو سخت رنج و غم پیش آیا، اس کے بعد اچانک پھر جبرئیل امین سامنے آئے اور سورۂ مدثر کی آیتیں نازل ہوئیں، اس وقت بھی نبی کریم ﷺ پر نزول وحی اور ملاقات جبرئیل سے وہ ہی کیفیت طاری ہوئی جو سورۂ اقراء کے نزول کے وقت پیش آئی تھی، اس طرح فترت کے بعد سب سے پہلے سورت مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں، اس لحاظ سے اس کو بھی پہلی سورت کہہ سکتے ہیں، اور سورۂ فاتحہ کو جن لوگوں نے پہلی سورت فرمایا ہے اس کی بھی ایک وجہ ہے وہ یہ کہ مکمل سورت سب سے پہلے سورۂ فاتحہ ہی نازل ہوئی، اس سے پہلے چند سورتوں کی متفرق آیات ہی کا نزول ہوا تھا (مظہری)

صحیحین کی ایک طویل حدیث میں نبوت اور وحی کی ابتداء کا واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے، کہ ام المومنین عائشہؓ نے فرمایا کہ: سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر سلسلہ وحی رویائے صالحہ یعنی سچے خوابوں سے شروع ہوا جس کی کیفیت یہ تھی کہ جو کچھ آپ خواب میں دیکھتے بالکل اس کے مطابق واقعہ پیش آتا اور اس میں کسی تعبیر کی بھی ضرورت نہ تھی، صبح کی روشنی کی طرح واضح طور پر خواب میں دیکھا ہوا واقعہ سامنے آجاتا تھا۔ [البخاری، کتاب بدءالوحی والتفسیر]

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو مخلوق سے یکسوئی اور خلوت میں عبادت کرنے کا داعیہ قوی پیش آیا جس کے لئے آپ نے غار حرا کو منتخب فرمایا، یہ غار مکہ مکرمہ کے قبرستان 'المعلیٰ' سے کچھ آگے ایک پہاڑ پر ہے جس کو جبل نور کہا جاتا ہے اس کی چھوٹی دور سے نظر آتی ہے۔ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ: آپ اس غار میں جا کر راتوں کو رہتے اور عبادت کرتے تھے جب تک اہل و عیال کی خبر گیری کی ضرورت پیش نہ آتی وہیں مقیم رہتے تھے، اور اس وقت کے لئے آپ ضروری توشہ لیجاتے تھے اور پھر توشہ ختم ہونے کے بعد خدیجہ ام المومنینؓ کے پاس تشریف لاتے اور مزید کچھ دنوں کے لئے توشہ لے جاتے یہاں تک کہ آپ اسی غار حرا میں تھے کہ اچانک آپ کے پاس حق یعنی وحی پہنچی۔ غار حرا میں خلوت گزینی کی مدت میں علما کا اختلاف ہے صحیحین کی روایت ہے کہ آپ نے ایک ماہ یعنی پورے ماہ رمضان اس میں قیام فرمایا۔ ابن اسحٰق نے سیرت میں، اور زرقانی نے شرح مواہب میں فرمایا کہ: اس سے زیادہ مدت کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں اور یہ عبادت جو آپ غار حرا میں نزول وحی سے پہلے کرتے تھے اس وقت نماز وغیرہ کی تعلیم تو ہوئی نہ تھی، ظاہر یہ ہے کہ اس وقت آپ کی عبادت محض مخلوق سے انقطاع اور اللہ تعالی کی طرف توجہ خاص اور تفکر کی تھی (مظہری)

عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ: وحی آنے کی صورت یہ ہوئی کہ فرشتہ یعنی جبرئیل امین آپ کے پاس آیا، اور آپ سے کہا 'اقرأ' یعنی پڑھیے، آپ نے فرمایا 'ما انا بقارئ' یعنی میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔

صدیقہؓ کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے اس جواب پر جبرئیل امین نے مجھے آغوش میں لیکرا تنا دبایا کہ مجھے اس کی تکلیف محسوس ہونے لگی اس کے بعد مجھے چھوڑ دیا اور پھر وہی بات کہی 'اقـــرأ' میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں ،تو پھر جبرئیل امین نے دوبارہ آغوش میں لیکرا تنا دبایا کہ مجھے اس کی تکلیف محسوس ہونے لگی ، پھر چھوڑ دیا اور تیسری مرتبہ پھر کہا 'اقرأ' میں نے پھر وہی جواب دیا 'ماانابقارئ' ، تو تیسری مرتبہ پھر آغوش میں دبایا پھر چھوڑ کر کہا:اقــرأ بــاسـم ربـک ......الأیـات الخمـس ، قرآن کی یہ سب سے پہلی پانچ آیتیں لیکر آپ گھر واپس تشریف لائے ،آپ کا دل کانپ رہا تھا خدیجہؓ کے پاس آ کر فرمایا'زمـلـونـی زمـلـونـی ' مجھے ڈھانپو مجھے ڈھانپو،خدیجہؓ نے آپ پر کپڑے ڈالے یہاں تک کہ یہ ہیبت کی کیفیت رفع ہوئی۔

صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:افاقہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے خدیجہؓ کو غار حرا کا پورا واقعہ سنایا اور فرمایا کہ:اس سے مجھ پر ایک ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ مجھے اپنی جان کا خوف ہو گیا۔خدیجہ ام المومنینؓ نے عرض کیا کہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا اللہ تعالی آپ کو ہرگز ناکام نہ ہونے دیں گے کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، بوجھ میں دبے ہوئے لوگوں کا بوجھ اٹھا لیتے ہیں، بے روزگار آدمی کو کسب پر لگا دیتے ہیں،مہمانوں کی مہمان داری کرتے ہیں ،مصیبت زدوں کی امداد کرتے ہیں،اس کے بعد خدیجہؓ آپ ﷺ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں یہ زمانہ جاہلیت ہی میں بت پرستی سے تائب ہو کر نصرانی ہو گئے تھے (کیونکہ اس وقت کا دین حق یہی تھا)۔

ورقہ بن نوفل (لکھے پڑھے آدمی تھے عبرانی زبان بھی جانتے تھے اور عربی تو ان کی مادری زبان تھی) وہ عبرانی زبان میں بھی لکھتے تھے اور انجیل کو عربی زبان میں لکھتے تھے اور اس وقت وہ بہت بوڑھے تھے بڑھاپے کی وجہ سے بینائی جاتی رہی تھی ،خدیجہؓ نے ان سے کہا کہ میرے چچازاد بھائی ذرا اپنے بھتیجے کی بات تو سنو۔ورقہ بن نوفل نے نبی کریم ﷺ سے حال دریافت کیا تو آپ ﷺ نے غار حرا میں جو کچھ دیکھا تھا بیان کر دیا،ورقہ بن نوفل نے سنتے ہی کہا کہ یہ وہ ہی ناموس یعنی فرشتہ ہے جس کو حق تعالی نے موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا،کاش میں آپ کی نبوت کے زمانے میں قوی ہوتا اور کاش کہ میں اس وقت زندہ ہوتا جبکہ آپ کی قوم آپ کو (وطن سے) نکالے گی۔رسول اللہ ﷺ نے (تعجب سے پوچھا) کیا میری قوم مجھے نکالدے گی؟ ورقہ نے کہا بلاشبہ نکالے گی ، کیونکہ جب بھی کوئی آدمی وہ پیغام حق اور دین حق لے کر آیا جو آپ لائے ہیں تو اس کی قوم نے اس کو ستایا ہے،اور اگر میں نے وہ زمانہ پایا تو میں آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔مگر ورقہ اس کی چند ہی روز کے بعد انتقال کر گئے ،اور اس واقعہ کے بعد وحی قران کا سلسلہ بند ہو گیا (بخاری، باب بدء الوحی ، ومسلم، کتاب الإیمان

، باب بدء الوحی)۔

فترت وحی کے مدت کے متعلق سہیلی کی روایت یہ ہے کہ ڈھائی سال تک رہی اور بعض روایات میں تین سال کی مدت بیان کی گئی ہے (مظہری)۔

''اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَم'' یہاں لفظ 'اقرأ' کو مکرر لایا گیا ہے، کہا جاسکتا ہے کہ پہلا 'اقرأ' تو خود آپ کے پڑھنے کے لئے فرمایا تھا۔ یہ دوسرا تبلیغ ودعوت اور لوگوں کو پڑھانے کے لئے فرمایا، اور اگر محض تاکید کے لئے تکرار ہو تو وہ بھی کچھ بعید نہیں اور صفت 'اکـــرم' میں اس طرف اشارہ ہے کہ تخلیق عالم اور تخلیق انسان میں اللہ تعالیٰ کی اپنی کوئی غرض اور نفع نہیں بلکہ یہ سب بتقاضائے جود وکرم ہے کہ بن مانگے کائنات کو وجود کی نعمت عظمیٰ عطا فرمائی۔

''الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ'' تخلیق انسانی کے بعد اس کی تعلیم کا بیان ہے کیونکہ تعلیم ہی وہ چیز ہے جو انسان کو دوسرے تمام حیوانات سے ممتاز اور تمام مخلوقات سے اشرف واعلیٰ بناتی ہے، پھر تعلیم کی عام صورتیں دو ہیں، ایک زبانی تعلیم، دوسرے بذریعہ قلم تحریر وخط سے، ابتدائے سورت میں لفظ 'اقـــرأ' میں اگرچہ زبانی تعلیم ہی کی ابتداء ہے مگر اس آیت میں جہاں تعلیم دینے کا بیان آیا ہے اس میں قلمی تعلیم کو مقدم کر کے بیان فرمایا ہے۔

ایک صحیح حدیث ابوہریرہؓ کی روایت سے ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لما خلق الله الخلق كتب فى كتابه فهو عنده فوق العرش ان رحمتي غلبت غضبى.** [بخاری، رقم: ۳۱۹۴] یعنی حق تعالیٰ نے ازل میں جب مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی کتاب میں جو عرش پر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یہ فیصلہ لکھا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔

اور حدیث میں یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا '**اول ماخلق الله القلم فقال له اكتب فكتب مايكون الى يوم القيامة فهو عنده فى الذكر فوق عرشه**' یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس کو حکم دیا کہ لکھے! اس نے تمام چیزیں جو قیامت تک ہونے والی تھیں لکھ دیں، یہ کتاب اللہ کے پاس عرش پر ہے (ترمذی، رقم: ۳۳۱۹)

علماء نے فرمایا ہے کہ عالم میں قلم تین ہیں، ایک سب سے پہلا قلم جس کو حق تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور تقدیر کائنات لکھنے کا اس کو حکم دیا، دوسرے فرشتوں کے قلم جس سے وہ تمام ہونے والے واقعات اور ان کی مقادیر کو نیز انسانوں کے اعمال کو لکھتے ہیں۔ تیسرے عام انسانوں اور جنوں کے قلم جن سے وہ اپنے کلام لکھتے اور اپنے مقاصد میں کام لیتے ہیں، اور کتابت درحقیقت بیان کی ایک قسم ہے اور انسان کی مخصوص صفت ہے (قرطبی)

امام تفسیر مجاہد نے ابوعمرو سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات میں چار چیزیں اپنے دست قدرت سے

خود بنائیں،اوران کے سوا باقی مخلوقات کے لئے حکم دیا کن یعنی ہوجا! وہ موجود ہوگئیں، یہ چار چیزیں یہ ہیں قلم۔عرش، جنت عدن، آدم علیہ السلام۔

علماء سلف وخلف نے ہمیشہ خط وکتابت کا بڑا اہتمام کیا ہے، جس پران کی تصانیف کے عظیم الشان ذخائر آج تک شاہد ہیں ،افسوس ہے کہ ہمارے اس دور میں علماوطلباء نے اس اہم ضرورت کوایسا نظرانداز کیا ہے کہ سینکڑوں میں دوچار آدمی مشکل سے تحریر کتابت کے جاننے والے نکلتے ہیں، فالی اللہ المشتکیٰ.

''عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ'' اس سے پہلی آیت میں تعلیم کے ایک خاص ذریعہ کا ذکر تھا جو عام طور پر تعلیم کے لئے استعمال ہوتا ہے یعنی قلمی تعلیم۔اس آیت میں اس کا ذکر ہے کہ اصل تعلیم دینے والا اللہ تعالی ہے اوراس کے لئے ذرائع تعلیم بےشمار ہیں، کچھ قلم ہی کے ساتھ مخصوص نہیں اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالی نے انسان کووہ علم دیا جس سے وہ پہلے ناواقف تھا،اس میں قلم یا کسی دوسرے ذریعہ تعلیم کا ذکر نہ فرمانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ حق تعالی کی یہ تعلیم انسان کی ابتداء آفرینش سے جاری ہے، کہ اول اس میں عقل پیدا کی جوسب سے بڑا ذریعہ علم ہے،انسان اپنی عقل سے خودبغیر کسی تعلیم کے بہت سی چیزیں سمجھتا ہے پھراس کے پس وپیش میں اپنی قدرت کاملہ کے ایسے مناظر اور دلائل قدرت رکھدئے جن کا مشاہدہ کرکے وہ اپنی عقل سے اپنے پیدا کرنے والے کو پہچان سکے، پھروحی اورالہام کے ذریعہ بہت سی چیزوں کاعلم انسان کوعطا فرمایااور بہت سی ضروری چیزوں کاعلم انسان کے ذہن میں خودبخود پیدا فرمادیا،جس میں کسی زبان یاقلم کی تعلیم کا دخل نہیں۔اور بعض مفسرین نے اس آیت میں انسان سے آدم یا نبی کریم ﷺ کومراد قراردیا ہے، کیونکہ آدم علیہ السلام سب سے پہلے انسان ہیں،جن کوتعلیم دی گئی'' وعلم آدم الاسماء کلھا'' اورنبی کریم ﷺ وہ اخری پیغمبر ہیں جن کی تعلیم میں تمام انبیاء سابقین کےعلوم شامل ہیں۔

''اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی، عَبْدًا اِذَا صَلّٰی'' اس آیت سے آخرسورت تک ایک واقعہ کیطرف اشارہ ہے کہ جب اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کونماز پڑھنے کاحکم دیا اورآپ نے نماز پڑھنا شروع کی توابوجہل نے آپ کونماز پڑھنے سے روکا اوردھمکی دی کہ آئندہ نماز پڑھیں گے اورسجدہ کریں گےتووہ آپ کی گردن کو پاؤں سے کچل دے گا،اسکے جواب اوراُس کوزجر کرنے کے لئے یہ آیات آئی ہیں (بخاری کتاب التفسیر) ان میں فرمایا''اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی ''یعنی کیا وہ یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالی دیکھ رہا ہے، یہاں یہ ذکر نہیں فرمایا کہ کس کودیکھ رہاہے،اس لئے عام اورشامل ہے کہ نماز پڑھنے والی بزرگ ہستی کوبھی دیکھ رہاہےاوراس سے روکنے والے بدبخت کوبھی،اور یہاں صرف اس جملہ پراکتفاء کیا گیا کہ ہم یہ=

سورة القدر (مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

إِنَّـا أَنْـزَلْنَـاهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴿١﴾ وَمَـا أَدْرَاكَ مَـا لَيْـلَةُ الْقَدْرِ ﴿٢﴾

ہم نے اس (قران) کو شبِ قدر میں نازل (کرنا شروع) کیا۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ شبِ قدر کیا ہے؟

لَيْـلَةُ الْـقَـدْرِ خَيْـرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴿٣﴾ تَنَـزَّلُ الْـمَلَآئِـكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا

شبِ قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ اس میں رُوح الامین اور فرشتے ہر کام کے (انتظام کے) لئے

بِـإِذْنِ رَبِّهِـمْ مِّـنْ كُلِّ أَمْرٍ ﴿٤﴾ سَلَامٌ هِـىَ حَتّٰى مَـطْلَـعِ الْـفَجْرِ ﴿٥﴾

اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں۔ یہ (رات) طلوعِ صبح تک (امن اور) سلامتی ہے۔ [1]

=سب کچھ دیکھ رہے ہیں، آگے دیکھنے کے بعد کیا حشر ہوگا اُس کے ذکر نہ کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ ہولناک انجام قابل تصور نہیں۔

''لَـنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ''سفع مصدر سے مشتق ہے جس کے معنی سختی کے ساتھ کھینچنے کے ہیں اور ناصية سر کے اگلے بالوں کو کہا جاتا ہے جو پیشانی کے اوپر ہوتے ہیں ،جس شخص کے پیشانی کے بال کسی کے ہاتھ میں آجائیں وہ اسکے ہاتھ میں مجبور ومقہور ہو کر رہ جاتا ہے۔

[1] ابن ابی حاتم نے مجاہد سے مرسلا روایت کیا ہے کہ رسول پاک ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک مجاہد کا حال ذکر کیا، جو ایک ہزار مہینے تک مسلسل مشغول جہاد رہا، کبھی ہتھیار نہیں اتارے ،مسلمانوں کو یہ سنکر تعجب ہوا، اوراس پر سورۂ قدر نازل ہوئی ،جس میں اس امت کے لئے صرف ایک رات کی عبادت کواس مجاہد کی عمر بھر کی عبادت یعنی ایک ہزار مہینے سے بہتر قرار دیا ہے۔

اورابن جریر نے بروایت مجاہد ایک دوسرا واقعہ یہ ذکر کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد کا یہ حال تھا، کہ ساری رات عبادت میں مشغول رہتا اور صبح ہوتے ہی جہاد کے لئے نکل کھڑا ہوتا، دن بھر جہاد میں مشغول رہتا، ایک ہزار مہینے اس نے اسی مسلسل عبادت میں گزار دئے۔ اس پر حق تعالی نے سورۂ قدر نازل فرما کر اس امت کی فضیلت سب پر ثابت فرما دی اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر امت محمدیہ کی خصوصیات میں سے ہے۔

ابن کثیر نے یہی قول امام مالک کا نقل کیا ہے اور بعض ائمہ شافعیہ نے اس کو جمہور کا قول لکھا ہے خطابی نے اس پر اجماع کا دعوی کیا ہے مگر بعض محدثین نے اس میں اختلاف کیا ہے۔

”قدر“ کے ایک معنی عظمت وشرف کے ہیں، زہری وغیرہ علماء نے اس جگہ یہی معنے لئے ہیں اور اس رات کو لیلۃ القدر کہنے کیوجہ اس رات کی عظمت وشرف ہے۔ اور ابوبکر وراق نے فرمایا کہ اس رات کو لیلۃ القدر اس وجہ سے کہا گیا کہ جس آدمی کی اس سے پہلے اپنی بے عملی کے سبب کوئی قدر و قیمت نہ تھی اس رات میں توبہ واستغفار اور عبادات کے ذریعہ وہ صاحب قدر وشرف بن جاتا ہے۔

قدر کے دوسرے معنے تقدیر وحکم کے بھی آتے ہیں اس معنے کے اعتبار سے لیلۃ القدر کہنے کی وجہ یہ ہوگی کہ اس رات میں تمام مخلوقات کے لئے جو کچھ تقدیر ازل میں لکھا ہے اس کا جو حصہ اس سال میں رمضان سے اگلے رمضان تک پیش آنے والا ہے وہ ان فرشتوں کے حوالہ کر دیا جاتا ہے جو کائنات کی تدبیر اور تنفیذ امور کے لئے مامور ہیں، اس میں ہر انسان کی عمر اور موت اور رزق وبارش وغیرہ کے مقداریں مقررہ فرشتوں کو لکھوا دی جاتی ہیں یہاں تک کہ جس شخص کو اس سال میں حج نصیب ہوگا وہ بھی لکھ دیا جاتا ہے اور یہ فرشتے جن کو یہ امور سپرد کئے جاتے ہیں بقول ابن عباسؓ چار ہیں اسرافیل، مکائیل، ملک الموت، جبرائیل علیہم السلام (قرطبی)۔ اور یہ پہلے لکھا جاچکا ہے کہ امور تقدیر کے فیصلے اس رات میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سال میں جو امور تقدیر نافذ ہونا ہے وہ لوح محفوظ سے نقل کر کے فرشتوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں اور اصل نوشتہ تقدیر ازل میں لکھا جاچکا ہے۔

اتنی بات تو قران کریم کی تصریحات سے ثابت ہے کہ شب قدر ماہ رمضان مبارک میں آتی ہے مگر تاریخ کے تعین میں علماء کے مختلف اقوال ہیں: جو چالیس تک پہنچتے ہیں مگر تفسیر مظہری میں ہے کہ ان سب اقوال میں صحیح یہ ہے کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک کی اخری عشرہ میں ہوتی ہے مگر اخری عشرہ کی کوئی خاص تاریخ متعین نہیں بلکہ ان میں سے کسی بھی رات میں ہوسکتی ہے وہ ہر رمضان میں بدلتی بھی رہتی ہے، اوران دس میں سے خاص طاق راتیں یعنی

۲۱،۲۳،۲۵،۲۷،۲۹۔ میں از روئے بعض احادیث صحیحہ زیادہ احتمال ہے اس قول میں تمام احادیث جو تعین شب قدر کے متعلق آئی ہیں جمع ہو جاتی ہیں جن میں ۲۱،۲۳،۲۵،۲۷،۲۹۔ راتوں میں شب قدر ہونے کا ذکر آیا ہے۔ اگر شب قدر کو ان راتوں میں دائر اور ہر رمضان میں منتقل ہونے والا قرار دیا جائے تو یہ سب روایات حدیث اپنی اپنی جگہ درست اور ثابت ہو جاتی ہے کسی میں تعین کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسی لئے اکثر ائمہ فقہاء نے اس کو عشرہ اخیرہ میں منتقل ہونے والی رات قرار دیا ہے۔ ابوقلابہ امام مالک احمد بن حنبل، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ، ابوثور، مزنی، ابن خزیمہ وغیرہ سب نے یہی فرمایا ہے، اور ایک روایت میں امام شافعیؒ سے بھی اس کے موافق منقول ہے، اور دوسری روایات امام شافعیؒ کی یہ ہے کہ یہ رات منتقل ہونے والی نہیں بلکہ معین ہے (ابن کثیر)۔

صحیح بخاری میں عائشہ صدیقہؓ کی روایت سے آیا ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا **تحروا الیلۃ القدر فی العشر الاواخر من رمضان** یعنی شب قدر کو رمضان کے اخری عشرہ میں تلاش کرو (**بخاری: کتاب الصلاۃ باب السجود علی الانف والسجود علی الطین**) اور صحیح مسلم میں ابن عمرؓ کی روایت سے آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا **فاطلبوا ھا فی الوتر منھا** یعنی یعنی شب قدر کو رمضان کے عشرۂ اخیرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو (مسلم: باب فضل لیلۃ القدر: ۳/۱۷۱) اس رات کی سب سے بڑی فضیلت تو وہی ہے جو اس صورت میں بیان ہوئی ہے کہ اس ایک رات کی عبادت ایک ہزار مہینوں یعنی تراسی (۸۳) سال سے زائد کی عبادت سے بھی بہتر ہے پھر بہتر ہونے کی کوئی حد مقرر نہیں کتنی بہتر ہے؟ کہ دوگنی چوگنی دس گنی سوگنی وغیرہ سب ہی احتمالات ہیں۔

اور صحیحین میں ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شب قدر میں عبادت کے لئے کھڑا رہا اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو گئے۔ (**بخاری کتاب الایمان باب قیام لیلۃ القدر من الایمان، و مسلم باب الترغیب فی قیام رمضان**) اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شب قدر میں وہ تمام فرشتیں جن کا مقام سدرۃ المنتہی پر ہے جبرئیل امین کے ساتھ دنیا میں اترتے ہیں اور کوئی مومن مرد یا عورت ایسی نہیں جس کو وہ سلام نہ کرتے ہوں بجز اس آدمی کے جو شراب یا خنزیر کا گوشت کھاتا ہو۔ (ابن ابی حاتم)۔

اور ایک حدیث میں رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص شب قدر کی خیر و برکت سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم بدنصیب ہے۔ شب قدر میں بعض لوگوں کو خاص انوار کا مشاہدہ بھی ہوتا ہے مگر نہ یہ سب کو حاصل ہوتا ہے نہ رات کی برکات اور ثواب حاصل ہونے میں ایسے مشاہدات کا کچھ دخل ہے، اس لئے اس کی فکر میں پڑنا نہیں چاہئے۔ (سنن کبری

للنسائی:۲۴۱٦)۔عائشہ صدیقہؓ نے رسول پاکﷺ سے دریافت کیا کہ اگر میں شب قدر کو پاؤں تو میں کیا دعا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ دعا کرو:اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی، یااللہ آپ بہت معاف کرنے والے ہےاور معافی کو پسند کرتے ہیں میرے خطائیں معاف فرمائیے(ترمذی:۳۵۱۳)۔

''انا انزلنا فی لیلة القدر''اس آیت میں تصریح ہے کہ قران کریم شب قدر میں نازل ہوا۔

''تنزل الملائکة و الروح'':روح سے مراد جبرئیل امین ہیں انسؓ کی روایت ہے کہ رسول پاکﷺ نے فرمایا کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو جبرئیل امین فرشتوں کی بڑی جماعت کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں،اور جتنے اللہ کے بندے مرد وعورت نماز یاذکراللہ میں مشغول ہوتے ہیں سب کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں(مظہری)

''من کل امر'': میں حرف''من'' بمعنی''باء'' ہے جیسے یحفظونه من امر الله،الایة(رعد:۱۱) میں بھی من بمعنی با استعمال ہوا ہے۔معنی یہ ہے کہ فرشتے لیلۃ القدر میں تمام سال کے اندر پیش آنے والے تقدیری واقعات لیکر زمین پر اترتے ہیں۔اور بعض مفسرین مجاہد وغیرہ نے من کل امر کو سلام کے ساتھ متعلق کرکے یہ معنی قرار دیئے ہیں کہ یہ رات سلامتی ہے ہر شر وآفت اور بری چیز سے(ابن کثیر)

''سلام'':عبارت کی اصل ''ھی سلام'' لفظ ھی حذف کردیا گیا،معنی یہ ہیں کہ یہ رات سلام اور سلامتی ہی ہے اور خیر ہی خیر ہے اس میں شر کا نام نہیں(قرطبی)۔اور بعض نے تقدیر عبارت:سلام ھو قرار دے کر اس کو من کل امر کی صفت بنایا،اور معنی یہ ہوئے کہ یہ فرشتے ہر ایسا امر لیکر آتے ہیں جو خیر وسلام ہے(مظہری)

''ھی حتی مطلع الفجر'':یعنی لیلۃ القدر کی یہ برکات رات کے کسی خاص حصہ کی ساتھ مخصوص نہیں۔شروع رات سے طلوع فجر تک ایک ہی حکم ہے۔ان آیات میں لیلۃ القدر کو ایک ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان ایک ہزار مہینوں کے اندر بھی ہر سال ایک شب قدر آئے گی تو حساب کس طرح بنے گا،ائمہ تفسیر نے فرمایا کہ یہاں ایک ہزار مہینوں سے مراد وہ ہیں جن میں شب قدر شامل نہ ہو اس لئے کوئی اشکال نہیں(ابن کثیر عن مجاہد)

جس شخص نے شب قدر میں عشاء اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھ لی اس نے بھی اس رات کا ثواب پالیا اور جو شخص جتنا زیادہ عبادت کرے گا زیادہ ثواب پائے گا۔صحیح مسلم میں عثمان غنیؓ کی روایت ہے کہ رسول پاکﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرلی تو آدھی رات کے قیام کا ثواب پالیا اور جس نے صبح کی نماز بھی جماعت سے ادا کرلی تو پوری رات جاگنے عبادت کرنے کا ثواب حاصل کرلیا۔(مسلم:کتاب الصلوٰۃ:۲٦۰)

سورة البينة(مدنية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

لَمۡ يَكُنِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ أَهۡلِ الۡكِتَابِ وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ مُنۡفَكِّيۡنَ حَتّٰى

جولوگ کافر ہیں اہلِ کتاب اور مشرک وہ (کفر سے) باز آنے والے نہ تھے جب تک

تَأۡتِيَهُمُ الۡبَيِّنَةُ ۝١ رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝٢

کہ ان کے پاس کھلی دلیل (نہ) آتی [1] اللہ کے پیغمبر جو پاک اوراق پڑھتے ہیں

---

[1] "لم یکن" اہل کتاب سے یہود اور نصاری مراد ہیں منفکین یہاں تامہ ہے بمعنی منتھین عن کفرھم (قرطبی) یہاں ایک اشکال ہے وہ یہ کہ اہل کتاب اور مشرکین کے کفر وشرک سے باز آنے کی انتہا نبی کریم ﷺ کے آمد بیان فرمائی ہے، اور حتـی چونکہ انتہا غایت کے لئے ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ رسول ﷺ کی امد پر ان کی پہلی حالت یعنی کفر وشرک پر قیام ختم ہو جائے۔لیکن اس کے بعد والی ایت وماتفرق الذین اتوا الکتاب کا مقتضیٰ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی امد کے بعد ان کے کفر میں اضافہ ہوگیا۔اس طرح دونوں ایتوں میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے ۔اس کے متعدد وجوابات ہیں۔

اول نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے اہل کتاب اور مشرکین کہا کرتے تھے کہ جب تک نبی موعود ﷺ نہ آجائے اس قت تک ہم اپنا دین نہ چھوڑیں گے اس طرح ان ایتوں میں ان کے قول سابق کی حکایت ہے اور وماتفرق میں نفس الامر اور حقیقت کا واقعہ کا بیان ہے: کہ پیغمبر علیہ السلام کی آمد کے بعد ان کا حال ان کے دعوے کے خلاف ہے۔

دوم اہل کتاب اور مشرکین سارے کے سارے کفر وشرک سے ہٹنے والے نہیں تھے جب تک ان کے پاس رسول نہ آجاتا، جب رسول آ گیا تو اب ان کا حال پہلا سا نہ رہا۔ بلکہ ان میں سے بہت سوں نے کفر وشرک چھوڑ کر اسلام قبول کرلیا۔(ملخصا من الکبیر للرازی)=

فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ﴿۳﴾ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا
جن میں مستحکم (آیتیں) لکھی ہوئی ہیں۔ اور اہلِ کتاب جومختلف ہوئے ہیں تو دلیل واضح کے آ جانے کے بعد
جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿۴﴾ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ
(ہوئے ہیں)۔ اور ان کوحکم تو یہی ہوا تھا کہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں (اور) یکسو ہو کر
حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ﴿۵﴾
اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور یہی محکم دین ہے
إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ
جولوگ کافر ہیں (یعنی) اہلِ کتاب اورمشرک وہ دوزخ کی آگ میں پڑیں گے (اور) ہمیشہ اس میں رہیں گے

= شیخ حسین علیؒ کے نزدیک یہی جواب راجح ہے حاصل یہ ہوا کہ اہل کتاب اورمشرکین کفروشرک سے ہٹنے والے نہیں تھے جب تک کہ ان کے پاس واضح برہان نہ آجاتی اور یہ انتظام نہ ہوجاتا کہ اللہ کی طرف سے ان کے پاس رسول آئے جوان کواللہ تعالیٰ کی پاکیزہ کتاب کی تعلیم دے اوران کوتبلیغ کرے اب چونکہ یہ کام ہوچکا ہے اورحق وباطل کے درمیان امتیاز قائم ہوگیا ہے۔اس لےاب جولوگ حق نہیں مانتے اورپیغمبرعلیہ السلام کی دعوت کوجھٹلاتے ہیں اورنئی نئی راہیں نکالتے ہیں وہ یہ سب کچھ محض ضدوعناد کی وجہ سے کررہے ہیں۔یہ مسئلہ کتب سابقہ میں بھی موجود ہےاوراہل کتاب کےعلماء ثقات اس پرایمان بھی لاچکے ہیں اس لئے اب نہ ماننے والوں کا کوئی عذر قبول نہیں ہوگا۔

"رسـول من اللہ" البینة، سے بدل ہے صحفامطهرہ باطل کی نجاستوں سے پاک کتابیں اورصحیفے ،صحیفہ ان اوراق کوکہاجاتا ہےجن میں کچھ لکھاہو۔و الصحف القراطيس التی يكتب فيهاو المراد بتطهيرها تنزيههامن الباطل(روح المعانی ملخصا)

"کتـب قیـمة": پختہ اورمحکم مضامین پرمشتمل سورتیں یامحکم احکام۔ رسـول سےمراد نبی کریم ﷺ اور صحف سے مرادقرآن کریم ہے۔(کبیر)۔

فِيهَا أُولٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ﴿٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

یہ لوگ سب مخلوق سے بدتر ہیں۔ (اور) جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے

أُولٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ﴿٧﴾ جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ

وہ تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔[2] ان کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا

جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے

رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ﴿٨﴾

اللہ ان سے خوش اور وہ اس سے خوش یہ (صلہ) اس کے لئے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا رہا۔

---

[2] عن ابی ھریرةؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: المؤمن اکرم علی اللہ من بعض ملائکتہ. (ابن ماجہ: ٣٩٤٧) ۔ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (کامل درجہ کے) مومن (یعنی انبیاء اور اولیاء اللہ) اللہ تعالی کے نزدیک اس کے بعض فرشتوں سے افضل و برتر ہیں۔

بعض فرشتوں سے مراد یا تو خواص فرشتے ہیں یا وہ سب فرشتے مراد ہیں جو عام فرشتوں میں کسی بھی طرح کی برگزیدگی اور برتری رکھتے ہیں۔طیبی نے یہ لکھا ہے کہ مومن سے مراد عام مومن ہیں، اور بعض فرشتوں سے مراد بھی عام فرشتے ہیں، محی السنۃ کہتے ہیں: یہ کہا جانا زیادہ بہتر ہے کہ عام مومن عام فرشتوں سے افضل ہیں، اور خواص مومن خواص فرشتوں سے افضل ہیں، چنانچہ اللہ تعالی کے اس ارشاد سے معلوم ہوا۔ (یہ آیہ کریمہ)

اہل السنۃ والجماعت اسی آیت سے استدلال کر کے کہتے ہیں کہ انسان فرشتوں سے افضل ہے لیکن بعض علماء نے لکھا ہے، کہ اجمالی طور پر صرف اتنا کہہ دینا کافی نہیں ہے کہ انسان فرشتوں سے افضل ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس بات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے تا کہ انسان میں ہر کس و ناکس کا فرشتوں سے افضل ہونا مفہوم نہ ہو، اور یہ =

سورة الزلزال (مکیة)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

إِذَا زُلۡزِلَتِ الۡأَرۡضُ زِلۡزَالَهَا ﴿۱﴾ وَأَخۡرَجَتِ الۡأَرۡضُ أَثۡقَالَهَا ﴿۲﴾

جب زمین بھونچال سے ہلا دی جائے گی۔ اور زمین اپنے (اندر) کے بوجھ نکال ڈالے گی۔

وَقَالَ الۡإِنسَانُ مَا لَهَا ﴿۳﴾ يَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخۡبَارَهَا ﴿۴﴾

اور انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہوا ہے؟ اس روز وہ اپنے حالات بیان کر دے گی۔

بِأَنَّ رَبَّكَ أَوۡحَىٰ لَهَا ﴿۵﴾ يَوۡمَئِذٍ يَصۡدُرُ النَّاسُ أَشۡتَاتًا لِّيُرَوۡا أَعۡمَالَهُمۡ ﴿۶﴾

کیونکہ تمہارے پروردگار نے اس کو حکم بھیجا۔ اس دن لوگ گروہ گروہ ہو کر آئیں گے تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھائے جائیں

فَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَرَهُ ﴿۷﴾ وَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ﴿۸﴾

تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ بھی بُرائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔ [۱]

= بھی ظاہر ہو جائے کہ اس مسئلہ میں عوام اور خواص کا مصداق کیا ہے، چنانچہ یہ تفصیل کی جانی چاہئے کہ خواص مومن سے مراد اللہ تعالیٰ کے تمام رسول اور نبی ہیں، اسی طرح خواص فرشتوں سے مراد جبرئیل ومکائیل اور اسرافیل علیہم السلام وغیرہ ہیں، نیز عام مومنین سے مراد کامل درجہ کے اہل ایمان ہیں جیسے خلفاء راشدین اولیاء کاملین اور تمام علماء۔

ایک حدیث اور منقول ہے جو دو سندوں سے موصول ہے اور وہ حدیث یہ ہے: المومن اعظم حرمةً منک (الکعبة). (المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱/ ۳۷، ومجمع الزوائد: ۳/ ۲۹۲). مومن کا احترام واکرام کعبہ سے بھی زیادہ ہے۔

[۱] عن ابن عباسؓ انه قال: قال رسول اللهﷺ ﴿اذا زلزلت﴾ تعدل نصف القرآن و﴿قل هو الله

احد﴾تعدل ثلث القرآن و﴿قل یاایھا الکافرون﴾ تعدل ربع القرآن (ترمذی: ۲۸۹۴، والحاکم: ۱/ ۵۶۶) یعنی ابن عباسؓ وانسؓ دونوں راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا سورۂ زلزال آدھے قران کے برابر ہے، اور سورۂ اخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے، اور سورۂ کافرون چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔

قرآن کریم میں مبدأ اور معاد کو بیان کیا گیا ہے، اور چونکہ زلزال میں معاد کا بہت عمدہ پیرایہ اور موثر انداز میں ذکر کیا گیا ہے، اس لئے یہ سورت آدھے قرآن کے برابر ہوئی۔ سورۂ اخلاص کے تہائی قرآن کے برابر ہونے کی وجہ بعد میں آئے گی۔ سورۂ کافرون چوتھائی قرآن کے برابر بایں طور ہے کہ قرآن کریم میں توحید، نبوت، احکام اور قصص یہ چار مضمون مذکور ہیں اور سورۃ کافرون میں توحید کا بہت اعلیٰ بیان ہے، اس لئے یہ سورۃ چوتھائی قرآن کے برابر ہوئی۔

اور جس حدیث میں ہے کہ یہ سورت ربع القرآن کے برابر ہے تو اس کا جواب تحفۃ الاحوذی: ۲۰۶/۸، وغیرہ میں لکھا گیا ہے کہ وماجاء انھاربع القرآن ، فتقریرہ ان یقال القرآن یشتمل علی تقریر التوحیدو النبوات وبیان احکام المعاش واحوال المعاد، وھذہ السورۃ مشتملہ علی القسم الاخیرمن الاربع۔

عن عبداللہ بن عمروؓ قال اتی رجل النبی ﷺ فقال اقرأنی یارسول اللہ! فقال اقرأثلاثامن ذوات﴿الر﴾فقال کبرت سنی واشتدقلبی، وغلظ لسانی، قال اقرأ من ذوات﴿حم﴾ فقال مثل مقالتہ، قال الرجل یارسول اللہ! اقرأنی سورۃ جامعۃ، فاقرأہ رسول اللہ ﷺ﴿اذا زلزلت﴾حتی فرغ منھا، فقال الرجل: والذی بعثک بالحق لاازید علیہ ابدا، ثم ادبرا لرجل، فقال رسول اللہ ﷺ "افلح الرویجل" مرتین۔ احمد: ۱۶۹/۲، ابوداود: ۱۳۹۹۔

ابن عمروؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے پڑھائے! آپؐ نے فرمایا قرآن کریم کی ان سورتوں میں سے کہ جن کے شروع میں، الر، ہے پڑھو، اس نے عرض کیا میری عمر زیادہ ہوچکی ہے، اور دل میرا سخت ہوگیا ہے، (یعنی میری قلب پر حافظہ کی کمی اور نسیان کا غلبہ ہے) نیز میری زبان موٹی ہے، آپ نے فرمایا اگر تم وہ سورتیں نہیں پڑھ سکتے تو ان سورتوں میں سے تین سورتیں پڑھو جن کے شروع میں حم، ہے، اس شخص نے پھروہی کہا، پھر فرمایا کہ یارسول اللہ مجھے کوئی جامع سورت پڑھائے، چنانچہ آپ ﷺ نے اسے سورۂ زلزال پڑھائی، جب آپ ﷺ اس سے فارغ ہوئے تو اس شخص نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں اس پر کبھی بھی زیادتی نہیں کروں گا، پھر اس شخص نے پیٹھ پھیری تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ "اس شخص نے

مراد حاصل کرلی'' یہ جملہ آپ ﷺ نے دومرتبہ فرمائی۔

اس سورت کوسورۃ جامعہ اس لئے فرمایا گیا ہے کہ اس سورت میں یہ ایک ایسا آیت: ﴿فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ، وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ﴾ اس آیت میں وہ تمام چیزیں آ گئی ہیں جن کوکرنے کاحکم دیا گیا ہے اورجن کے مجموعہ کا نام ہے خیر وبھلائی اوروہ تمام چیزیں بھی اس میں شامل ہیں جن سے بچنے کاحکم دیا ہے جن کے مجموعہ کا نام ہے شروبرائی۔ جوحدیث ابی ہریرۃؓ میں ذکر ہے کہ:عن ابی هريرةؓ ان رسول اللهﷺ قال: الخيل لثلاثة ،لرجل اجر ، ولرجل ستر ، وعلى رجل وزر، فاما الذى له اجر، فرجل ربطهافي سبيل الله، فاطال طيلها فى مرج اوروضة، فمااصابت فى طيلهاذٰلک المرج و الروضة كان له حسنات، ولوانهاقطعت طيلها فاستنت شرفا اوشرفين كانت اثارها وارواثها حسنات له.ولوانهامرت بنهرفشربت منه ولم يردان يسقى به كان ذلک حسنات له. وهى لذلک الرجل اجر، ورجل ربطهاتغنيا وتعففا ولم ينس حق الله فى رقابها ولاظهورها فهى له ستر ،ورجل ربطها فخرا ورئاء ونواء فهى على ذلک وزر، فسئل رسول اللهﷺ عن الحمرفقال ماانزل الله فيهاشيئا الاهذه الاية الفاذة الجامعة: ''فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ،وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ' بخارى كتاب التفسير ،مسلم: كتاب الزكوٰة باب اسم مانع الزكوٰة.

رسول ﷺ فرماتے ہیں: کہ گھوڑوں والے تین قسم کے ہیں، ایک اجر پانے والا، ایک پردہ پوشی والا، ایک بوجھ اورگناہ والا، اجروالاتووہ ہے جوگھوڑا پالتا ہے جہادکی نیت سے اگراس کے گھوڑے کی اگاڑی پچھاڑی ڈھیلی ہوگئی اور یہ ادھرادھر سے چرتارہا، تو یہ بھی گھوڑے والے کے لئے اجرکا باعث ہے، اوراگر یہ رسی اس کی ٹوٹ گئی اور یہ ادھرادھر چڑھ گیاتو اس کے نشان قدم اوراس کی لید کابھی اسے ثواب ملتا ہے، اگر یہ کسی نہرپرجا کر پانی پی لے گوارادہ پلانے کا نہ ہوتاہ توبھی ثواب مل جاتا ہے، یہ گھوڑاتو اس شخص کے لئے سراسراجروثواب ہے۔ دوسراوہ شخص جس نے اس لئے پال رکھا ہے کہ دوسروں سے بے پرواہ رہے اورکسی سے سوال کی ضرورت نہ ہو لیکن اللہ کاحق نہ خوداس میں بھولتا ہے نہ اس کی سواری میں ،پس یہ اس کے لئے پردہ ہے۔ تیسراوہ شخص ہے جس نے فخرو ریاکاری اورظلم وستم کے لئے پال رکھاہے، پس یہ اس کے ذمہ بوجھ اوراس پرگناہ کا بار ہے، پھر نبی ﷺ سے سوال ہوا کہ گدھوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا مجھ پراللہ تعالی کی جانب سے سوائے اس تنہا اور جامع آیت کے اور کچھ نازل نہیں ہوا، کہ ذرے برابرنیکی اتنی ہی بدی ہر شخص=

سورة العاديات(مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

وَالۡعَادِيَاتِ ضَبۡحًا ﴿۱﴾ فَالۡمُوۡرِيَاتِ قَدۡحًا ﴿۲﴾ فَالۡمُغِيۡرَاتِ صُبۡحًا ﴿۳﴾

ان سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم! جو ہانپ اٹھتے ہیں۔ پھر (پتھروں پر نعل) مار کر آگ نکالتے ہیں۔ پھر صبح کو چھاپہ مارتے ہیں

فَأَثَرۡنَ بِهٖ نَقۡعًا ﴿۴﴾ فَوَسَطۡنَ بِهٖ جَمۡعًا ﴿۵﴾ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوۡدٌ ﴿۶﴾

پھر اس میں گرد اٹھاتے ہیں۔ پھر اس وقت دشمن کی فوج میں جا گھستے ہیں۔ کہ انسان اپنے پروردگار کا احسان ناشناس ہے[1]

=دیکھ لے گا۔عن ابی ہریرةؓ قال قرأ رسول اللہ ﷺ هذه الاية يومئذ تحدث اخبارها'' قال اتدرون ما ''اخبارها''؟ قالوا الله ورسوله اعلم،قال فان اخبارها ان تشهد على كل عبد وامة بما عمل على ظهرها ان تقول عمل كذا وكذا يوم كذا وكذا فهذه اخبارها.ترمذی ابواب صفة القيامة وكتاب التفسير ۔مسند احمد:۳۷۴/۲۔رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا: جانتے بھی ہو کہ زمین کی بیان کردہ خبریں کیا ہونگی؟ لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ہی کو خوب علم ہے،تو آپ ؐ نے فرمایا: جو جو اعمال بنی آدم نے زمین پر کئے ہیں وہ تمام ظاہر کردے گی، کہ فلاں فلاں شخص نے فلاں فلاں نیکی یا بدی فلاں جگہ فلاں وقت کی ہے۔

حدثنی الحارث بن يزيد سمع ربيعة الجريشی ان رسول اللہ ﷺ قال:تحفظوا من الارض فانها امكم، وانه ليس من احد عامل عليها خيرا وشرا الاوهی مخبرة ۔ المعجم الكبير للطبرانی: ۴۵۹٦. رسول ﷺ نے فرمایا: زمین سے بچو یہ تمہاری ماں ہے، جو شخص جو نیکی بدی اس پر کرتا ہے یہ سب کھول کر بیان کردے گی۔

[1] ﴿وَالۡعَادِيَاتِ ضَبۡحًا﴾ ہانپ ہانپ کر دوڑنے والے گھوڑے ﴿فالموريت قدحا﴾ پھتریلی زمین پر دوڑتے وقت اپنے سموں سے چنگاریاں نکالنے والے ﴿فالمغيرات صبحا﴾ پھر صبح لوٹ مار کرنے والے ﴿فاثرن=

وَإِنَّهُ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيدٌ ﴿٧﴾ وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ﴿٨﴾
اور وہ اس سے آگاہ بھی ہے۔ وہ تو مال کی سخت محبت کرنے والا ہے۔
أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ ﴿٩﴾ وَحُصِّلَ
کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا کہ جو (مُردے) قبروں میں ہیں وہ باہر نکال لئے جائیں گے۔ اور جو (بھید) دلوں میں ہیں
مَا فِي الصُّدُورِ ﴿١٠﴾ إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ ﴿١١﴾
وہ ظاہر کر دیئے جائیں گے۔ بیشک ان کا پروردگار اس روز ان سے خوب واقف ہو گا۔

سورة القارعة (مكية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

اَلْقَارِعَةُ ﴿١﴾ مَا الْقَارِعَةُ ﴿٢﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ﴿٣﴾
کھڑکھڑانے والی۔ کھڑکھڑانے والی کیا ہے؟ اور تم کیا جانو کہ کھڑکھڑانے والی کیا ہے۔

=به نقعا﴾ دوڑتے وقت گردغبار اڑاتے ہیں ﴿فوسطن به جمعا﴾ پھر تیز رفتاری کے ساتھ جماعتوں کے اندر گھس جاتے ہیں ﴿ان الانسان لربه لكنود﴾ یہ لوٹ مار کرنے والے گھوڑے اس پر شاہد ہیں کہ انسان اپنے پروردگار کا نہایت ہی ناشکر گذار ہے: قاله الشيخ رحمه الله تعالى.

عام مفسرین کے نزدیک یہ صفتیں مجاہدین کے گھوڑوں کی ہیں اور بعض کے نزدیک ان صفات سے فرشتے یا اونٹ مراد ہیں۔ ﴿وانه على ذلك لشهيد﴾ مجموعہ شواہد کے علاوہ انسان اپنی اس بیماری پر خود بھی شاہد ہے اور اسے اپنا کردار خوب معلوم ہے۔

يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ﴿٤﴾ وَتَكُونُ الْجِبَالُ
(وہ قیامت ہے) جس دن لوگ ایسے ہوں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے۔ اور پہاڑ ایسے ہو جائیں گے
كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ﴿٥﴾ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ﴿٦﴾
جیسے دھنکی ہوئی رنگ برنگ کی اُون۔ تو جس کے (اعمال کے) وزن بھاری نکلیں گے۔
فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٧﴾ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ﴿٨﴾
وہ دلپسند عیش میں ہو گا۔ اور جس کے وزن ہلکے نکلیں گے
فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ﴿٩﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ ﴿١٠﴾ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴿١١﴾
اس کا مرجع ہاویہ ہے۔ اور تم کیا سمجھے کہ ہاویہ کیا ہے؟ (وہ) دہکتی ہوئی آگ ہے۔

سورة التكاثر (مكية)[١]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ﴿١﴾ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴿٢﴾ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٣﴾
(لوگو!) تم کو بہت سی طلب نے غافل کر دیا۔ یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔ دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا
ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٤﴾ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ﴿٥﴾
پھر دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ دیکھو اگر تم جانتے (یعنی) علم الیقین (رکھتے تو غفلت نہ کرتے
لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ﴿٦﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ﴿٧﴾ ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ﴿٨﴾
تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے پھر اس کو (ایسا) دیکھو گے عین الیقین۔ پھر اس روز تم سے نعمت کے بارے میں پرسش ہو گی۔

---

[١] عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ الا یستطیع احدکم ان یقرأ الف ایة فی کل یوم قالوا

ومن يستطيع ان يقرأ الف اية فی کل یوم قال امايستطيع احدكم ان يقرأ الهٰكم التكاثر .رواه البيهقی فی شعب الايمان: ۲۵۱۸،مستدرک: ۱/ ۵۶۶ .

ابن عمرؓ راوی ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات پر قادر نہیں ہے کہ وہ روزانہ ایک ہزار آیتیں پڑھا کرے؟،صحابہ نے عرض کیا کہ کون شخص اس بات پر قادر ہوسکتا ہے کہ وہ (ہمیشہ) روزانہ ایک ہزار آیتیں پڑھتا رہے؟ آپ نے فرمایا: کیا کوئی شخص اس پر قادر نہیں ہوسکتا کہ وہ روزانہ الهٰكم التكاثر پڑھ لیا کرے۔

''تکاثر'' کثرت مال اور کثرت تعداد پر فخر کرنا اور کثرت میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش کرنا: ای التباری فی الكثرت و التباهی بهابان يقول هؤلاء نحن اكثروهؤلاء نحن اكثر(روح المعانی) ۔یاحتی زرتم المقابر موت سے کنایہ ہے یعنی تم اموال وافراد کی کثرت پر فخر کرتے رہو گے یہاں تک کہ قبروں میں پہنچ جاؤ گے۔

الهٰكم حرصكم على تكثيراموالكم عن طاعة ربكم حتى اتاكم الموت وانتم على ذلک (کبیر) اور یہی تفسیر اکثر مفسرین نے اختیار کیا ہے یعنی زیارت مقابر سے مراد مر کر قبر میں پہنچنا ہے جیسا کہ حدیث مرفوع میں خود رسول پاکﷺ نے حتی زرتم المقابر کی تفسیر میں فرمایا ''حتی یأتكم الموت''۔(ابن کثیر بروایت ابن ابی حاتم) اس لئے مطلب ایت کا یہ ہوگا کہ تم لوگوں کو مال ودولت کی بہتات یا مال واولاد اور قبیلہ ونسب پر تفاخر غفلت میں ڈالے رہتی ہے، اپنے انجام اور آخرت کے حساب کی کوئی فکر نہیں کرتے ۔یہاں تک کہ اسی حال میں تمہیں موت آجاتی ہے، اور وہاں عذاب میں پکڑے جاتے ہو۔اس کا معنی یہ ہوا کہ اس آیت میں عذاب قبر کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ امام ترمذی نے کتاب التفسیر میں علیؓ سے نقل کیا ہے: عن علی مازلنانشک فی عذاب القبرحتی نزلت الهٰكم التكاثر یعنی علیؓ نے فرمایا ہم کو عذاب قبر میں شک تھا یہاں تک کہ الهٰكم التكاثر اتری۔

''عين اليقين''،مفعول مطلق ہے من غیر لفظہ یا یہ مفعول مطلق مقدر کی صفت ہے ای رؤية عين اليقين(روح)۔

''عين اليقين'' سے مراد وہ یقین ہے کہ جو کسی چیز کے مشاہدہ کے بعد حاصل ہوتا ہے،اور یہ سب سے اعلیٰ درجہ یقین کا ہے۔اس میں ایک مشہور مقولہ کی طرف اشارہ ہے کہ ليس الخبر كالمعاينة۔اس کا مزید تفصیل سورۂ بقرہ میں گزر گئی ہے۔

سورة العصر (مكية)[1]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

وَالۡعَصۡرِ ۝۱ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۝۲ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا

عصر کی قسم! ۔ کہ انسان نقصان میں ہے۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ۝۳

اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں حق (بات) کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔

---

[1] یہاں پر ابن کثیر نے جناب عمرو بن العاصؓ سے اپنے مسلمان ہونے سے پہلے کا ایک واقعہ نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ مسلیمہ کذاب سے ملے اس نے نبوت کا جھوٹا دعوی کر رکھا تھا۔ عمرو کو دیکھ کر پوچھنے لگا کہو اس مدت میں تمہارے نبی پر بھی کوئی وحی نازل ہوئی ہے؟ عمرو نے جواب دیا ایک مختصر سی نہایت فصاحت والی سورت اتری ہے۔ پوچھا وہ کیا ہے؟ عمرو نے سورت عصر پڑھ کر سنائی۔ مسیلمہ ذرا دیر تک سوچتا رہا پھر کہنے لگا عمرو! دیکھو مجھ پر بھی اسی جیسی سورۃ اتری ہے؟ عمرو نے کہا وہ کیا؟ کہا یہ: یاوبر یاوبر انما انت اذنان وصدر وسائر حضر نقر پھر کہنے لگے عمرو! کہو تمہارا خیال کیا ہے؟ میرا خیال تو تو خود ہی جانتا ہے کہ مجھے تیرے جھوٹا ہونے کا علم ہے۔ وبــر بلی جیسا ایک جانور ہے اس کے دونوں کان ذرا بڑے ہوتے ہیں اور سینہ بھی، باقی جسم بالکل حقیر اور واہیات ہوتا ہے۔

اس کذّاب نے ایسی فضول گوئی اور بکواس کے ساتھ اللہ تعالی کے کلام کا معارضہ کرنا چاہا جسے سن کر عرب کے بت پرست لوگوں نے بھی اس کا کاذب اور مفتری ہونا سمجھ لیا۔ طبرانی میں ہے کہ دو صحابیوں کا یہ دستور تھا کہ جب ملتے ایک اس سورۃ کو پڑھتا دوسرا سنتا پھر سلام کر کے رخصت ہو جاتے (رواہ الطبرانی فی الاوسط: ۳۵۹/۱۱)۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ اس سورۃ کو غور اور تدبر سے پڑھیں اور سمجھیں تو یہی ایک سورۃ کافی ہے۔

سورة الهمزة (مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝۱ الَّذِىۡ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝۲

ہر طعن آمیز اشارتیں کرنے والے چغل خور کی خرابی ہے۔ جو مال جمع کرتا اور اس کو گن گن کر رکھتا ہے۔

يَحۡسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخۡلَدَهٗ ۝۳ كَلَّا لَيُنۡۢبَذَنَّ فِى الۡحُطَمَةِ ۝۴

(اور) خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کی ہمیشہ کی زندگی کا موجب ہوگا۔ ہرگز نہیں وہ ضرور حطمہ میں ڈالا جائے گا۔

وَمَاۤ اَدۡرٰكَ مَا الۡحُطَمَةُ ۝۵ نَارُ اللّٰهِ الۡمُوۡقَدَةُ ۝۶

اور تم کیا سمجھے کہ حطمہ کیا ہے؟ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے

الَّتِىۡ تَطَّلِعُ عَلَى الۡاَفۡـِٕدَةِ ۝۷ اِنَّهَا عَلَيۡهِمۡ مُّؤۡصَدَةٌ ۝۸ فِىۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝۹

جو دلوں پر جا لپٹے گی۔ (اور) وہ اس میں بند کر دیئے جائیں گے۔ (یعنی آگ کے) لمبے لمبے ستونوں میں۔

سورة الفيل (مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِيۡلِ ۝۱ اَلَمۡ يَجۡعَلۡ كَيۡدَهُمۡ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا ان کا داؤ غلط نہیں کیا؟

فِیْ تَضْلِیْلٍ ۝۲ وَّاَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ۝۳
(کیا)۔ اور ان پر جھلڑ کے جھلڑ جانور بھیجے
تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ۝۴ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝۵
جو ان پر کھنگر کی پتھریاں پھینکتے تھے۔ تو ان کو ایسا کر دیا جیسے کھایا ہوا بھُس ۔[۱]

---

[۱] **واقعہ فیل**

اس واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ ابرہہ صباح حبشی نے جب دیکھا کہ اہل عرب خانہ کعبہ کا حج کرتے ہیں، تو صنعاء میں ایک بہت بڑا کنیسہ تعمیر کیا، اور چاہا کہ عرب کا حج اسی کی طرف پھیر دے، مگر جب اس کی خبر بنو کنانہ کے ایک آدمی کو ہوئی تو اس نے رات کے وقت کنیسہ کے اندر گھس کر اس کے قبلے پر پائخانہ پوت دیا، ابرہہ کو پتہ چلا تو سخت برہم ہوا، اور ساٹھ ہزار کا ایک لشکر جرّار لے کر کعبے کو ڈھانے کے لئے نکل کھڑا ہوا، اس نے اپنے لئے ایک زبردست ہاتھی بھی منتخب کیا، لشکر میں کل نو یا تیرہ ہاتھی تھے۔

ابرہہ یمن سے یلغار کرتا ہوا مغمس پہنچا، اور وہاں اپنے لشکر کو ترتیب دیکر اور ہاتھی کو تیار کر کے مکے میں داخلے کے لئے چل پڑا، جب مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان وادی محصر میں پہنچا تو ہاتھی بیٹھ گیا، اور کعبے کی طرف بڑھنے کے لئے کسی طرح نہ اٹھا، اس کا رُخ شمال جنوب یا مشرق کی طرف کیا جاتا، تو اٹھ کر دوڑنے لگتا، لیکن کعبے کی طرف کیا جاتا تو بیٹھ جاتا، اسی دوران اللہ تعالی نے چڑیوں کا ایک جھنڈ بھیج دیا، جس نے لشکر پر ٹھیکری جیسے پھتر گرائے اور اللہ تعالی نے اسی سے انہیں کھائے ہوئے بھُس کی طرح بنا دیا۔

یہ چڑیاں ابابیل اور قمری جیسی تھیں، ہر چڑی کے پاس تین تین کنکریاں تھیں، ایک چونچ میں اور دو پنجوں میں، کنکریاں چنے جیسی تھیں، مگر جس کسی کو لگ جاتی تھیں اس کے اعضا کٹنا شروع ہو جاتے تھے، اور وہ مر جاتا تھا، لشکر میں ایسی بھگدڑ مچی، کہ ہر شخص دوسرے کو روندتا کچلتا گرتا پڑتا، بھاگ رہا تھا، پھر بھاگنے والے ہر راہ پر گر رہے تھے، اور ہر چشمے پر مر رہے تھے، ادھر ابرہہ پر اللہ تعالی نے ایسی آفت بھیجی کہ اس کی انگلیوں کے پور جھڑ گئے اور صنعاء پہنچتے پہنچتے چوزے جیسا ہو گیا۔

پھر اس کا سینہ پٹ گیا، دل باہر نکل آیا اور وہ مر گیا، ابرہہ کے اس حملے کے موقع پر مکے کے باشندے جان=

سورۃ قریش(مکیۃ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝ۙ [۱] اِيْلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاۗءِ وَالصَّيْفِ ۝ۚ [۲] فَلْيَعْبُدُوْا

قریش کے مانوس کرنے کے لئے۔ یعنی انہیں جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے لئے لوگوں کو چاہئے کہ

رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝ۙ [۳] الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ڏ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝ۧ [۴]

اس گھر کے مالک کی عبادت کریں۔ جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا[۱]

= کے خوف سے گھاٹیوں میں بکھر گئے تھے۔ اور پہاڑ کی چوٹیوں پر جا چھپتے تھے، جب لشکر پر عذاب نازل ہو گیا تو اطمینان سے اپنے گھروں کو پلٹ آئے۔

یہ واقعہ بیشتر اہل سیر کے بقول نبی ﷺ کی پیدائش سے صرف پچاس یا پچپن (۵۵) دن پہلے ماہ محرم میں پیش آیا تھا، لہذا یہ سن ۵۷۱ء کے فروری کے آواخر یا مارچ کے وائل کا واقعہ ہے، یہ درحقیقت ایک تمہیدی نشانی تھی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور اپنے کعبہ کے لئے ظاہر فرمائی تھی۔ کیونکہ آپ بیت المقدس کو دیکھئے کہ اپنے دور میں اہل اسلام کا قبلہ تھا، اور وہاں کے باشندے مسلمان تھے۔ اس کے باوجود اس پر اللہ تعالیٰ کے دشمن یعنی مشرکین کا تسلط ہو گیا تھا، جیسا کہ بخت نصر کے حملہ سن ۵۸۷ ق م اور اہل روما کے قبضہ سن ۷۰ء سے ظاہر ہے۔ لیکن اس کے برخلاف کعبہ پر عیسائیوں کو تسلط حاصل نہ ہو سکا، حالانکہ اس وقت یہی مسلمان تھے اور کعبے کے باشندے مشرک تھے۔ (سیرت ابن ہشام: ۱/۴۳)۔

[۱] اس پر تو سب مفسرین کا اتفاق ہے کہ معنی اور مضمون ہی کے اعتبار سے یہ سورۂ فیل ہی سے متعلق ہے اور شاید اس وجہ سے بعض مصاحف میں ان دونوں کو ایک ہی سورت کر کے لکھا گیا تھا، دونوں کے درمیان بسم اللہ نہیں لکھی تھی مگر عثمانؓ نے جب اپنے زمانے میں تمام مصاحف قرآن کو جمع کر کے ایک نسخہ تیار فرمایا اور تمام صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہوا۔ اسی نسخہ قرآن کو جمہور کے نزدیک امام کہا جاتا ہے اس میں ان دونوں کو دو الگ الگ سورتیں ہی لکھا ہے۔ دونوں کے درمیان بسم

اللہ لکھی گئی ہے۔

''لایلاف قریش '' حرف لام ترکیب نحوی کے اعتبار سے اس کا مقتضی ہے کہ اس کا تعلق کسی سابق مضمون کے ساتھ ہو، اسی لئے اس کے متعلَق میں متعدد اقوال ہیں، پچھلی سورت کے ساتھ معنوی تعلق کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہاں محذوف جملہ انا اھلکنا اصحٰب الفیل ہے یعنی ہم نے اصحاب فیل کو اس لئے ہلاک کیا کہ قریش مکہ سردی گرمی کے دوسفروں کے عادی تھے ان کے راہ میں کوئی رکاوٹ نہ رہے ،سب کے دلوں میں ان کی عظمت پیدا ہو جائے۔اور بعض علماء نے فرمایا کہ محذوف جملہ اعجبوا ہے یعنی تعجب کرو قریش کے معاملہ سے کہ کس طرح سردی و گرمی کے سفر آزادانہ بے خطر ہو کر کرتے ہیں، زجاج نے کہا کہ یہ لام تعجب ہے،(کبیر)

اور بعض نے فرمایا کہ اس کا تعلق اس جملہ سے ہے جو آگے ایت میں آ رہا ہے یعنی فلیعبدوا مطلب یہ ہوا کہ قریش کو اس نعمت کے نتیجہ میں اللہ تعالی کا شکر گذار ہونا اور اس کی عبادت میں لگ جانا چاہئے اس صورت میں فلیعبدوا کے اوپر حرف فاء اس لئے ہے کہ پہلے جملے میں ایک معنی شرط کے پائے جاتے ہیں۔ بہر حال اس سورت میں ارشاد یہ ہے کہ قریش مکہ چونکہ دوسفروں کے عادی تھے ایک سردی میں یمن کیطرف اور دوسرا گرمی میں شام کیطرف اور انہیں دوسفروں پر ان کی تجارت اور کاروبار کا مدار تھا، اور اسی تجارت کی بنا پر وہ مالدار اور اغنیاء تھے اس لئے حق تعالی نے ان کے دشمن اصحاب فیل کو عبرتناک سزا دیکر ان کی عظمت لوگوں کے قلوب میں بڑھا دی، یہ پورے ممالک میں جہاں بھی جائیں لوگ ان کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں۔

اس سورت میں اس کی طرف بھی اشارہ ہے کہ تمام قبائل عرب میں قریش اللہ تعالی کے نزدیک سب سے زیادہ مقبول ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے تمام اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے کنانہ کو اور کنانہ سے قریش کو اور قریش میں سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو انتخاب کرلیا ہے۔(مسلم:۶۔۲۲۷) اور ایک حدیث میں رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ تمام آدمی قریش کے تابع ہیں خیر وشر (رواہ مسلم :۶۔۴۸۰)

اور پہلی حدیث میں جس الٰہی انتخاب کا ذکر ہے غالبا اس کی وجہ ان قبائل کے خاص ملکات اور استعدادیں ہیں کفر وشرک اور جہالت کے زمانہ میں بھی ان کے بعض اخلاق اور ملکات نہایت اعلی تھے ان میں قبول حق کی استعداد بہت کامل تھی یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اولیاء اللہ میں بیشتر لوگ قریش میں سے ہوئے ہیں۔(مظہری)۔

''رحلة الشتاء والصیف '' یہ بات معلوم ومعروف ہے کہ مکہ مکرمہ ایک ایسے مقام میں اباد ہے جہاں کوئی

زراعت نہیں ہوتی وہاں باغات نہیں جن کے پھل مکہ والوں کو مل سکیں ،اسی لئے بانی بیت اللہ خلیل اللہ علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کے آباد ہونے کے وقت اللہ تعالی سے یہ دعا فرمائی تھی کہ اس شہر کو جائے امن بنادے اور اہل مکہ کو ثمرات کا رزق عطا فرمائے۔'' ارزق اھلہ من الثمرات ''اور باہر سے ہر طرح کے پھل یہاں لائے جایا کریں یجبی الیہ ثمرات کل شیء اس لئے اہل مکہ کے معاش کا مدار اس پر تھا کہ وہ تجارت کے لئے سفر کریں اور اپنی ضروریات وہاں سے لائیں۔ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مکہ والے بڑے افلاس اور تکلیف میں تھے یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کے جدامجد ہاشم نے قریش کو اس کے لئے امادہ کیا کہ دوسرے ملکوں سے تجارت کا کام کریں۔ملک شام ٹھنڈا ملک تھا گرمی کے زمانے میں وہاں اور یمن گرم ملک ہے سردی کے زمانے میں اس طرف تجارتی سفر کرتے اور منافع حاصل کرتے تھے، اور چونکہ یہ لوگ بیت اللہ کے خادم ہونے کی حیثیت سے تمام عرب میں مقدس ومحترم مانے جاتے تھے،تو یہ راستہ کے ہر خطرے سے بھی محفوظ رہتے تھے، اور ہاشم چونکہ ان سب کے سردار مانے جاتے تھے ان کا طریقہ یہ تھا کہ اس تجارت میں جو منافع حاصل ہوتے ان کو قریش کے امیر وغریب سب میں تقسیم کر دیتے تھے، یہاں تک کہ ان کا غریب آدمی بھی مالداروں کی برابر سمجھا جاتا تھا۔

پھر حق تعالی نے ان پر یہ مزید احسان فرمایا کہ ہر سال کے دوسفروں کی زحمت سے بھی اس طرح بچادیا کہ مکہ مکرمہ سے ملے ہوئے علاقہ یمن ''تبالہ'' اور''جرش'' کو اتنا سرسبز اور زرخیز بنادیا کہ وہاں کا غلہ ان کی ضرورت سے زائد ہونے کی بنا پر ان کو اس کی ضرورت پڑی کہ یہ غلات وہاں سے لاکر جدہ میں فروخت کریں چنانچہ اکثر ضروریات زندگی جدہ میں ملنے لگیں، مکہ والے ان طویل دوسفروں کے بجائے صرف دومنزل پر جاکر جدہ سے سب سامان لانے لگے۔ایت مذکورہ میں حق تعالی نے مکہ والوں پر اسی احسان وانعام کا ذکر فرمایا ہے۔

''فلیعبدوا رب ھذا البیت ''انعامات کا ذکر کرنے کے بعد ان کا شکر ادا کرنے کے لئے قریش کو خصوصی خطاب کے ساتھ یہ ہدایت فرمائی کہ اس گھر کے مالک کی عبادت کیا کرو،اس جگہ اللہ تعالی کی صفات میں سے رب البیت ہونے کی صفت کو خصوصیت سے اس لئے ذکر فرمایا کہ یہی بیت کعبہ ان کے تمام فضائل اور برکات کا سرچشمہ تھا۔

'' الذی اطعمھم من جوع وامنھم من خوف ''اس میں قریش مکہ کے لئے دنیا کی ان تمام عظیم نعمتوں کو جمع فرمادیا ہے جو انسان کے خوش عیش رہنے کے لئے ضروری ہیں اطعمھم من جوع میں کھانے پینے کے ضروریات داخل ہیں اور امنھم من خوف میں دشمنوں ڈاکوؤں کے خوف سے مامون ہونا بھی شامل ہے۔

سورة الماعون (مكية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

أَرَأَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ﴿۱﴾ فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ﴿۲﴾

بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو (روزِ) جزا کو جھٹلاتا ہے؟ یہ وہی (بدبخت) ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۳﴾ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ﴿۴﴾ الَّذِيْنَ هُمْ

اور فقیر کو کھانا کھلانے کے لئے (لوگوں کو) ترغیب نہیں دیتا۔ تو ایسے نمازیوں کی خرابی ہے۔ جو نماز

عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ﴿۵﴾ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاؤُنَ ﴿۶﴾ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ﴿۷﴾

کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔جو ریا کاری کرتے ہیں۔ اور برتنے کی چیزیں عاریۃً نہیں دیتے۔

سورة الكوثر (مكية)[۱]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ﴿۱﴾ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴿۲﴾

ہم نے تم کو کوثر عطا فرمائی ہے ۔تو اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھا کرو اور قربانی کیا کرو۔

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ﴿۳﴾

کچھ شک نہیں کہ تمہارا دشمن ہی بے نام ونشان رہے گا۔

---

[۱] ابن ابی حاتم نے سدی سے،اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں محمد بن علی بن حسینؓ سے نقل کیا ہے کہ جس شخص

کی اولاد ذکور مر جائے اس کو عرب ''ابتر'' کہا کرتے تھے، یعنی مقطوع النسل، جس وقت نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے قاسم یا ابراہیم کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تو کفار مکہ آپ ؐ کو ابتر کہہ کر طعنہ دینے لگے، ایسا کہنے والوں میں عاص بن وائل کا نام خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے، اس کے سامنے جب رسول کریم ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو کہتا تھا کہ ان کی بات چھوڑ و یہ کچھ فکر کرنے کی چیز نہیں، کیونکہ وہ ابتر (مقطوع النسل) ہیں جب ان کا انتقال ہو جائے گا ان کا کوئی نام لینے والا بھی نہ رہے گا، اس پر سورۂ کوثر نازل ہوئی۔

''إِنَّـا أَعْـطَيْـنَـاکَ الْكَوْثَـرَ '' امام بخاری نے ابن عباسؓ سے اس کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ''کوثر'' وہ خیر کثیر ہے جو اللہ تعالی نے آپ کو عطا فرمائی ہے، ابن عباسؓ کے خاص شاگرد سعید بن جبیرؓ سے کسی نے کہا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے (بخاری فی التفسیر) تو سعید بن جبیرؓ نے جواب دیا کہ (ابن عباسؓ کا قول اس کے منافی نہیں بلکہ) وہ نہر جنت جس کا نام کوثر ہے وہ بھی اس خیر کثیر میں داخل ہے اس لئے مجاہد نے کوثر کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ دنیا و اخرت دونوں کی خیر کثیر ہے، اس میں جنت کی خاص نہر کوثر بھی داخل ہے۔

حوض کوثر: ایک روز جبکہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں ہمارے درمیان تھے اچانک آپؐ پر ایک قسم کی نیند یا بیہوشی کی سی کیفیت طاری ہوئی، پھر ہنستے ہوئے آپؐ نے سر مبارک اٹھایا ہم نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کے ہنسنے کا سبب کیا ہے؟ تو فرمایا کہ مجھ پر اسی وقت ایک سورت نازل ہوئی ہے پھر آپ ﷺ نے بسم اللہ کیساتھ سورت کوثر پڑھی پھر فرمایا تم جانتے ہو، کوثر، کیا چیز ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ ورسـولــه اعـلـم ، آپؐ نے فرمایا: یہ ایک نہر جنت ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے جس میں خیر کثیر ہے اور وہ حوض ہے جس پر میری امت قیامت کے روز پانی پینے کے لئے آئے گی، اس کے پانی پینے کی برتن آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہونگے، اس وقت بعض لوگوں کو فرشتے حوض سے ہٹا دیں گے تو میں کہوں گا کہ میرے پروردگار! یہ تو میری امت میں ہے اللہ تعالی فرمائے گا آپ نہیں جانتے کہ اس نے آپ کے بعد کیا نیا دین اختیار کیا ہے۔(مسـلـم کتـاب الـصـلـوٰۃ باب البسلمۃ ایۃ من کل سورۃ: ۱۲/۲ ، وابوداود کتاب السنۃ: ۱۳۳/۲)۔

حوض کی صفت میں روایت حدیث میں آیا ہے کہ اس میں دو پرنالے آسمان سے گریں گے، جو نہر کوثر کے پانی سے حوض کو بھر دیں گے، اس کے برتن آسمان کی ستاروں کی تعداد میں ہوں گے، اس حدیث سے سورت کوثر کا سبب=

سورة کافرون(مکیة)[۱]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۙ﴿۲﴾

(اے پیغمبر! منکرانِ اسلام سے) کہہ دو کہ اے کافرو! ۔جن(بتوں) کو تم پوجتے ہو ان کو میں نہیں پوجتا

=نزول بھی معلوم ہوا،اور لفظ کوثر کی صحیح تفسیر بھی،یعنی خیر کثیر اور یہ بھی کہ اس خیر کثیر میں وہ حوض کوثر بھی شامل ہے جو قیامت میں امت محمدیہ کو سیراب کریگی،نیز اس روایت نے یہ بھی واضح کردیا کہ اصل نہر کوثر جنت میں ہے،اور یہ حوض کوثر میدان حشر میں ہوگی،اس میں دو پرنالوں کے ذریعہ نہر کوثر کا پانی ڈالا جائے گا،اس میں ان روایات کی بھی تطبیق ہوگئی جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حوض کوثر پر امت کا ورود، دخول جنت سے پہلے ہوگا،اوراس حدیث میں جو بعض لوگوں کو حوض کوثر سے ہٹادینے کا ذکر ہے یہ وہ لوگ ہیں جو بعد میں اسلام سے پھر گئے یا پہلے ہی سے مسلمان نہیں تھے،مگر منافقانہ اظہار اسلام کرتے تھے، نبی ﷺ کے بعد ان کا نفاق کھل گیا۔ واللہ اعلم۔

''الکوثر'' بروزن فوعل جو چیز عدد وقدر اور منزلت ومنفعت میں کثیر ہو،اسے کوثر کہا جاتا ہے، **العرب تسمی کل شیء کثیر فی العددوا لقدر کوثرا** ۔قرطبی۔الکوثر سے مراد کے بارے میں مفسرین کے تقریباً پندرہ اقوال ہیں: سب سے زیادہ معروف قول دو ہیں: اول یہ کہ اس سے مراد حوض کوثر ہے جیسا کہ حدیث میں ذکر ہوا، دوم یہ کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے جو دین ودنیا کا کوثر ہے،اور دین ودنیا کی خیر کثیر کا سرچشمہ ہے۔

القول الخامس عشر ان المرادمن الکوثر جمیع نعم اللہ علی محمد ﷺ وھو المنقول عن ابن عباسؓ لان لفظ الکوثر یتناول الکثر الکثیرۃ،فلیس حمل الایة علی بعض ھذہ النعم اولی من حملھا علی الباقی فوجب حملھا علی الکل ۔کبیر۔یعنی اس سے مراد ہر وہ خیر وبرکت اور ہر وہ نعمت مراد ہے جو اللہ تعالی نے رسول ﷺ کو عطا فرمائی ہو، یہ قول ابن عباسؓ سے منقول ہے،اور یہ قول قران کو بطریق اولی شامل ہے۔

وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَا أَعْبُدُ ﴿۳﴾ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ﴿۴﴾

اور جس کی میں عبادت کرتا ہوں اس کی تم عبادت نہیں کرتے ۔اور جن کی تم پرستش کرتے ہو ان کی میں پرستش کرنے والا نہیں ہوں

وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَا أَعْبُدُ ﴿۵﴾ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ﴿۶﴾

اور نہ تم اس کی بندگی کرنے والے (معلوم ہوتے) ہو جس کی میں بندگی کرتا ہوں ۔تم اپنے دین پر میں اپنے دین پر[۲]

---

[۱] عن فروة بن نوفل عن ابيه انه قال يارسول الله علمنى شيئا اقوله اذا اويت الى فراشى فقال اقْرَأْ "يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ " فانها براء ة من الشرک ۔ابوداودرقم:۵۰۵۵،ترمذی:۳۴۰۳۔فروہ بن نوفل اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے کوئی ایسی چیز یعنی آیت یا سورت سکھلا دیجئے جسے میں اپنے بستر پر جاکر (سونے سے پہلے) پڑھ لیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا قُلْ "يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ " پڑھ لیا کرو کیونکہ یہ سورت شرک سے بیزاری ہے،لہٰذا تو اسے پڑھ کر سو گئے،تو گویا شرک سے پاک ہو کر سو گئے اور مرو گے تو توحید پر مرو گے۔

[۲] امام بخاری اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "لا اعبد ما تعبدون" الآن ،ولا اجيبكم فيما بقى من عمرى، یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں: لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ،وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَا أَعْبُدُ ،وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ، وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَا أَعْبُدُ ،ان جملوں میں بظاہر تکرار ہے،اس تکرار کی وجہ سے امام بخاری بیان فرماتے ہیں:" لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ،وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَا أَعْبُدُ "یہ زمانہ حال سے متعلق ہے،اوراگلی دو آیات کا تعلق زمانہ استقبال سے ہے،ولا اجيبكم فيما بقى من عمرى، سے اسی کی طرف اشارہ کیا،لیکن اشکال یہ ہوتا ہے کہ آپؐ ان کے معبودوں کی عبادت مستقبل میں نہیں کریں گے یہ تو درست ہے لیکن کفار میں سے کئی لوگوں نے ایمان قبول کر کے آپؐ کے معبود یعنی اللہ تعالی کی عبادت کی تو ان کے حق میں یہ کہنا کہ تم بھی میرے معبود کی عبادت نہیں کرو گے کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟امام بخاری نے اس کا جواب دیا: وهم الذين قال: وليزيدن كثيرا منهم ما انزل اليک من ربک طغيانا وكفرا، یعنی "وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَا أَعْبُدُ "سے وہ کفار مراد ہیں جن کے بارے میں فیصلہ ہو گیا تھا کہ ان کے حق میں قران کی آیت کا نزول طغیان اور کفر کے اضافہ کا باعث ہو گا ان کے بارے میں "وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَا أَعْبُدُ "فرمایا گیا ہے،سب کے بارے میں نہیں فرمایا گیا ہے۔یا تکرار تاکید کے لئے ہے،تیسری وجہ یہ ہے کہ اول "ما" سے مراد معبودان باطلہ ہیں اور دوسرے سے مراد طریقہ شرکی وبدعی ہے۔

سورة نصر (مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

إِذَا جَاءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ﴿١﴾ وَرَأَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِيۡ دِيۡنِ اللّٰهِ

جب اللہ کی مدد آ پہنچی اور فتح (حاصل ہو گئی)۔اورتم نے دیکھ لیا کہ لوگ جوق درجوق اللہ کے دین میں

أَفۡوَاجًا ﴿٢﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ﴿٣﴾

داخل ہورہے ہیں تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرواوراس سے مغفرت مانگو بیشک وہ معاف کرنے والا ہے[1]

---

[1] یہ سورت باجماع امت مدنی ہے اوراس کا نام سورۃ التودیع بھی ہے تودیع کے معنی کسی کورخصت کرنے کے ہیں،اس سورت میں چونکہ رسول اللہ ﷺ کی وفات قریب ہونے کی طرف اشارہ ہے اس لئے اس کوسورت التودیع بھی کہا گیا۔

صحیح مسلم میں ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ سورت نصرقرآن کی اخری سورت ہے (قرطبی) مطلب یہ ہے کہ اسکے بعدکوئی مکمل سورت نازل نہیں ہوئی ،بعض آیات کانزول جواس کے بعد ہونا بعض روایات میں ہے وہ اس کے منافی نہیں، جیسا کہ سورۂ فاتحہ کوقرآن کی سب سے پہلی سورت اسی معنی میں کہا جاتا ہے کہ مکمل سورت سب سے پہلے فاتحہ نازل ہوئی ہے۔سورت 'اقرأ'اورسورت مدثر وغیرہ کی چندآیات کااس سے پہلے نازل ہونااس کے منافی نہیں۔

ابن عمرؓ نے فرمایا کہ یہ سورت حجۃ الوداع میں نازل ہوئی اس کے بعدآیت ''الیوم اکملت لکم دینکم''[المائدة:] نازل ہوئی ان دونوں کےنزول کے بعدرسول اللہ ﷺ اس دنیامیں صرف اسی (٨٠) روز رہے (اسی روز کے بعدوفات ہوگئی) ان دونوں کے بعدآیت کلالہ نازل ہوئی جس کے بعدرسول پاک ﷺ کی عمر کے کل پچاس دن رہ گئے تھے،اس کے بعدآیت ''لقدجائکم رسول من انفسکم عزیزعلیه ماعنتم ......الاية'' نازل ہوئی جس کے بعدعمر کےکل پینتیس (٣٥) روز باقی تھے،اس کے بعدآیت ''اتقوا یوماترجعون فيه الی اللّٰه'' نازل ہوئی،جس

کے بعد صرف اکیس روز (۲۱) اور مقاتل کی روایت میں صرف سات (۷) روز کے بعد وفات ہوگئی (قرطبی)۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس آیت اذا جاء نصر اللہ و الفتح میں فتح مکہ مراد ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ سورۂ فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی ہے یا بعد میں۔ لفظ اذا جاء سے بظاہر قبل فتح نازل ہونا معلوم ہوتا ہے اور روح المعانی میں بحرمحیط سے ایک روایت بھی اس کے موافق نقل کی ہے اس سورۂ کا نزول غزوہ خیبر سے لوٹنے کے وقت بیان کیا گیا۔ اور خیبر کی فتح فتح مکہ سے مقدم ہونا معلوم ومعروف ہے اور روح المعانی میں بسند عبد ابن حمید قتادہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اس سورۂ کے نزول کے بعد دو سال زندہ رہے اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ اس کا نزول فتح مکہ سے پہلے ہوا کیونکہ فتح مکہ سے وفات تک دو سال سے کم مدت ہے۔

فتح مکہ رمضان ۸ھ میں ہوئی اور وفات ربیع الاول ۱۱ھ میں۔ اور جن روایات میں اس کا نزول فتح مکہ یا حجۃ الوداع میں نازل ہونا بیان کیا گیا ہے ان کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ اس موقع پر رسول کریم ﷺ نے یہ سورت پڑھی ہوگی جس سے لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ یہ ابھی نازل ہوئی ہے۔

متعدد احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ میں ہے کہ اس سورت میں رسول کریم ﷺ کی وفات کا وقت قریب آجانے کی طرف اشارہ ہے کہ اب آپ کی بعثت اور دنیا میں قیام کا کام پورا ہو چکا اب تسبیح واستغفار میں لگ جائے، جیسا کہ حدیث بخاری میں ہے کہ :'عن ابن عباسؓ قال: کان عمرؓ یدخلنی مع اشیاخ بدر،فکأن بعضهم وجد فی نفسه ، فقال:لم تدخل هذامعناولناأبناء مثله؟فقال عمرؓ:إنه ممن علمتم:فدعاهم ذات یوم فأدخله معهم، فمارؤیت أنه دعانی فیهم یومئذإلالیریهم،فقال:ماتقولون فی قول الله'عزوجل'' إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ''؟فقال بعضهم:أمرناأن نحمدالله ونستغفره إذاجاء نصرناوفتح علینا،وسکت بعضهم فلم یقل شیئا،فقال لی: کذالک یل تقول یاابن عباس؟فقلت: لا،فقال:ماتقول؟فقلت:هوأجل رسول الله ﷺ أعلمه له،قال:''إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ''فذٰلک علامة أجلک''فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ''فقال عمربن الخطابؓ: لاأعلم منهاإلاماتقول'[بخاری، کتاب التفسیر]

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بڑی عمر والے بدری مجاہدین کے ساتھ ساتھ عمرؓ مجھے بھی شامل کرلیا کرتے تھے،تو شاید کسی کے دل میں اس سے کچھ ناراضگی پیدا ہوئی ہوگی، اس نے کہا کہ یہ ہمارے ساتھ نہ آیا کریں، ان جتنے تو ہمارے بچے ہیں، عمرؓ نے فرمایا کہ تم انہیں خوب جانتے ہو، ایک دن سب کو بلایا اور مجھے بھی یاد فرمایا، میں سمجھ گیا کہ آج انہیں کچھ دکھانا=

سورة لهب (مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

تَبَّتۡ يَدَآ أَبِىۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ ﴿۱﴾ مَآ أَغۡنٰى عَنۡهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ﴿۲﴾

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو۔ نہ تو اس کا مال ہی اس کے کچھ کام آیا اور نہ وہ جو اس نے کمایا

= چاہتے ہیں، جب ہم سب جا پہنچے تو امیر المؤمنین نے ہم سے پوچھا کہ سورۃ 'إذا جـــاء' کی نسبت تمہیں کیا علم ہے؟ بعض نے کہا اس میں ہمیں اللہ تعالی کی حمد وثناء بیان کرنے اور گناھوں کی بخشش چاہنے کا حکم کیا گیا ہے کہ جب مدد الٰہی آجائے اور ہماری فتح ہو تو ہم یہ کریں، اور بعض بالکل خاموش رہے، تو آپؓ نے میری طرف توجہ فرمائی اور کہا کیا تم بھی یہی کہتے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا پھر اور کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال کا پیغام ہے، آپ ﷺ کو معلوم کرایا جا رہا ہے کہ اب آپ ﷺ کی دنیوی زندگی ختم ہونے کو ہے آپ ﷺ تسبیح اور حمد میں اور استغفار میں مشغول ہو جائیے، عمرؓ نے فرمایا یہی میں بھی جانتا ہوں۔

ورأيـــت الـنـــاس: ۔ فتح مکہ سے پہلے بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی تھی جن کو رسول کریم ﷺ کی رسالت اور اسلام کی حقانیت پر تقریبا یقین ہو چکا تھا، مگر اسلام میں داخل ہونے سے ابھی تک قریش کی مخالفت کے خوف سے یا کسی تذبذب کی وجہ سے رکے ہوئے تھے۔ فتح مکہ نے وہ رکاوٹ دور کر دی، تو فوج در فوج یہ لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

فسبـح بـحـمـد ربک: عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ جب کوئی نماز پڑھتے تو یہ دعا کرتے تھے: **سبـحـانـک الـلهـم ربـنـا وبـحـمـدک الـلهـم اغـفـرلـی** (رواہ البخاری، کتاب التفسیر)

سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ﴿۳﴾ وَامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ﴿۴﴾

وہ جلد بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہو گا۔ اور اس کی جورو بھی جو ایندھن سر پر اٹھائے پھرتی ہے۔

فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ﴿۵﴾

اس کے گلے میں مونجھ کی رسی ہوگی[1]

---

[۱] صحیحین میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر آیت ''وأنذر عشیرتک الأقربین'' نازل ہوئی تو آپ ﷺ کوہ صفا پر چڑھ کر اپنے قبیلہ قریش کے لوگوں کو آواز دی، بعض روایات میں ہے کہ 'یاصباحاہ' کہہ کر یا بنی عبدمناف اور یا بنی عبدالمطلب وغیرہ ناموں کے ساتھ آواز دی (اس طرح آواز دینا عرب میں خطرہ کی علامت سمجھا جاتا تھا) سب قریش جمع ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ دشمن (تم پر چڑھ آیا ہے) اور صبح وشام میں تم پر ٹوٹ پڑنے والا ہے، کیا آپ لوگ میری تصدیق کروگے، سب نے یک زبان ہوکر کہا کہ ہاں ضرور تصدیق کریں گے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں ڈراتا ہوں ایک عذاب شدید سے (جو شرک وکفر پر اللہ تعالی کیطرف سے مقرر ہے) یہ سن کر اُبولہب نے کہا 'تبالک ألهذا جمعتنا' ہلاکت ہو تیرے لئے کیا تو نے ہمیں اس کے لئے جمع کیا تھا اور آپ ﷺ کو مارنے کے لئے ایک پتھر اُٹھالیا، اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔[بخاری، کتاب التفسیر]

اس میں اُبولہب اور اس کی بیوی اُم جمیل اور بیٹے عتبہ تینوں کا انجام بتلا کر متنبہ کیا گیا ہے، کہ ہر مرد یا عورت اپنا ہو یا بیگانہ، بڑا ہو یا چھوٹا، جو بھی حق کی عداوت پر کمر باندھے گا وہ آخر کار تباہ وبرباد اور ذلیل وخوار ہوکر رہے گا، پیغمبر ﷺ کی قریبی قرابت بھی اسے بچا نہ سکے گی، یہ قرابت ایمان وعمل کے ساتھ تو مفید ہوسکتی ہے، مگر اس کے بغیر کوئی قیمت نہیں رکھتی، اس کی شکست اور ناکامی پر آخری مہر اس طرح لگی، کہ جس دین کی بیخ کنی کے لئے اس نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا اسی دین کو اس کی اولاد نے قبول کیا۔ اس سورت کا حاصل یہ ہے کہ پیغمبر ﷺ سے عداوت رکھنے کا انجام تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اُبولہب کی بیوی، اُم جمیل مالدار ہونے کے باوجود سخت بخیل تھی جنگل سے خود لکڑیاں چن کر لایا کرتی تھی اور کانٹے=

سورة الاخلاص (مكية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ﴿١﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴿٢﴾ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ﴿٣﴾

کہو کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ ایک ہے۔ معبود برحق جو بے نیاز ہے۔ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ﴿٤﴾

اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔[1]

= نبی کریم ﷺ کے راستے میں ڈال دیا کرتی تھی، ایک دن وہ لکڑیاں کمر پر رکھ کر لا رہی تھی اور رسی اپنی پیشانی سے باندھ رکھی تھی، راستے میں ستانے اور آرام کرنے کے لئے بیٹھ گئی ایک فرشتہ پیچھے سے آیا اور اس نے وہ لکڑیاں کھینچیں تو رسی اس کی پیشانی سے سرک کر گلے میں آ گئی اور گلا گھٹ جانے سے وہ مرگئی، قرآن کریم نے اس کو "حمالة الحطب" کہا ہے۔

بعض نے کہا "حـمـالة الـحـطب" کے معنی چغلخور کے لئے ہیں اور محاوارات عرب میں اسی معنی میں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے، جیسے فارسی میں بھی ایسے شخص کو 'ہیزم کش' کہتے ہیں، مجاہد نے یہی معنی کئے ہیں۔[بخاری، وقرطبی]

[۱] عـن عـائشةؓ ان الـنـبـی ﷺ کـان اذا اوی الـی فـراشـه کـل لیلة جمع کفیـه ثم نفث فیهـمـافقرأفیهما قل هو الله احد، وقل اعوذ برب الفلق، وقل اعوذبرب الناس، ثم یمسح بهماما استـطـا ع مـن جسـده یبـدأبهـماعلی رأسه ووجهه وماأقبل من جسده یفعل ذلک ثلاث مرات (بـخـاری: ۵۷۴۸، ۵۰۱۷) عائشہؓ فرماتی ہے کہ رسول کریم ﷺ روزانہ رات میں جب اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو سونے سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ ملا کر ان پر دم کرتے اور پھر ان پر ﴿قل هو الله احد﴾ ﴿قل اعوذ بـرب الـفـلـق﴾ ﴿قـل اعـوذبـرب الـنـاس﴾ پڑھتے اور پھر اپنے دونوں ہاتھ اپنے جسم پر جہاں تک ہوسکتا پھیرتے، پہلے آپؐ ہاتھ پھیرنا، اپنے سر، منہ اور بدن کے آگے حصہ سے شروع کرتے (اس کے بعد بدن کے

دوسرے حصوں پر پھیرتے) آپ ﷺ یہ عمل (یعنی پڑھنا، دم کرنا، اور بدن پر دونوں ہاتھوں کا پھیرنا) تین مرتبہ کرتے تھے۔اس حدیث سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اپنے ہاتھوں پر دم تو پہلے کرتے تھے اور پڑھتے بعد میں تھے ، چنانچہ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ ﷺ یہ طریقہ اس لئے اختیار فرماتے تھے تا کہ ساحروں کی مخالفت ظاہر ہو، کیونکہ وہ پہلے پڑھتے ہیں اور بعد میں دم کرتے ہیں ،بعض علما کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے دم کرنے کا ارادہ کرتے پھر پڑھتے اور اس کے بعد دم کرتے ۔

یہ سورت ان سورتوں میں سے ہیں جو کہ متکثر الاسماء ہیں: رازی وغیرہ نے یہ نام لکھیں ہیں۔

(۱) سورت التفريد (۲) سورة التجريد (۳) سورة التوحيد (۴) سورة الاخلاص (۵) سورة النجاة (۶) سورة الولاية (۷) سورة النسبة (۸) سورة المعرفة (۹) سورة الجمال (۱۰) سورة المقشقشة (۱۱) سورة المعوذة (۱۲) سورة الصمد (۱۳) سورة الاساس (۱۴) سورة المانعة (۱۵) سورة المحضر (۱۶) سورة المنفرة (۱۷) سورة البرأة (۱۸) سورة المذكرة (۱۹) سورة النور (۲۰) سورة الامان۔

(۲) عن ابی الدرداءؓ قال : قال رسول اللهﷺ :ايعجز احدكم ان يقرأ فی ليلة ثلث القرآن، قالوا وكيف يقرأ ثلث القرآن؟قال قل هو الله احد تعدل ثلث القران.مسلم: ۱۸۱۱،والنسائی فی الکبری:۱۰۵۳۷ . ابوالدرداءؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص ایک رات میں تہائی قرآن پڑھنے سے عاجز ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ تہائی قرآن کیسے پڑھا جائے؟ آپؐ نے فرمایا ”قل هو الله احد“ تہائی قرآن کے برابر ہے،جس شخص نے رات میں یہ سورت پڑھ لی گویا اس نے تہائی قرآن پڑھ لیا۔

قرآن کریم میں بنیادی طور پر تین قسم کے مضمون مذکور ہیں:(۱) قصص (۲) احکام (۳) توحید۔ چونکہ سورت اخلاص میں باری تعالی کی توحید نہایت اونچے اور بلیغ انداز میں بیان ہے، یا یوں کہے کہ پورے قران مجید میں توحید کے بارہ میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے،سورت اخلاص اس کا خلاصہ اور حاصل ہے اس لئے سورت اخلاص پڑھنا تہائی قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔

اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس ارشاد گرامی کا حاصل یہ ہے کہ ”قل هو الله احد“ کا ثواب تہائی قرآن کے اصل ثواب کے بقدر مضاعف کیا جاتا ہے،(یعنی بڑھایا جاتا ہے)اس طرح ان دونوں اقوال میں ایک لطیف فرق

پیدا ہو گیا ہے، پہلے قول اور پہلی وضاحت کا مطلب تو یہ ہوا کہ اگر کوئی شخص سورۃ"قل ھو اللہ احد" تین مرتبہ پڑھے تو یہ لازم نہیں آتا کہ اسے پورے قرآن کا ثواب ملے۔ جبکہ دوسرے قول کے مطابق"قل ھو اللہ احد" تین مرتبہ پڑھنے سے ایک پورے قرآن کا اصل ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔

عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو امیر بنا کر ایک لشکر کے ساتھ بھیجا وہ شخص نماز میں اپنے رفقاء کی امامت بھی کرتا تھا اور (اس کا معمول تھا کہ اپنی قرأت) قل ھو اللہ احد پر ختم کرتا تھا، جب وہ (لشکر کے لوگ) واپس آئے تو انہوں نے اس کا تذکرہ نبی ﷺ سے کیا، آپؐ نے ان سے فرمایا کہ اس شخص سے دریافت کرو کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ یہ اس لئے کرتا ہوں کہ اس سورت میں رحمٰن ، اللہ تعالی کی صفت (وحدانیت) بیان کی گئی ہے، اور میں اسے پسند کرتا ہوں کہ (اللہ کی صفت وحدانیت کے اظہار کے پیش نظر) اس سورت کو ہمیشہ پڑھتا رہوں، نبی کریم ﷺ نے یہ سنکر فرمایا کہ اس شخص کو خبر دو کہ اللہ تعالی اس کو دوست رکھتا ہے، کیونکہ وہ (اللہ تعالی کو دوست رکھتا ہے)۔

شیخ ابن عربیؒ نے اشارات کا بیان تطویل سے لکھا کہ جس کا خلاصہ یہ کہ (قــــــل) حکم عین الجمع سے مظہر تفصیل پر وارد ہے (ھــــو) حقیقت اُحدیت یعنی ذات صرف بدون لحاظ اعتبار ہے، اور سوائے اللہ تعالی کے کسی میں اس کی معرفت نہیں ہے، (اللہ) ضمیر مذکور سے بدل ہے، اور یہ اسم ذات مع جمیع صفات ہے، اسی طرح بدل ومبدل منہ کے بیان سے ظاہر ہوا کہ صفات حق تعالی اس کی ذات پاک سے امر زائد نہیں ہیں، بلکہ عین ذات ہیں، اور فرق فقط اعتباری سمجھ میں ہے، اسی وجہ سے اس سورت کا نام اخلاص ہے یعنی ذات پاک کو لگاؤ سے خالص کرنا۔

مترجم کہتا ہے کہ صوفیہ کا یہی قول ہے کہ صفات الٰہیہ عین ذات ہیں، اور متکلمین کا یہ قول ہے کہ زائد ہیں لیکن غیر نہیں، اور نہ عین ہیں، اور علماء محدثین اور صالحین نے کہا کہ یہ سب فضول کلام ہے، ہم قرآن وحدیث پر ایمان لائے، پس ہم اللہ تعالی اور اس کے صفات سب پر ایمان لائے، جب آخرت میں جنت میں اس کے فضل سے پہونچے تو ہم اپنی مراد کو پہونچے اور یہی ہمارا مقصود ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ یہ بہت سیدھا طریقہ ہے اور بارہا ذکر ہوا کہ اللہ تعالی نے مخلوق کو پیدا کیا اور مخلوق کے اندر عقل کو پیدا کیا تو غیر ممکن ہے کہ عقل اسکے ادراک کر سکے، اگر کہا جاوے کہ یہاں "اللہ أحـــــــد" فرمایا اور دیگر آیات میں "الـواحد" فرمایا ہے؟ جواب، فرق دونوں میں کچھ نہیں سوائے اسکے کہ 'أحد' خالص ذات ہے 'واحد' ذات مع صفات

ہے، پس اول 'ھو' فرمایا یعنی خالص حقیقت محضہ، اور اسکا بدل 'اللہ' فرمایا یعنی ذات مع صفات کے پھر فرمایا 'أحد' تا کہ سمجھ لیا جاوے کہ کثرت کوئی چیز نہیں ہے بلکہ وہ عین اُحدیت ہے، جیسے سمندر میں کوئی شخص قطرے اپنے وہم میں تصور کرے تو اس کثرت قطرات سے سمندر کے ایک ہونے میں کچھ خلل نہیں ہوسکتا ہے، "اللہ الصمد" یعنی ذات جامع الصفات جل جلالہ جمیع اشیاء کا مرجع ہے اُسی سے سب کا قیام ہے کیونکہ ہر چیز اُسی کی طرف محتاج ہے، جب وہ پیدا کرے اور اپنی قدرت میں باقی یعنی ظاہر رکھے تب تک وہ چیز ہماری نظر میں باقی رہتی ہے، اور جب اس نے یہ ظہور مٹا دیا تو وہ دوسرے جہان میں ظاہر ہے، پس وہی غنی مطلق ہے اور باقی کل چیزیں اُسی کی محتاج ہیں جیسے فرمایا کہ "**یاأیھاالناس أنتم الفقراء و اللہ ھو الغنی الحمید**" [فاطر:۱۵]

یعنی اللہ تعالی ہی غنی ہے اور تم سب محتاج ہو، واضح ہو کہ جب ہر چیز کا وجود ایسا ہے کہ خواہ مخواہ ہونا واجب نہیں رکھتا کیونکہ وہ چیز کبھی نہ تھی پھر ہوئی پھر نیست ہوگئی تو خود ظاھر ہے کہ اگر وہ خود ضرور ہوتی تو ہمیشہ سے ہوتی اور ہمیشہ رہتی تو معلوم ہوا کہ الوہیت کے لائق کوئی چیز نہیں ہے، اور معلوم ہوگیا کہ "**لم یلد**" یعنی اللہ تعالی واجب الوجود قدیم ازلی ہے، اور کوئی چیز نہ تھی جو فرزند ہو کیونکہ اوپر بیان ہوا کہ کسی میں وجود ذاتی نہیں ہے نہ اسکا مادہ ہوسکتا ہے اور نہ نتیجہ ہوسکتا ہے کیونکہ جو چیزیں ہیں وہ اسکے پیدا کرنے سے ظاہر ہیں، تو اپنی ذات سے نیست ہیں تو اسکی جنس نہیں ہوسکتی ہیں کیونکہ سب چیزیں محض عدم و نیست ہیں، پس نہ کسی میں سوائے اُسکے اُلوہیت ہے، اور نہ بیٹا ہے، نہ جورو ہے اور نہ اسکا کوئی ہمسر ہے، کیونکہ ذات واجب قدیم کے مقابلہ میں کیونکر یہ سب نیست چیزیں کچھ ہوسکتی ہیں۔[مواھب الرحمٰن]

"**ھو**" ضمیر بیضاوی نے کہا کہ یہ ضمیر شان ہے، **ھو زید منطلق** کی طرح، ابتداء کی وجہ سے یہ مرفوع ہے، اور "**اللہ أحد**" جملہ اس کی خبر ہے، اور 'ھو' کے ہوتے ہوئے عائد کی ضرورت نہیں ہے، یا یہ ضمیر اس مسئول کو راجع ہے جس کے متعلق استفسار کیا جارہا تھا جو کہ حدیث میں ہے کہ عن أبی بن کعبؓ: **أن المشرکین قالوا للنبی ﷺ یامحمد! انسب لنا ربک فأنزل اللہ: ﴿قل ھو اللہ أحد، اللہ الصمد، لم یلد ولم یولد، ولم یکن لہ کفوا أحد﴾** ' [مسند أحمد: ۵/۱۳۳، ۱۳۴، وغیرہ] یعنی مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اپنے رب کے نسب و اوصاف بیان کرو، اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ یعنی اللہ کی نسب و نسبت یہ سورت ہے۔ کمالین والے لکھتے ہیں اس جملہ میں اللہ تعالی کے لئے 'أحد' کا لفظ جس طرح استعمال کیا گیا ہے وہ عربی زبان میں غیر معمولی ہے،

یوں تو اس کا استعمال بہت سے طریقوں سے ہوتا ہے، لیکن قرآن کریم کے علاوہ عربی زبان میں محض وصف کے

طور پراس کے استعمال کی کوئی نظیر نہیں ملتی،قرآن نے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے اس کا استعمال کیا ہے،اس غیر معمولی استعمال طرز بیان سے خود بخود یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یگانہ اور یکتا ہونا اللہ کی صفت ہے،یعنی وہ اکیلا ہے اسکا کوئی ثانی نہیں ہے،پس مشرکین اور اَہل کتاب کے سوالات کا مختصرًا حل اس طرح ہوا کہ وہی اکیلا رب ہے،وہی اکیلا اِلٰہ ،وہی اکیلا خالق ،مالک الملک ،مدبر منتظم ،ورازق وغیرہ ہے،ربوبیت کے ان کاموں میں جن کو تم مانتے ہو کہ یہ اللہ ہی کے کام ہیں،اس کا کوئی شریک نہیں ہیں،انہوں نے یہ بھی پوچھا تھا کہ وہ کس چیز سے بنا ہے،اس کا نسب کیا ہے،اس کی جنس کیا ہے،وہ کس کا وارث ہے،اس کا وارث کون ہوگا؟

اور لفظ 'اللہ' سے تو دہریوں اور منکرین اِلٰہ پر رد ہو گیا جو بالکل اِلٰہ کے قائل ہی نہیں ہیں،اوراس کائنات کو محض لخت واتفاق کا ایک نتیجہ قرار دیتے ہیں،یا مادہ کو قدیم مانتے ہیں،اسی طرح لفظ **'أحد'** سے ان لوگوں پر رد ہو گیا جو ایک سے زائد معبود مانتے ہیں،خواہ وہ مجوس ہوں جو خالق خیروشر یزدان واہرمن الگ الگ مانتے ہیں،یا ہنود،یا آج کل کے قبر پرست۔امام رازی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت میں فقط 'الواحد اور الاحد' آیا ہے،اور علاوہ اس کے وحد،اور وحید وغیرہ جو اس معنی میں ہیں،صفت اِلٰہی میں نہیں آتے ہیں۔

''الصمد'' علیؓ،عکرمہ،کعب احبار کے نزدیک ''صمد''وہ ہے جس سے بالاتر کوئی نہ ہو،عبداللہ بن مسعودؓ،ابن عباسؓ،ابووائل ،شقیق بن سلمہؒ کے نزدیک سردار کامل کے معنی میں ہے،اور ابن عباسؓ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایسا سردار جو اپنی سیادت،شرف وعظمت،علم وبردباری،حکمت میں کامل ہو،وہ ''صمد'' کہلائے گا۔اور یہ بھی فرمایا کہ وہ سردار جس کی طرف لوگ مصیبت میں رجوع کریں۔اَبو ہریرہؓ فرماتے ہیں وہ جو سب سے بے نیاز ہو اور سب اس کے محتاج ہوں،عکرمہؒ کے اور بھی اقوال ہیں: مثلاً وہ چیز کہ جس میں سے نہ کبھی کوئی چیز نکلی ہو،نہ نکلتی ہو،اور جو نہ کھاتا نہ پیتا ہو،سدی کہتے ہیں کہ جو مطلوب حاصل کرنے کا ذریعہ ہو یا مصائب دور ہونے کے لئے اس کی طرف رجوع کیا جائے،سعید بن جبیرؒ کے نزدیک جو صفات واعمال میں کامل ہو،ربیع بن انسؓ کے نزدیک جس پر کوئی آفت نہ آتی ہو،اور مقاتل بن حیان کے نزدیک بے عیب کے معنی ہیں۔ابن کیسان کے نزدیک وہ کہ جس کی صفت سے کوئی دوسرا متصف نہ ہو سکے،حسن بصریؒ،قتادہؒ کے نزدیک جو باقی رہنے والا لازوال ہو،مرۃ الہمدانیؒ کے نزدیک وہ جو اپنی مرضی اور کام میں خود مختار،آزاد ہو،اس کے حکم اور فیصلہ کے آگے دم مارنے کی مجال نہ ہو،ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ لوگ جس کی طرف حاجات میں رجوع کریں۔

ابوبکر انباریؒ کا کہنا یہ ہے کہ اہل لغت اس پر متفق ہیں کہ 'صمد' اس سردار کو کہتے ہیں جس سے بالاتر کوئی سردار نہ

ہو،اورجس کی طرف لوگ اپنے معاملات وضروریات میں رجوع کریں،زجاج کہتے ہیں کہ جس پر سرداری ختم ہوگئی ہواورلوگ اپنی حاجتوں میں اس کی طرف رجوع کریں۔

امام طبرانی نے کتاب السنہ میں ان سب اقوال کونقل کر کے فرماتے ہیں: **و کل هذه صحيحة وهو صفات ربناعزوجل هو الذی یصمدالیه فی حوائج ، وهوالذی قدانتهاسودده ،وهو الصمد الذی لاجوف له، لایأکل ولایشرب وهو الباقی بعدخلقه۔**

اس تفصیل سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ لفظ ''احد'' چونکہ اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے،اس لئے نکرہ لانا کافی سمجھا گیا، لیکن ''صمد'' کا لفظ چونکہ مخلوق کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے،اس لئے ''الصمد'' معرفہ استعمال کیا گیا ہے،جس کا مطلب یہ ہے کہ اصلی صمد اللہ ہے اورمخلوق کواگر کسی حیثیت سے صمد کہا بھی جائے تو جزوی لحاظ سے ہوگا،کیونکہ مخلوق اللہ کی طرح لازوال نہیں بلکہ فانی ہے۔مرکب ہوتی ہے جس میں تقسیم وتجزیہ ہوکر کسی وقت اس کے اجزاء بکھر سکتے ہیں۔مخلوقات میں احتیاج بھی ہے اوران کی سیادت بھی اضافی ہے، اوراس کی برتری بھی مطلق نہیں بلکہ اضافی ہے۔اسی طرح مخلوق کی حاجت برابری اورحاجت روائی بھی اضافی ہوگی،برخلاف اللہ تعالی کے اس کی صمدیت ہرحیثیت سے کامل ومکمل ہے،اس لئے وہی ''الصمد'' کا مصداق ہے،اس سے جاہلوں پرردہوگیا جوکسی غیراللہ کوکسی درجہ میں اختیاررکھنے والا سمجھتے ہیں،اسی طرح فرقہ آریہ کا بھی ردہوگیا جو مادہ اورروح کی قدیم ہونے کی قائل ہیں اوران دونوں کی طرف اللہ کومحتاج مانتے ہیں،ان دونوں کواللہ کامحتاج نہیں مانتے۔

علی ابن ابی طلحہ نے اپنی تفسیر (الصحیفہ) میں عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ: **(الصمد)هوالسيدالذی قدکمل فی سودده،و الشريف الذی قدکمل فی شرفه و العظيم الذی قدکمل فی عظمته،و الحليم الذی قدکمل فی حلمه،و العليم الذی قدکمل فی علمه،و الحكيم الذی قدکمل فی حکمته، وهو الذی قدکمل فی انواع الشرف وا لسودد،وهوالله‌سبحانه،هٰذه صفته لاتنبغی الا له،ليس له کفؤ، و ليس کمثله شیء،سبحان الله الواحدالقهار** ۔یعنی **الصمد** کے معنی وہ سید جوسرداری میں کامل ہواوروہ شریف جوشرافت میں کامل ہواوروہ عظیم جوعظمت میں کامل ہو،اوروہ علیم جوعلم میں کامل ہو،اوروہ حکیم جوحکمت میں کامل ہو،خلاصہ یہ کہ **الصمد** وہ ہے جوسب صفات کمال میں کامل ہو۔

ایک حدیث میں اس آیت کو'**الصمد**' کی تفسیر ٹھہرایا یعنی **الصمد** وہ ہے کہ ﴿ **لم يلد ولم يولد**﴾ **عن**

بریدۃؓ ان رسول اللہ ﷺ سمع رجلا یقول: اللھم انی اسألک بانک انت اللہ لااله الا انت، الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد، فقال: دعا اللہ باسمه الاعظم الذی اذا سئل به اعطی واذا دعی به اجاب. (رواہ الترمذی: رقم: ۳۴۷۵، ابوداود: رقم: ۱۴۹۳) بریدہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا کہ: اے الٰہی! میں تجھ سے اپنا مقصود ومطلوب اس وسیلہ کے ساتھ مانگتا ہوں کہ تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ایسا یکتا اور بے نیاز ہے کہ نہ تو اس نے کسی کو جنا اور نہ اسے کسی نے جنا، اور اس کا کوئی ہمسر نہیں یہ سنکر آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص نے اللہ تعالی سے اسم اعظم کے ساتھ دعا مانگی، ایسا اسم اعظم کہ جب اللہ تعالی سے اس کے ذریعہ سوال کیا جاتا ہے تو وہ سوال پورا کرتا ہے، اور جب اس کے ذریعہ دعا مانگی جاتی ہے تو اللہ تعالی اسے قبول کرتا ہے، یعنی وہ دعا اکثر قبول ہوتی ہے۔

زیادہ صحیح بات تو یہی ہے کہ اسم اعظم اللہ تعالی کی اسماء میں پوشیدہ ہے، تعین کے ساتھ اس کا کسی کو علم نہیں ہے، جیسا کہ (لیلۃ القدر) لیکن جمہور علماء کہتے ہیں کہ اسم اعظم لفظ ''اللہ'' ہے، اور سید عبدالقادر جیلانی کے قول کے مطابق اس شرط کے ساتھ کہ زبان سے جب ''اللہ'' ادا ہو تو دل میں اللہ کے علاوہ اور کچھ نہ ہو، یعنی اس اسم پاک کی تاثیر اسی وقت ہوگی جبکہ اللہ کو پکارتے وقت دل ماسوی اللہ سے بالکل خالی ہو۔ اس اسم اعظم کے سلسلے میں علماء کے اور بھی اقوال ہیں۔

بعض علماء نے سؤال اور دعا میں یہ فرق نقل کیا ہے کہ سؤال کے معنی ہیں طلب کرنا جیسے کہ کہا جائے، ''**اللھم اعطنی**''، یعنی اے اللہ مجھے فلاں چیز عطا کر اور اس کے جواب میں اللہ کی عطا یعنی اس کا دینا، اور دعا کے معنی ہیں پکارنا، جیسے کہ کہا جائے یا اللہ! اور اس کے جواب اللہ کی طرف سے اجابت یعنی قبول کرنا ہے، جیسے اللہ تعالی بندہ کی پکار پر فرمائے، **لبیک عبدی**، ہاں اے میرے بندے۔ ''**لم یلد ولم یولد**'' اس سے نصاریٰ ویہود کا شرک باطل ہوا کیونکہ یہ دونوں صفتیں نقصان کی ہیں۔ ''**ولم یکن له کفوا احد**'' مجاہد نے کہا کہ نہ اس کی زوجہ ہے کیونکہ زوجہ انسان کی کفو ہوتی ہے اور ہر ایک چیز کا جوڑا اس کا کفو ہے۔ قرآن کریم میں بکثرت یہود ونصاریٰ کے باطل خیال کو رد کیا اور ان کے خیال کو بہت قبیح کلمہ قرار دیا، کہ قریب ہے کہ ان کی بدزبانوں کے کلمہ سے جو بیٹا یا جوروں بناتے ہیں آسمان پٹ جاوے اور پہاڑ منہدم ہو، بلکہ ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ تعالی کے سامنے تابعدار بنکر آوے گی ﴿تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِن فَوْقِهِنَّ وَالْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَن فِي الْأَرْضِ أَلَا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (شوریٰ: ۵)۔

سورة الفلق(مكية)[١]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

قُلۡ أَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ﴿۱﴾ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿۲﴾

کہو کہ میں صبح کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں۔ ہر چیز کی بُرائی سے جو اس نے بنائی۔

وَمِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ﴿۳﴾ وَمِنۡ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الۡعُقَدِ ﴿۴﴾

اور شبِ تاریک کی بُرائی سے جب اس کا اندھیرا چھا جائے، اور گنڈوں پر (پڑھ پڑھ کر) پھونکنے والیوں کی بُرائی سے

وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾

اور حسد کرنے والے کی بُرائی سے جب وہ حسد کرنے لگے۔

---

[١] عن عائشةؓ قالت كان رسول اللهﷺ سحر حتى كان يرى انه ياتى النساء ولاياتيهن ،قال سفيان وهذا اشدمايكون من السحر اذاكان كذا،فقال ياعائشة ! اعلمت ان اللهتعالى قدافتانى فيما استفتيته فيه،اتانى رجلان فقعداحدهماعندرأسى والاخرعندرجلى فقال الذى عندرأسى للاخر،مابال الرجل؟قال مطبوب،قال ومن طبه ؟قال لبيدبن اعصم ،رجل من بنى زريق حليف اليهود،كان منافقا،قال:وفيم؟قال فى مشط ومشاقة قال واين؟قال فى جف طلعة ذكرتحت رعوفة فى بئرذروان ،قالت فاتى النبىﷺ البئرحتى استخرجه فقال هذه البئرالتى اريتهاوكان مائهانقاعة الحناء،وكأن نخلهارؤوس الشياطين ، قال فاستخرج ، قالت فقلت افلا اى تنشرت؟فقال امّاالله فقدشفانى واكره ان اثيرعلى احدمن ا لناس شرا(بخارى: كتاب الطب)۔

عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ پر جادو کیا گیا آپ سمجھتے تھے کہ آپؐ ازواج مطہرات کے پاس آئے حالانکہ

نہ آئے تھے۔ (سفیان فرماتے ہیں کہ یہی سب سے بڑا جادو کا اثر ہے) جب یہ حالت آپ ؐ کی ہوگئی، ایک دن آپؐ فرمانے لگے کہ عائشہ! میں نے اپنے رب سے پوچھا اور میرے پروردگار نے بتلا دیا، دو شخص آئے ایک میرے سرہانے بیٹھا، ایک پائنیتیوں، سرہانے والے نے اس دوسرے سے پوچھا ان کا کیا حال ہے؟ دوسرے نے کہا ان پر جادو کیا گیا ہے، پوچھا کس نے جادو کیا ہے؟ کہا لبید بن اعصم جو بنی زریق کے قبیلے کا ہے جو یہود کا حلیف ہے اور منافق شخص ہے، کہا کس چیز میں؟ کہا سر کے بالوں اور کنگھی میں، پوچھا دکھا کہاں ہے؟ کہا نر کھجور کے درخت کے چھال میں پتھر کی چٹان تلے ذروان کے کوئیں میں، پھر نبی ﷺ اس کوئیں کے پاس تشریف لائے، اور اس میں سے وہ نکلوایا، اس کا پانی ایسا تھا گویا مہندی کا گدلا پانی، اس کے پاس کے کھجوروں کے درخت شیطانوں کے سر جیسے تھے، میں نے کہا بھی کہ یارسول اللہ ان سے بدلہ لینا چاہیئے، آپؐ نے فرمایا: ﴿الحمدﷲ﴾، اللہ تعالی نے مجھے تو شفاء دیدی اور میں لوگوں میں برائی پھیلانا پسند نہیں کرتا۔

دلائل النبوۃ بیھقی میں ہے کہ یہ دونوں سورتیں ایک ساتھ ہی نازل ہوئی ہیں، اس لئے ان دونوں سورتوں کا نام معوذتین رکھا گیا ہے، ان کے مضامین بھی ایک دوسرے سے قریبی مناسبت رکھتے ہیں، تاہم یہ دونوں سورتیں الگ الگ ہیں اور مصحف عثمانی میں الگ الگ ناموں سے لکھی ہوئی ہیں، پہلی سورت جس میں پانچ (۵) آیات ہیں، دنیاوی مضرات سے استعاذہ کیا گیا ہے، اور دوسری سورت جس میں چھ (۶) آیات ہیں دینی مضرتوں سے استعاذہ کا بیان ہے، اس طرح تمام شرور سے استعاذہ، اور اللہ پر توکل کی تعلیم ہے۔

حدیث میں ہے کہ: ''**عن عبداللہ بن خبیبؓ قال خرجنا فی لیلۃ مطر و ظلمۃ شدیدۃ نطلب رسول اللہ ﷺ فأدرکناہ فقال: قل ،قلت ما أقول؟ قال: قل ھو اللہ أحد والمعوذتین حین تصبح وحین تمسی ثلاث مرات تکفیک من کل شئ**'' [رواہ الترمذی، رقم: ۳۵۷۵، وأبوداؤد، رقم: ۵۰۸۲، والنسائی: ۸/۲۵۰]

عبداللہ بن خبیبؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سخت اندھیری اور بارش کی رات میں رسول اللہ ﷺ کو ڈھونڈھتے ہوئے نکلے (یعنی آپ ﷺ کہیں تشریف لے جارہے تھے ہم بھی آپ کو ڈھونڈھتے ہوئے نکلے تاکہ آپ ﷺ کے ہمراہ جائیں) چنانچہ ہم نے آپ کو پالیا، آپ نے اس وقت فرمایا کہ پڑھو! میں نے عرض کیا کہ کیا پڑھوں، آپ نے فرمایا ''صبح اور شام کے وقت تین مرتبہ **قل ھو اللہ أحد، قل أعوذ برب الفلق** اور **قل أعوذ برب الناس** پڑھ لیا کرو، یہ تمہیں

ہر چیز سے کفایت کریں گی‘‘ (یعنی ہر آفت وبلاء کو دفع کریں گی)۔

وعن عقبة بن عامر قال: قلت يارسول الله أقرأ سورة هود اوسورة يوسف؟ قال: لن تقرأ شيئا أبلغ عندالله من قل أعوذ برب الفلق. [نسائی: ۱۵۸/۲، وأحمد: ۱۴۹/۴]

عقبۃ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا میں (پناہ چاہنے اوشر وبرائی کے دفعیہ کے لئے) سورۂ ھود یا سورۂ یوسف پڑھ لیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ’تم اللہ کے نزدیک **قل أعوذ برب الفلق** سے زیادہ بہتر کوئی چیز ہرگز نہیں پڑھ سکتے‘۔

’**لن تقرأ شيئا أبلغ عندالله**‘ کا مطلب یہ ہے کہ آفات وبلاؤں اور برائیوں سے پناہ چاہنے کے سلسلہ میں اس سورۃ یعنی **قل أعوذ برب الفلق** ، سے زیادہ کامل اور بہتر دوسری کوئی سورۃ نہیں ہے، کیونکہ یہ سورۃ سب سے زیادہ کامل ہے جس میں ہر مخلوق کی برائی اور شر سے پناہ مانگی گئی ہے، ’**قل أعوذ برب الفلق من شر ماشر خلق.**

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پناہ چاہنے کے سلسلہ میں دونوں سورتیں یعنی **قل أعوذ برب الفلق وقل أعوذ برب الناس** سے زیادہ کامل اور کوئی سورۃ نہیں ہے۔

ابن ملکؒ کہتے ہیں کہ اس جملہ سے مقصود ان دونوں سورتوں کے ذریعہ پناہ طلب کرنے کی رغبت دلانا ہے، گویا علامہ طیبی اور ابن ملک دونوں کے قول کا حاصل یہ ہے کہ اس ارشاد گرامی میں صرف ایک سورۃ یعنی **قل اعوذ برب الفلق** ذکر کی گئی ہے اور چونکہ قرینہ سے دوسری سورۃ یعنی سورۃ الناس بھی مفہوم ہوتی ہے، اس لئے یہاں دونوں سورتیں مراد ہیں۔

’’**رب الفلق**‘‘ مفسرین کی اکثریت فلق سے مرادرات کی تاریکی پھاڑ کر سپیدہ صبح نکالنا لے رہی ہے، کیونکہ **فلق الصبح** کا استعمال عربی میں طلوع صبح کے لئے بکثرت آتا ہے قران کریم میں دوسری جگہ ’’فالق الاصباح‘‘ (انعام :۹۶) جملہ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے ’’فلق‘‘ کے اصل معنی پھاڑنے کے ہیں دنیا میں جتنی چیزیں بھی پیدا ہوتی ہیں وہ کسی نہ کسی چیز کو پھاڑ کر ہی نکلتی ہیں، چنانچہ تمام نباتات اپنی بیج اور زمین کو پھاڑ کر اپنی کونپلیں نکالتی ہیں تمام حیوانات یا انڈوں کو توڑ کر نکلتے ہیں۔ یا رحم مادر سے برامد ہوتے ہیں، یا کسی اور روکاوٹ کو چیر کر باہر آتے ہیں، تمام چشمے پھاڑوں یا زمین کو شق کر کے بہتے ہیں، اسی طرح دن کو دیکھئے کہ رات کا پردہ چاک کر کے نمودار ہوتا ہے، حتی زمین وآسمان بھی پہلے ایک ڈھیر تھے جس کو پھاڑ کر الگ الگ کر دیا۔ ’’**كانتا رتقا ففتقناهما**‘‘ (انبیاء: ۳۰) ’’فلق ‘‘ کے معنی اگر خاص صبح کے لئے جائیں،

تو مطلب یہ ہوگا کہ میں صبح کے مالک کی پناہ مانگتا ہوں اور فلق کے معنی اگر عمومیت کے ساتھ لئے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ تمام مخلوق کے رب کی پناہ مانگتا ہوں یہاں اسم ذات اللہ کے بجائے صفت ربوبیت لانا پناہ جوئی کے لئے زیادہ موزوں اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔

"من شر ما خلق" یعنی ہر مخلوق کی بدی سے پناہ چاہتا ہوں، اس فقرہ میں چند باتیں قابل لحاظ ہیں، اول یہ کہ مخلوق کے پیدا کرنے کی نسبت تو اپنی طرف کی گئی، مگر شر پیدا کرنے کی نسبت اپنی طرف نہیں کی گئی، یعنی یہ نہیں فرمایا کہ ان شرور سے پناہ چاہتا ہوں جو اللہ نے پیدا کئے ہیں، بلکہ یہ فرمایا کہ ان چیزوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو اللہ نے پیدا کیں، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ نے کسی مخلوق کو شر کے لئے پیدا نہیں کیا بلکہ اس کا ہر کام خیر و مصلحت ہی کے لئے ہوتا ہے البتہ مخلوقات کے اندر جو اوصاف اس نے اس لئے پیدا کیئے ہیں کہ ان کی تخلیق کی مصلحت پوری ہو ان سے بعض اوقات اور بعض اقسام کی مخلوقات سے اکثر شر رونما ہوتا ہے، پس اس اعتبار سے فی نفسہ شر کا پیدا کرنا بھی شر نہ ہوا، جبکہ بے شمار مصالح اس میں مضمر ہوتے ہیں۔ اس فقرہ میں دنیا ہی کے نہیں آخرت کے ہر شر سے بھی پناہ مانگی گئی ہے۔

"ومن شر غاسق اذا وقب" تمام مخلوقات کے ہر قسم کے شرور سے پناہ جوئی کے بعد خاص طور سے بعض مخلوقات کے شر سے پناہ مانگنے کی تلقین کی جارہی ہے۔

"غاسق" کے لغوی معنی تاریک کے ہیں "اقم الصلوۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل" (بنی اسرائیل: ۷۸) اور "وقب" کے معنی داخل ہونے یا چھپائے جانے کے ہیں، چونکہ اکثر جرائم و مظالم رات ہی کو ہوتے ہیں موذی جانور بھی رات ہی کو نکلتے ہیں، قتل اور غارت اور لوٹ مار کرنے والے بھی رات ہی کو حرکت میں آتے ہیں، چھاپہ ماری اور شب خون کی کاروائیاں بھی رات کی تاریکی میں ہوتی ہیں، نبی ﷺ کے قتل کی سازشیں بھی رات ہی کے اندھیرے میں ہوتی تھیں، غرض رات کی تاریکی میں ہونے والے ان تمام شرور سے خاص طور سے پناہ مانگی گئی ہے، اور اندھیری رات کے شر سے طلوع فجر کے رب کی پناہ مانگنے میں جو لطیف مناسبت ہے وہ کسی صاحب بصیرت سے پوشیدہ نہیں، سحر وغیرہ رات ہی کو کیئے جاتے ہیں، چاند کا گرہن یا غروب آفتاب بھی ہوسکتا ہے اور ظاہر و باطن کی تاریکیاں تنگدستی، پریشانی اور گمراہی سب اس میں داخل ہیں۔

"ومن شر النفٰثٰت فی العقد" نفٰثٰت تمام مفسرین کے نزدیک یہ لفظ بطور استعارہ جادو کرنے والے کے لئے استعمال ہوتا ہے، کیونکہ عموماً جادوگر کسی ڈورے دھاگے میں گرہ دیتے اور اس پر پھونکتے جاتے ہیں پس اس جملہ میں

جادوگروں یا جادوگرنیوں کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے، معوذتین میں یہی ایک فقرہ ہے جس کا براہ راست جادو کے واقعہ سے تعلق ہے جو نبی ﷺ کے ساتھ پیش آیا تھا۔

'' **ومن شر حاسد اذا حسد**'' حسد کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کو اللہ تعالی نے جو نعمت یا فضیلت یا خوبی عطا کی ہے اس پر کوئی دوسرا شخص جلے اور یہ چاہے کہ وہ اس سے سلب ہو کر حاسد کو مل جائے، یا کم از کم یہ کہ اس سے ضرور چھن جائے، البتہ حسد کی تعریف میں یہ بات نہیں آتی کہ کوئی شخص یہ چاہے کہ جو فضل دوسرے کو ملا ہے وہ مجھے بھی مل جائے۔ کیونکہ یہ غبطہ ہے جو جائز ہے ۔ یہاں حاسد کے شر سے اللہ تعالی کی پناہ اس حالت میں مانگی گئی ہے جبکہ وہ حسد کرے، یعنی اپنے دل کی آگ بجھانے کے لئے کوئی اقدام کرے، کیونکہ جبتک وہ کوئی اقدام نہیں کرتا اس وقت تک اس کا جلنا بجائے خود چاہے برا سہی مگر محسود کے لئے ایسا شر نہیں بنتا کہ اس سے پناہ مانگی جائے قرآن وسنت نے اس سے بغاوت سے تعبیر کیا ہے۔

لیکن اس تحقیق پر قدیم وجدید زمانہ کے بہت سے عقلیت پسندوں نے اعتراض کیا ہے کہ یہ روایات اگر مان لی جائیں تو شریعت ساری کی ساری مشتبہ ہو جاتی ہے، کیونکہ اگر نبیؑ پر جادو کا اثر ہو سکتا ہے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ مخالفین نے جادو کے زور سے نبی سے کیا کیا کہلوایا ہوگا؟ اور اس کی تعلیمات میں کتنی باتیں اللہ کی طرف سے ہونگی اور کتنے جادو کے اثر سے؟ بلکہ مخالفین جہاں تک کہتے ہیں کہ اس بات کو سچ مان لینے کے بعد تو یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ جادو ہی کے ذریعہ نبی کو نبوت کے دعوی پر اکسایا گیا ہو اور نبی نے غلط فہمی میں مبتلا ہو کر یہ سمجھ لیا ہو کہ اس کے پاس فرشتہ آیا ہے، اور ان کا استدلال یہ بھی ہے کہ یہ روایات قرآن مجید سے متصادم ہیں، قران کریم میں تو کفار کا یہ الزام بیان کیا گیا ہے کہ نبی ایک سحر زدہ آدمی ہیں لہذا اس کی پیروی نہ کرو، **یقول الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا** (۴۷:اسراء) ۔ پس یہ احادیث کفار کے اس الزام کی تصدیق کرتی ہیں کہ واقعی نبی پر جادو کا کیا اثر ہوا ہے؟۔

اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ آیا جادو کا واقعہ تاریخی شہادتوں سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ آپ پر جادو کا اثر ہوا تھا یا نہیں؟ اور اگر ہوا تھا تو وہ کیا تھا اور کس حدتک تھا؟ اس کے بعد دیکھا جائے کہ جو کچھ روایات سے ثابت ہے اس پر کئے گئے اعتراضات وارد ہوتے ہیں یا نہیں؟

محدثین اور علماء امت کی یہ راست گوئی تھی کہ انہوں نے اپنے خیالات اور مزعومات کے مطابق تاریخ کو مسخ کرنے یا حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش نہیں کی، بلکہ جو کچھ واقعات کی صورت میں پیش آیا تھا اسے جوں کا توں آنے

والوں تک پہنچا دیا، اور اس بات کی کوئی پروا نہیں کی، کہ ان حقائق سے اگر کوئی ان سے نتائج نکالنے پر اتر آئے تو ان کا فراہم کردہ یہ مواد کسطرح اس کے کام آ سکتا ہے؟ اب اگر ایک بات نہایت مستند اور کثیر تاریخی ذرائع سے ثابت ہو تو کسی دیانت دار صاحب علم کے لئے نہ تو یہ درست ہے کہ وہ اس بنا پر تاریخ کا انکار کر دے کہ اس کو مان لینے سے اس کے نزدیک فلاں فلاں قباحتیں رونما ہوتی ہیں اور نہ یہی درست ہے کہ جتنی بات تاریخ سے ثابت ہو اس کو قیاسات کے گھوڑے دوڑا کر اس کی اصلی حد سے پھیلانے اور بڑھانے کی کوشش کرے، اس کے بجائے اس کا کام یہ ہونا چاہئے کہ تاریخ کو تاریخ کی حیثیت سے مان لے اور پھر دیکھے کہ اس سے فی الواقع کیا ثابت ہوتا ہے اور کیا نہیں ہوتا؟

جہاں تک تاریخی حیثیت کا تعلق ہے نبی کریم ﷺ پر جادو کا اثر ہونا قطعی طور پر ثابت ہے، اگر علمی تنقید کے ذریعہ اس کو غلط ثابت کیا جا سکتا ہے تو دنیا کا کوئی تاریخی واقعہ بھی صحیح ثابت نہیں کیا جا سکتا ہے، روایات اور واقعات کی کڑیاں ملانے سے جو چیز سامنے آتی ہے وہ یہ کہ آپؐ پر سحر کیا گیا اور آپ پر اس کا اثر بھی ہوا، مگر وہ اتنی ہی حد تک ہوا جیسے کسی بیماری سے انسان متاثر ہوتا ہے۔ کچھ مزاج میں تبدیلی آ گئی، گویا یوں محسوس ہوا کہ آپ گھلتے جا رہے ہیں یا کسی کام کے متعلق خیال کیا کہ وہ کر لیا ہے گو نہیں کیا ہوتا تھا۔

ازواج مطہرات کے بارے میں خیال کرتے کہ آپ ان کے پاس گئے ہیں مگر نہیں گئے ہوتے تھے، یا کسی وقت آپ کی نظر پر یہ شبہ ہوتا تھا کہ کسی چیز کو دیکھ رہے ہیں، مگر نہیں دیکھا ہوا تھا، یہ تمام آپ کی ذات تک محدود رہے، دوسروں کو یہ محسوس نہیں ہو سکا کہ آپ پر کیا گزر رہی ہے۔ اس سے آپ کے نبی ہونے کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں آتا تھا، نہ آپ کے فرائض میں کوئی خلل آیا تھا، کسی روایت میں یہ نہیں آیا کہ آپ کسی آیت کو بھول گئے ہوں یا کوئی آیت غلط پڑھ دی ہو، یا اپنی مجلسوں، خطبوں، وعظوں میں آپ کی تعلیمات میں کسی طرح کا فرق واقع ہو گیا ہو یا کوئی ایسا کام آپ نے وحی کی حیثیت سے پیش کر دیا ہو، جو فی الواقع آپ پر نازل نہ ہوا ہو، یا آپ کی نماز چھوٹ گئی ہو اور اس کے متعلق بھی کبھی آپ نے سمجھ لیا ہو کہ پڑھ لی ہے، مگر نہ پڑھی ہو، معاذ اللہ ایسی کوئی بات پیش آ جاتی تو دھوم مچ جاتی، اور پورا ملک عرب اس سے واقف ہو جاتا کہ جس نبی کو کوئی طاقت چت نہ کر سکتی تھی اسے ایک جادوگر نے چت کر دیا لیکن واقعہ یہ ہے کہ آپ کی حیثیت نبوت قطعًا اسے محفوظ اور غیر متاثر رہی اور صرف اپنی ذاتی زندگی میں اپنی جگہ مخصوص کر کے آپ اس سے پریشان ہوتے رہے۔

آخر کار ایک روز آپ عائشہؓ کے یہاں تھے کہ آپ نے بار بار اللہ تعالی سے دعا مانگی، اس حالت میں آپ کو

غنودگی ہوگئی یا نیند آ گئی، پھر جب بیدا ہوئے تو آپ نے عائشہؓ سے فرمایا کہ جو بات میں نے اپنے رب سے پوچھی وہ اس نے مجھے بتلا دی ہے، عائشہؓ نے دریافت کیا وہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا کہ دو آدمی (مراد فرشتے) میرے پاس آئے ایک سرہانے کی اور دوسرا پائنتی کی طرف، ایک نے پوچھا کہ انہیں کیا ہوگیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا کہ ان پر جادو ہوا ہے، اس نے پوچھا کس نے کیا ہے جواب دیا کہ لبید بن اعصم نے، پوچھا کہ کس چیز میں کیا ہے جواب دیا کنگھی اور بالوں میں ایک نر کھجور کے خوشہ کے غلاف کے اندر، پوچھا وہ کہاں ہے، جواب دیا کہ بنی زریق کے کوئیں میں، ذی اروان کے تہہ کے پتھر کے نیچے ہے، پوچھا اب اس کے لئے کیا کیا جائے؟ تو جواب دیا کہ کوئیں کا پانی سونت دیا جائے اور پھر پتھر کے نیچے سے اس کو نکالا جائے، اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے علیؓ، عمار بن یاسرؓ اور زبیرؓ کو بھیجا ان کے ساتھ جبیر بن ایاس الزرقی اور قیس بن محسن الزرقی بھی شامل ہو گئے، بعد میں خود نبی ﷺ بھی چند اصحاب کے ساتھ وہاں پہنچ گئے، پانی نکالا گیا اور خوشہ کا غلاف برآمد کر دیا گیا، اس میں کنگھی اور بالوں کے ساتھ ایک تانت کے اندر گیارہ گرہیں پڑی ہوئی تھیں، اور موم کا ایک پتلا تھا جس میں سوئیاں چبھوئی ہوئی تھیں، جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا کہ آپ معوذتین پڑھیں چنانچہ آپ ﷺ ایک ایک آیت پڑھتے جاتے اور ایک ایک گرہ کھلتی جاتی اور پتلے میں سے ایک ایک سوئی نکالی جاتی رہی، معوذتین ختم ہوتے ہی ساری گرہیں کھل گئے اور ساری سوئیاں نکل گئیں اور آپ جادو کے اثر سے نکل کر بالکل ایسے ہو گئے جیسے کوئی بندھا ہوا پھر کھل گیا۔

اس کے بعد آپ نے لبید کو بلا کر باز پرس کی، اس نے اپنی غلطی کا اعتراف کرلیا اس لئے آپ نے اس کو چھوڑ دیا کیونکہ اپنی ذات کے لئے کبھی آپ ﷺ نے کسی سے انتقام نہیں لیا، ایک یہودی کی طرف سے زہر خورانی کے واقعہ میں بھی آپؐ نے بعض صحابہؓ کے شہید ہو جانے کی وجہ سے اس سے قصاص لیا، اپنے معاملہ کو نظر انداز فرما دیا، یہی نہیں بلکہ سحر کے معاملہ کا چرچا کرنے سے بھی یہ کہہ کر آپؐ نے روک دیا کہ مجھے اللہ نے شفا دیدی ہے اب میں نہیں چاہتا کہ کسی کے خلاف لوگوں کو بھڑکاؤں۔

یہ ہے جادو کے واقعہ کی تفصیل، اس میں کوئی چیز ایسی نہیں جو آپؐ کے منصب نبوت کے خلاف یا آپؐ کے کمال کے منافی ہو، آگر آپ کو غزوۂ احد میں زخمی کیا جاسکتا ہے اگر خیبر کی واپسی پر آپ گھوڑے سے گر سکتے ہیں، آگر آپ ﷺ کو بچھو کاٹ سکتا ہے، اگر آپ ﷺ کو نماز میں سہو ونسیان ہوسکتا ہے، حدیث میں ہے ''**انما انا بشر انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی**'' (ابوداود:۸۶۱) اور ان میں سے کوئی چیز بھی اس تحفظ کے منافی نہیں ہے جس کا نبی ہونے =

سورة الناس (مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

قُلۡ أَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ﴿۲﴾ إِلٰهِ النَّاسِ ﴿۳﴾

کہو کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں۔ لوگوں کے حقیقی بادشاہ کی۔لوگوں کے معبودِ برحق کی

= کی حیثیت سے اللہ نے آپؐ سے وعدہ کیا تھا تو آپؐ اپنی ذاتی حیثیت سے جادو کے اثر سے بیمار بھی ہو سکتے ہیں۔

رہا یہ اعتراض کہ اس سے تو کفار کے الزام کی تصدیق ہوگئی کہ نبی کریم ﷺ کو سحر زدہ آدمی کہتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ کفار آپؐ کو اس معنی سے سحر زدہ نہیں کہتے تھے، کہ آپؐ کسی جادوگر کے اثر سے بیمار ہو گئے ہے بلکہ اس معنی میں کہتے تھے کہ آپ ﷺ مجنون ہو گئے ہیں، اور معاذ اللہ کسی جادوگر نے آپؐ کو پاگل کر دیا ہے، اور اسی پاگل پن میں آپؐ نبوت کا دعوی کر بیٹھے ہیں اور جنت ودوزخ کے افسانے سنا رہے ہیں، اب ظاہر ہے کہ یہ اعتراض ایسے معاملہ پر سرے سے چسپاں ہی نہیں ہوتا، جس کے متعلق تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ جادو کا اثر صرف محمد ﷺ کی ذات پر ہوا، آپؐ کی نبوت اس سے قطعًا متاثر نہیں ہوئی اور دعوی نبوت کو سحر کا اثر قرار دینا اس لئے غلط ہے کہ نبوت کے پندرہ سال گزرنے پر سحر کا واقعہ پیش آیا ہے اور اس کا اثر زائل ہونے کے بعد بھی بدستور منصب نبوت پر فائز رہے۔

اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جو لوگ جادو کو محض اوہام کی چیز قرار دیتے ہیں اس کی بنیاد محض یہ ہے کہ اس کے اثرات کی کوئی عقلی اور سائنسی توجیہ نہیں کی جا سکتی لیکن دنیا میں اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جو تجربہ اور مشاہدہ میں آتی ہیں مگر سائنسی طریقہ سے نہیں بیان کیا جا سکتا کہ وہ کیسے رونما ہوتی ہیں اسی طرح کی توجیہ پر اگر ہم قادر نہیں ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس چیز کا ہی انکار کر دیا جائے جس کی ہم توجیہ نہیں کر سکتے۔

مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ الۡخَنَّاسِ ۪ۙ﴿۴﴾ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾

(شیطان) وسوسہ انداز کی بُرائی سے جو (اللہ کا نام سن کر) پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے

مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ٪﴿۶﴾

جنات میں سے (ہو) یا انسانوں میں سے۔[۱]

---

[۱] سورت الناس بھی سورت فلق کی طرح مختلف فیہ ہے کہ یہ مدنی سورۃ ہے یا مکی، لیکن ان دونوں قولوں کو جمع کرنے کی صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے ابتداءً مکہ میں معوذتین اس وقت نازل ہوئی ہوں جب رسول ﷺ کی مخالفت چل رہی تھی اور پھر بعد میں مدینہ میں بھی منافقین اور یہود کی مخالفت کے طوفان جب اٹھے تو رسول ﷺ کو ان سورتوں کے پڑھنے کی تلقین کی گئی جیسا کہ عقبہ بن عامرؓ کی روایت میں مذکور ہے، اس کے بعد جب آپؐ پر جادو کیا گیا تو پھر بحکم الٰہی جبرئیل امین نے آ کر پھر ان سورتوں کے پڑھنے کی ہدایت کی۔ کیونکہ واقعہ سحر پر نظر کی جائے جو سات (۷) ہجری میں پیش آیا تو پھر ان کا مدنی ہونا راجح معلوم ہوتا ہے۔

''سورت فلق'' کی طرح یہاں بھی اعوذ باللہ کی بجائے اللہ کی تین صفات کے ذریعہ استعاذہ کیا گیا ہے، ایک، رب الناس، دوسرے ملک الناس، تیسرے الٰہ الناس، الٰہ کے معنی فرضی معبود کے بھی آتے ہیں، اور حقیقی معبود کے بھی، یہاں دوسرے معنی مراد ہیں، سورۂ فلق میں بدنی مضرتوں سے استعاذہ کیا گیا ہے، انسان کی طرف سے ہوں یا دوسرے مخلوق کی طرف سے لیکن سورۂ الناس میں صرف انسانی نفوس کو جو مضرتیں عارض ہوتی ہیں ان سے استعاذہ کیا گیا ہے۔

لہٰذا ''رب الفلق'' میں اضافت عام اور رب الناس میں اضافت خاص ہوگی، اور اللہ اگرچہ رب العالمین ہے لیکن انسان کی تخصیص اس کی شرف کی وجہ سے ہے کہ جب اللہ انسانوں کا رب ہے تو دوسری مخلوق کا بدرجہ اولیٰ ہے، نیز جب وہ انسانی شرارت سے پناہ دے سکتا ہے، تو دوسری مخلوق کی شر سے بدرجہ اولی پناہ دے گا اور وسوسہ جن کے دلوں میں ہوتا ہے وہ بھی انسان ہیں ان تینوں لفظوں کی ترتیب بڑی لطیف ہے کہ اول اللہ کی ربوبیت، پھر اس کی بادشاہت پھر اس کی معبودیت کا ذکر کیا گیا۔

اور "ملک الناس، الہ الناس" میں یہ دونوں لفظ رب الناس سے عطف بیان بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ رب ممکن ہے بادشاہ نہ ہو اور بادشاہ ممکن ہے کہ معبود نہ ہو، اگر چہ اضافت ضمیر کی طرف ہو سکتی تھی لیکن مزید بیان تعظیم کے لئے مضاف الیہ اسم ظاہر لایا گیا ہے، اور بعض نے یہ توجیہ کی ہے کہ رب الناس میں بچے اور ملک الناس بڑے آدمی مراد ہیں۔ کیونکہ بچے تربیت کے محتاج ہوتے ہیں اور بڑے وساوس میں مبتلا ہوتے ہیں، اور الہ الناس میں بوڑھے مراد ہیں کیونکہ وہ مصروف عبادت رہتے ہیں، اس صورت میں لفظ الناس مکرر نہیں رہتا۔

من شر الوسواس الخناس" اس کا تعلق اعوذ سے ہے سورت فلق میں مستعاذ منہ تین چیزیں تھیں اور مستعاذ ایک تھا، لیکن سورۂ ناس میں اس کے برعکس مستعاذ منہ ایک یعنی وسوسہ ہے اور مستعاذ تین صفات الٰہیہ ہیں، اس میں نکتہ یہ ہے کی پچھلی سورت میں بدنی مضرات کا بیان تھا اور وہ متعدد ہیں اور اس سورت میں نفسانی مضرت کا بیان ہے اور وہ ایک ہے، اور چونکہ بدن کی سلامتی کا پیش خیمہ اور وسیلہ ہے اس لئے اس کو مقدم کیا گیا ہے، وسواس اور وسوسہ زلزال اور زلزلہ کی طرح دونوں مصادر ہیں، اگر فعلال کو اوزان مصدر میں سے مانا جائے، ورنہ اسم مصدر ہے یا وسواس اور خناس کو مبالغہ کہا جائے شیطان کو وسواس یا وسوسہ زید عدل کی طرح مبالغہ کے لئے کہا گیا ہے، یا مضاف محذوف مانا جائے۔ ای ذوی الوسواس ، الخناس خنس کے معنی مٹنے اور لوٹنے کے ہیں۔

"من الجنة والناس" یہ وسواس کا بیان ہے یا الذی کا بیان ہے یا یوسوس سے متعلق ہے، اور بعض نے اس کو الناس کا بیان کہا ہے جبکہ الناس سے مراد عام ہو، انسان اور جنات دونوں کو شامل ہے لیکن اس سورت میں تکلف کر کے کہنا پڑے گا کہ "ناس"، بمعنی ناسی ہے جیسے "یوم یدع الداع" میں داع بمعنی داعی ہے اور نسیان انسان اور جن دونوں کو ہوتا ہے۔

"اعوذ" تعوذ کے معنی پناہ جوئی کے ہیں، سورۂ فلق اور سورۂ ناس دونوں سورتوں کو معوذتین اسی لئے کہتے ہیں کہ ان میں تعوذ کی تلقین فرمائی گئی ہے، تعویذ بھی اسی سے ماخوذ ہے۔ اس وجہ سے بعض مفسرین نے یہاں تعوذ اور تعویذ پر بحث کیا ہے تفسیر مواہب الرحمٰن والے لکھتے ہیں، کہ کیا شرعی تعویذ کے ساتھ دم کرنا جائز ہے؟ جواب اس زمانہ میں تعویذ اس کاغذ کو کہتے ہیں جس پر کچھ لکھ کر بچوں کے گلے میں لٹکاتے ہیں، یہ زمانہ سلف میں نہ تھا، لیکن بعض صحابہ نے آیۃ الکرسی کے مانند لکھ کر ان بچوں کے گلے میں ڈالی جو زبان سے نہیں پڑھ سکتے تھے اور ظاہر کیا کہ اس سے برکت مقصود ہے اور حفاظت اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ اور تعویذ کے معنی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دینا۔ تعوّذ اللہ کی پناہ لینا، یہ بات

پڑھنے اوردعا کرنے سے ہوتی تھی اور جمہور صحابہ وتابعین پڑھ کردم کرنے کو جائز رکھتے تھے۔پھرامام نسفی سے نقل کرتے ہیں کہ مدارک میں لکھا کہ رقیہ کرنا ایسے کلام سے جائز ہے جواللہ تعالی کی کتاب سے ہو،یارسول اللہ ﷺ کی حدیث سے ہو،اور ایسی عبارت سے جائز نہیں ہے جوسریانی ،عبرانی،یاہندی وغیرہ میں ہو،کیونکہ اس پر اعتقاد واعتماد صحیح نہیں ہے۔الخ۔مولف کا بھی ایک رسالہ اس مسئلے پر چھپی ہوئی ہے۔

اخر التفسیر وللہ الحمد والمنة والحمدللہ رب العالمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد و آله وصحبه اجمعین.ورضی اللہ عن الصحابة والتابعین اجمعین حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

رحم اللہ من وقف علی خطإ اوعیب نبھنا علیه وارشدنا طریق الثواب

اللہ کی رحمت ہو اس شخص پر جس نے ہمیں عیب اور خطائی پر مطلع کرکے راہ حق بتایا۔



کمپوزنگ:عبدالخالق فون پشاور

المـــــــراجع

نمبر شمار	اسم الکتاب	اسم المصنف
۱	الجامع الصحیح	امام بخاری
۲	الجامع الصحیح	امام مسلم
۳	السنن	امام ترمذی
۴	السنن	امام ابوداؤد
۵	السنن	امام نسائی
۶	السنن	امام ابن ماجہ
۷	السنن	امام دارمی
۸	المسند	امام احمد
۹	فتح الباری	ابن حجر
۱۰	عمدۃ القاری	بدرالدین عینی
۱۱	مظاھرحق	قطب الدین
۱۲	تفسیر القرآن	ابن کثیر (عربی)
۱۳	تفسیر القرآن	ابن کثیر (اردو)
۱۴	الجامع لاحکام القرآن	قرطبی
	تفسیر اللباب	ابن عادل الحنبلی
	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع
	جواھرالقرآن	شیخ القرآن غلام اللہ خان

مصنف کی دیگر تصنیفات

۱۔ اختلاف المطالع (اردو)

۲۔ اختلاف المطالع (پشتو)

۳۔ اداب السلام (اردو)

۴۔ کتاب الاذکار (اردو)

۵۔ کتاب الاذکار مختصر (پشتو)

۶۔ کتاب الاربعین (پشتو)

۷۔ نیل المفازة (پشتو)

۸۔ تحفة العروس (پشتو)

۹۔ سلسلة الأحادیث الصحیحة (پشتو ترجمه)

۱۰۔ کتاب التمائم

دچاپ خائے
دارالکتب
پرنٹنگ ایجنسی موبائل: +92-333-9084990